محدّث اعظم پاکستان

مولانا ابوالفضل محمد سردار احمد چشتی قادری

احوال و آثار، دینی و علمی خدمات

جلد ۱

مولانا محمد جلال الدین قادری

مکتبہ قادریہ لاہور

مولانا ابوالفضل محمد سردار احمد چشتی قادری، رحمہ اللہ تعالیٰ

احوال و آثار، دینی، علمی، تبلیغی اور سیاسی خدمات

جلد ۲

مولانا محمد جلال الدین قادری

مکتبہ قادریہ ○ لاہور ۸

کتاب (جلد دوم) ——— محدثِ اعظم پاکستان مولانا ابوالفضل محمد سردار احمد چشتی قادری قدس سرہ

تالیف ——— مولانا محمد جلال الدین قادری (کھاریاں)

87152

دُعائیہ کلمات ——— حضرت شیخ الحدیث مولانا علامہ غلام رسول رضوی شارح بخاری مدظلہ

تصدیق و توثیق ——— حضرت صاحبزادہ قاضی محمد فضل رسول حیدر رضوی مدظلہ

اہتمام ——— حضرت مولانا مفتی محمد عبدالقیوم قادری ہزاروی مدظلہ

تقدیم ——— مولانا محمد عبدالحکیم شرف قادری نقشبندی

تکمیلِ آرزو ——— مولانا محمد منشا تابش قصوری

کتابت ——— محمد عاشق حسین ہاشمی، قادری (چنیوٹ)

صفحات ——— ۵۱۲

تاریخِ اشاعت ——— ۱۴۰۹ھ / ۱۹۸۹ء

ناشر ——— مکتبہ قادریہ، لاہور ۸

ہدیہ مکمل سیٹ (دو جلد) — /۲۰۰ روپے

مطبع ———

ملنے کا پتا

(۱) مکتبہ قادریہ، جامعہ نظامیہ رضویہ

اندرون لوہاری دروازہ، لاہور ۸، پاکستان، پوسٹ کوڈ ۱۲۳۵۶

(۲) رضا فاؤنڈیشن، جامعہ نظامیہ رضویہ، لاہور ۸

فہرست (حصّہ دوم)

باب ۵ : ملّی و سیاسی خدمات

۱۔ تعمیری و اصلاحی تنظیمیں
۲۔ جمعیّت خدامِ رضا، بریلی
۳۔ جمعیّت اصلاح و ترقی، بریلی
۴۔ تحریکِ مسجد شہید گنج، لاہور
۵۔ تحریکِ پاکستان اور ہجرت
۶ تحریکِ فلاح و بہبود برائے مہاجرین
۷۔ تحریکِ ختمِ نبوّت
۸۔ جمعیّتِ علماء پاکستان
۹۔ جمعیّتِ اصلاح و ترقی، لائل پور
۱۰۔ جمعیّتِ رضویہ، لائل پور
۱۱۔ انجمن فدایانِ رسول، لائل پور

مِلّی وسیاسی خِدمات

حضرت شیخ الحدیث علیہ الرحمہ کی زندگی میں غالب عنصر تدریس، تبلیغ اور دعوت و ارشاد رہا۔ تحصیلِ تعلیم کی فراغت سے لے کر زندگی کے آخری دور تک سب سے بڑا وظیفہ یہی رہا۔ مدرس و مبلّغ کے لیے تدریس و تبلیغ کے دائرۂ کار سے ہٹ کر کسی اور طرف متوجہ ہونا انتہائی دشوار ہوتا ہے۔ تاہم بعض اوقات ایسے حالات پیدا ہو جاتے ہیں کہ مدرس و مبلّغ کو بھی ان سے صرفِ نظر ممکن نہیں ہوتا۔

حضرت شیخ الحدیث علیہ الرحمہ نے تدریسی و تبلیغی مصروفیات کے باوجود ملی خدمات میں بھرپور حصہ لیا، جن کی تفصیل پیش کی جا رہی ہے،

تعمیری اور اصلاحی تنظیمیں

حضرت شیخ الحدیث علیہ الرحمہ نے جس ماحول میں علمی و عملی میدان میں قدم رکھا وہ بڑا پُرآشوب دَور تھا۔ ہنود و نصاریٰ کی عداوتیں، خود مدعیانِ اسلام کی تفرقہ آمیز ریشہ دوانیاں اپنے عُروج پر تھیں۔ انحرافی اور اعتزالی تحریکیں اپنے جوبن پر تھیں۔ سادہ لوح صحیح العقیدہ مسلمانوں کو ان سے باخبر رکھنے کے لیے ضروری تھا کہ خود صحیح العقیدہ مسلمانوں کی ایسی تنظیمیں ہوں جو اصلاح و ترقیٔ احوال کا باعث ہوں۔ اہل سنّت پر ہونے والی یلغار میں وہ ڈھال کا کام دے سکیں — ان کے مدارس، مساجد اور دیگر اداروں کی ترقی میں حائل موانع کو دُور کر سکیں۔

حضرت شیخ الحدیث علیہ الرحمہ ایک بالغ النظر فقیہ، صاحبِ بصیرت محدث، امتِ مرحومہ کے بہی خواہ متقدر عالم، اصلاحِ احوال کے خواہاں مدبر اور ملی ترقی کے پرجوش حامی وداعی تھے، لیکن زینتِ افتاء، وزیبِ منصبِ تدریس حضرت شیخ الحدیث علیہ الرحمہ کی درس وتدریس، وعظ وتبلیغ اور دعوت وارشاد کی مصروفیات اس قدر عام تھیں کہ صرف اکیلے آپ کے لیے مذکورہ بالا مقاصد کے حصول کے لیے کوشش کرنا دشوار تھا۔ اس لیے آپ نے مخلصینِ اہل سنت اور جاں نثارانِ مصطفےٰ (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم) کو اس طرف متوجہ کیا کہ وہ اپنی تنظیم کریں۔ اصلاحِ احوال کی کوشش کریں اور سُنیت پر ہونے والی یلغار کے لیے ڈھال بن جائیں اور اپنے اندر جذبہ جاں نثاری پیدا کریں، تاکہ مخالفین کی تدابیر ناکام رہیں۔ مساجد اور مدارسِ اہل سنت کا تحفظ کریں۔ ان کی اصلاح وترقی میں کوشاں رہیں۔ ان دینی وملی مقاصد کے لیے آپ نے مختلف اوقات میں حسبِ ضرورت درج ذیل تنظیموں کی بنیاد رکھی اور اُن کو پروان چڑھایا۔ الحمد للہ ان تنظیموں نے آپ کی سرپرستی کی بدولت حیرت انگیز حد تک اپنے مقاصد حاصل کیے۔

جمعیتِ خدام الرضا، بریلی

اپنی تعلیم سے فراغت کے بعد ۱۳۵۳ھ/۱۹۳۴ء میں جب آپ منظرِ اسلام بریلی کے مدرس مقرر ہوئے، تو اس زمانہ میں آپ نے دیگر علماء کرام سے مل کر مذکورہ تنظیم قائم کی۔ اس تنظیم کے اغراض ومقاصد یہ تھے:

——— مذہبِ حقہ اہل سنت وجماعت کی تبلیغ واشاعت بذریعہ تحریر وتقریر۔

——— اہل سنت وجماعت کے جلسوں وجلوسوں میں انتظامی سرگرمیاں۔

حضرت شیخ الحدیث علیہ الرحمہ اس تنظیم کے صدر منتخب ہوئے۔ مولانا مفتی اعجاز ولی خاں بریلوی (م ۱۳۹۳ھ/۱۹۷۳ء) مولانا قاری وقار الدین (م ۱۴۰۳ھ/۱۹۸۳ء) اور دیگر علماء اس جمعیت کے اراکین منتخب ہوئے۔

مناظرۂ بریلی (منعقدہ ۱۳۵۴ھ / ۱۹۳۵ء) میں شاندار فتح کے موقعہ پر حجۃ الاسلام مولانا حامد رضا خاں قدس سرہ نے علی گڑھ سے حضرت شیخ الحدیث علیہ الرحمہ کو جو مبارکبادی کا مکتوب تحریر فرمایا اس میں آپ کو صدر جمعیت خدام الرضا کی حیثیت سے خطاب کیا۔ مکتوب گرامی ملاحظہ ہو:

"مولانا المکرم عزیز محترم مولوی سردار احمد صاحب سلمہٗ صدر جمعیت خدام الرضا

بعد سلام مسنون وادعیہ خلوص مشحون۔ فقیر اس فتح نمایاں کی مبارکباد دیتا ہے۔ مولیٰ تعالیٰ ہمیشہ اعدائے دین پر آپ کو مظفر و منصور رکھے اور آپ کا بول بالا، اہلِ باطل کا منہ کالا کرے۔ بریلی میں اس فتحِ مبین کا سہرا آپ کے سر رہا۔ آپ کی جماعت قائم کردہ بحمد اللہ تعالیٰ بہت مفید اور کارآمد ثابت ہوئی اور خدا اسے اور ترقی عطا فرمائے تو اہلِ سنت کے لیے اس کا وجود مورثِ برکات و حسنات و قوت اہلِ سنت و نکایتِ بدعت کا باعث ہوگا۔ باذنہٖ تعالیٰ فقیر حاضر آستانہ ہونے پر، خدا نے چاہا تو جمعیت کے متعلق خاص توجہ کرے گا۔ والسلام!   فقیر محمد حامد رضا خاں غفرلہٗ ۲۷ محرم ۱۳۵۴ھ" [1]

تبلیغی جلسوں کے انعقاد، عقائدِ حقہ و اعمالِ صالحہ کی تبلیغ و تلقین کے علاوہ جمعیتِ خدام الرضا بریلی نے تحریری طور پر بھی قابلِ قدر خدمات سرانجام دیں۔

مناظرہ بریلی منعقدہ محرم ۱۳۵۴ھ / ۱۹۳۵ء میں شاندار کامیابی کے بعد حضرت شیخ الحدیث علیہ الرحمہ نے بحیثیت صدر جمعیت خدام الرضا مختلف دیوبندی علماء کو خطوط لکھے جن میں انہیں حق قبول کرنے اور گستاخانہ عبارات سے توبہ کرنے کی دعوت دی۔ اس سلسلہ میں جناب مولوی حسین احمد، مولوی مرتضیٰ حسن، مولوی عبدالشکور اور مولوی اشرف علی کے نام لکھے ہوئے خطوط محفوظ ہیں۔ یہ خطوط اسی زمانہ میں پرچہ اہلِ سنت، سنبھل ضلع مرادآباد اور ہفت روزہ

---

[1] نصرتِ خداداد معروف بہ مناظرہ بریلی کی مفصل روئداد، مطبوعہ نوری کتب خانہ لاہور (۱۳۷۷ھ) ص ۱۴۴

الفقیہ[1] امرتسر وغیرہ میں چھپ چکے تھے۔ بعد میں یہ خطوط حضرت شیخ الحدیث علیہ الرحمہ کی تالیف "موت کا پیغام، دیوبندی مولویوں کے نام" میں بھی شائع ہو چکے ہیں۔[2]

ان خطوط کے آخر میں آپ نے اپنا نام و تعارف یوں لکھا:

"فقیر سردار احمد عفرلہٗ گورداسپوری، خادم جمعیتِ خدام الرضا
محلہ سوداگراں بریلی شریف از دیال گڑھ، ضلع گورداسپور" [3]

قصبہ آنولہ، ضلع بریلی کے وہابیہ نے حسبِ عادت ایک اشتہار میں حضرت شیخ الحدیث علیہ الرحمہ پر محرم کی سبیل کے حرام لکھنے کا افترا کیا۔ آنولہ کے جناب عبداللطیف کے استفسار پر آپ نے فتویٰ لکھا اور صورتِ حال واضح کی۔ اس فتوی کے آخر میں آپ کے دستخط اس طرح ہیں:

"فقیر محمد سردار احمد عفرلہٗ گورداسپوری، مدرس دوم
و خادم جمعیت خدّام الرضا محلہ سوداگراں، بریلی" [4]

جمعیتِ خدام الرضا، بریلی کے ایک اور رکن مولانا اعجاز ولی خاں بریلوی (م ۱۳۹۳ھ/۱۹۷۳ء) کا ایک اشتہار بنام احقاقِ حق و ابطالِ باطل ۲۹ رجب ۱۳۵۵ھ/۱۶ اکتوبر ۱۹۳۶ء کو شائع ہوا۔ اس اشتہار سے بھی جمعیت موصوفہ کی تبلیغی خدمات کا اندازہ ہوتا ہے۔ [5]

---

[1] ہفت روزہ الفقیہ، امرتسر، مجریہ ۲۱ فروری ۱۹۳۶ء

[2] "موت کا پیغام، دیوبندی مولویوں کے نام" مطبوعہ راست گفتار پریس، لائل پور (بار اوّل ۱۹۶۸ء) ص ۳۰ تا ۷۔

[3] ہفت روزہ الفقیہ، امرتسر، مجریہ ۲۱ فروری ۱۹۳۶ء ص ۳

[4] ایضاً، ۲۸ اپریل ۱۹۳۶ء، ص ۱۴

[5] یہ اشتہار حضرت شیخ الحدیث علیہ الرحمہ کے کتب خانہ میں موجود ہے قاضی محمد فضل رسول کی عنایت سے اس کا موقعہ ملا۔

جمعیّت اصلاح و ترقی اہل سُنت، بریلی

دارالعلوم مظہر اسلام، بریلی کے قیام کے ساتھ ہی جمعیت اصلاح و ترقی اہل سنت، بریلی کی بنیاد حضرت مفتیٔ اعظم مولانا محمد مصطفٰے رضا بریلوی قدس سرہ کی سرپرستی میں ۱۳۵۶ھ/۱۹۳۷ء میں رکھی گئی[1]۔ حضرت شیخ الحدیث علیہ الرحمہ مظہرِ اسلام بریلی کے شیخ الحدیث اور جمعیت مذکورہ کے رُوحِ رواں تھے۔ اس مرکزی ادارہ کا نصب العین اہل سنت کی فلاح و بہبود، تحفظ و دفاعِ حقوق، مسجد بی بی جی مرحومہ (بریلی) اور دارالعلوم مظہر اسلام بریلی کا انتظام، مختلف اسلامی تقاریب پر شاندار تبلیغی جلسوں کا اہتمام کرنا تھا۔

بے سروسامانی کے باوجود جمعیتِ موصوفہ نے اپنے مقاصد میں شاندار کامیابی حاصل کی۔ دارالعلوم میں کثیر التعداد طلبار کی تعلیم اور دارالافتار کا اہتمام باحسن انداز کیا۔ ہر سال سالانہ جلسہ دستارِ فضیلت کا اہتمام کرتی اور فارغ التحصیل طلبار میں سندِ فراغت تقسیم کرتی۔ ملک اور بیرون ملک سے آئے ہوئے بے شمار استفتار کا جواب روانہ کرتی۔

چونکہ جمعیتِ موصوفہ کی کوئی مستقل آمدنی نہیں تھی، اس لیے اکثر و بیشتر مقروض رہتی۔ مختلف مدّوں میں اخراجات کے باعث جمعیتِ مذکورہ کے ذمہ یکم نومبر ۱۹۴۸ء کو چار ہزار روپیہ واجب الادا تھا جو جناب سیٹھ احمد عبدالشکور ابراہیم صاحب کے تعاون سے ادا ہوا۔ اس وقت جمعیت موصوفہ کے خازن داروغہ ظہیر احمد، محلہ ذخیرہ بریلی تھے۔[2]

---

[1] دبدبۂ سکندری، رامپور۔ مجریہ ۳۰ جولائی ۱۹۴۷ء صفحہ نشریات

[2] ایضاً، یکم نومبر ۱۹۴۸ء ص ۸

تحریکِ مسجد شہید گنج

ربیع الاوّل ۱۳۵۴ھ / جون ۱۹۳۵ء میں سکھوں نے انگریزی حکومت کی سرپرستی میں لاہور کی مسجد شہید گنج کو ظلماً شہید کر دیا۔ سکھوں کا دعویٰ تھا کہ یہ جگہ مسجد نہیں، بلکہ گوردوارہ ہے۔ مسلمانوں کا موقف تھا کہ یہ عمارت ہمیشہ مسجد رہی ہے۔ سکھوں نے اسے اپنی عملداری میں اس مسجد کو گوردوارہ میں تبدیل کر دیا تھا۔

مسجد کا شہید ہونا تھا کہ برصغیر کے مسلمان اُٹھ کھڑے ہوئے۔ مسجد کی بازیابی کے لیے ہر طرح کی قربانیاں پیش کیں۔ جلسے جلوسوں میں اکابر علماء و زعماء نے مسلمانوں کو متحد رہ کر کوششیں جاری رکھنے کی تلقین کی۔ مقدمات دائر ہوئے۔ مسلمان گرفتار ہوئے۔ کچھ لوگ اس تحریک میں جان کا نذرانہ پیش کر کے سرخرو ہوئے۔

مسجد شہید گنج کا قضیہ اب صرف لاہور کا مقامی مسئلہ نہ رہا، بلکہ برصغیر کے مسلمانوں نے اسے اپنا دینی مسئلہ سمجھا۔ پنجاب کے علاوہ دیگر علاقوں کے زعماء بھی ان جلسوں میں شریک ہوتے۔ علماء بریلی نے بھی اس تحریک میں بھرپور عملی کردار ادا کیا۔

۱۰ شعبان المعظم ۱۳۵۴ھ / ۸ نومبر ۱۹۳۵ء جمعہ کی نماز شاہی مسجد لاہور میں ادا کی گئی۔ فدایانِ مسجد شہید گنج لاہور کی کثرت کے باعث شاہی مسجد کا وسیع رقبہ ناکافی ہو گیا۔ مسجد کا دروازہ اور حضوری باغ نمازیوں سے بھرا ہوا تھا۔

نمازِ جمعہ کے بعد یہ عظیم الشان اجتماع احتجاجی جلوس میں تبدیل ہو گیا۔ زعمائے ملت جلوس کی قیادت کر رہے تھے۔ قائدینِ جلوس میں دیگر علماء اہل سنت کے علاوہ حجۃ الاسلام مولانا حامد رضا خاں بریلوی (خلف اکبر و خلیفہ امام احمد رضا خاں بریلوی)

قدس اسرارہم کا نام نامی نمایاں ہے۔ [۱]

مسجد شہید گنج لاہور کے قضیہ نامرضیہ میں مسلمانوں کے خلاف سکھ اور ان کے سرپرست انگریز تھے۔ علاوہ ازیں مجلس احرار اسلام کے اراکین بھی بعض سیاسی وجوہ کی بنا پر مسلمانوں کے خلاف تھے۔ سکھوں اور حکومت کے ساتھ مقابلہ تو غیر متوقع نہ تھا۔

مجلس احرار اسلام نے نئے انداز سے مخالفت کا محاذ کھول دیا۔ سکھوں کی ہمنوائی میں انہوں نے یہ شوشہ چھوڑا کہ جو مسلمان مسجد کی حفاظت اور اس کی بازیابی کے لیے جانوں کا نذرانہ پیش کر رہے ہیں، وہ شہید نہیں، بلکہ حرام موت مر رہے ہیں۔ اس نازک اور پیچیدہ صورت حال کے پیش نظر مفتیان عظام نے نہایت وضاحت سے فقہی راہنمائی فرمائی ——— ان راہنما مفتیان کرام میں مفتی اعظم مولانا محمد مصطفیٰ رضا (خلف اصغر و خلیفہ امام احمد رضا بریلوی)، صدر الشریعہ مولانا محمد امجد علی اعظمی (خلیفہ امام احمد رضا)، شیخ الحدیث مولانا محمد سردار احمد (صدر انجمن خدام الرضا، بریلی)، مولانا ابرار حسین (مفتی جماعت رضائے مصطفیٰ، بریلی) اور مولانا عبدالقادر شاہدی بہاری قدست اسرارہم کے اسماء گرامی نمایاں ہیں۔ [۲]

مفتی اعظم مولانا مصطفیٰ رضا قدس سرہ (م ۱۴۰۲ھ / ۱۹۸۲ء) نے ۲۷ ربیع الثانی ۱۳۵۴ھ / ۲۸ جولائی ۱۹۳۵ء کو خادم سرائے مدرسہ اشاعت العلوم بریلی کے علی حسین بریلوی کے استفتاء کے جواب میں ایک مفصل و مدلل فتویٰ لکھا جس میں ثابت کیا :

---

[۱] تفصیل کے لیے ملاحظہ ہو،

(ا) ماہنامہ انوار الصوفیہ، علی پور شریف، مجریہ نومبر ۱۳۲۵ھ

(ب) روزنامہ احسان، لاہور، مجریہ نومبر ۱۳۲۵ھ

(ج) سیرت امیر ملت، مرتبہ سید اختر حسین علی پوری، ص ۴۶۴ — ۴۶۲

(د) قضیہ مسجد شہید گنج، مرتبہ محمد جلال الدین قادری (غیر مطبوعہ)

[۲] تفصیل کے لیے ملاحظہ ہو ہفت روزہ الفقیہ، امرتسر، ۷ اکتوبر ۱۹۳۵ء ص ۴ تا ۷

(ا) جس خطۂ زمین پر ایک مرتبہ مسجد بن جائے تا قیام قیامت اسے مسجدیت سے خارج نہیں کر سکتے۔

(ب) مسجد شہید گنج، مسجد تھی اور اب بھی مسجد ہے، اگرچہ اس کی عمارت منہدم کر دی گئی ہے۔

(ج) جو لوگ حمیتِ دینی سے سرشار ہو کر مسجد شہید گنج کی بازیابی کی کوشش میں جاں بحق ہوئے ہیں، وہ شرعاً شہید ہیں۔ [۱]

اس فتویٰ کی تصدیق و تائید جن علماء کرام نے فرمائی، ان میں حضرت شیخ الحدیث قدس سرہٗ کا نام نمایاں حیثیت سے شامل ہے۔ [۲]

اس طرح خالص فقہی اور علمی اعتبار سے حضرت شیخ الحدیث علیہ الرحمہ نے تحریک مسجد شہید گنج میں نمایاں حصہ لیا۔ تحریک شہید گنج میں ________ علماء بریلی کا بصیرت افروز اور حقیقت پر مبنی کردار ________ خواص و عوام نے محسوس کیا۔

حضرت پیر سید جماعت علی محدث علی پوری علیہ الرحمہ، جو اس تحریک میں تمام طبقاتِ اُمت کی طرف سے متفقہ "امیرِ ملت" مقرر ہوئے تھے، وہ بھی اکتوبر ۱۹۳۵ء میں مزید مشاورت کے لیے بریلی تشریف فرما ہوئے۔ [۳]

---

[۱] تفصیلی فتویٰ ملاحظہ ہو،

فتاویٰ مصطفویہ، جلد دوم، مطبوعہ مکتبہ رضا، بیسلپور (یو۔پی) بھارت۔ ص ۹۴ تا ۱۰۱

[۲] ہفت روزہ الفقیہ، امرتسر، ۷ر اکتوبر ۱۹۳۵ء ص ۴ تا ۷

[۳] تفصیل کے لیے ملاحظہ ہو،

ہفت روزہ الفقیہ، امرتسر، ۱۴ر نومبر ۱۹۳۵ء ص ۷

جمعیت علماء پاکستان کی تاسیس میں نمایاں حصہ

قیامِ پاکستان سے آل انڈیا سنی کانفرنس کا ایک مطالبہ ——— آزادیٔ ہند اور اسلامی ریاست کا قیام ——— پورا ہو گیا تقسیم ہند کے بعد ——— پاکستان میں اہل سنت کے مفادات کی حفاظت کے لیے ضرورت تھی کہ آل انڈیا سنی کانفرنس کی تشکیل جدید کی جائے۔ اس مقصد کے لیے دارالعلوم انوارالعلوم، ملتان کے سالانہ جلسہ منعقدہ ۱۰-۱۱ جمادی الاولیٰ ۱۳۶۷ھ / ۲۶-۲۸ جون ۱۹۴۸ء کو موزوں موقعہ سمجھا گیا۔ اس اجلاس میں حضرت شیخ الحدیث علیہ الرحمہ کے علاوہ پاکستان کے ممتاز علماء مولانا ابوالحسنات سید محمد احمد قادری، مولانا ابوالبرکات سید احمد قادری، مولانا محمد عبدالغفور ہزاروی، مولانا پیر عبدالرحیم بھرچونڈی، پیر امین الحسنات مانکی شریف، مولانا عبدالحامد بدایونی، مولانا غلام علی اشرفی اوکاڑوی، مولانا مفتی احمد یار خاں بدایونی، مولانا سید احمد سعید کاظمی اور دیگر مقتدر علماء کرام شریک ہوئے۔ غور و تدبر کے بعد آل انڈیا سنی کانفرنس کی جمعیت علماء پاکستان کے نام سے تجدید کی گئی۔ بالاتفاق مولانا ابوالحسنات سید محمد احمد قادری لاہور کو صدر اور مولانا علامہ سید احمد سعید کاظمی ملتان کو جمعیت علماء پاکستان کو ناظمِ اعلیٰ منتخب کیا گیا۔ [۱]

اس طرح حضرت شیخ الحدیث علیہ الرحمہ جمعیت علماء پاکستان کے بانیوں میں شمار ہوتے ہیں۔

---

[۱] (۱) ماہنامہ عرفات، لاہور۔ نومبر ۱۹۷۸ء ص ۱۳-۱۲

(ب) مدرسہ انوار العلوم ملتان کے مذکورہ اجلاس میں علماء کرام کے قیام کے منتظم مولانا مفتی عبداللطیف نے یہ روایت اس احقر سے رجب ۱۴۰۴ھ کو بیان فرمائی۔ فقیر قادری عفی عنہ

مرکزی جمعیت اصلاح و ترقی اہل سنت و جماعت (رجسٹرڈ) لائل پور

تقسیم ہند کے بعد ۱۳۶۸ھ / ۱۹۴۹ء میں حضرت شیخ الحدیث علیہ الرحمہ نے لائل پور (فیصل آباد) میں تعلیمی سرگرمیاں شروع کیں۔ اس وقت لائل پور کی مذہبی حالت ناگفتہ بہ تھی۔ سنی مدارس کا ذکر کیا؟ پورے شہر میں صرف چند مساجد میں صحیح العقیدہ سُنّی امام تھے۔ یہ صورتِ حال ماحیٔ بدعت اور حامیٔ سنت حضرت شیخ الحدیث علیہ الرحمہ کے لیے ایک چیلنج کی حیثیت رکھتی تھی۔ آپ نے توکلاً علی اللہ درس و تدریس، وعظ و تبلیغ، دعوت و ارشاد کا کام شروع کر دیا۔ تھوڑا ہی عرصہ گزرا تھا کہ شہر کے عمائدین اور عوام اہل سنت آپ کے جاں نثار ساتھی بن گئے۔ لائل پور میں وارد ہونے کے چند ہی دنوں بعد آپ نے شہر کے معززین اور مخلص احباب کے تعاون سے جمعیت اصلاح و ترقی اہل سنت، لائل پور کی بنیاد رکھی۔ اراکین نے آپ کو جمعیت کا صدر منتخب کیا۔ بعد میں جامعہ رضویہ مظہر اسلام میں تدریسی امور اور تبلیغی کام بڑھ جانے سے آپ نے صدارت کسی اور کے سپرد کر دی اور خود سرپرستی قبول فرمالی۔ اس جمعیت کی شاخیں پورے شہر میں موجود ہیں۔

جمعیت کا نصب العین اہل سنت و جماعت کی اصلاح و ترقی، فلاح و بہبود اور تحفظ و دفاعِ حقوق ہے۔ بحمدہ تعالیٰ جمعیت نے آپ کی صدارت اور پھر سرپرستی میں حیرت انگیز کامیابی حاصل کی اور آپ کے وصال تک (۱۳۸۲ھ / ۱۹۶۲ء) شہر کی ساٹھ سے زائد مساجد کا انتظام جمعیت کی ذیلی شاخیں کر رہی تھیں۔ اس طرح اس جمعیت کو شہر کی دیگر تنظیموں میں مرکزی حیثیت حاصل ہو گئی۔

یہ جمعیت ایک رجسٹرڈ ادارہ ہے۔ ایک سال بعد اجلاس عام کے ذریعے انتخاب عمل میں لایا جاتا ہے۔ آپ کے وصال کے وقت (۱۹۶۲ء کو) اس جمعیت کے عہدے دار یہ تھے:

صدر : میاں محمد امین، مالک رحمانیہ ٹیکسٹائل ملز، لائل پور

نائب صدر : مولانا قاضی محمد فضل رسول

جنرل سیکرٹری : مولانا محمد عبد القادر

جائنٹ سیکرٹری : غازی محمد حسین

فنانشل سیکرٹری : حافظ محمد شفیع

ناظمِ نشر و اشاعت : ناسخ سیفی، مدیر روزنامہ سعادت، لائل پور

ممبران : شیخ بشیر احمد، مالک چیف بوٹ ہاؤس، لائل پور

چودھری مختار احمد انور، ایڈووکیٹ

خان محمد عمر خاں، ایڈووکیٹ

مستری تاج الدین بیٹ

چودھری محمد عبد اللہ

مستری عبد الرشید

مولوی محمد یعقوب

حاجی فیروز الدین ــــــ وغیرہ [1]

لائل پور کے قیام کے ابتدائی دنوں میں مخالفین نے حضرت شیخ الحدیث علیہ الرحمہ اور جامعہ رضویہ مظہرِ اسلام کے خلاف جو طوفانِ بدتمیزی اٹھایا اور بے بنیاد الزامات سے خواہ مخواہ فضا کو مکدر کیا۔ اس صورتِ حال کی وضاحت جمعیت اصلاح و ترقی اہل سنت لائل پور کرتی۔ مختلف اجلاس میں وعظ و تبلیغ کے علاوہ بے بنیاد الزامات سے برأت کا اظہار کیا جاتا۔ علاوہ ازیں پوسٹروں کی اشاعت سے بھی کام لیا جاتا۔ ۱۳۷۱ھ / ۱۹۵۲ء میں مخالفین نے

---

[1] روزنامہ حالات، لاہور۔ محرریہ ۸ مارچ ۱۹۶۳ء، ص ۶، ۷ مضمون حافظ محمد شفیع

صدر انجمن فدایانِ رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) لائل پور

اُس وقت کے مرزائی وزیر خارجہ ظفر اللہ سے آپ کی ملاقات کا بے بنیاد الزام پھیلایا۔ اس الزام کی سرکاری وغیر سرکاری طور پر پُرزور تردید ہوئی۔ صورت حال کی وضاحت اور افسانۂ ملاقات کی تردید میں جمعیت موصوفہ نے نمایاں کردار ادا کیا اور کشفِ حقیقت اور اظہارِ حقیقت وغیرہ اشتہار بھی شائع کیے۔ [1]

(د) انجمن فدایانِ رسول صلی اللہ علیہ وسلّم (رجسٹرڈ) لائل پور

لائل پور میں حضرت شیخ الحدیث علیہ الرحمہ کے درس و تدریس، وعظ و تبلیغ اور دعوت و ارشاد کی مقبولیت و وسعت، جامعہ رضویہ مظہر اسلام کی ترقی، سنی رضوی جامع مسجد میں بے شمار لوگوں کا والہانہ انداز میں خطبۂ جمعہ سننے کے لیے عظیم الشان اجتماع، آپ کی مساعی سے شہر کے محلّہ محلّہ، گلی گلی میں ذکرِ مُصطفےٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے چرچے اور اہل سنّت کی کثیر مساجد میں عاشقانِ مصطفےٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے پُر رونق اجتماعات کو دیکھ کر مخالفین و حاسدین آپے سے باہر ہونے لگے، اوچھے ہتھکنڈوں پر اُتر آتے۔ راسخ العقیدہ مسلمانوں کی پُرامن مساعی میں خواہ مخواہ حائل ہونے لگے اور اسلامی تقاریب کے سلسلہ میں ہونے والے خالص مذہبی اجتماعات کو درہم برہم کرنے کی ناپاک کوششیں کرنے لگے۔ اس صورتِ حال کے پیشِ نظر ضروری ہو گیا کہ شہر کے جذبۂ اسلامی سے سرشار معززین اور رسول کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے جاں نثاروں پر مشتمل ایک انجمن قائم کر دی جائے جو اس پیدا شدہ صورتِ حال کا نہ صرف مقابلہ کرے، بلکہ فریضۂ تبلیغ کی ادائیگی میں آپ کی معاون ہو۔ تحفظِ ناموسِ مصطفےٰ، اسلامی تقاریب پر مختلف اہم مقامات پر مذہبی، تبلیغی و اصلاحی اجلاس کا اہتمام کرے۔ ان میں مشاہیر علماء و مشائخ کو مدعو کرے۔ اس نصب العین کے پیشِ نظر آپ کے زیرِ اہتمام یکم ذی قعدہ ۱۳۷۳ھ / یکم جولائی ۱۹۵۴ء کو

---

[1] جمعیت موصوفہ کے یہ اشتہار حضرت مولانا قاضی محمد فضلِ رسول کے توسط سے دستیاب ہوئے اس کے لیے ہم شکر گزار ہیں۔ فقیر قادری عفی عنہ

شہر کے مخلص، اسلام کے فدائی اور مذہب سے والہانہ محبت رکھنے والے نوجوانوں کی تنظیم قائم ہوئی۔ اس تنظیم کا نام انجمن فدایانِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم، لائل پور تجویز ہوا۔[۱] ۱۳۷۴ھ / ۱۹۵۵ء کو اس انجمن کو رجسٹرڈ کرالیا گیا۔

(رجسٹریشن کی نقل کا عکس) (ضمیمہ میں آئندہ صفحہ پر ملاحظہ ہو)

تھوڑے ہی عرصہ میں اس انجمن نے اپنے مقاصد میں شاندار کامیابی حاصل کی۔ روزِ قیام (۱۳۷۴ھ) سے لے کر آپ کے وصال (۱۳۸۲ھ) تک اس انجمن کے زیرِ اہتمام مختلف اسلامی تقاریب پر ایک سو سے زیادہ شاندار تبلیغی اجلاس منعقد ہوئے جن میں مقتدر علماء و مشائخ نے شرکت فرمائی۔ انجمن کے ان اجلاس کی برکت سے بے شمار متزلزل عقیدہ والے راسخ العقیدہ اور حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے فدائی و شیدائی بن گئے۔ بدعمل و بدکردار نمونۂ اسلاف بن گئے۔

انجمن موصوف نے شہر کی مختلف مساجد میں اپنے زیرِ اہتمام ائمہ و خطباء مقرر کیے جو وعظ و تبلیغ کے علاوہ درس و تدریس کا کام بھی کرتے۔ بعض مقامات پر نئی مساجد کی تعمیر کا فریضہ بھی سر انجام دیا۔ گلبرگ کالونی لائل پور کی جامع مسجد بغدادی اور اس کے ساتھ جامعہ نوریہ رضویہ بھی انجمن موصوف کے زیرِ اہتمام تعمیر ہونے والی مساجد میں شامل ہے۔[۲]

انجمن موصوف کے قابلِ قدر کارناموں میں امامِ اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے عرس کا فقید المثال انتظام کرنا ہے۔ ۱۳۷۹ھ / ۱۹۶۰ء میں غیر مقلدین کے بیہودہ الزامات کے جوابات میں تین روزہ

---

[۱] انجمن کا پورا نام یہی ہے اور رجسٹریشن کے کاغذات میں بھی لفظ رسول کے ساتھ درود شریف صلی اللہ علیہ وسلم شامل ہے۔ حضور نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی ذاتِ گرامی کے ساتھ آپ کے عشق و محبت کی یہ ادنیٰ جھلک ہے۔ اس میں ان لوگوں کے لیے درسِ ہدایت ہے جو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے اسمِ گرامی کے ساتھ درود شریف نہیں لکھتے یا صرف صلعم، م، ص وغیرہ لکھنے پر اکتفا کر کے بڑی محرومی کا شکار ہو جاتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ اس محرومی سے محفوظ فرمائے۔

[۲] روزنامہ "حالات" لاہور (خصوصی نمبر) ۸ مارچ ۱۹۶۳ء ص ۷
مضمون: حافظ محمد شفیع، صدر انجمن فدایان رسول صلی اللہ علیہ وسلم، لائل پور

عرس امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا اہتمام کیا گیا۔ عرس میں جلسہ گاہ کا تمام انتظام، پنڈال کی تزئین و زیبائش اور جلسہ کے حسنِ انتظام کو دیکھ کر پشاور سے کراچی تک کے آئے ہوئے علماء و مشائخ اور حاضرین حیرت زدہ رہ گئے۔ اُس عرس امام اعظم کی شان و شوکت کا چرچا آج بھی زبانِ زد عام و خاص ہے۔ علاوہ ازیں ہر سال نہایت ادب و احترام اور تزک و احتشام کے ساتھ عشرہ محرم کے دس اجلاس، ربیع الاول شریف کے بارہ اجلاس اور دیگر تقاریب پر تبلیغی اجلاس شہر کے مختلف مقامات پر منعقد کر کے انجمن موصوف نے فریضۂ تبلیغ ادا کرنے کا سلیقہ دیا۔ مختلف موضوعات پر مشتمل پوسٹر چھپوا کر عام کرنا انجمن موصوف کی تبلیغ کا یہ ایک دوسرا انداز تھا۔ [1]

بعد از وصال، حضرت شیخ الحدیث علیہ الرحمہ کی آخری زیارت کے موقعہ پر لاکھوں کی تعداد میں آپ کے فدائیوں کو زیارت کرانے کے اہتمام کی سعادت بھی اسی انجمن نے حاصل کی۔ ہوا یوں کہ لاکھوں فدائیوں کا ہجوم اس قدر زیادہ تھا کہ شہر کی انتظامیہ بے بس ہو کر رہ گئی۔ اس کے انتظامات معطل ہو گئے۔ اس پر انجمن موصوف نے آپ کے تابوت کو اپنے دفتر میں رکھا۔ زیارت کرنے والوں کو ایک دروازے سے داخل کیا جاتا اور دوسرے دروازے سے نکالا جاتا۔ اس طرح زیارت کرنے میں قدرے سہولت ہوتی اور یوں آپ نے اپنے وصال کے بعد بھی اپنی اس انجمن سے قلبی لگاؤ کا اظہار فرمایا۔ [2]

انجمن موصوف کی انتظامیہ اکیتس (۳۱) افراد پر مشتمل ہوتی ——— ایک سال بعد اجلاس عام میں اس کا انتخاب عمل میں آتا۔ ہر سُنّی ایک روپیہ ماہانہ چندہ دے کر اس کا ممبر بن سکتا تھا۔

---

[1] انجمن مذکور کی جانب سے مطبوعہ مختلف پوسٹر حضرت شیخ الحدیث علیہ الرحمہ کے کتب خانہ میں موجود ہیں۔ مولانا صاحبزادہ قاضی محمد فضلِ رسول مدظلہٗ کی وساطت سے ان سے استفادہ کرنے کا موقع ملا۔

[2] ہفت روزہ "حالات" لاہور ـ ۸ مارچ ۱۹۶۳ء ص ۷

حضرت شیخ الحدیث علیہ الرحمہ کے وصال کے وقت (۱۳۸۲ھ / ۱۹۶۲ء) انجمن کی تنظیم میں درج ذیل حضرات شامل تھے :

سرپرستِ اعلیٰ : صاحبزادہ قاضی محمد فضل رسول، مہتمم جامعہ رضویہ، لائل پور

سرپرست : غازی محمد حسین

صدر : حافظ محمد شفیع

نائب صدر اوّل : شیخ محمد امین

نائب صدر دوم : مولانا سیّد زاہد علی

ناظمِ اعلیٰ : چودھری محمد عبد اللہ

نائب ناظم : میاں عبد الحمید

خازن : مولوی عبد اللطیف

ناظم نشر و اشاعت : صوفی خوشی محمد

ممبران : شیخ معراج دین ، مرزا احمد الدین
رانا علی احمد خاں ، شیخ محمد سعید
خواجہ محمد الیاس ، میاں محمد عبد اللہ
شیخ محمد طفیل ، مرزا عبد الحمید
ماسٹر محمد حنیف ، حکیم محمد اشرف
صوفی محمد شوکت ، چودھری عبد الحمید
برکت علی پہلوان ، ڈاکٹر عبد الحمید [۱]

بحمدہٖ تعالیٰ یہ انجمن آج بھی حسبِ دستورِ سابق اپنے نصب العین کے لیے کوشاں ہے۔

---

[۱] ہفت روزہ "حالات" لاہور (خصوصی نمبر) ۸ مارچ ۱۹۶۳ء ص ۴ - ۷

تحریکِ پاکستان اور ہجرت

بیسویں صدی کے اوائل میں ہی ایسے حالات پیدا ہو گئے تھے جن سے عیاں تھا کہ غاصب انگریز کو ہندوستان کی حکومت چھوڑنا پڑے گی۔ بین الاقوامی سیاست کے پیشِ نظر خطرہ یہ تھا کہ ہندوستان کی حکومت پر، جمہوریت کی آڑ میں، ہندو قبضہ کرلیں گے۔ اسی دور میں بعض عیار ہندو لیڈروں نے مسلمانوں سے ہمدردی کا اظہار کرکے بعض مسلمان لیڈروں کو ہندو مسلم اتحاد کا داعی بنا دیا۔ اتفاق و اتحاد سے کس کو انکار ——— مگر سوال یہ تھا کہ اتحاد کس سے ——— ؟ ہندوؤں سے اتحاد کا نتیجہ مسلمانوں کا ملی تشخص مٹنا تھا۔

اس نوعیت کے حالات سے نبرد آزما ہونے کے لیے حساس، دردمند اکابر علماء اہل سنت نے ۱۳۴۳ھ / ۱۹۲۵ء میں الجمعیۃ العالیۃ المرکزیۃ یعنی آل انڈیا سنی کانفرنس کی تشکیل فرمائی۔ قلیل عرصہ میں کانفرنس نے ملک گیر حیثیت اختیار کرلی اور سیاسی و مذہبی اعتبار سے سنی مسلمانوں کی راہنمائی کا فریضہ سرانجام دینے لگی۔ تاآنکہ ۱۹۴۶ء کو برصغیر کے تاریخ ساز مرکزی و صوبائی انتخابات میں اسی کانفرنس کی تائید سے مسلم لیگ نے محیّر العقول کامیابی حاصل کی۔ مشائخ عظام اور علماء کرام (شکر اللہ سعیہم) نے سنی کانفرنس کو موثر بنانے کے لیے اپنے آرام کو چھوڑ کر، ہر قسم کی قربانی دی۔ مبلغ و مدرس حضرات نے اپنی تبلیغ و تدریس میں اسی امر کا درس دیا کہ کفر و اسلام کا اتحاد و ارتباط از قبیلِ محالات ہے۔ مسلمانو! اپنے تغافل و تساہل کو چھوڑ کر منظم ہو جاؤ اور آنے والے حالات کے لیے اپنے آپ کو تیار کرلو۔

آل انڈیا سُنّی کانفرنس کے ملک گیر اثرات کسی دانشور سے مخفی نہیں لہٰذا دیگر علماء و مشائخ کی طرح حضرت شیخ الحدیث علیہ الرحمہ نے بھی آل انڈیا سُنّی کانفرنس کی سرپرستی فرمائی۔ اس کو موثر بنانے کے لیے اپنی تبلیغ و تدریس کو انہی مقاصد کے حصول کے لیے متوجہ کر دیا۔ چنانچہ آپ نے مختلف مقامات پر سُنّی کانفرنسوں میں شرکت فرما کر اس ملی فریضہ کو ادا فرمایا۔ آپ نے جن سُنّی کانفرنسوں میں شرکت فرمائی، ان میں سے چند ایک کا تذکرہ کیا جاتا ہے :

(۱) آل انڈیا سُنّی کانفرنس (یو۔پی) کا صوبائی اجلاس جامعہ نعیمیہ مراد آباد کے ۳۵ ویں سالانہ اجلاس دستار فضیلت منعقدہ ۶ - ۲ رشعبان ۱۳۶۴ھ/۱۷-۱۴ ارجولائی ۱۹۴۵ء کے موقعہ پر منعقد ہوا۔ اس اجلاس میں شریک علماء میں سے چند ایک یہ ہیں :

مفتیٔ اعظم مولانا محمد مصطفےٰ رضا بریلی، صدر الشریعہ مولانا محمد امجد علی اعظمی

مبلغِ اسلام مولانا عبد العلیم صدیقی، مصورِ فطرت مولانا سید عارف اللہ میرٹھی

مولانا سید غلام محی الدین میرٹھی، شیخ الحدیث مولانا محمد سردار احمد بریلی

مولانا مفتی احمد یار خاں بدایونی، مولانا مفتی محمد عابد رامپوری

مولانا مفتی محمد اجمل سنبھلی، مولانا ابوالاسرار محمد عبد اللہ اٹاوی

مولانا محمد ابراہیم مستی پوری، بدایونی ———— وغیرہ

اس کانفرنس میں صوبائی کانفرنس (یو۔پی) کے اراکین و عہدیدار منتخب ہوئے۔ صدارت کے لیے مفتیٔ اعظم مولانا محمد مصطفےٰ رضا بریلوی کا نام متفقہ طور پر منظور ہوا[2]

---

[1] آل انڈیا سنّی کانفرنس کی تاریخی اہمیت و حیثیت معلوم کرنے کے لیے ملاحظہ ہو :

(ا) خطبات آل انڈیا سُنّی کانفرنس : مؤلفہ محمد جلال الدین قادری

(ب) سُنّی کانفرنس ، مرتبہ جسٹس سید عالم کراچی

[2] (ا) دبدبہ سکندری ، رام پور ، مجریہ ۲۵ رجولائی ۱۹۴۵ء ص ۱۰

(ب) ایضاً ، مجریہ ۱۳ راگست ۱۹۴۵ء

کسی جماعت کی شہرت اور قبولیت سے فائدہ اٹھاتے ہوئے بعض ایسے افراد بھی اس جماعت میں شامل ہو جاتے ہیں جو صدقِ دل سے تو اس کے قواعد و ضوابط کے پابند نہیں ہوتے، مگر حصولِ جاہ کے لیے وہ اس جماعت کی رکنیت قبول کر لیتے ہیں۔ بیشمار واقعات اس امر کی شہادت کے لیے موجود ہیں۔

آل انڈیا سُنّی کانفرنس چونکہ خالصتاً اہل سنّت و جماعت کا مذہبی و سیاسی ادارہ تھا اس میں غیر سُنّی کی شرکت کسی اعتبار سے بھی قابلِ قبول نہ تھی۔ مذکورہ بالا خدشہ کی پیش بندی کے طور پر اس میں شرکت کے لیے "سُنّی" ہونے کی شرط کا اعادہ اور پھر "سُنّی" کی تعریف کر دینا ضروری تھا تاکہ کوئی غیر سُنّی ابہام سے فائدہ اٹھا کر آل انڈیا سنّی کانفرنس کو اپنے مذموم مقاصد کے لیے استعمال نہ کر سکے۔ آل انڈیا سُنّی کانفرنس (یو۔پی) مراد آباد کے مذکورہ بالا صوبائی اجلاس میں کانفرنس میں رکنیت کے لیے سُنّی کی تعریف کا اعادہ کر دیا گیا۔ حضرت شیخ الحدیث علیہ الرحمہ اور دیگر مقتدر علماء کرام نے سُنّی کی تعریف یوں قرار دی:

"سُنّی وہ ہے جو مَا اَنَا عَلَیْہِ وَاَصْحَابِیْ کا مصداق ہو سکتا ہو۔ یہ وہ لوگ ہیں جو ائمہ دین، خلفائے اسلام اور مسلم مشائخ طریقت اور متاخرین علماء دین سے حضرت شیخ عبدالحق صاحب محدث دہلوی، حضرت ملک العلماء بحر العلوم صاحب فرنگی محلی، حضرت مولانا فضل حق صاحب خیرآبادی، حضرت مولانا شاہ فضل رسول صاحب بدایونی، حضرت مولانا مفتی ارشاد حسین صاحب رامپوری اور اعلیٰ حضرت مولانا مفتی شاہ احمد رضا خاں صاحب بریلوی رحمہم المولیٰ تعالیٰ کے مسلک پر ہو"[1]

---

[1] (ا) دبدبۂ سکندری، رامپور۔ مجریہ ۲۷ راگست ۱۹۴۵ء ص ۷

(ب) ہفت روزہ الفقیہ، امرتسر۔ مجریہ ۲۱ - ۲۸ راگست ۱۹۴۵ء ص ۹

(ج) خطبات آل انڈیا سُنّی کانفرنس، مرتبہ محمد جلال الدین قادری

(ب) خانقاہِ محبوبیہ مین پوری (بھارت) میں عرس حضرت شاہ واحد علی چشتی علیہ الرحمہ اور عید میلاد النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے سلسلہ میں ۱۸-۱۵ شعبان ۱۳۶۴ھ/جولائی ۱۹۴۵ء کو چار روزہ اجلاس ہوا۔ ان اجلاس میں حضرت شیخ الحدیث، مولانا شاہ عارف اللہ میرٹھی اور دیگر علمائے کرام شریک ہوئے۔

انہی ایام میں مولانا حکیم محمد احمد علوی کی قیام گاہ (مین پوری) میں حضرت شیخ الحدیث اور مولانا عارف اللہ علیہما الرحمہ نے سنی کانفرنس مین پوری (ضلعی تنظیم) کی تشکیل کی اہمیت بیان فرمائی، چنانچہ مولانا شاہ محمود علی خاں چشتی زیب سجادہ خانقاہِ رشیدیہ، جناب سید اوصاف نبی مختار وائس چیئرمین میونسپل بورڈ، جناب حکیم محمد اسمٰعیل امام مسجد، جناب میر مبارک علی و محمد علی پینٹر اور دیگر حضرات کے تعاون سے مین پوری میں سنی کانفرنس کی تشکیل ہو گئی اور طے پایا کہ مفصلات اور تحصیلوں کا دورہ کر کے زیادہ سے زیادہ لوگوں کو کانفرنس کے مقاصد سے آگاہ کیا جائے[1]

(ج) آل انڈیا سنی کانفرنس، بنارس منعقدہ ۲۸-۲۵ جمادی الاولیٰ ۱۳۶۵ھ/ ۳۰-۲۷ اپریل ۱۹۴۶ء کی تیاریاں بڑے پیمانے پر جاری تھیں۔ اخبارات، اشتہارات، پوسٹر اور مطبوعہ دعوت نامے تقسیم ہو رہے تھے۔ صدر الافاضل سید محمد نعیم الدین مرادآبادی (م ۱۹۴۸ء) ناظمِ اعلیٰ آل انڈیا سنی کانفرنس نے باوجود انتہائی مصروفیات کے حضرت شیخ الحدیث علیہ الرحمہ کو اپنے قلم سے یہ دعوت نامہ ارسال فرمایا:

"بنارس میں سنی کانفرنس کے اجلاس ۲۷، ۲۸، ۲۹، ۳۰ اپریل ۱۹۴۶ء کو ہوں گے۔ آپ کی شرکت اس کانفرنس کی روح ہے۔ ۲۶ اپریل کی شام یا

---

[1] دبدبۂ سکندری، رامپور، مجریہ ۲۷ اگست ۱۹۴۵ء ص ۷

نوٹ: مولانا شاہ عارف اللہ نے ضلعی سنی کانفرنس مین پوری کے اجلاس کی تاریخ جمادی الاخریٰ ۱۳۶۳ھ/جون ۱۹۴۴ء لکھی ہے (نوری کرن، بریلی۔ محدثِ اعظم پاکستان نمبر) ممکن ہے ان دونوں مختلف تاریخوں میں مین پوری میں سنی کانفرنس کے اجلاس ہوئے ہوں اور حضرت شیخ الحدیث علیہ الرحمہ ان میں شریک ہوئے ہوں۔ فقیر قادری عفی عنہ

۲۷ کے دن میں بنارس میں رونق افروز ہوجائیے۔ مصارفِ سفر یہیں حاضر کیے جائیں گے۔

حضرت مفتیٔ اعظم دام مجدہم اور بریلی سُنّی کانفرنس کے اراکین کی خدمت میں بھی میری طرف سے التجائے شرکت کے لیے عرض کردیں۔ والسّلام!

سیّد محمد نعیم الدین از بنارس کینٹ اسٹیشن ڈیری۔" [۱]

بریلی سے آپ، حضرت مفتیٔ اعظم مولانا محمد مصطفےٰ رضا خاں، صدر الشریعہ مولانا امجد علی اور دیگر علماء کے ہمراہ سُنّی کانفرنس بنارس کے لیے سفر کی تیاری فرما رہے تھے کہ اچانک اپنے آبائی گاؤں (اور رہائش گاہ) دیال گڑھ ضلع گورداسپور سے صوفی اللہ رکھا نے آپ کے چھوٹے فرزند محمد فضلِ رحیم کی وفات حسرت آیات کی خبر بذریعہ تا رد ی۔ اس اندوہ ناک خبر پر آپ کو اپنے گاؤں آنا پڑا۔ اس سبب سے، باوجود مکمل تیاری کے، آپ بنارس سُنّی کانفرنس میں شرکت نہ کر سکے۔ [۲]

آل انڈیا سنّی کانفرنس کے فعّال سرپرست اور حصولِ پاکستان کی تحریک میں عملی کردار کی حیثیت سے حضرت شیخ الحدیث علیہ الرحمہ کا وجود علماء میں ایک نمایاں حیثیت کا حامل بن گیا تھا۔ جمعیت علماء اسلام (قائم شدہ ۱۹۴۵ء) کانگریس کی ذیلی اور ترجمان جماعت جمعیت علماء ہند کے اثر کو کم کرنے کے لیے قائم کی گئی تھی۔ جمعیت علماء اسلام پر ابھی تک دیوبندی اثر مستلط نہیں ہوا تھا۔ سُنّی علماء بھی اس کے مؤید و رُکن تھے۔

صوبہ بہار (بھارت) کے شہر ہزاری باغ کی جمعیت علماء اسلام کے رُکن جناب

---

[۱] مکتوب حضرت صدر الافاضل محررہ ۱۲ / اپریل ۱۹۴۶ء بنام حضرت شیخ الحدیث علیہ الرحمہ

نوٹ: کتاب ہذا کے مکاتیب کے باب میں اس مکتوب کا عکس شائع کر دیا گیا ہے۔

[۲] (ا) قلمی یادداشت، مولانا معین الدّین شافعی، مخزونہ جامعہ نظامیہ رضویہ، لاہور

(ب) روایت صوفی اللہ رکھا صاحب، مقیم جامعہ قادریہ رضویہ، فیصل آباد

منظور حسین القادری نے ۱۹۴۵ء میں علماء اہل سنت کے نام دردمندانہ اپیل کی وہ تحریک حصولِ پاکستان میں متحد ہو کر سرگرمِ عمل ہوں۔ اپیل کا متن پیشِ خدمت ہے۔ اس میں علماء کے تذکرہ میں حضرت شیخ الحدیث قدس سرہٗ کا نام نامی سرِ فہرست درج ہے۔ اس سے آپ کی عظمت اور تحریک مذکور میں آپ کی دلچسپی عیاں ہے:

"علماء بریلی سے التماس"

موجودہ وقت میں جبکہ ساری جماعتیں منظم ہو کر میدانِ عمل میں اتر چکی ہیں اور اپنی سیاسی جدوجہد سے ہمکنار بقصد ہو رہی ہیں۔ کیا اب بھی وقت ہمارے علماء کی بیداری کا نہیں پہونچا۔ گوشۂ عافیت سے باہر نکل کر ملک کی صحیح راہنمائی کا فرض ادا کیے بغیر اب چارہ کار کوئی دوسرا نہیں ہو سکتا۔ علامہ ضیاء قادری (بدایونی) کی دعوتِ عمل پر لبیک کہنا وقت کی پکار ہے۔ علماء بدایوں و مراد آباد، و بریلی و فرنگی محل کو متحدہ محاذ قائم کر دینا بہت ضروری ہے اور کل ہند جمعیت علماء اسلام کلکتہ سے رابطۂ اتحاد قائم کر کے جنگِ پاکستان میں اپنے دشمنوں کو شکست دینا ہے۔

حضرت شیخ الحدیث مولانا سردار احمد صاحب مدظلہ مہتمم دار العلوم مظہر اسلام بریلی

حضرت امام المناظرین صدر الافاضل مولانا سید محمد نعیم الدین صاحب مراد آبادی

صدر الشریعہ مولانا ابو العلاء محمد امجد علی صاحب اعظمی

ملک العلماء علامہ ظفر الدین صاحب رضوی بہاری

حضرت مولانا سید احمد و سید محمود (محمد) مربی جمعیت حزب الاحناف ہند لاہور

حضرت ابو الریاض حکیم معراج الدین صاحب مدیر "الفقیہ" امرتسر

حضرت مولانا عبد المجید صاحب رضوی ٹانڈوی

حضرت مولانا مفتی جمال میاں فرنگی محلی

حضرت مولانا علامہ عبدالحامد صاحب بدایونی

و دیگر مقتدر علماء جلد تر ہماری استدعا پر عنان توجہ مبذول فرما کر آل انڈیا مسلم لیگ کی مطلوبہ اسکیم پاکستان کے حصول کی سعی زیر اقتدار علماء دینی فرمائیں۔ فقط“ [۱]

تحریک آزادئ ہند میں سنی علماء کرام کا کردار ہمیشہ موثر رہا ہے۔ مشائخ کرام اور علماء اعلام کے مسلم لیگ کی تائید میں اعلانات کی اہمیت اہل علم سے پوشیدہ نہیں۔ اکابر مسلم لیگ نے ان تائیدی اعلانات سے بڑی تقویت حاصل کی۔ جب بھی مؤرخ تحریک پاکستان کا جائزہ اور تجزیہ کرتا ہے، تو اس کو علماء و مشائخ کا کردار انتہائی موثر اور متحرک نظر آتا ہے۔ [۲]

آل انڈیا سنی کانفرنس کے مقتدر علماء کرام کے تائیدی بیانات سے مسلم لیگ نے ۱۹۴۶ء کے انتخابات میں حیرت انگیز کامیابی حاصل کی مسلم لیگ کے ممتاز راہنماؤں کی طرف سے بارہا علماء اہل سنت کے کردار کو بہ نظر استحسان دیکھا اور بیان کیا گیا۔ کانگریس کے مخالفانہ پروپیگنڈا کے منفی اثرات کو زائل کرنے اور کروڑوں سنی عوام کو مسلم لیگ کی تائید و حمایت کرنے کے لیے سنی کانفرنس کے پچپن مقتدر علماء کرام کا ایک فتویٰ ملاحظہ ہو :

”آل انڈیا سنی کانفرنس کے مشاہیر علماء و مشائخ کا متفقہ فیصلہ

آل انڈیا سنی کانفرنس مسلم لیگ کے اس طریقہ عمل کی تائید کر سکتی ہے جو شریعت مطہرہ کے خلاف نہ ہو، جیسے کہ الیکشن کے معاملہ میں کانگریس کو ناکام کرنے کی

---

[۱] ہفت روزہ ”الفقیہ“ امرتسر ۱۴ - ۷ اکتوبر ۱۹۴۵ء ص ۷، ۸

[۲] اس موضوع پر چند درج ذیل کتابوں کا مطالعہ مفید ہے :

(ا) خطبات، آل انڈیا سنی کانفرنس ؛ مرتبہ محمد جلال الدین قادری
(ب) تحریک آزادئ ہند اور السواد الاعظم ؛ مؤلفہ پروفیسر محمد مسعود احمد
(ج) اکابر تحریک پاکستان (حصہ اول، دوم) مؤلفہ محمد صادق قصوری
(د) سات ستارے ؛ مؤلفہ حکیم محمد حسین بدر
(ہ) ابوالکلام آزاد کی تاریخی شکست ؛ مؤلفہ محمد جلال الدین قادری

کوشش، اس میں مسلم لیگ جس سُنّی مسلمان کو بھی اٹھائے، سنی کانفرنس کے اراکین و ممبران اس کی تائید کرسکتے ہیں، ووٹ دے سکتے ہیں، دوسروں کو اس کے ووٹ دینے کی ترغیب دے سکتے ہیں۔ مسئلہ پاکستان یعنی ہندوستان کے کسی حصہ میں آئینِ شریعت کے مطابق فقہی اصول پر حکومت قائم کرنا سنّی کانفرنس کے نزدیک محمود و مستحسن ہے۔" [۱]

آل انڈیا سنّی کانفرنس کے علماء کے اس فتویٰ پر حضرت شیخ الحدیث علیہ الرحمہ نے تائیدی دستخط کیے۔

اس فتویٰ کی اشاعت کے چند دنوں بعد بنارس میں آل انڈیا سُنّی کانفرنس کے اجلاس منعقدہ ۲۹-۲۶ جمادی الاولیٰ ۱۳۶۵ھ / ۳۰-۲۷ اپریل ۱۹۴۶ء نے مسلمانوں میں احساس بیداری پیدا کردی۔ مسلمانوں کا طرزِ عمل کامل ایمانی قوت کا مظہر بن گیا۔ اسلام، آزادیٔ ہند اور قیامِ پاکستان سے والہانہ شوق اور لگن بے مثال تھی۔

کانگریس کی نگاہ میں مسلم لیگ سے زیادہ خطرناک سُنّی کانفرنس تھی، چنانچہ انتہا پسند ہندو تنظیموں مہاسبھا، جن سنگھ، راشٹریا سوامی سیوک سنگھ وغیرہ نے سنّی علماء و مشائخ کو اپنے راستے سے ہٹانے کے منصوبے بنائے۔ [۲]

---

[۱] دبدبہ سکندری، رامپور۔ جلد ۸۴، نمبر ۱۴۔ مجریہ ۲۹ مارچ ۱۹۴۶ء۔ ص ۳

[۲] (نوٹ) اس سلسلہ میں دیگر علماء کے علاوہ مولانا عبدالحامد بدایونی، ناظم نشر و اشاعت آل انڈیا سُنّی کانفرنس اور قائدِ اعظم کے قتل کے منصوبے تیار ہو چکے تھے۔ تفصیل کے لیے ملاحظہ ہو:
افاداتِ اشرفیہ مسائلِ سیاسیہ (کانگریس اور مسلم لیگ کے متعلق شرعی فیصلہ)
مؤلفہ، مفتی محمد شفیع دیوبندی۔ ناشر، کتب خانہ دارالاشاعت، دیوبند
بار اوّل، ۱۳۶۵ھ / ۱۹۴۶ء ص ۸۴

تحریک آزادیٔ ہند کے دوران برِصغیر کے وہ علاقے فسادات کی لپیٹ میں آگئے، جہاں کے مسلمانوں نے نمایاں اور قائدانہ کردار ادا کیا۔ بریلی، بدایوں، مرادآباد وغیرہ علاقے فسادات سے زیادہ متاثر ہوتے۔ [1]

مسلم لیگ کی تجویز تقسیمِ ملک اور اسلامی حکومت کے قیام کے اعلان کی تائید میں آل انڈیا سُنّی کانفرنس کے عظیم رہنما حضرت شیخ الحدیث علیہ الرحمہ فساداتِ بریلی میں انتہا پسند ہندوؤں کا نشانہ بنے۔ آپ فسادات میں گھِر گئے، مگر اللہ تعالیٰ نے آپ کی حفاظت فرمائی۔ فسادات کی افراتفری کے باعث انہی دنوں آپ کی شہادت کی غلط خبر دور و نزدیک علاقوں میں پھیل گئی۔ ریاست رامپور کے مشہور اخبار دبدبۂ سکندری میں آپ کی خبرِ شہادت ان الفاظ میں شائع ہوئی،

"فسادِ بریلی کے سلسلے میں حضرت الحاج مولانا مولوی مفتی سردار احمد صاحب صابری چشتی قادری رضوی گورداسپوری، صدر المدرسین مدرسہ منظرِ اسلام بریلی مسجد بی بی جی کی شہادت کا سانحہ سُن کر ایسا صدمۂ عظیم پہونچا ہے جس کی تلافی ممکن نہیں ہے۔ ہم کمال خلوص و محبت سے حضرت شہیدِ ملّت رحمۃ اللہ علیہ کی رُوحِ پاک پر ایصالِ ثواب کر رہے ہیں۔ افسوس ہزار افسوس ــــ ع

ایک روشن چراغ تھا، نہ رہا" [2]

تحریک آزادیٔ ہند میں تقسیمِ ہند کے مسلم لیگ کے موقف کی حمایت کرنے میں حضرت شیخ الحدیث علیہ الرحمہ کو "شہیدِ ملت" کا لقب حاصل ہوا۔ شہید مرتا نہیں اور پھر اللہ تعالیٰ کی حفاظت سے حضرت شیخ الحدیث علیہ الرحمہ کی خلافِ واقعہ خبرِ شہادت سے پورے برصغیر میں غم و اندوہ کی

---

[1] نوٹ: فسادات کسی حالت میں اور کہیں بھی پسندیدہ نہیں ہوتے لیکن عجیب اتفاق ہے کہ تحریک آزادیٔ ہند کے پورے عرصہ میں دارالعلوم دیوبند فسادات سے محفوظ رہا۔ دیوبند درحقیقت کانگریس کے ہم نواؤں کا مرکز تھا، اس لیے ہندوؤں کے حملوں سے اس کا محفوظ رہنا ہی قرینِ قیاس تھا۔ ۱۲ فقیر قادری عفی عنہ

[2] دبدبۂ سکندری، رامپور۔ مجریہ ۱۰ رجون ۱۹۴۶ء ص ۳

لہر دوڑ گئی۔ جگہ جگہ ایصالِ ثواب کی محافل اور تعزیتی اجلاس ہوئے۔ چند تعزیتی اجلاس کی خبر ملاحظہ ہو:

(ا) (میرٹھ کی کارروائی کا عکس) [1] (آئندہ صفحہ پر)

(ب) (مُراد آباد کی کارروائی کا عکس) [2] (آئندہ صفحہ پر)

فسادات بریلی میں مسلمانوں کی جان و املاک کی حفاظت کے لیے خود مسلمان پہرہ دیتے رہتے پولیس اور فوج کے حفاظتی دستے بھی شہر میں گشت پر متعین تھے۔ مولانا امجد رضا قادری عثمانی مقیم محلہ سوداگراں بریلی کے حوالہ سے ایک خبر ملاحظہ ہو:

"آستانہ عالیہ رضویہ پر ہر شہر سے روزانہ تار آرہے ہیں، جن میں لوگ خیریت دریافت کرتے ہیں۔ ان لوگوں کے اطمینان کے لیے میں لکھتا ہوں کہ ہمارے محلہ میں خیریت ہے۔ آستانہ معلّٰی پر مستقل پولیس کی گارد تعینات ہے حکام کا بھی گشت ہوتا ہے۔ آرمی پولیس بھی گشت کرتی ہے۔ آج یکم جون تک ہر طرح خیریت ہے۔ حضرت الحاج مفتیٔ اعظم ہند جناب مولانا شاہ مصطفٰے رضا خاں صاحب قادری سجادہ نشین آستانہ معلّٰی رضویہ بہت روز سے اپنی جاگیر پر (بریلی سے باہر) ہیں اور بخیریت ہیں۔" [3]

بریلی کے ان فسادات میں حضرت شیخ الحدیث علیہ الرحمہ صحیح و سلامت رہے، بلکہ اس انتہائی نازک دور میں آپ بنفسِ نفیس بریلی کی حفاظت کے لیے پہرہ دیتے رہے۔ چند دنوں کے بعد صحیح صورتِ حال واضح ہونے پر مولانا حافظ عبدالحمید خاں میرٹھ کے حوالہ سے خبر شہادت کی تردید اخبارات میں شائع ہوئی۔ [4]

---

[1] دبدبہ سکندری، رامپور، مجریہ ۱۰ جون ۱۹۴۶ء ص ۸

[2] ایضاً، ص ۸

[3] ایضاً، ص ۹

[4] ایضاً، ص ۱۱

خبرِ شہادت کی تردید کی اشاعت پر اہلِ سنّت وجماعت میں خوشی کی لہر دوڑ گئی ــــــ

اکابر علماء صدر الشریعہ مولانا امجد علی، صدر الافاضل مولانا سید محمد نعیم الدین، مولانا ابوالبرکات سید احمد قادری وغیرہ نے آپ کی ملاقات کر کے سکون وقرار حاصل کیا۔

بوجہ فسادات دار العلوم مظہر اسلام بریلی کے طلباء کا ایک حصہ محفوظ مقامات یا اپنے اپنے گھروں کو روانہ ہو گیا۔ مدرسہ میں باقی رہنے والے فارغ التحصیل طلباء کو دستارِ فضیلت پہنائی گئی۔ [1]

اس عرصہ میں دار العلوم مظہر اسلام بریلی کی حیثیت صرف درس گاہ کی نہ رہی بلکہ اسے فسادات سے متاثرہ غریب ومسافر مسلمانوں کے حفاظتی کیمپ اور اہلِ حاجت کے مرکز کی حیثیت حاصل ہو گئی۔ مظلوم مسلمانوں کی پکڑ دھکڑ کا سلسلہ شروع ہو گیا۔ ان پر جھوٹے مقدمات بنائے گئے۔ ضرورت اس امر کی تھی کہ غریب، مسافر اور حاجت مند مسلمانوں (شعبان ورمضان میں) تعطیلات کے دوران دور دراز کے غریب الوطن مدرسہ میں رہائش پذیر طلباء کی ضروریات، رہائش وخوراک اور حفاظت کے علاوہ دیگر ہنگامی اخراجات کے لیے کچھ رقم مخصوص کر دی جائے، چنانچہ حضرت شیخ الحدیث علیہ الرحمہ کی دعوت اور زیرِ صدارت ۲۱ر رجب ۱۳۶۵ھ / ۲۱ر جون ۱۹۴۶ء بریلی کے اہلِ حل وعقد نے فیصلہ کیا کہ ہنگامی طور پر جمع شدہ سرمایہ کے بقیہ کو تین مدوں میں تقسیم کر کے علیحدہ علیحدہ خرچ کیا جائے:

۱- بمد مقدمہ

۲- بمد اخراجات طلباء

۳- بمد اہلِ حاجت

---

[1] (نوٹ) ۶۶-۱۳۶۵ھ / ۴۷-۱۹۴۶ء میں فارغ التحصیل علماء کے کوائف کم دستیاب ہیں، جس کا باعث فسادات ہیں۔ تفصیل کے لیے ملاحظہ ہو کتاب ہذا کا باب تلامذہ

حجۃ الاسلام حضرت مولانا حامد رضا بریلوی کے سوانح حیات کا مضمون ہفت روزہ رضائے مصطفےٰ گوجرانوالہ کے ایک شمارے میں شائع ہوا۔ اس میں حضرت شیخ الحدیث قدس سرہ کی حضرت حجۃ الاسلام کے حضور پہلی حاضری کا زمانہ "گاندھی گردی کی تحریک" بتایا گیا ہے۔ یہ تحریک ترکِ موالات، ۲۳-۱۹۲۲ء میں پورے شباب پر تھی۔ ۱

مندرجہ بالا روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ بغرض تعلیم ۱۹۲۲ء تا ۱۹۲۴ء (کسی وقت) بریلی شریف میں پہنچ چکے تھے۔ اس سے قبل آپ نے میٹرک کا امتحان پاس کیا۔ ایف اے کی تیاری میں مشغول تھے۔ اس وقت آپ کی عمر سترہ، اٹھارہ برس کی ہو گی۔ اس حساب سے سالِ ولادت ۱۹۰۴ء کے لگ بھگ بنتا ہے۔

جناب صبوحی دہلوی نے آپ کا سالِ ولادت ۱۹۰۴ء بتایا ہے۔ ۲

مولانا محمود احمد قادری مؤلف "تذکرہ علماء اہلِ سنت" نے سالِ ولادت اوائلِ ۱۹۰۳ء بتایا ہے۔ ۳

مولانا محمد عبد الحکیم شرف قادری نے سالِ ولادت ۱۳۲۲ھ/۱۹۰۴ء لکھا ہے۔ ۴

والدین نے آپ کا نام (باقی بھائیوں کے ناموں کی مناسبت سے) سردار محمد رکھا لیکن جب آپ حصولِ تعلیم کی غرض سے بریلی تشریف لے گئے، تو وہاں کے اکابر، اساتذہ، احباب اور ہم درس طلباء آپ کو سردار احمد کے نام سے یاد کرتے تھے۔ اس صورتِ حال کے پیشِ نظر آپ نے والدین کا تجویز کردہ نام بھی ترک نہ فرمایا اور اساتذہ کرام کے عطا کردہ نام کو بھی استعمال میں رکھا، اس طرح آپ اپنا نام محمد سردار احمد تحریر فرمایا کرتے تھے۔

---

۱ ہفت روزہ رضائے مصطفےٰ گوجرانوالہ مجریہ ۱۶ جمادی الاولیٰ ۱۳۷۹ھ

۲ ہفت روزہ طوفان، ملتان، مجریہ ۷ اپریل ۱۹۶۲ء

۳ تذکرہ علماء اہلِ سنت، مطبوعہ کانپور (۱۳۹۱ھ) ص ۹۹

۴ اکابرِ اہلِ سنت، مطبوعہ لاہور (۱۳۹۶ھ) ص ۱۴۹

چونکہ اس وجودِ مسعود نے درِ احمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم سے بچھڑے ہوئے سروں کو اپنے آقا و مولیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کے درِ اقدس پر جھکانا تھا، اس لیے والدین اور اساتذہ نے بتوفیقِ الٰہی آپ کا نام ہی مناسب تجویز فرمایا۔

مناظرہ بریلی منعقدہ ۱۳۵۴ھ / ۱۹۳۵ء میں دیوبندی عقائد کے مشہور مناظر مولوی منظور احمد سنبھلی کے مقابل عدیم المثال فتحِ مبین کے بعد آپ کی کنیت ابوالمنظور ہو گئی۔ بعد ازاں خلفِ اکبر صاحبزادہ محمد فضلِ رسول کی ولادت پر ابوالفضل کنیت مشہور ہوئی۔ بمقتضیٰ "اَلْاَسْمَآءُ تَتَنَزَّلُ مِنَ السَّمَآءِ" اس عظیم المرتبت مجسّمۂ علم و فضل کے لیے یہی کنیت موزوں بھی تھی [1]

نائبِ دینِ نبی سردار احمد تیرا نام
یعنی تو فضلِ خدا سے قوم کا سردار ہے

عہدِ طفولیت ہی میں حضرت شیخ الحدیث قدس سرہ کی پیشانی پر سعادتِ ازلیہ کے آثار نمایاں تھے۔ آپ کا بچپن دوسرے بچوں سے ممتاز تھا۔ والدین، افرادِ خانہ، اساتذہ اور بچپن کے ساتھیوں کے بیانات اس پر شاہدِ عادل۔ ان بزرگوں کے بیانات کی روشنی میں حضرت شیخ الحدیث علیہ الرحمہ کے عہدِ طفولیت سے ہی آپ کی پُرعظمت زندگی کا واضح اندازہ ہو سکتا ہے۔ آپ کی کم سنی کے ایام میں آپ کی والدہ محترمہ، جن کی عظمت خود واضح ہے، آپ کو بوسہ دیتے ہوئے دُعائیہ انداز میں فرماتیں،

"آپ کا نام سردار محمد ہے، اللہ تعالیٰ تجھے دین و دنیا کا سردار بنائے۔"

اور اکثر یہ بھی فرماتیں،

---

[1] ماہنامہ نوری کرن، بریلی (مضمون مولانا شریف الحق امجدی) مارچ اپریل ۱۹۶۳ء، ص ۳۵

"انشاء اللہ میرا یہ لاڈلا بچہ عظیم شخصیت کا مالک ہوگا۔" [1]

آپ جب بڑے ہوتے، چلنے پھرنے کے قابل ہوئے تو والد ماجد کے ہمراہ مسجد میں نماز پڑھنے چلے جاتے۔ ذکر و اذکار اور نعت خوانی کا ذوق بچپن ہی سے تھا۔ اکثر اوقات چلتے جاتے اور ذکر و اذکار آپ کی زبان پر جاری رہتا۔ سامعین محظوظ اور متعجب ہوتے۔ [2]

آپ کے رشتہ کے ماموں زاد چوہدری ناظر حسین صوفی منش بزرگ تھے۔ وہ حضور سیدنا غوث پاک رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے فدائی و شیدائی تھے۔ وہ آپ کے برادر بزرگ جناب حیات محمد عرف سائیں جی سے آپ کے متعلق ایسی باتیں کیا کرتے تھے جسے آپ کے بچپن میں عجیب و غریب تصور کیا جاتا تھا۔ ایک مرتبہ اُن سے فرمایا:

"سائیں جی! تم کو مبارک ہو تمہارے عزیز بھائی سردار محمد کی پیشانی میں نیک بختی اور خوش قسمتی کا چمکتا ہوا ستارہ دیکھ رہا ہوں۔" [3]

مولوی نذیر احمد سراجی مقیم چک نمبر ۲، فیصل آباد، حضرت شیخ الحدیث قدس سرہ کے ہم وطن ہیں۔ آٹھویں جماعت تک آپ کے ساتھ پڑھتے رہے۔ وہ ایک مکتوب میں لکھتے ہیں:

"جب آپ (حضرت شیخ الحدیث) پیدا ہوئے تو ہمارے گھروں میں چرچا ہوا کہ اس نومولود کی پیشانی مبارک پر چاند کی سی روشنی چمکتی ہے۔" [4]

مکتوب میں مزید لکھتے ہیں:

"ہمارے گھر اور آپ کے گھر میں چند گزوں کا فاصلہ تھا۔ میری والدہ اور آپ کی والدہ کا آپس میں پیار تھا۔ میں نے بچپن میں کوئی حرکت ایسی نہیں دیکھی،

---

[1] روایت چوہدری محمد اسمٰعیل برادر خورد حضرت شیخ الحدیث، مقیم فیصل آباد۔ ۱۰ ربیع النور ۱۴۰۵ھ

[2] ایضاً:   [3] ایضاً:

[4] مکتوب مولوی نذیر احمد سراجی مقیم چک نمبر ۲، باہمنی والا ضلع فیصل آباد، بنام فقیر قادری عفی عنہ موصولہ ۲۲ اپریل ۱۹۸۵ء

جو شریعتِ مطہرہ علیٰ صاحبہا افضل الصلوٰۃ و اکمل السلام کے خلاف ہو۔ میرے ناقص ذہن میں یہ خیال سرگرداں رہتا کہ وہ پیدائشی طور پر ولی ہیں۔ میں نے اُن کے مُنہ سے کبھی نہ گالی سنی اور نہ کسی سے مزاحم ہوتے دیکھا۔" [1]

صوفی اللہ رکھا سراجی، حضرت شیخ الحدیث قدس سرہ کے ہم وطن ہیں۔ بچپن اکٹھا گزرا۔ ایک ملاقات میں وہ بتاتے ہیں کہ حضرت شیخ الحدیث قدس سرہ کی بچپن کی زندگی صاف ستھری زندگی تھی۔ مزاج سُلجھا ہوا تھا۔ جھوٹ، غیبت سے ہمیشہ نفرت رہی۔ ساتھیوں سے مزاحم نہ ہوتے۔ شرم و حیاء کا یہ عالم تھا کہ بچپن ہی میں فرمایا کرتے کہ دو عورتوں کے درمیان سے گزرنا شیطان کا کام ہے۔ [2]

شریعتِ مطہرہ سے شغف اور ذکرِ الٰہی کے ذوق و شوق ہی کی وجہ سے آپ نے بچپن ہی میں، جبکہ آپ سکول میں ساتویں آٹھویں جماعت میں پڑھتے تھے۔ حضرت شاہ سراج الحق چشتی قدس سرہ سے بیعت کر لی تھی۔ [3]

---

[1] مکتوب مولوی نذیر احمد سراجی، مقیم چک نمبر ۲، باہمنی والا ضلع فیصل آباد، ۲۲ اپریل ۱۹۸۵ء

[2] روایت صوفی اللہ رکھا سراجی، دیال گڑھی، حال مقیم جامعہ قادریہ رضویہ فیصل آباد، ۲۲ صفر ۱۴۰۴ھ

[3] روایت چوہدری محمد اسمٰعیل برادرِ خورد حضرت شیخ الحدیث قدس سرہ، ۱۰ ربیع النور ۱۴۰۵ھ

تحصیلِ علم

حضرت شیخ الحدیث قدس سرہ نے ابتدائی تعلیم اپنے گاؤں دیال گڑھ کے پرائمری سکول میں حاصل کی۔ اس زمانہ میں مولانا ذوالفقار علی قریشی پرائمری سکول کے صدر مدرس تھے۔ قریشی صاحب متقی، متوکل، صابر و شاکر، قانع اور سنتِ نبوی پر پابندی اور خلوص سے عمل کرنے والے استاد تھے۔ سکول کی تدریس کے علاوہ گاؤں کی مسجد کے امام و خطیب بھی تھے۔ قرائن یہی ہیں کہ قرآن مجید کی ابتدائی تعلیم (ناظرہ) آپ نے مولانا قریشی صاحب سے پائی۔ مولانا قریشی کی کوشش ہوتی تھی کہ اپنے تلامذہ میں اسلامی رنگ بھر دیا جائے۔ حضرت شیخ الحدیث کی سعادتِ ازلی کو پیشانی میں نمایاں دیکھ کر پیار بھرے انداز میں بزبانِ پنجابی مولانا قریشی فرمایا کرتے تھے:

"اوئے جٹا! توں تے وڈا نامور مولوی عمل والا ہوویں دا۔" [1]

یعنی اے جاٹ قوم کے سپوت سردار محمد! میں دیکھ رہا ہوں کہ تو بڑا ہو کر عظیم المرتبت عالم باعمل بنے گا۔

---

[1] قلمی یادداشت میاں اللہ دین گورداسپوری، حال مقیم اندرون ٹکسالی دروازہ، لاہور

نوٹ: میاں صاحب موصوف حضرت شیخ الحدیث علیہ الرحمہ کے ہم وطن ہیں۔ ابتدائی تعلیم آپ کے ہمراہ حاصل کی۔ میاں صاحب فرماتے ہیں کہ ہمارے اُستاذ مولانا ذوالفقار علی قریشی متقی عالم اور روشن ضمیر تھے۔ کرسی پر نہ بیٹھتے تھے۔ فرماتے تھے کہ کرسی میں فرعونیت کی بُو آتی ہے۔ ان کی روشن ضمیری کا یہ عالم تھا کہ جو کچھ فرما دیتے ہو کر رہتا۔ ہمارے ایک ساتھی سراج الحق کو فرمایا کرتے تھے: "او سراجیا! توں تے تھانیدار بنے گا۔" چنانچہ وہ پولیس میں بھرتی ہوا اور تھانیدار بن کر ریٹائرڈ ہوا۔ قریشی صاحب نے تقسیم ہند کے بعد ہجرت کی۔ لاہور میں اُن کا وصال ہوا۔ فقیر قادری عفی عنہ

پرائمری درجہ کے آخری امتحان کے وقت آپ کے سرپرستار کی بہار ایسی خوبصورت تھی کہ استادِ محترم مولانا قریشی صاحب نے فرمایا "خدا کرے میرے اس ہونہار شاگرد کو نظرِ بد نہ لگ جائے۔" [1]

پرائمری سکول کی تعلیم کے دوران آپ کے والد ماجد چوہدری میراں بخش کا وصال ہوگیا۔ اُس وقت آپ کی عمر اندازاً آٹھ دس سال تھی۔ والد صاحب کی وفات سے دو سال قبل والدہ محترمہ کا سایہ سر سے اُٹھ چکا تھا۔ والدین کے انتقال کے بعد خاندان کی کفالت آپ کے برادرِ بزرگ جناب چوہدری حیات محمد عرف سائیں جی نے فرمائی۔

پرائمری تعلیم کے بعد آپ اسلامیہ ہائی سکول بٹالہ ضلع گورداسپور میں داخل ہوئے بٹالہ ہائی سکول کے صدر معلّم جناب حاجی پیر محمد تھے۔ حاجی صاحب کا بیان ہے کہ شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد سردار احمد کو بچپن ہی سے بزرگانِ کرام اور جناب رسالت مآب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے بے حد عقیدت و محبت تھی، چنانچہ آپ فرمایا کرتے تھے:

"ماسٹر جی! ہمیں بزرگوں کی باتیں سنایئے اور حضور سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کی حیاتِ طیبہ پر تو ضرور روشنی ڈالا کیجیے۔" [2]

حضرت شیخ الحدیث کے وصال پر حاجی پیر محمد اپنے ان تاثرات کو بیان کرتے وقت فرطِ محبت میں رو رہے تھے۔ نیز اپنے سعادت مند شاگرد کا نام خاص احترام سے لے رہے تھے۔ حاجی صاحب کا بیان ہے:

ہمارے سکول کے طلبہ میں سے صرف آپ ہی ایک ایسے طالب علم تھے، جن کی طرف سے اس قسم کی خواہش کا اظہار ہوا کرتا تھا۔ میں اس خدمت کو سرانجام

---

[1] روایت چوہدری محمد اسمٰعیل برادر خورد حضرت شیخ الحدیث قدس سرہ، ۱۰ ربیع النور ۱۴۰۵ھ

[2] مضمون "ایک عالم ایک عارف" مرتبہ رانا محمد اکرم چشتی، مشمولہ ماہنامہ عارف لاہور فروری ۱۹۶۳ء بحوالہ ہفت روزہ محبوب حق، لائل پور، ۳۱ جنوری ۱۹۶۴ء، ص ۶

دیا کرتا ـــ مگر اس کے باوجود یہ بھی سوچا کرتا کہ اس لڑکے کے سوا کوئی اور دوسرا لڑکا اس قسم کے خیالات کا حامل نہیں اور سردار احمد کا یہ جذبہ کتنا قابلِ قدر اور لائقِ تحسین و آفرین ہے۔" [1]

جوہر شناس اور اولیاء اللہ کے محب صادق جناب حاجی پیر محمد بھی مقدور بھر کوشش کرتے کہ کوئی سبق ایسا نہ ہو جس میں حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم، اولیاء کاملین کا محبت بھرا تذکرہ نہ ہو۔

سکول کی تعلیم کے دوران حضرت شیخ الحدیث قدس سرہ جسمانی طور پر چاق و چوبند تھے، تیراکی، دوڑ اور کشتی میں آپ کی مہارت یہاں تک بڑھی ہوئی تھی کہ ضلع بھر میں آپ کی شہرت تھی۔ ہر مقابلے میں سب پر فوقیت اور سبقت لے جاتے۔ [2]

میٹرک کے سالانہ امتحان میں فرسٹ ڈویژن میں پاس ہوئے۔ [3]

حضرت شیخ الحدیث قدس سرہ کے پیر و مرشد حضرت شاہ سراج الحق چشتی قدس سرہ نے پٹوار کا امتحان پاس کر رکھا تھا، اس لیے آپ نے پیر و مرشد کی اتباع میں میٹرک کے امتحان کے بعد پٹوار کا امتحان پاس کیا، لیکن ملازمت نہ کی۔ [4]

میٹرک کے بعد پولیس کی تربیت گاہ فلور سے آپ کو پیش کش آئی کہ آپ پولیس میں بھرتی ہو جائیں، لیکن آپ نے انکار کر دیا۔ [5]

میٹرک کے بعد آپ ایف۔ اے کرنے کے لیے لاہور تشریف لائے۔ ایف۔ اے

---

[1] بحوالہ ہفت روزہ محبوبِ حق، لائل پور۔ ۳۱ر جنوری ۱۹۶۴ء، ص ۶

[2] روایت چوہدری محمد حسین دیال گڑھی، حال مقیم مغلپورہ، لاہور

[3] ایضاً،

[4] روایت چوہدری محمد اسمٰعیل، مقیم فیصل آباد، ۱۰ ربیع النور ۱۴۰۵ھ

[5] ایضاً،

کی تیاری نجی طور پر کر رہے تھے۔ کسی کالج میں داخل نہ ہوئے۔ [1]

۱۳۴۳ھ / ۱۹۲۴ء میں انجمن حزب الاحناف، لاہور کے زیر اہتمام ایک عظیم الشان جلسہ کا انعقاد ہوا جس میں برصغیر کے جلیل القدر مشائخ کرام اور عظیم المرتبت علماء عظام کثیر تعداد میں تشریف فرما ہوئے۔ ان علماء و مشائخ میں حجۃ الاسلام مولانا حامد رضا بریلوی قدس سرہ بھی تھے۔

حضرت شیخ الحدیث قدس سرہ کی سعادت انہیں جلسہ گاہ تک لے آئی۔ دوران اجلاس صدر الافاضل مولانا سید محمد نعیم الدین مراد آبادی (م ۱۳۶۷ھ / ۱۹۴۸ء) نے تقریر کرتے ہوئے حجۃ الاسلام مولانا حامد رضا (م ۱۳۶۲ھ / ۱۹۴۳ء) کی بریلی شریف سے تشریف آوری کا اعلان اس عظمت بھرے انداز میں فرمایا:

"اعلیٰ حضرت عظیم البرکت مجدد مائۃ حاضرہ، مؤید ملت طاہرہ صاحب الدلائل القاہرہ، ذی التصانیف الباہرہ امام اہل سنت مولانا الشاہ احمد رضا خاں صاحب بریلوی قدس سرہ کے شہزادے حامی سنت، ماحی بدعت، رہبر شریعت، فیض درجت مفتی انام، مرجع الخواص والعوام حجۃ الاسلام حضرت مولانا الشاہ حامد رضا خاں صاحب تشریف لا رہے ہیں۔" [2]

اعلان کے انداز سے متاثر ہو کر ایف۔ اے کا طالب علم محمد سردار احمد حجۃ الاسلام کی زیارت کا مشتاق بن گیا۔

حضرت حجۃ الاسلام حسن سیرت کے ساتھ ساتھ حسن صورت کی بے پناہ دولت سے بھی مالا مال تھے۔ جن خوش نصیب حضرات نے آپ کی زیارت کی ہے۔ وہ اس امر کی تصدیق کرتے ہیں۔ ولی کامل حجۃ الاسلام کا چہرہ اِذا رأوا ذکر اللہ (انہیں دیکھ کر خدا تعالیٰ یاد آجاتا ہے) کا حسین مصداق تھا۔

---

[1] بعض مضامین میں اس نوعیت کا تاثر ملتا ہے کہ آپ لاہور کے کسی کالج میں داخل ہوئے۔ یہ امر خلاف واقع ہے۔ چوہدری محمد اسمٰعیل برادر خورد شیخ الحدیث قدس سرہ نے اس کی تردید کی ہے۔ فقیر قادری عفی عنہ

[2] ہفت روزہ رضائے مصطفےٰ، گوجرانوالہ، ۱۸ جمادی الاولیٰ، ۱۳۷۹ھ۔ ص ۴

جلسہ گاہ میں حضرت حجۃ الاسلام کی زیارت کا شرف ملا۔ اسی ایک زیارت سے (حضرت شیخ الحدیث) محمد سردار احمد کے دل کی دنیا بدل گئی ۔۔ دنیوی تعلیم کو خیرباد کہہ کر دینی تعلیم کے حصول کا عزم پختہ ہو گیا۔ حجۃ الاسلام کی قیام گاہ آستانہ عالیہ حضرت شاہ محمد غوث قدس سرہ میں حاضر ہوئے۔ حجۃ الاسلام نے ایف۔ اے کے طالب علم محمد سردار احمد کی جبیں سعادت نشاں پر درخشاں کوکبِ اقبال کو دیکھ کر تاڑ لیا کہ نونہال ایک روز ملتِ اسلامیہ کا عظیم دو حید قدر ہوگا۔ من سعد سعد فی بطن امہ (ہر شخص اپنی سعادت اپنی ماں کے پیٹ سے لے کر آتا ہے) والدین کی حُسنِ سیرت، حُسنِ تربیت اور حُسنِ نیت، مولانا ذوالفقار علی قریشی اور مولانا حاجی پیر محمد کی حُسنِ تربیت اور حجۃ الاسلام قدس سرہم کی زیارت اور پند و موعظت رنگ لائی۔ حضرت شیخ الحدیث نے حجۃ الاسلام سے عرض کی کہ انہیں بھی بریلی اپنے ساتھ لے چلیں تاکہ وہ مرکزِ علم و عرفاں بریلی میں حاضر ہو کر علم و معرفت حاصل کریں۔ حضرت حجۃ الاسلام نے آپ کی یہ عرض داشت قبول فرمالی اور انہیں بریلی شریف لے آئے۔

دارالعلوم منظر اسلام بریلی ذی الحجہ ۱۳۲۲ھ / ۱۹۰۴ء کے لگ بھگ قائم ہوا لیکن اس کے طلبہ کا قیام عموماً شہر کی دوسری مساجد میں ہوتا تھا۔ انہی مساجد میں ان کے طعام کا انتظام ہوتا تھا لیکن حضرت حجۃ الاسلام نے نووارد طالب علم محمد سردار احمد کو خاص اپنے آستانہ پر ٹھہرایا۔ بریلی کے زمانہ طالب علمی میں آپ کا قیام، طعام اور دیگر اخراجات حجۃ الاسلام ہی کے ہاں سے ہوتے۔ حجۃ الاسلام، حضرت شیخ الحدیث کے زمانہ طالب علمی میں اس قدر شفقت فرماتے کہ جس قسم کا لباس وہ اپنے صاحبزادوں کے لیے بنواتے، اسی قسم کا لباس وہ حضرت شیخ الحدیث (قدس سرہ) کے لیے بنواتے۔ یہاں تک کہ لباس کے رنگ میں بھی یکسانیت اختیار فرماتے۔[۱]

---

[۱] قلمی یادداشت میاں شوکت حسین خاں بریلوی مقیم کراچی، مخزونہ جامعہ نظامیہ رضویہ، لاہور

دار العلوم منظرِ اسلام، بریلی میں آپ نے کم وبیش تین سال تک تعلیم پائی۔ پوری توجہ اور انہماک سے اسباق پڑھتے اور مطالعہ کرتے۔ اس عرصہ میں آپ نے حجۃ الاسلام مولانا حامد رضا، مفتیِ اعظم مولانا محمد مصطفےٰ رضا اور مولانا محمد حسین قدس سرہم سے درسِ نظامی کی ابتدائی کتابیں پڑھیں۔ صرف ونحو کی ابتدائی کتابیں مولانا محمد حسین مدرسِ منظرِ اسلام سے پڑھیں۔ منیۃ، قدوری، کنز الدقائق اور شرح جامی تک کتابیں مفتیِ اعظم سے پڑھیں[1]

حضرت مفتیِ اعظم فرماتے ہیں کہ جب میں ان (مولانا محمد سردار احمد) کو دیکھتا پڑھتے دیکھتا، مدرسہ میں، قیام گاہ پر، حتیٰ کہ جب مسجد میں آتے، تو بھی کتاب ہاتھ میں ہوتی۔ اگر جماعت میں تاخیر ہوتی تو بجائے دیگر اذکار واوراد کے مطالعہ میں مصروف ہو جاتے۔ ان کے اس والہانہ تحصیلِ علم سے میں بہت متاثر ہوا۔ میرے پاس دوسرے پنجابی طالب علم مولوی نذیر احمد سلمہ پڑھتے تھے۔ ان سے دریافت کرنے پر انہوں نے آپ کی ساری سرگزشت سنائی۔ پھر ان کے ذریعہ وہ میرے پاس آنے جانے لگے۔ ان کے باصرار درخواست اور مولوی نذیر احمد کے سفارش پر میں نے انہیں منیہ، قدوری، کنز اور شرح جامی تک پڑھایا۔[2]

حضرت شیخ الحدیث قدس سرہ کمال پابندی سے اسباق پڑھتے اور اپنے اساتذہ اور افرادِ خانوادہ رضویہ سے نہایت عقیدت ومحبت سے پیش آتے۔ حضرت حجۃ الاسلام ٹھیک آٹھ بجے صبح اسباق کی تدریس کے لیے مسجد میں تشریف لاتے۔ اس وقت بالالتزام حضرت شیخ الحدیث ان کا جوتا اٹھا کر مسجد میں ایک کونے میں رکھتے اور جب وہ فارغ ہو کر واپس مسجد سے باہر نکلنے کا ارادہ فرماتے، تو آپ فوراً ان کا جوتا سامنے رکھتے۔ اس معمول میں ذرا بھی تاخیر نہ کرتے۔[3]

---

[1] ماہنامہ نوری کرن، بریلی (مضمون مولانا شریف الحق امجدی) مارچ، اپریل ۱۹۶۳ء، ص ۲۵

[2] ایضاً، ص ۲۵ – ۲۶

[3] قلمی یادداشت، جناب میاں شوکت حسین بریلوی، مقیم کراچی

قیامِ بریلی کے دوران ایک واقعہ نے حضرت شیخ الحدیث کے دل میں بے دینوں اور بدمذہبوں سے سخت نفرت پیدا کر دی۔ ہوا یوں کہ ایک روز کچھ لوگ حضرت حجۃ الاسلام کے حضور حاضر ہوئے اور کہنے لگے کہ "مولانا اشرف علی تھانوی اتنی کتابوں کے مصنّف ہیں اور ایسے بزرگ ہیں۔" یہ بات سن کر حضرت حجۃ الاسلام خاموشی سے اندر چلے گئے اور جلد ہی واپس تشریف لے آئے۔ ان کے ہاتھ میں حفظ الایمان تھی۔ آپ نے صفحہ سات کی رسولِ عالم گستاخانہ عبارت سب کے سامنے رکھی۔ اس پر مجمع تھانوی حکیم الامت پر لاحول پڑھنے لگا۔ حضرت شیخ الحدیث علیہ الرحمہ فرمایا کرتے کہ اس روز سے میرے دل میں حضور انور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے گستاخوں سے قلبی نفرت پیدا ہو گئی۔ [1]

تعلیم کا یہ عرصہ اندازاً ۱۳۴۳ھ تا ۱۳۴۵ھ (۱۹۲۴ء تا ۱۹۲۷ء کے اوائل) پر مشتمل ہے۔ طالب علمی کے اس زمانہ میں حضرت شیخ الحدیث بعض موقر جرائد کیلئے علمی و فقہی مضامین بھی لکھتے رہے ہیں۔ مراد آباد کے مشہور ماہنامہ "السواد الاعظم" کے شمارہ شعبان المعظم ۱۳۴۵ھ / فروری ۱۹۲۷ء کے "فقہی معمے" کے عنوان سے آپ کا ایک مضمون شاملِ اشاعت ہے۔

مولانا تقدس علی قادری سابق ناظم منظرِ اسلام، بریلی حال شیخ الجامعہ جامعہ راشدیہ قادریہ، پیر گوٹھ (سندھ) اپنے مکتوب میں لکھتے ہیں کہ ۱۳۴۵ھ / اوائل ۱۹۲۷ء تک آپ بریلی شریف میں تعلیم حاصل کرتے رہے۔ [2]

یہ وہ دور ہے کہ جب صدر الشریعہ مولانا محمد امجد علی اعظمی (م ۱۳۶۷ھ / ۱۹۴۸ء) خلیفہ امام احمد رضا قدس سرہم دارالخیر اجمیر مقدس کے مدرسہ معینیہ عثمانیہ میں صدر المدرسین

---

[1] تفصیل کے لیے ملاحظہ فرمائیں، "مُحدّثِ اعظم پاکستان"، حصہ اول۔ مرتبہ مولانا محمد حسن علی رضوی، میلسی

[2] مکتوب مولانا تقدس علی خاں بنام فقیر قادری عفی عنہ، محررہ ۲ جمادی الاولیٰ ۱۴۰۴ھ

کے عہدے پر فائز تھے۔ پورے برِّصغیر میں ان کی تدریس کا شہرہ تھا۔ [۱]

مولانا عبدالمصطفےٰ الازہری ابن صدرالشریعہ مولانا محمد امجد علی اعظمی لکھتے ہیں:

"....... دارالامن اجمیر مقدس میں بارگاہِ سلطان الہند میں امراء و غرباء حاضری کو باعثِ سعادت سمجھتے ہیں ......"

اسی اثناء میں والیِ حیدرآباد دکن نواب عثمان علی خاں صاحب بھی روضہ مبارکہ پر حاضر ہوئے۔ آپ نے اپنے آنے کے بعد وہاں کے کوائف اور حالات معلوم کیے، تو پتہ چلا کہ حضرات خدام صاحبان بالعموم دینی اور دنیاوی علوم سے بے بہرہ ہیں، اور اس طرف ان کو کوئی خاص توجہ نہیں، تو آپ نے بارہ سو روپے ماہوار کی امداد سے یہ عظیم درس گاہ قائم کی جس میں اس زمانہ میں بائیس مدرسین تدریس و تعلیم کے فرائض انجام دیتے تھے۔ اس کے پہلے صدر مدرس مولانا معین الدین صاحب اجمیری اور اُن کے بعد مولانا مشتاق احمد صاحب کانپوری رحمۃ اللہ علیہما ہوئے۔ مولانا نے وہاں سے استعفا دے دیا، تو حضرت مولانا سید سلیمان اشرف صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے متولی مدرسہ سید نثار احمد صاحب مرحوم کو مشورہ دیا کہ یہاں پر صدر المدرسین کی حیثیت سے صدر الشریعہ بدر الطریقہ عالم نبیل حضرت سیدی مولانا محمد امجد علی صاحب مصنف "بہارِ شریعت" نہایت ہی موزوں رہیں گے۔ حضرت اس زمانہ میں بریلی شریف میں صدر المدرسین تھے۔ آپ کے لیے پہلے تو حضرت حجۃ الاسلام مولانا حامد رضا صاحب علیہ الرحمہ راضی نہ ہوئے، لیکن حضرت مولانا سید سلیمان اشرف علیہ الرحمہ کے اصرارِ شدید پر حضرت قبلہ کو وہاں سے اجمیر شریف جانے کی اجازت عطا فرمائی اور اجمیر شریف ہی سے

---

[۱] صدر الشریعہ نے ۱۳۴۳ھ سے ۱۳۵۱ھ تک (۱۹۲۴ء تا ۱۹۳۲ء) جامعہ معینیہ عثمانیہ اجمیر شریف میں بحیثیت صدر المدرسین درس دیا۔ ملاحظہ ہو: تذکرہ علماء اہل سنت، مطبوعہ کانپور۔ ص ۵۲

حزب الاحناف، لاہور تشریف لاتے۔" [1]

حضرت شیخ الحدیث علیہ الرحمہ کو مولا کریم نے جس عظیم الشان خدمتِ دین کے لیے منتخب فرمالیا تھا، اس کے لیے صدر الشریعہ جیسے "بحر العلوم" مربی کی ضرورت تھی، چنانچہ جب خانوادۂ رضویہ میں سے مولانا محمد ادریس رضا نبیرہ مولانا حسن رضا، اجمیرِ مقدس کو غرضِ تعلیم جانے لگے، تو حضرت شیخ الحدیث بھی ہر دو شاہزادگان امام احمد رضا کی اجازت سے اجمیر شریف صدر الشریعہ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ [2]

سلطان الہند خواجہ اجمیر قدس سرہ کی بارگاہ عرش پناہ میں علم و فضل کے "قطب اوحد" سے انہیں کیا ملا؟ اس بارے میں مفتیِ اعظم مولانا محمد مصطفےٰ رضا کی شہادت کافی ہے۔ وہ فرماتے ہیں،

"پھر تو بحر العلوم کے پاس گئے اور خود بھی بحر العلوم ہوگئے۔" [3]

حضرت شیخ الحدیث چونکہ لاہور سے ہی بریلی حاضر ہوئے تھے اور بریلی سے اجمیر— آپ کے گھر کوئی اطلاع نہ تھی کہ آپ کہاں ہیں؟ گھر سے لاہور آئے تھے کہ ایف۔ اے کی تیاری کریں، مگر یہاں پہنچ کر اللہ تعالیٰ نے انہیں اپنے دین کے لیے منتخب فرمالیا۔ گھر میں آپ کی اطلاع نہ ہونے کے باعث آپ کے بھائی اور دیگر رشتہ دار پریشان تھے۔ جب کبھی مرشدِ برحق حضرت شاہ سراج الحق دیال گڑھ تشریف لے جاتے، تو آپ کے بھائیوں کو تسلی دیتے کہ گھبراؤ نہیں۔ انشاء اللہ تعالیٰ اس کی اطلاع آپ کو مل جائے گی۔ مرشدِ برحق ارشاد فرماتے،

"سردار احمد کی بڑی شان ہوگی۔ اس کے دسترخوان سے بے شمار لوگ فیض یاب ہوں گے۔" [4]

---

[1] ہفت روزہ محبوبِ حق، لائل پور۔ ۱۳؍ دسمبر ۱۹۶۳ء، ص ۳۱

[2] ماہنامہ نوری کرن بریلی (مضمون مولانا شریف الحق امجدی)، مارچ/اپریل ۱۹۶۳ء، ص ۳۶ [3] ایضاً،

[4] روایت چوہدری محمد اسمٰعیل برادرِ حضرت شیخ الحدیث ۱۰ ربیع النور ۱۴۰۵ھ

ایک موقعہ پر مرشدِ برحق شاہ سراج الحق سلطان الہند خواجہ اجمیری کے حضور حاضر ہوئے وہاں درس گاہ جامعہ عثمانیہ معینیہ میں آپ کے مریدِ صادق حضرت شیخ الحدیث سے ملاقات ہوگئی۔ پیر و مرشد کو دیکھ کر حضرت شیخ الحدیث حاضر ہوئے۔ حاضری کی کیفیت یہ تھی کہ آپ اس وقت درس گاہ کی سیڑھیوں سے اتر رہے تھے کہ حضرت پیر و مرشد اچانک نظر آئے۔ بیتابانہ حاضری کے لیے سیڑھیوں سے اترنے لگے کہ گر پڑے، سر پر چوٹ آئی۔ [1]

کئی سال کے بعد بھائیوں سے حضرت شیخ الحدیث کی ملاقات کی تقریب یوں ہوئی کہ کرنال پہنچ کر حضور شاہ سراج الحق قدس سرہ نے دیال گڑھ حضرت شیخ الحدیث کے بھائیوں جناب حیات محمد عرف سائیں جی اور جناب محمد اسمٰعیل کو خط لکھا کہ کرنال آؤ۔ ادھر اجمیر میں حضرت شیخ الحدیث کو لکھا کہ وہ بھی کرنال آئیں۔ جناب حیات محمد اور جناب محمد اسمٰعیل کرنال پہنچ گئے۔ ایک روز آپ نے عصر کے وقت ان کو فرمایا کہ "سٹیشن پر جاؤ کہ سردار احمد گاڑی سے آرہے ہیں"، چنانچہ بھائی سٹیشن پر گئے۔ حضرت شیخ الحدیث گاڑی سے اترے۔ کئی سالوں بعد بھائیوں میں دوبارہ ملاقات ہوئی۔ دو تین روز کرنال میں حضرت شاہ سراج الحق چشتی کے ہاں اکٹھے رہے۔ [2]

اس طرح خاندان والوں کو آپ کی خیریت کی اطلاع ملی۔ نیز یہ معلوم کرکے سردار محمد دینی تعلیم کی تحصیل میں مصروف ہے اور بہت ہی جلد ایک ممتاز عالمِ دین کی حیثیت اختیار کرلیں گے۔ بہت مسرور ہوئے ——— تعلیمی ارتقاء کے تین اہم ستون ہیں:

۱۔ ماہر اور محنتی استاد

۲۔ ذہین طالب علم

۳۔ محنتی، ذہین اور شوقین ہم سبق

---

[1] روایت صوفی اللہ رکھا سراجی دیال گڑھی، مقیم جامعہ قادریہ رضویہ، فیصل آباد

[2] روایت چوہدری محمد اسمٰعیل برادر حضرت شیخ الحدیث قدس سرہ، ۱۰ ربیع النور ۱۴۰۵ھ

ان اہم اجزا کا اجتماع کم ہی واقع ہوتا ہے۔ خوش بختی سے اس وقت یہ تینوں اجزا اعلیٰ سے اعلیٰ اعتبار سے موجود تھے۔ قدرت کی فیاضی سے جو اسناد ملے، وہ خود بحر العلوم تھے۔ آپ کے ہم سبق دنیائے علم و فضل کے آفتاب بن کر چمکے اور خود حضرت شیخ الحدیث کا ذوق اور محنت اس دور میں اپنی مثال آپ تھا۔ تعلیم کا ذوق آپ کو کشاں کشاں آگے بڑھاتا رہا۔ اس زمانہ میں آپ کے چند ہم سبق حضرات، جو معیار علم و فن بنے، ان کے اسماء گرامی ملاحظہ ہوں:

——جلالۃ العلم مولانا حافظ عبد العزیز شیخ الحدیث جامعہ اشرفیہ، مبارک پور، اعظم گڑھ

——خیر الاذکیاء مولانا غلام یزدانی، شیخ الحدیث منظر اسلام، بریلی

——فاضل جلیل مولانا قاضی شمس الدین جونپوری، صدر مدرس مدرسہ رضویہ حمیدیہ، بنارس

——شیخ الادب مولانا غلام جیلانی اعظمی، صدر مدرس مدرسہ فیض الرسول، براؤن

——فاضل جلیل مولانا سید غلام جیلانی میرٹھی، شارح بخاری۔

——فقیہ معظم مولانا مفتی رفاقت حسین مظفر پوری، احسن المدارس قدیم، کانپور

——مفتی معظم مولانا محمد محسن شافعی۔

——فخر الاساتذہ مولانا محمد سلیمان بھاگل پوری، شیخ الحدیث اظہار العلوم مدرسہ اشرفیہ بھاگل پور[1]

حضرت صدر الشریعہ کی موجودگی میں جامعہ معینیہ عثمانیہ میں تعلیم کا معیار بہت بلند تھا۔ خود حضرت صدر الشریعہ صبح سویرے مدرسہ میں تشریف لاتے اور جب دیگر مدرسین دوپہر کو سبق ختم کر کے گھروں کو چلے جاتے، تو صدر الشریعہ علیہ الرحمہ خاص فوقانی اسباق اس وقت بھی پڑھا رہے ہوتے۔ گرمیوں میں بھی بارہ بجے کے بعد تک حضرت صدر الشریعہ کا درس جاری رہتا۔ مدرسہ میں بعد ظہر اسباق کی چھٹی ہوا کرتی تھی، مگر حضرت شیخ الحدیث استادِ محترم حضرت صدر الشریعہ کے مکان پر حاضر ہوتے اور اپنی علمی پیاس بجھاتے۔

حضرت صدر الشریعہ درگاہ معلّی میں نمازِ عصر پڑھا کر مزار شریف کے قریب بیٹھ جاتے

---

[1] ماہنامہ نوری کرن، بریلی (مضمون مولانا مجیب الاسلام اعظمی) مارچ۔ اپریل ۱۹۶۳ء۔ ص ۳۲

اور اس جگہ علمی مذاکرات مغرب تک جاری رہتے۔ ان علمی مذاکرات میں حضرت شیخ الحدیث برابر شریک ہوتے۔ اجمیر کے قیام کے آخری دور میں حضرت صدر الشریعہ کا جسم بھاری ہو گیا۔ اطباء کے مشورہ پر بعد نماز عصر دولت باغ، بارہ دری، اور انا ساگر کے سامنے سیر کے لیے تشریف لے جاتے، اس وقت صدر الشریعہ کے ہمراہ حضرت شیخ الحدیث کتاب ہاتھ میں لیے ہوتے۔ دوران سیر کتاب کا سبق بھی جاری رہتا۔ حضرت شیخ الحدیث قدس سرہ نہایت ذہین تھے۔ مطالعہ کتب آپ کا محبوب مشغلہ تھا۔ دوران تعلیم اجمیر مقدس میں ایک بار آپ کے سر پر سخت چوٹ آئی۔ ڈاکٹروں نے مکمل آرام کا مشورہ دیا اور کتب بینی کی سخت ممانعت کر دی۔ اس کے باوجود تکلیف کی پرواکئے بغیر مطالعہ میں مصروف رہے اور اسباق کا ناغہ نہ کیا۔ [۱]

شفیق و مہربان اُستاذ حضرت صدر الشریعہ علیہ الرحمہ نے اس جماعت کو، جس میں حضرت شیخ الحدیث علیہ الرحمہ بھی شریک تھے۔ درس نظامی کی متداول کتب کے علاوہ علوم و فنون کی اعلیٰ ترین کتب مثلاً شرح چغمینی، محقق دوانی کے غیر مطبوعہ حواشی قدیمہ جدیدہ، شرح تجرید، اشارات معہ شروح امام رازی و طوسی وغیرہ کا خصوصی درس دیا۔ [۲]

جمعہ کے روز دار العلوم میں تعطیل رہتی۔ صبح سے دس گیارہ بجے تک حضرت صدر الشریعہ علیہ الرحمہ کی سرپرستی میں محفلِ تقریر منعقد ہوتی۔ اسی دوران طلبہ کو مناظرہ کی مشق کرائی جاتی

---

[۱] (ا) مکتوب جناب سید حسین علی رضوی وکیل جاورہ، اجمیر، بنام مولانا حافظ محمد احسان الحق القادری مندرجہ ہفت روزہ محبوبِ حق، لائل پور، ۳ جنوری ۱۹۶۴ء - ص ۳

(ب) مضمون "حیات شیخ الحدیث . . . . . " از مولانا ابوداؤد محمد صادق گوجرانوالہ مشمولہ ماہنامہ نوری کرن، بریلی - مارچ / اپریل ۱۹۶۳ء - ص ۵۵

(ج) محدثِ اعظم پاکستان (حصہ اول)، مرتبہ مولانا محمد حسن علی رضوی میلسی (مطبوعہ ۱۹۶۳ء) ص ۸

[۲] تذکرہ علماء اہل سنت، مرتبہ مولانا محمود احمد قادری (مطبوعہ کانپور ۱۹۷۳ء) ص ۹۹

بریلوی (م ۱۴۰۲ھ/ ۱۹۸۲ء) ان دنوں بغرض حج وزیارت حرمین شریفین زادہما اللہ تعالیٰ شرفاً وتعظیماً میں موجود تھے۔ آپ نے اس صورتِ حال کے پیشِ نظر اُن سے استصواب فرمایا کہ سارو کی رہ کر خدمتِ دین کا کام جاری رکھوں یا لائل پور کو مرکز بنا لوں۔ چنانچہ دیارِ حبیب سے حضرت مفتیٔ اعظم علیہ الرحمہ نے جو جواب لکھا، اس میں سارو کی کے پتہ کو دائرہ میں کر دیا جس کا مفہوم یہ تھا کہ سارو کی کی بجائے آپ لائل پور قیام کریں۔ ؎

یاد رہے کہ علماء بریلی کا دستور ہے کہ جس لفظ کو کاٹنا منظور ہو، اس پر لکیر پھیرنے کی بجائے اس پر دائرہ لگا دیتے ہیں، گویا دائرہ کے اندر کا لفظ اب مراد نہیں۔ علماء بریلی کی قلمی تحریروں میں اس کے بے شمار امثال موجود ہیں۔

حضرت مفتیٔ اعظم علیہ الرحمہ کے حکم نامہ کے مطابق آئندہ آپ نے لائل پور میں دینی خدمات کے لیے کوشش شروع کر دی۔

رمضان المبارک ۱۳۶۸ھ/ جولائی ۱۹۴۹ء سے قبل ہی سنت پورہ لائل پور میں حضرت صاحبزادہ ظہور الحق خلف حضرت خواجہ سراج الحق گورداسپوری سے رابطہ کر لیا کہ ابتدائی طور پر آپ اُن کے ہاں قیام کریں گے۔ آپ کا منصوبہ یہ تھا کہ نئے تعلیمی سال (شوال ۱۳۶۸ھ/ اگست ۱۹۴۹ء) سے لائل پور میں ایک مدرسہ قائم کر دیا جائے جو دار العلوم مظہر اسلام بریلی کی یاد تازہ کر دے۔

اس مقصد کے لیے آپ نے رمضان المبارک ۱۳۶۸ھ/ جولائی ۱۹۴۹ء کراچی اور حیدرآباد میں گزارا تاکہ اہلِ ثروت مخیر سُنی حضرات سے رابطہ کیا جا سکے اور انہیں نئے قائم ہونے والے دار العلوم کی امداد کی طرف متوجہ کیا جا سکے۔ کراچی میں آپ کا قیام مولانا محسن فقیہ شافعی کے ہاں تھا۔ ؎

؎ (الف) ہفت روزہ رضائے مصطفےٰ گوجرانوالہ - ۱۳ شعبان المعظم ۱۳۸۵ھ ص ۶

(ب) قلمی یادداشت حاجی شمس الدین بریلوی۔ مخزونہ جامعہ نظامیہ رضویہ، لاہور

؎ روایت مولانا معین الدین شافعی، فیصل آباد ۹ ربیع الاول ۱۴۰۵ھ

پھلیلی بازار حیدر آباد کے اس قیام کے دوران آپ نے صوفی اللہ رکھا کو خط لکھا کہ جامعہ رضویہ مظہر اسلام لائل پور[1] کے نام کی رسید ٹکٹیں چھپوا کر جلد حیدر آباد پہنچو۔ صوفی اللہ رکھا حیدر آباد پہنچے، آپ نے انہیں اندرونِ سندھ چند مخیر سُنّی کا پتہ دے کر روانہ کیا تاکہ وہ انہیں جامعہ رضویہ لائل پور سے تعاون کے لیے دعوت دیں۔

صوفی اللہ رکھا اندرونِ سندھ کے کامیاب سفر کے بعد ۲۴ رمضان المبارک ۱۳۶۸ھ / ۲۲ جولائی ۱۹۴۹ء کو حضرت شیخ الحدیث علیہ الرحمہ کے پاس واپس حیدر آباد پہنچے۔ جامعہ رضویہ کا زرِ اعانت ڈیڑھ سو روپیہ پیش کیا۔ [2]

حیدر آباد میں آپ کے نام حضرت مفتئ اعظم علیہ الرحمہ کا تازہ مکتوب مدینہ منورہ سے شرفِ صدور لایا، جس میں لائل پور دینی خدمات کا مرکز بنانے پر اظہارِ مسرت فرمایا۔[3]

لیلۃ القدر، ستائیسویں رمضان المبارک ۱۳۶۸ھ کو آپ واپس سنت پورہ لائل پور پہنچ گئے اور نمازِ عید لائل پور ہی میں ادا فرمائی۔

۴ شوال المکرم ۱۳۶۸ھ / اواخر جولائی ۱۹۴۹ء میں مولانا غلام رسول رضوی، فیصل آباد (سابق مدرس شرقپور) کے ایماء پر جامعہ رضویہ کے اولین طالب علم مولانا محمد امین شرقپور سے سنت پورہ، لائل پور حاضر ہو گئے۔ چند دنوں بعد مولانا معین الدین شافعی کراچی سے مولانا عبد القادر احمد آبادی بھیرہ سے اور دیگر طلباء بھی حاضر ہو گئے۔ درسِ حدیث کے اسباق جاری ہو گئے۔ اس وقت، آپ کا قیام سنت پورہ، لائل پور میں تھا۔ [4]

---

[1] روایت صوفی اللہ رکھا، دیال گڑھی، مقیم فیصل آباد ۹ ربیع الاول ۱۴۰۵ھ

[2] مکتوب حضرت شیخ الحدیث علیہ الرحمہ بنام مولانا معین الدین، کراچی، محررہ ۲۴ رمضان ۱۳۶۸ھ

[3] مکتوب ایضاً

[4] (ا) روایت مولانا مفتی محمد امین مہتمم جامعہ امینیہ رضویہ، فیصل آباد، ۱۰ ربیع النور ۱۴۰۵ھ
(ب) ہفت روزہ محبوب حق، لائل پور محررہ ۱۳ دسمبر ۱۹۶۳ء ص ۲۴

تحریک فلاح و بہبود برائے مہاجرین ۱۹۴۷ء

تقسیم برصغیر ۱۹۴۷ء سے کچھ عرصہ پہلے اور بعد میں بھارت کے مسلمان ہندوؤں کے روایتی تعصب و تشدد کا نشانہ بنے۔ بے شمار جانیں تلف ہوئیں۔ املاک تباہ ہوئے۔ تقسیم ہند کے وقت پاکستان اور بھارت کی حکومتوں میں معاہدہ ہوا تھا کہ بھارت کے علاقہ میں رہنے والے مسلمان اور پاکستان کے علاقہ میں بسنے والے ہندو اگر اپنے اپنے گھروں میں رہنا چاہیں تو اُن کی جان و مال کی حفاظت حکومت کی ذمہ داری ہوگی۔ انہیں دوسرے شہریوں کے برابر حقوق حاصل ہوں گے۔ مگر اس معاہدہ کی پابندی نہ ہوسکی۔ جس کے نتیجے میں بھارتی علاقہ کے بیشمار مسلمانوں کے املاک لوٹ لیئے گئے۔ نہایت بے رحمی سے ان کا قتل عام شروع ہوگیا اور انہیں مجبور کر دیا گیا کہ وہ بھارت سے ہجرت کر جائیں اور پھر ہجرت کرنے والوں کو راستہ میں اس نوعیت کی اذیتیں دی گئیں کہ جن کے تصور سے ہی رونگٹے کھڑے ہوجاتے ہیں۔ مسلمان مہاجر بے سروسامانی کے عالم میں پاکستان کی حدود میں داخل ہوئے۔ نوزائیدہ سلطنت پاکستان کے لیے ان کی آبادکاری میں بڑی مشکلات تھیں۔ مسافر، بیمار، بے نوا مہاجرین کے سر چھپانے، تن ڈھانپنے اور نان شبینہ کا انتظام کرنا کوئی آسان کام نہ تھا۔ اس عرصہ میں حکومت نے اپنے وسائل کے مطابق مہاجرین کی آبادکاری میں کوشش کی۔ علاوہ ازیں نجی طور پر بعض تنظیموں اور ممتاز شخصیات نے بھی مہاجرین کی فلاح و بہبود کے لیے کام کیا۔

حضرت شیخ الحدیث علیہ الرحمہ کو شوال ۱۳۶۶ھ / اگست ۱۹۴۷ء میں گورداسپور اور امرتسر کے مسلمانوں کے ساتھ ہجرت کرنا پڑی۔ بحیثیت عالم دین ہونے کے آپ کو اپنے اہل خاندان اور علاقہ بھر کے مہاجرین کی مشکلات کو حل کرنا تھا۔ چنانچہ آپ نے لاہور میں چند روز، بھکتھی (ضلع گجرات) اور ساروکی (ضلع گوجرانوالہ) میں چند ماہ قیام کے دوران بے گھر اور نادار مہاجرین کی فلاح و بہبود کے لیے نہایت اخلاص سے فعال کردار ادا کیا۔ مکانات اور

زمین کی عارضی الاٹمنٹ کے لیے آپ نے اپنے رسوخ سے اہلِ حاجت کی امداد کی۔ اس طرح آپ کی مساعی سے متعدد بے گھروں کو گزر اوقات کے لیے مکانات اور زمینیں مہیا ہو گئیں اور وہ قدرے بہتر صورت میں بسر اوقات کرنے لگے۔ [1]

لائل پور (فیصل آباد) کے قیام کے ابتدائی سالوں میں آپ نے طلبہ کی درس و تدریس اور ان کے اخراجات برداشت کرنے کے علاوہ مسافر، بیوہ، ضعیف، بیمار، معتکف، سائل اور مقروض مہاجروں کی امداد کرتے رہے۔ اس عرصہ میں آپ کی ذاتی ڈائری کے ایک ورق کا عکس ملاحظہ ہو: [2]

(عکس ڈائری) (آئندہ صفحہ پر)

۱۳۶۵ھ / ۱۹۴۶ء کے بریلی کے فسادات میں آپ کا دارالعلوم مظہرِ اسلام بریلی درس گاہ سے بڑھ کر ناداروں، حاجت مندوں اور مظلوموں کی پناہ گاہ بن چکا تھا۔ اس عرصہ میں آپ وہاں ٹھہرنے والوں، ناجائز مقدمات میں ملوث غریب مسلمانوں کی مالی اور قانونی امداد مہیا فرماتے رہے۔ اس طرح دورِ ابتلا میں آپ نے حاجت مندوں اور مہاجرین کی فلاح و بہبود کے لیے نہایت خاموشی کے ساتھ مگر موثر انداز میں کام کیا۔ [3]

تحریکِ ختمِ نبوت ۷۲-۱۳۷۱ھ / ۵۳-۱۹۵۲ء میں بصیرت افروز کردار

حضرت شیخ الحدیث علیہ الرحمہ بلند پایہ عالمِ دین، بصیرت افروز کردار کے مالک اور نہایت صائب الرائے تھے۔ ہر معاملہ کا اسلامی تعلیمات کی روشنی میں فیصلہ فرماتے۔ یہ ظاہر ہے کہ

---

[1] قلمی یادداشت مولانا معین الدین اور صوفی اللہ رکھا۔ مخزونہ جامعہ نظامیہ رضویہ، لاہور

[2] یہ عکس حضرت مولانا قاضی محمد فضلِ رسول مدظلہٗ ابن حضرت شیخ الحدیث علیہ الرحمہ کی اجازت اور شکریہ کے ساتھ شامل کیا جا رہا ہے۔

[3] تفصیل گزشتہ صفحات میں گزر چکی ہے۔

اسلامی تعلیمات کی روشنی میں فیصلہ کرنے والا ہی صائب الرائے ہوتا ہے۔ اگرچہ وقتی طور پر بعض معاملات میں معاملہ اس کے برعکس نظر آتا ہے، لیکن جب جوش و جذبات فرو ہوتے ہیں تو حقیقت واضح ہوتی ہے۔ اس وقت افسوس و حسرت سے کہنا پڑتا ہے اگر وقتی مصلحت سے بالاتر ہو کر اسلامی تعلیمات کی روشنی میں فیصلہ اور عمل کیا جاتا، تو آج ندامت و ہزیمت نہ ہوتی۔

حضرت شیخ الحدیث علیہ الرحمہ بلند پایہ عالمِ دین ہونے کے باوجود جب بھی کسی معاملہ میں اسلامی تعلیمات کی روشنی میں فیصلہ کا ارادہ فرماتے تو احباب سے بھی مشورہ طلب کرتے۔ مگر فیصلہ صادر فرما چکنے کے بعد اپنے موقف پر ثابت قدمی سے قائم رہتے۔ بارہا زمانہ نے ان کی اصابتِ رائے، ثابت قدمی اور بصیرت افروز کردار کو دیکھا۔ اس کے برعکس بعض مرتبہ بڑے بڑے راہنما فیصلہ کرتے وقت خطا کا شکار ہوئے۔ عوام الناس نے جوش و جذبات کے عالم میں اس غلط فیصلہ پر عمل کیا۔ حضرت شیخ الحدیث علیہ الرحمہ کی رائے اس کے خلاف ہوتی تو بعد از خرابیٔ بسیار، زمانہ کو آپ کی اصابتِ رائے کا قائل ہونا پڑا۔

تحریک ختمِ نبوت ۷۲-۱۳۷۱ھ/۵۳-۱۹۵۲ء کا دور بھی عجیب ہیجانی دور تھا، سُنیوں، دیوبندیوں، وہابیوں، مودودیوں، شیعوں وغیرہ نے باہم اشتراکِ عمل کر لیا تھا۔ مجلس عمل ختمِ نبوت میں سُنیوں کے ساتھ ہر فرقہ کو نمائندگی دی گئی۔ مشترکہ پلیٹ فارم سے تحریک کا عمل جاری تھا۔ سُنیوں کی اکثریت اور ان کی ناموسِ رسالت پر جاں نثاری سے دوسری اقلیتیں فائدہ اٹھا رہی تھیں۔ قوم کے طوفانی جذبات کے برعکس حضرت شیخ الحدیث علیہ الرحمہ کا موقف یہ تھا کہ اہلِ سنت و جماعت کو اہانتِ خدا و مصطفےٰ اور اہانتِ صحابہ و اولیاء کرنے والوں سے اشتراکِ عمل کسی اعتبار سے بھی روا نہیں۔ نہ اسلامی تعلیمات اس کی اجازت دیتی ہیں اور نہ ہی یہ اشتراک دنیوی اعتبار سے مفید ہوگا۔ تحریک میں اہلِ سنت کو اپنی انفرادیت برقرار رکھنی چاہیے، چنانچہ آخر دم تک آپ اپنے فیصلہ پر ثابت قدم رہے۔ جامعہ رضویہ، فیصل آباد کے پلیٹ فارم سے سُنیوں کی طرف سے گرفتاریاں پیش

کی گئیں۔ مرزائیوں، قادیانیوں کو کافر و مرتد اقلیت قرار دینے، ظفر اللہ کو وزارتِ خارجہ سے برطرف کرانے اور دیگر مطالبات کی آپ نے انفرادی حیثیت سے بھرپور حمایت کی۔

تحریکِ ختمِ نبوت میں، انتظامی معاملات میں اگرچہ حکومت کو کچھ مشکلات کا سامنا کرنا پڑا، مگر حقیقت یہ ہے کہ مجلسِ عمل ختمِ نبوت کے مطالبات میں سے، اس وقت کوئی مطالبہ تسلیم نہ کیا گیا۔ تحریک کی ناکامی کے بعد آپ کے مؤقف کی اصابت واضح ہوئی۔ اس دور میں آپ سے سخت اختلاف رائے رکھنے والوں کو بھی بالآخر آپ کی اصابتِ رائے کا قائل ہونا پڑا۔ یہ لوگ کہنے پر مجبور ہو گئے کہ حضرت شیخ الحدیث علیہ الرحمہ حق فرماتے تھے اور حق پر عمل پیرا تھے۔

مجلسِ عمل میں چونکہ سُنّی علماء بھی تھے۔ سُنّی عوام تحریکِ ختمِ نبوت میں سرفروشانہ کردار ادا کر رہے تھے، مگر ان کا اشتراک دیوبندیوں، وہابیوں اور شیعوں وغیرہ سے تھا۔ علماءِ حق کے فتوٰی کے مطابق، جس طرح مرزائی ختمِ نبوت کا انکار کر کے کافر و مرتد ہو چکے ہیں۔ اسی طرح اہانتِ خدا و مصطفٰے کا ارتکاب کرنے والے دیگر فرقے بھی دائرہ اسلام سے خارج قرار پا چکے ہیں، تو کیا وجہ ہے کہ صرف مرزائیوں سے بیزاری کا اعلان کیا جائے۔ دیگر فرقے بھی تو اسی سلوک کے مستحق ہیں۔

اس موقف کے اختیار کرنے پر حضرت شیخ الحدیث علیہ الرحمہ اور آپ کے متوسلین کو وقتی طور پر رائے عامہ کی مخالفت اور مشکلات کا سامنا کرنا پڑا۔ تحریکِ ختمِ نبوت کے دوران آپ کی ملی خدمات اور کردار کا جائزہ لینے کے لیے آپ ہی کی ایک طویل تحریر پیش کی جاتی ہے، جس میں آپ کے کردار، مجلسِ عمل سے الگ رہنے کے محرکات اور بالآخر آپ کی اصابتِ رائے کا ذکر ہے۔ تحریک کے دور کے ایک استفسار کے جواب میں لکھتے ہیں :

"دورِ حاضر میں یہ چند روز عجیب گزرے۔ اپنی زندگی کی تاریخ میں ایسے دن گزارنے کا پہلا اتفاق تھا۔ نہ اُٹھتے چین، نہ بیٹھتے چین، نہ بولتے چین، نہ چُپ رہتے چین۔ کہیں تو کیا کہیں، چُپ رہا جائے تو کیونکر؟ امام اہلِ سنت،

مجدد دین وملت، اعلیٰ حضرت، عظیم البرکت قدس سرہ العزیز کے فیض سے چین ملا۔ ان کے بیان فرمودہ طریقہ پر قائم رہنے سے تسکین ہوئی۔ خلافت کمیٹی، گاندھویت کے دور اور ندوہ کے نشو و نما کے زمانہ میں سیّدنا اعلیٰ حضرت قدس سرہ العزیز کا جولانگہِ عمل رہا، اس پر استقامت سے، انہیں کے صدقہ سے، باعثِ قرار و سکون ہوا۔ فقیر تقریباً نو ماہ سے متواتر تقریر و تحریر میں، جمعہ کے خطبات و اجلاس میں بغیر خوفِ لومۃ لائم یہ بیان کرتا رہا کہ بدمذہبوں، بے دینوں، وہابیوں، دیوبندیوں، غیر مقلدوں، شیعہ، رافضیوں، مودودیوں، تبلیغی جماعت والوں، مرزائیوں، قادیانیوں سے میل جول، سلام کلام شرعاً منع اور ناجائز ہے۔ مجلسِ عمل میں چونکہ دین کے دشمن، ملک کے دشمن، غدار لوگ بھی شامل ہیں۔ لہٰذا فقیر اس میں شامل نہیں۔ رہے حکومت سے مطالبات، تو وہ مطالبات کرنا جائز و صحیح ہے، چنانچہ ہماری طرف سے بھی مطالبات کیے گئے، مگر ملک میں امنِ عامہ کو خطرے میں ڈالنا، عام مسلمانوں کے جذباتِ ایمانی کو غلط طریقہ سے استعمال کرنا، لوٹ کھسوٹ اور غدر کی صورتیں نکالنا شرعاً ہرگز درست نہیں۔ لائل پور میں بارہا تقریروں میں اپنے مسلک کو واضح کیا۔ لاہور کے جلسہ حزب الاحناف میں، جلسہ گڑھی شاہو میں اور کراچی جلسہ عرس مبارک اعلیٰ حضرت قدس سرہ العزیز میں بھی اور اور مقامات میں بھی اپنا مسلک اہلِ سنت واضح کیا۔ کھلے اور صاف لفظوں میں واضح کیا۔ یہاں پر مجلسِ عمل کے بعض ذمہ داروں نے جلسہ عام میں یہ علانیہ بیان کیا کہ اگر سردار احمد ہمارے ساتھ مل جائے تو ہم سب اس کو اپنا امام بناتے ہیں اور سب دیوبندی، غیر مقلد، مودودی، تبلیغی جماعت والے اس کے پیچھے لگنے کو تیار ہیں، وہ ہمارے امام اور ہم اُن کے مقتدی ــــ بلکہ مجلسِ عمل کے ذمہ دار ایک وفد لے کر فقیر کے پاس آئے اور انہوں نے کہا کہ

ہم آپ کو سارے شہر لائل پور کا صدر اور امیر بناتے ہیں، لہذا آپ سارے شہر لائل پور والوں کے امیر و امام بن جائیں۔ مگر فقیر نے ان سے یہ کہا کہ مجھے نہ امارت کی حرص ہے نہ صدر و امام بننے کا لالچ۔ دیوبندی، وہابی مولویوں کے پیشواؤں نے جو عبارتیں شانِ الوہیت و شانِ رسالت و شانِ صحابہ کرام و شانِ اہل بیتِ اطہار و شانِ بزرگانِ دین کے خلاف صریح بے ادبی و گستاخی کی عبارتیں لکھی ہیں، ان عبارتوں سے دیوبندی، وہابی توبہ کرلیں، تو امامت، امامت، فقیر تو ان کا مقتدی بننے کو تیار ہے اور اسی طرح جتنے گمراہ، بے دین فرقے مجلسِ عمل میں داخل ہیں، جب تک وہ گمراہی، بے دینی سے توبہ نہ کریں، فقیر اُن کے ساتھ ملنے کو ہرگز تیار نہیں۔ وفد نے کہا کہ ہم آپ کو دعوت دینے آئے ہیں، دعوت کو قبول کریں۔ فقیر نے کہا کہ تمہاری دعوت اس شرط پر قبول ہے کہ تم لوگ، ان عبارتوں سے توبہ کرو، جو تمہارے بڑوں نے شانِ الوہیت و شانِ رسالت و شانِ بزرگانِ دین کے خلاف لکھی ہیں۔ آپ لوگ توبہ کرلو، میں دعوت قبول کرلیتا ہوں۔ انہوں نے توبہ نہیں کی، لہٰذا فقیر نے دعوت قبول نہ کی اور میں نے جمعہ میں علانیہ یہ مطالبہ کیا کہ او دیوبندیو! تمہارے مولویوں نے اپنے جلسہ میں علانیہ مجھ پر اور بزرگانِ دین پر کفر و شرک کے فتوے دیئے اور آج مجھ کو اپنا امام بناتے ہو، تمہارا دین کیا ہے ــــــ؟ مجھ کو تمہارا اعتبار نہیں۔ مولانا ابوالحسنات صاحب نے اس فتوٰی کی تصدیق کی ہے کہ دیوبندی شانِ رسالت میں گستاخ، ختمِ نبوت کے منکر کافر و مرتد ہیں اور دیوبندیو! تم نے اُن کو اپنا صدر بنایا ہے اور تمہارے عقیدے میں مولانا ابوالحسنات کافر و مشرک کیونکہ وہ حضور نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کو حاضر و ناظر جانتے ہیں اور علمِ غیب کُلی مانتے ہیں ــــ وفد نے میری اس بات کا کوئی جواب نہ دیا اور نہ ہی کسی

دیوبندی کو آج تک جواب دینے کی جرأت ہوئی۔ جب دیوبندی، وہابی، احراری جواب سے عاجز آ گئے تو انہوں نے اپنی عادت کے مطابق جھوٹے پروپیگنڈے کرنے شروع کیے، زہر اُگلا، بلکہ وفد کے ایک ذمہ دار وہابی نے مجمع کے سامنے مجھے مخاطب ہو کر علانیہ کہا کہ ہمارا تو کوئی عقیدہ ہی نہیں ہے۔ اس سے مجمع پر واضح ہو گیا کہ وہابی بڑے بے دین ہوتے ہیں۔ جب وہابیوں کا کوئی عقیدہ ہی نہیں، تو اس تحریک کا کیا مطلب؟ صرف ڈھونگ رچایا ہے۔

یہاں جب مجلسِ عمل والوں نے جلسے وجلوس کے سلسلے شروع کیے اور فقیر کے متعلق بے دینوں نے غلط پروپیگنڈے کیے، تو بے دین تو دشمن تھے ہی، اپنے بھی اُن کے اثر میں آکر مخالف ہو گئے۔ حتیٰ کہ سوائے چند گنتی کے افراد کے سارا شہر مخالف ہو گیا۔ تقریباً ایک ماہ تک عجیب مخالف ہوا چلی۔ ایک ہفتہ بہت نازک فضا رہی۔ مگر داتا صاحب، حضور غوثِ اعظم، حضور خواجہ غریب نواز اور اعلیٰ حضرت، امامِ اہلسنت رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے صدقہ سے فقیر امامِ اہلِ سنت قدس سرہ العزیز کے فرمودہ طریق پر قائم رہا اور مسلمانوں کو جلسہ وجلوس میں نہایت امن سے رہنے کی تبلیغ بلیغ کی۔ ایک ماہ بعد فضا کا رُخ بدلا کہ اکثر لوگ موافق ہو گئے۔ مخالفین نے بھی استقامت کی داد دی اور یہ کہلایا کہ پبلک کے جذبے میں نہ بہنا، اور اپنے نصب العین پر قائم رہنا اور ملامت کرنے والوں کی پروا نہ کرنا ـــــــ یہ بڑا مشکل کام ہے، مگر اس نے (سردار احمد نے) کر دکھایا۔ اب فضا بحمدہٖ تعالیٰ اچھی ہے۔

اس نازک دور میں سیدنا اعلیٰ حضرت قدس سرہ العزیز اور حضرت حجۃ الاسلام اور حضرت صدر الشریعہ قدس اسرارہم کے فیض نے بڑی دستگیری فرمائی ـــــــ اور حضرت مفتیٔ اعظم قبلہ کی خدمت کی

برکت سے بہت نفع پہنچا۔" [1]

۱۹۵۳ء کی تحریک میں بوجوہ مسلمانوں کے مطالبے منظور نہ ہوئے اور حکومت نے مرزائیوں کو "غیر مسلم اقلیت" قرار نہ دیا مگر یہ مسئلہ ہمیشہ علماء اہل سنت کی توجہ کا مرکز رہا۔ مناسب موقعہ کا انتظار ہوتا رہا۔ اس عرصہ میں حضرت شیخ الحدیث علیہ الرحمہ کا وصال ہوگیا، مگر وصال کے بعد بھی آپ کی توجہ اس مسئلہ پر مرکوز رہی۔ آپ کے وصال کے کافی عرصہ بعد ۱۹۷۴ء میں جب یہ مسئلہ اٹھا، تو علماء اہل سنت نے تحفظ ختم نبوت کے عقیدہ کی خاطر ہر قسم کی مشکلات کو برداشت کیا، تا آنکہ حکومت وقت نے مجبور ہو کر اہل سنت کے مطالبات منظور کر لیے اور مرزائیوں (قادیانی اور لاہوری) کو غیر مسلم اقلیت قرار دے دیا۔ انہی ایام کا ایک واقعہ جناب چوہدری مختار انور ایڈووکیٹ حال مقیم اسلام آباد بیان کرتے ہیں ـــــ چوہدری صاحب موصوف لکھتے ہیں،

"بھٹو کے دور میں مرزائیوں کو غیر مسلم قرار دینے کا معاملہ اسمبلی میں زیر غور تھا۔ ایک شام میرے پرانے مؤکل جو کہ مجلس عمل تحریک ختم نبوت کے ممبر تھے، اپنے ذاتی معاملہ میں قانونی مشورہ کے لیے میرے پاس آئے اور اپنا معاملہ بتانے لگے میں نے ان کو کہا کہ صبح کچہری کھلنے پر آپ کا کام کرا دوں گا۔ آپ مجھے ٹھیک ٹھیک بتائیں کہ آیا بھٹو سے آپ کو امید ہے کہ وہ مرزائیوں کو غیر مسلم قرار دے گا۔ اُن صاحب نے کہا کہ انہیں بھی بھٹو پر بھروسہ نہیں۔ اُن کے ایسا بتانے پر مجھے بہت تشویش ہوئی، کیونکہ میں خود بھی بھٹو پر شاکی تھا۔ یہ رمضان شریف کے ایام تھے، میں اسی فکر میں سو گیا۔ خواب میں حضرت صاحب (حضرت شیخ الحدیث علیہ الرحمہ) تشریف لائے۔ ہمراہ مولانا محمد معین الدین تھے۔ فرمانے لگے "چوہدری صاحب! فکر مت کرو

---

[1] رجسٹر نقول فتاوی، دور لائل پور،

نوٹ: رجسٹر مذکور سے استفادہ حضرت مولانا مفتی محمد امین صاحب مہتمم جامعہ امینیہ رضویہ فیصل آباد کے توسط سے ہوا، ہم ان کے شکر گزار ہیں۔

مرزائیوں کی بابت فیصلہ اسی مقررہ تاریخ پر ہوگا اور فیصلہ ٹھیک ہوگا۔
سحری کے لیے سائرن بجا، تو میں بیدار ہوا اور نہایت اطمینان کی حالت میں صبح میں کچہری گیا، تو میرے دفتر میں وہ صاحب موجود تھے۔ میں نے اُن کو کہا کہ آپ تو مجھے مایوس کر گئے تھے، مگر میں آپ کو بتاتا ہوں کہ فیصلہ اسی مقررہ تاریخ پر ہوگا اور صحیح فیصلہ ہوگا ـــــــ ساتھ ہی مجھے خیال آیا کہ میں ناچیز اس قابل کہاں کہ یہ بات کہہ سکوں۔ وہ بھی غیر عقیدہ کے تھے۔ میں نے ان سے کہا کہ یہ بات حضرت صاحب (شیخ الحدیث قدس سرہٗ) نے رات مجھ کو خواب میں بتائی ہے۔
اب سب کو معلوم ہے کہ تاریخ مقررہ پر فیصلہ ہوا اور مرزائیوں کو متفقہ طور پر اسمبلی اور سنیٹ نے غیر مسلم قرار دیا۔" [1]

اگرچہ یہ واقعہ خواب سے متعلق ہے تاہم اولیاء کاملین کی جانب سے اکثر معاملات میں راہنمائی یا پیش گوئی خواب میں ہو جاتی ہے۔ اس سے حضرت شیخ الحدیث قدس سرہ کے منصبِ ولایت کا پتہ چلتا ہے۔ نیز یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ عقیدہ ختمِ نبوت کے تحفظ سے انہیں کس قدر والہانہ لگاؤ تھا اور وہ دوسرے سُنّی علماء و عوام کی طرح مرزائیوں کو غیر مسلم اقلیت قرار دینے میں کتنے بے تاب تھے۔

جمعیتِ رضویہ اہل سنت و جماعت (رجسٹرڈ) لائل پور

جامعہ رضویہ مظہر اسلام، لائل پور ایک عرصہ تک حضرت شیخ الحدیث علیہ الرحمہ کی فراقی نگرانی میں چلتا رہا۔ علالتِ طبع اور کثرت کار کی وجہ سے آپ نے وصال سے تین سال پہلے جمعیتِ رضویہ اہل سنت و جماعت، لائل پور قائم کر کے جامعہ رضویہ کا انتظام اس کے سپرد فرما دیا۔ خود نگرانِ اعلیٰ اور سرپرست کی حیثیت حاصل کر لی۔ یہ جمعیت رجسٹرڈ ادارہ ہے۔ جامعہ رضویہ سے متعلق تمام امور باقاعدہ میٹنگ میں پاس ہو کر سرانجام پاتے ہیں۔ [2]

---

[1] مکتوب چوہدری مختار احمد انور ایڈووکیٹ بنام فقیر قادری عفی عنہ، محررہ ۱۲ مئی ۱۹۸۵ء
[2] ہفت روزہ حالات، لاہور (خصوصی نمبر) ۸ مارچ ۱۹۶۳ء ص ۷

آپ کے وصال کے وقت جمعیت رضویہ کے اراکین درج ذیل تھے،

سرپرست وبانی،	حضرت شیخ الحدیث قدس سرہٗ	جامعہ رضویہ، لائل پور
صدر و مہتمم،	مولانا قاضی محمد فضلِ رسول	جامعہ رضویہ، لائل پور
خازن،	مولانا ابوسعید مفتی محمد امین	جامعہ امینیہ رضویہ، لائل پور
ناظم،	مولانا محمد معین الدین	جامعہ رضویہ، لائل پور
رکن،	مولانا مفتی نواب الدین	جامعہ رضویہ، لائل پور
سیکرٹری،	مولانا محمد عبدالقادر	جامعہ رضویہ، لائل پور
رکن،	مولانا محمد یعقوب	انارکلی بازار، لائل پور
رکن،	حافظ محمد شفیع	کمیشن ایجنٹ، ریل بازار، لائل پور
رکن،	حاجی فیروز الدین	محمد پورہ، لائل پور

انجمن فدایانِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم

نام، انجمن کا نام انجمن فدایانِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم ہوگا۔

دفتر، انجمن کا صدر دفتر سُنّی رضوی جامع مسجد گول باغ، لائل پور میں ہوگا۔

انجمن کی شاخیں شہر کے ہر محلے، پاکستان کے دیگر شہروں، قصبات اور دیہات میں ہوسکتی ہیں۔

مقاصد، جمعیت کے ممبران اور سٹاف کے مفادات کی ترویج خصوصاً،

(ا) اہل سنّت وجماعت کے اصولوں کی تبلیغ کرنا

(ب) مناسب جگہوں پر مجالسِ میلاد کا انعقاد کرنا

---

[1] قواعد وضوابط جمیعت رضویہ، لائل پور، مصدقہ محکمہ رجسٹریشن، سرگودھا

نوٹ، کاغذات رجسٹریشن کی نقل کتاب ہٰذا میں شامل کردی گئی ہے۔

(ج) اراکین میں غلط رسم و رواج اور عادات کی بیخ کنی کرنا

(د) اراکین کی روحانی، جسمانی اور اخلاقی حالت سدھارنا

(ﮦ) اسلام کے صحیح معتقدات کی اشاعت کی خاطر مبلغین، علماء اور نعت خوانوں کو دعوت دینا

(و) ربیع الاول اور رجب المرجب میں محافل میلاد اور معراج منعقد کرنا اور عوام کو نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے معجزات اور کمالات سے آگاہ کرنا

(ز) مسلمانوں کے لیے تقاریر کی اشاعت کرانا تاکہ انہیں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے اعلیٰ مقام سے روشناس کرایا جائے۔

(ح) لوگوں کے اندر امن و امان قائم رکھنے کے لئے ہر قسم کا قدم اٹھانا۔

(ط) ایسے اجتماعات سے پرہیز کرنا جو امنِ عامہ، ملک اور مذہب کے لیے نقصان دہ ہوں۔

ہم بہت سے لوگ جن کے نام، پتے نیچے دیئے ہوئے ہیں، ایک انجمن بنانے کے خواہشمند ہیں تاکہ اس کی یادداشتوں پر عمل کر سکیں۔

دستخط اور پتے :

قواعد و ضوابط

انجمن فدایانِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم، لائل پور اور اراکین کے لیے قواعد و ضوابط، جو کہ خاص قرار داد کے ذریعے تبدیل یا ترمیم ہو سکتے ہیں۔

رکن سازی

(۱) ہر فرد جو کہ اہلِ سنت و جماعت ہو اور اس کے قواعد و ضوابط کا پابند ہو، ہماری انجمن کا رکن بن سکتا ہے۔

(۲) ہر رکن ایک روپیہ ماہوار بطور چندہ دے کر اس انجمن میں شامل ہو سکتا ہے۔

(۳) رکنیت کی منسوخی کے لیے شرائط

(i) موت (ii) پاکستان سے مستقل نقل مکانی (iii) نام واپس لینا

(iv) مستقل پاگل پن (v) ایک سال تک چندہ نہ دینا

(vi) اراکین کی ایک تہائی اکثریت اس کی رکنیت منسوخ کر دے۔

(vii) انجمن کے مقاصد اور مفادات سے انحراف

(۴) (ا) ایک روپیہ چندہ فیس سے صدر دفتر کو مطلع رکھنا

(ب) عطیات اور خاص چندوں سے مطلع کرنا

۵۔ جنرل میٹنگ

جنرل میٹنگ کو مکمل اختیارات ہوں گے۔ اس کا ہر سال اجلاس ہوگا یا کم از کم بیس اراکین کی تعداد ایسے اجلاس کی درخواست کرے اور اگر ۲۵ سے زیادہ اراکین ہوں تو ایک سو اراکین اجلاس کے انعقاد کی درخواست کریں۔ ایسے اجلاسوں میں کوئی کارروائی کرنے کے لیے ایک تہائی اراکین کا حاضر ہونا ضروری ہے یا ایک سو اراکین کا، جب کہ تعداد ۲۵۰ سے زیادہ ہو جائے۔

(۶) عام میٹنگ کا ایجنڈا یہ بھی ہو سکتا ہے:

(ا) انتظامیہ کمیٹی کے ممبران کا انتخاب، معطلی اور عہدے سے ہٹانا

(ب) آمدن و خرچ پر بحث کرنا

(ج) ممبران کی مستقلی، داخلہ اور اخراج

(د) قواعد و ضوابط میں ترمیم

(ه) قوانین کی منظوری

(۷) تمام دوسرے معاملات کا فیصلہ جنرل میٹنگ میں اکثریتی ووٹوں سے ہوگا اور برابر ووٹوں کی صورت میں صدر کا ووٹ فیصلہ کن ہوگا۔

(۸) ہر رکن کا ایک ووٹ ہوگا اور کوئی رکن جس نے کسی قسم کا جرمانہ یا چھ ماہ تک کا چندہ نہ دیا ہو، ووٹ نہیں دے سکتا۔

(۹) عام اجلاس میں زیر بحث اور فیصلہ ہونے والے معاملات کا ریکارڈ ایک کتاب میں رکھا جائے گا، جس پر صدر اور سیکرٹری کے دستخط ہوں گے۔

انتظامیہ کمیٹی

(۱۰) انتظامیہ کمیٹی، انجمن کے اکیس اراکین پر مشتمل ہو گی۔

(۱۱) انتظامیہ کمیٹی کے عہدیداران ایک سال کے لیے منتخب ہوں گے۔ اس کے بعد وہ دوبارہ منتخب ہو سکتے ہیں۔ اگر چند وجوہ کی بناء پر انتظامیہ کمیٹی کا دوبارہ انتخاب نہ ہو سکے تو وہی کمیٹی نئے انتخاب تک کام کرتی رہے گی، لیکن یہ انتخاب اٹھارہ ماہ کے اندر ہر صورت میں ہونا چاہیے۔ انجمن کے عہدے داروں کو کوئی معاوضہ نہیں ملے گا۔

۱۲۔ کمیٹی کے کسی عہدیدار کا عہدہ ختم ہو سکتا ہے، اگر وہ:

(ا) انجمن کا ممبر نہ رہے (ب) ذہنی توازن درست نہ رہے

جنرل سیکرٹری

(۱۳) سیکرٹری کے اختیارات اور فرائض مندرجہ ذیل ہوں گے:

(ا) ممبران کا ریکارڈ ایک رجسٹر میں رکھنا اور اسے تازہ ترین رکھنا

(ب) انجمن کی طرف سے دستخط کرنا اور اس کی خط و کتابت کرنا

(ج) عام اجلاس اور کمیٹی کے اجلاس بلانا اور ان میں شرکت کرنا

(د) ایسی میٹنگ کا دستخط شدہ ریکارڈ رکھنا

(ھ) سالانہ حساب کتاب کا گوشوارہ بنانا

(و) ریکارڈ میں اندراجات کی تصدیق کرنا

(ز) انجمن کے مقرر کردہ دوسرے سیکرٹریوں کے ذمہ کام لگانا

رجسٹرات

(۱۴) مندرجہ ذیل رجسٹرات بنانا

(ا) ممبران کے نام کا رجسٹر، جس میں ولدیت، پتے اور تاریخ داخلہ انجمن

(ب) کیش رجسٹر بنانا، جس میں اخراجات، بقایا اور روزانہ کا آمدن اور خرچ کا حساب رکھنا

(ج) جنرل میٹنگ اور کمیٹی کے اجلاسوں کا ریکارڈ رکھنے کے لیے رجسٹر۔

(۱۵) انجمن کے تمام ممبران اس کے رجسٹرات کی پڑتال کر سکتے ہیں۔

خازن

(۱۶) خازن انجمن کو حاصل ہونے والی تمام رقومات کا انچارج ہوگا۔ وہ انجمن کی آمدن اور خرچ کا باقاعدہ حساب رکھے گا اور ہر ماہ جنرل سیکرٹری کو پیش کرے گا۔ اوپر بیان کی گئی ضروریات کے لیے کوئی بھی رقم کمیٹی سے پہلے منظوری لیے بغیر خرچ نہیں کی جائے گی۔

فنڈز کا استعمال

(۱۷) انجمن کے فنڈز متذکرہ مدوں میں خرچ ہو سکیں گے۔

۱۸۔ اگر سالانہ، ماہانہ یا کوئی اور اجلاس ہو رہا ہو تو ایسے اجلاس سے جانے سے پہلے دفتری اہل کاروں کے لیے صدر کی اجازت ضروری ہوگی۔

نام	عہدہ	پتہ	دستخط
حافظ محمد شفیع	صدر	سنت پورہ، گلی نمبر ۲، لائل پور	
ماسٹر محمد حیات	نائب صدر	انارکلی بازار، لائل پور	
چوہدری محمد عبداللہ	نائب صدر	لائل پور	
شیخ غلام رسول	ناظمِ اعلیٰ	کارخانہ بازار، لائل پور	
احمد دین	نائب ناظم	منٹگمری بازار گلی نمبر ۵، لائل پور	
چوہدری محمد اسمٰعیل	خازن	سبزی منڈی، لائل پور	
ماسٹر محمد حنیف	ناظم نشر و اشاعت	منٹگمری بازار، گلی نمبر ۵ لائل پور	
عنایت علی	نائب ناظم	ڈگلس پورہ، لائل پور	

باب ٦ : بیعت وخلافت

۱۔ حضرت شاہ محمد سراج الحق چشتی

۲۔ سلاسلِ طریقت

۳۔ اندازِ بیعت

۴۔ تاجدارِ کشورِ ولایت

۵۔ کرامات

۶۔ خلفاء

بیعت و خلافت

حضرت شیخ الحدیث قدس سرہٗ سلسلۂ عالیہ چشتیہ صابریہ میں حضرت خواجہ شاہ سراج الحق کرنالوی ثم گورداسپوری قدس سرہ (م ۲۸ رشوال ۱۳۵۰ھ / ۸ رمارچ ۱۹۳۲ء) سے ۱۳۴۲ھ / ۱۹۲۴ء میں بیعت ہوئے۔[1] آپ اس وقت سکول کی تعلیم حاصل کر رہے تھے۔

مُرشدِ برحق شاہ سراج الحق قدس سرہٗ کرنال سے ہر سال علاقہ گورداسپور کا تبلیغی دورہ فرماتے تھے۔ اس علاقہ میں ان کے بے شمار مریدین تھے۔ حضرت شیخ الحدیث قدس سرہٗ اپنے مرشدِ برحق کا نہایت درجہ ادب و احترام کرتے۔ ان پر جاں نثار فرماتے اور دورانِ طالب علمی، رمضان المبارک کی تعطیلات کے دنوں اپنے مرشدِ برحق کی زیارت سے مشرف ہوتے اور کئی روز آپ کے آستانہ پر قیام فرما کر منازلِ سلوک طے فرماتے۔

حضرت شیخ الحدیث علیہ الرحمہ کی شیخ برحق سے محبت اس قدر غالب تھی کہ اپنا تعارف شیخ کامل کے طالبانِ صادق کے طور پر فرمایا کرتے۔ دورِ طالب علمی میں آپ نے اپنی بیاض پر اپنا نام یوں لکھا،

فقیر حقیر سراپا تقصیر خادم العلماء والفقراء۔
سردار احمد غفرلہ الاحد الصمد گورداسپوری

---

[1] (ا) بروایت صوفی اللہ رکھا، مقیم جامعہ قادریہ، فیصل آباد

نوٹ: صوفی اللہ رکھا، حضرت شیخ الحدیث علیہ الرحمہ کے ہم عمر اور ہم وطن ہیں۔ صوفی صاحب نے یہ روایت اس فقیر کو ۲۲ رصفر المظفر ۱۴۰۴ھ / ۲۸ رنومبر ۱۹۸۳ء کو بیان کی۔

(ب) چوہدری احمد دین دیال گڑھی، حال مقیم چک نمبر ۲۰۹ آر بی، فیصل آباد اپنے مکتوب محررہ ۱۰ رجنوری ۱۹۸۶ء لکھتے ہیں کہ ۱۹۱۵ء میں آپ نے بیعت کی۔ فقیر قادری عفی عنہ

طالب حضرت قدوۃ السالکین وزبدۃ العارفین شاہ محمد سراج الحق
قادری چشتی صابری کرنالوی ثم گورداسپوری
۱۵۔ شعبان المعظم ۱۳۷۰ھ
دارالخیر والقدس اجمیر شریف " [1]

ایک مرتبہ مرشدِ برحق شاہ سراج الحق قدس سرہٗ اجمیر شریف آستانہ حضرت خواجہ غریب نواز رحمۃ اللہ علیہ حاضر ہوئے۔ ان دنوں حضرت شیخ الحدیث علیہ الرحمہ اجمیر شریف کے مدرسہ معینیہ عثمانیہ میں حضرت صدر الشریعہ (م ذی قعدہ ۱۳۶۷ھ / ستمبر ۱۹۴۸ء) سے پڑھتے تھے۔ اچانک مرشدِ برحق کو آستانہ عالیہ پر پاکر انتہائی مسرور ہوئے۔ بے تابانہ بالاخانہ سے نیچے اُترے کہ سیڑھیوں سے قدم پھسل گیا۔ سر پر چوٹ آگئی، مگر قدم بوسی کرکے ہی دم لیا۔ [2]

---

[1] یہ بیاض ہمیں حضرت مولانا قاضی محمد فضل رسول خلف اکبر حضرت شیخ الحدیث قدس سرہٗ سے دستیاب ہوئی۔ انہی کے شکریہ کے ساتھ اس کا عکس شامل کتاب ہے۔

[2] حضرت شیخ الحدیث علیہ الرحمہ (غالباً) ۱۹۲۵ء میں دارالعلوم حزب الاحناف لاہور کے سالانہ جلسہ میں حضرت حجۃ الاسلام مولانا حامد رضا بریلوی کی زیارت سے مشرف ہوئے اور انگریزی تعلیم کو خیرباد کہہ کر ان کے ہمراہ بریلی چلے گئے، وہاں علوم دینیہ کی تحصیل میں مصروف ہوگئے۔ کچھ عرصہ بعد اجمیر شریف میں تکمیل کے مراحل طے کرنے لگے۔ اتنا عرصہ آپ علوم دینیہ کی تحصیل میں ایسے منہمک رہے کہ اپنے گھر بھی اطلاع نہ کی۔ آپ کے بہن بھائی جب بھی حضرت شاہ سراج الحق سے آپ کی اطلاع یا بازیابی کے لیے عرض کرتے، تو حضرت خواجہ ہمیشہ اطمینان دلاتے اور فرماتے "سردار احمد کا انشاء اللہ جلد پتہ چل جائے گا اور اس وقت وہ علم وفضل کے اعلیٰ مقام پر فائز ہوگا مخلوقِ خدا اُس کے خوانِ کرم سے بہرہ ور ہوگی"، چنانچہ حضرت شاہ سراج الحق کی اجمیر میں آمد کے بعد گھر والوں کو کئی سال بعد انکشاف ہوا کہ محمد سردار احمد نہ صرف خیریت سے ہے، بلکہ علم وفضل کی بلند منزلوں کو طے فرمار ہے ہیں۔ حضرت شیخ الحدیث علیہ الرحمہ کے سر پر چوٹ لگنے کا سبب اور گھر والوں کو آپ کی خیریت کی اطلاع کی، یہ روایت صوفی اللہ رکھا نے اپنے مکتوب محررہ ۲۲ صفر ۱۴۰۴ھ میں لکھی۔ فقیر قادری عفی عنہ

حضرت شاہ سراج الحق قدس سرہٗ نے آپ کو سلسلۂ عالیہ چشتیہ صابریہ میں اجازت و خلافت سے نوازا۔ صحیح تاریخ معلوم نہ ہو سکی، البتہ آپ کے ہم وطن اور ہم عمر صوفی اللہ رکھا، مقیم جامعہ قادریہ رضویہ فیصل آباد کے ایک مکتوب محررہ ۹ جنوری ۱۹۸۴ء بنام فقیر قادری عفی عنہ سے معلوم ہوا کہ پیر و مرشد برحق نے بستر علالت سے ایک قاصد بطور خاص اجمیر شریف بھیجا تاکہ طالب صادق محمد سردار احمد کو کرنال لے آئے۔ آپ فوراً حاضر ہوئے۔ چند روز شیخ کی صحبت اور خدمت سے فیض یاب ہوئے انہی ایام میں شیخ طریقت نے آپ کو تمام سلاسل میں خلافت و اجازت تامہ اور خصوصی نوازشات سے نوازا۔ یہی وجہ ہے کہ شیخ طریقت شاہ سراج الحق کے وصال کے بعد حسب وصیت شیخ کامل اُن کی نماز جنازہ آپ نے پڑھائی۔[1]

حضرت شیخ الحدیث علیہ الرحمہ کو تمام سلاسل طریقت بالخصوص سلسلۂ عالیہ قادریہ میں اجازت و خلافت حجۃ الاسلام مولانا حامد رضا خلف اکبر و خلیفہ امام احمد رضا، مفتی اعظم مولانا محمد مصطفٰے رضا خلف اصغر امام احمد رضا اور صدر الشریعہ مولانا محمد امجد علی اعظمی خلیفہ امام احمد رضا سے حاصل تھی۔ اس طرح امام احمد رضا سے ماذون و مجاز سلاسل کی اجازت و خلافت حضرت شیخ الحدیث قدس سرہ کو حاصل تھی۔[2]

۱۷ ربیع الثانی ۱۳۵۱ھ / ۱۰ اگست ۱۹۳۲ء کو ریاست جے پور (بھارت) میں حضرت حجۃ الاسلام مولانا حامد رضا بریلوی قدس سرہ (م ۱۳۶۲ھ / ۱۹۴۳ء) بغرض دعوت و ارشاد تشریف فرما ہوئے۔ جناب عبدالرحیم جوہری کے مکان پر قیام تھا۔ اس سفر میں حضرت شیخ الحدیث علیہ الرحمہ بھی ہمراہ تھے۔ حجۃ الاسلام علیہ الرحمہ نے آپ کو ایک تفصیلی سند عطا فرمائی، جس میں

---

[1] مکتوب صوفی اللہ رکھا، مقیم جامعہ قادریہ رضویہ، فیصل آباد۔ ۹ جنوری ۱۹۸۴ء

[2] امام احمد رضا قدس سرہ کو حاصل ہونے والے تمام سلاسل اور ان کے ماذون و مجاز سلاسل کی تفصیل ملاحظہ ہو، الاجازات المتینۃ لعلماء بکۃ والمدینۃ، مطبوعہ کتب خانہ، مکتبہ حامدیہ لاہور (۱۳۹۶ھ / ۱۹۷۶ء)

آپ کو جمیع سلاسلِ طریقت، اوراد و اشغال اور جمیع علومِ دینیہ کی اجازت مطلقہ عطا فرمائی۔[1]
عکسِ سند آخر میں درج ہے

مولانا عبدالقادر متوطن مانگٹ (گجرات) اور مولانا محمد سعید متوطن مانگٹ نے ۱۳۶۱ھ/ ۱۹۴۲ء کو دارالعلوم منظرِ اسلام بریلی سے دورۂ حدیث مکمل کیا۔ یہ دونوں حضرات، حضرت سید نورالحسن کیلیانوالہ (ضلع گوجرانوالہ) سے مرید ہیں۔

مفتی اعظم مولانا محمد مصطفےٰ رضا مدیر مدرسہ منظرِ اسلام بریلی اور مولانا محمد سردار احمد شیخ الحدیث و مدرس مدرسہ مذکورہ ہذا سے ان فارغ ہونے والے دونوں علماء کو علم و فضل سے ممتاز اور تقویٰ و ورع سے مزین پایا۔ ان کے پیرو مرشد سید نورالحسن شاہ صاحب کے نام اپنے مکتوب میں لکھا کہ ہم نے آپ کے دونوں غلاموں (مولانا عبدالقادر اور مولانا محمد سعید) کی حتی المقدور تربیت کر دی ہے۔ اس کے ساتھ آپ نے سندِ فراغت دونوں حضرات کو عطا فرمائیں۔

سند کی عبارت یہ ہے:

"بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ اجزت الفاضل .....
.... المولوی عبدالقادر کما اجازنی بہ استاذی .....
.... صدر الشریعہ مولانا المولوی ابوالعلاء محمد امجد علی
.... عن شیخہ الاکرم ...... الشاہ احمد رضا خان
.... رحمۃ اللہ علیہ ....
انا الفقیر محمد سردار احمد غفرلہ الصمد القادری
الچشتی الفنجابی۔ خادم الطلبہ بالمدرسۃ الرضویہ
ببلدۃ بریلی ۱۳۶۱ھ"

---

[1] مکتوب حضرت حجۃ الاسلام بنام مفتی تقدس علی خاں (بقلم مولانا محمد سردار احمد) محررہ ۱۰ اراگست ۱۹۳۲ء
نوٹ: مفتی تقدس علی بریلوی نے بیان کیا کہ اس سفر میں بھی شریکِ سفر تھا۔ کھانے کے بعد خلال کی ضرورت ہوئی۔ صاحبِ خانہ نے خلال پیش کیا۔ حاضرین علماء نے خلال کے مادہ و وزن کی نسبت سے عربی شعراء کا کلام پیش کیا۔ حضرت شیخ الحدیث نے بھی اس علمی گفتگو میں بطورِ خاص حصہ لیا۔

دوسری سند میں مولانا محمد سعید کا نام درج ہے۔ [1]

عکسِ سندات شاملِ اشاعت ہے۔

مفتیٔ اعظم مولانا محمد مصطفےٰ رضا خلفِ اصغر و خلیفہ امام احمد رضا نے بھی ۲ ربیع الاول شریف ۱۳۸۰ھ / ۲۷ اگست ۱۹۶۰ء میں ایک تفصیلی سند میں حضرت شیخ الحدیث علیہ الرحمہ کو جمیع علوم اور سلاسلِ طریقت میں ماذون و مجاز بنایا۔ مجاہدِ ملت حضرت مولانا مجیب الرحمٰن اعظمی نے ۱۳۵۹ھ / ۱۹۴۰ء میں حضرت شیخ الحدیث علیہ الرحمہ سے جامعہ رضویہ مظہرِ اسلام بریلی میں دورۂ حدیث پڑھا تھا حضرت شیخ الحدیث علیہ الرحمہ کے وصال پر (۱۳۸۲ھ) اپنے ایک مضمون میں لکھتے ہیں،

"تیسرا سال ہے، جبکہ فقیر جامعہ مظہرِ اسلام کا خادم تھا۔ حضرت مرحوم (شیخ الحدیث) کی گزارش پر آقائے نعمت، شاہزادۂ اعلیٰ حضرت مفتیٔ اعظم ہند دام ظلہ، نے ایک جامع اجازت نامہ عربی میں ان کے لیے تحریر فرمایا۔ فقیر نے اس کا مبیضہ کیا۔ حضرت مدظلہ، نے ان کے نام کے شروع میں ولد الاعز لکھا تھا۔ جس سے پتہ چلتا ہے حضرت مدظلہ کو ان کے ساتھ کتنی محبت تھی۔" [2]

دوسرے سفرِ حج ۱۳۷۵ھ / ۱۹۵۵ء کے موقعہ پر حرمین طیبین کے مقتدر مشائخ عظام نے بعض اوراد و اشغال کی اجازت بھی عطا فرمائی۔ [3]

چنانچہ سید احمد بن محمد رضوان المدنی شیخ الدلائل کا اسمِ گرامی خصوصیت سے قابلِ ذکر ہے۔ سید احمد موصوف نے ۲۲ ذی الحجہ ۱۳۷۵ھ / ۳۱ جولائی ۱۹۵۶ء کو محلہ الشبیکہ، مکہ مکرمہ قیام کے دوران آپ کو دلائل الخیرات اور دیگر کئی اوراد کی اجازت

---

[1] سندات کا عکس مولانا عبد الجلیل علی احمد رضا، متوطن مانگٹ نے مہیا فرمایا ہے۔ ان کے شکریہ کے ساتھ ان کا عکس شاملِ کتاب ہے۔ فقیر قادری عفی عنہ

[2] ماہنامہ نوری کرن، بریلی ۔ مارچ، اپریل ۱۹۶۳ء ص ۱۳

[3] تفصیل سفرِ حج کے ضمن میں ملاحظہ فرمائیں۔ فقیر قادری عفی عنہ

مرحمت فرمائی۔ ؎

حضرت شیخ الحدیث قدس سرہٗ کے علوم و معارف اپنے اساتذہ کرام و مشائخ عظام کے فیضانِ کرم کا حصّہ تھے۔ بالخصوص امام احمد رضا بریلوی (م ۱۳۴۰ھ / ۱۹۲۱ء) کے ذکر و محبت نے ان کی زندگی میں خاص تاثیر پیدا کر رکھی تھی۔ چونکہ آپ کو امام احمد رضا بریلوی سے بلاواسطہ شرفِ تلمذ کا موقعہ نہ مل سکا تھا۔ اس لیے ان سے بلاواسطہ سند و اجازت بظاہر ناممکن تھا، مگر آپ کا عشق و محبّت آپ کی ایسی سواری تھا جس نے ناممکن سفر اور مشکل مراحل طے کرا دیئے۔ اس طرح آپ نے امام احمد رضا بریلوی رحمۃ اللہ علیہ سے براہِ راست بلاواسطہ استفادہ فرمایا اور ان سے اسناد و اجازت حاصل کیں۔ اس استفادہ کا زمانہ امام احمد رضا کے وصال کے چالیس برس بعد کا ہے۔

اس کی تقریب یوں ہوئی کہ ۱۳۸۱ھ / ۱۹۶۱ء میں دورانِ علالت بعض احباب کے پُرزور اصرار پر آپ نے موسم گرما کا کچھ حصّہ مری، ایبٹ آباد میں گزارا۔ اسی دوران ۹ ربیع الاوّل ۱۳۸۱ھ / ۲۱ اگست ۱۹۶۱ء کے دن کی مصروفیات و برکات کا حال آپ کی بیاض سے پڑھیے۔ ان دنوں آپ کا قیام سنی بنک، مری میں جناب امان اللہ خاں کے مکان پر تھا:

"آج صبح نماز کے بعد یہاں سے مظفر آباد کی طرف ڈیڑھ میل چوک گولڈنا تک گیا۔ پھر واپس آیا۔ صوفی اللہ رکھا صاحب فقیر کے ہمراہ تھے۔ پھر واپس آکر ناشتہ کیا۔ پھر حافظ ایوب سلمہٗ نے پانی گرم کیا۔ پھر غسل کیا۔ پھر حاضرین کے ساتھ رفعتِ شانِ نبوی کے چند مسائل بیان کیے۔ پھر کھانا کھایا۔ پھر بارہ بجے قیلولہ کیا۔ آنکھ لگ گئی اور دوپہر تک اعلیٰ حضرت عظیم البرکت

؎ دلائل الخیرات مذکور کا نسخہ، جس پر حضرت سید احمد رضوان نے اجازت نامہ لکھا، وہ آپ کے زیرِ استعمال رہا۔ اب کتب خانہ شیخ الحدیث قدس سرہٗ میں محفوظ ہے۔

مجددِ دین وملت علامہ احمد رضا خاں صاحب بریلوی قدس سرہٗ نے کچھ علمی اجازتیں بھی عطا فرمائیں۔ خدمت میں خوب حاضر رہا۔ آنکھ کھلی، تو دوپہر کے دو بجے تھے۔ جب آنکھ کھلی، تو زبان پر اعلیٰ حضرت کا ذکرِ خیر تھا اور دل میں بھی یہ تھا کہ خوب حاضری ہوئی۔ اللہ تعالیٰ کے فضل اور اس کے حبیبِ پاک علیہ الصلوٰۃ والسلام کی برکت سے، غوث پاک کے فیض سے ایسا کرم ہوا۔"

فقیر ابوالفضل غفرلہٗ بقلم خود

۹ ربیع الاوّل شریف، بروز پیر

مکان جناب امان اللہ خاں صاحب، سنی بنک، مری" [1]

---

[1] نقل بیاض، حضرت شیخ الحدیث قدس سرہٗ

نوٹ، یہ بیاض، آپ کے مجموعہ اوراد کے ساتھ مجلد ہے۔ بیاض پر اکثر و بیشتر آپ خود اپنے مبارک خواب یا دیگر یادداشتیں درج فرماتے۔ کبھی کسی دوسرے سے نقل کرواتے اور اس کے آخر میں اپنے دستخط فرماتے۔ یہ واقعہ بھی کسی کاتب نے لکھا۔ اس کے آخر میں آپ نے دستخط ثبت فرمائے حضرت مولانا قاضی محمد فضلِ رسول کے توسط سے اس بیاض سے استفادہ کا موقعہ ملا۔ فقیر قادری عفی عنہ

حضرت خواجہ شاہ محمد سراج الحق چشتی

قدس سرہ العزیز

ولادت : ۱۲۸۴ھ / ۱۸۶۸ء

وصال : ۲۸ر شوال المکرم ۱۳۵۰ھ / ۸ر مارچ ۱۹۳۲ء

مخلوق کی اصلاحِ نفس اور اخلاقی تربیت جیسے اہم و مقدّس فریضہ کے لیے اللہ تعالیٰ نے جن برگزیدہ حضرات کو منتخب فرمایا ہے، ان میں حضرت خواجہ شاہ محمد سراج الحق چشتی گورداسپوری قدس سرہ السّامی کا نامِ نامی بھی نمایاں حیثیت کا حامل ہے۔

شاہ محمد سراج الحق، کرنال (بھارت) میں ۱۲۸۴ھ / ۱۸۶۸ء کو ایک معزز و متمول خاندان میں پیدا ہوئے[1] آپ کے والد ماجد کا نام محمد منیر الحق تھا۔

شاہ سراج الحق میں انسانی ہمدردی اور اعلیٰ اخلاق کا عنصر بچپن ہی میں نمایاں تھا۔ چنانچہ جن دنوں آپ ملتان میں آٹھویں جماعت میں پڑھتے تھے، لاعلاج مریض آپ کے ہاں حاضر ہوتے اور بفضلہ تعالیٰ شفا پاتے۔ شریعتِ مطہرہ پر خود بھی عمل پیرا ہوتے اور دوسروں کو بھی احکامِ شریعت کی پابندی کرنے کی تلقین کرتے۔ طالب علمی کے ایام میں ہی آپ نے ایک انجمن بنائی ہوئی تھی جس کا کام صرف یہ تھا کہ بے نمازوں کو نماز پڑھنے کی ترغیب دی جائے۔ یہ انجمن اپنے مقاصد میں بہت کامیاب ہوئی۔

آپ کے والد ماجد نے میٹرک کے بعد پٹوار کا امتحان پاس کر رکھا تھا اور وہ محکمہ مال میں اہم عہدے پر فائز تھے۔ اس لیے ماحول کے تقاضا اور والدِ ماجد کی خواہش کے پیشِ نظر خواجہ

---

[1] ماہنامہ السراج، لائل پور / بحوالہ ہفت روزہ محبوبِ حق، لائل پور۔ مجریہ ۱۳ر جنوری ۱۹۶۴ء

سراج الحق نے بھی میٹرک کے بعد پٹوار کا امتحان پاس کیا۔ [1]

اس دور میں دنیوی طور پر اتنی تعلیم کافی تصور کی جاتی اور پھر خاندان دنیوی طور پر فارغ البال تھا۔ اس کے باوجود حضرت خواجہ کی طبیعت شروع ہی سے ہمہ وقت عبادت کی طرف راغب رہتی۔ سلاسلِ طریقت کے متعدد اوراد و اشغال میں منہمک رہتے۔ شیخ کامل کی تلاش کا جذبہ موجزن تھا۔ کافی عرصہ مرشدِ کامل کی تلاش میں گزرا۔ بالآخر استخارہ میں آپ کو مرشدِ برحق حضرت صوفی محمد حسین شاہ صاحب مرادآبادی کی طرف راہنمائی ہوئی۔ تلاشِ بسیار کے بعد حضرت صوفی محمد حسین مرادآبادی قدس سرہٗ سے کلیر شریف (بھارت) عرس کے موقعہ پر زیارت ہوئی۔ عرس سے فارغ ہو کر مرادآباد آکر حضرت صوفی صاحب قبلہ سے بیعت ہوئے اور وہیں آپ کے پاس رہ کر منازلِ سلوک طے کیں۔ [2]

---

[1] روایت مولانا قاضی محمد فضل رسول، فیصل آباد

[2] حضرت صوفی محمد حسین صاحب قدس سرہٗ کے بارے میں صدر الافاضل مولانا سید محمد نعیم الدین مرادآبادی اپنے ایک مکتوب محررہ ۲۹ رمضان المبارک ۱۳۵۹ھ / ۱۲ نومبر ۱۹۳۹ء میں حضرت شیخ الحدیث قدس سرہٗ کو لکھتے ہیں، "حضرت مولانا صوفی سید شاہ محمد حسین صاحب مرادآبادی قدس سرہٗ ایک عارفِ کامل تھے۔ اس فقیر کو ان کی خدمت بابرکت میں عرصہ دراز تک پابندی سے حاضری دینے کا شرف حاصل ہے اور حضرتِ ممدوح سے بہت فیض پایا ہے ہمیں اُستادی کی نسبت بھی مگر عقیدت و نیازمندی کی نسبت جو ذریعہ فیض ہے، وہی قابلِ فخر ہے۔ زمانہ طالب علمی میں بھی یہ فقیر حضرت کی خدمت میں حاضری کا التزام رکھتا تھا اور اپنے ہر شعبۂ زندگی کو ان کے منشاء کے مطابق بنانے میں کامیابی سمجھتا تھا۔ سنیت کی نعمت پر اس فقیر کو استحکام حضرت کی بدولت حاصل ہوا۔ وہابیہ، غیر مقلدین اور تمام بدمذہبوں کا حضرت صوفی صاحب بے دریغ رد فرماتے تھے۔ وہابیہ کے علماء بھی حضرت صوفی صاحب قدس سرہٗ کی خدمت میں بغرض مناظرہ پہنچے۔

(بقیہ حاشیہ آئندہ صفحہ پر)

والدِ محترم، حضرت خواجہ شاہ محمد سراج الحق کو دُنیوی اعتبار سے بھی صاحبِ عزّ وجاہ دیکھنا چاہتے تھے۔ اُن کی خواہش تھی کہ آپ کسی اعلیٰ عہدے پر فائز ہوں۔

(بقیہ حاشیہ) اور شرمندہ ہو کر واپس ہوتے، زبانیں بند ہو گئیں اور جواب بن نہ آیا۔ بشیر احمد قنوجی اور اُس کا سرمایۂ فخر شاگرد تلطف حسین، صوفی صاحب کے مقابلہ میں نہایت ذلیل ہوئے۔ مسئلۂ امکانِ کذب باری تعالیٰ پر بحث تھی۔ صوفی صاحب کی گفتگو نے لاجواب کر دیا۔ "حفظ الایمان" اور "براہینِ قاطعہ" و "تحذیر الناس" کے مصنفین کو تو صوفی صاحب بڑی حقارت کی نظر سے دیکھتے تھے اور جاہل و گمراہ فرماتے تھے۔ "تقویۃ الایمان" اور اس کے مصنف کو بدمذہبی کی خرافات کا بانی اور عیار، دنیا طلب فرماتے تھے۔ میں نے ان کی زبانِ مبارک سے سُنا کہ اسمٰعیل دہلوی نے حضرت شاہ عبد العزیز صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا زمانہ پایا۔ ان کی قرابت پر فخر بھی ہے۔ انہیں کے مرید سید احمد سے مرید بھی ہے، مگر وہ شاہ صاحب سے مرید نہ ہوا۔ اس سے اس کا مقصد حاصل نہ ہوتا تھا۔ ایک جاہل سید احمد کو پھانسا اور اُس کو پیر بنا کر اپنی بدمذہبی کو رواج دیا۔ فاتحہ، عرس گیارہویں شریف میلاد شریف، توشۂ سفر برائے زیارتِ قبور تو صوفی صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے ایسے معمولات ہیں جن پر تمام عمر عمل رہا۔ خود اپنے مکان پر اپنے پیر کا ہمیشہ عرس کیا کرتے۔ بغنیہ شریف کے عرس اور میلاد شریف میں شریک ہوتے۔ دُور دُور عرسوں میں تشریف لے جاتے۔ کلیر شریف ہر سال حاضر ہوتے اور وہاں ایک بڑا شاندار کیمپ آپ کا ہوتا۔ کثرت سے لوگوں کو اس عرس میں ساتھ لے جاتے۔ جانے کی ترغیب دیتے۔ بے استطاعت لوگوں کے مصارف کی خود کفالت فرماتے۔ عرس کلیر شریف ہی میں بیمار ہوئے۔ اسی مرض میں وصال فرمایا۔

یہ باتیں ایسی ہیں جو لاکھوں آدمیوں نے اپنی آنکھوں سے دیکھی ہیں اور وہ لوگ ابھی زندہ موجود ہیں۔ فاتحہ آپ کے یہاں ہر ہفتہ لازمی طور پر ہوتی تھی (بقیہ آئندہ صفحہ پر)

والدِ محترم کے حکم و خواہش کا احترام کرتے ہوئے شروع میں آپ نے ملازمت اختیار کی اور معمولی سی کوشش سے ڈپٹی کمشنر گورداسپور کے ریڈر مقرر ہو گئے۔ [۱]
آج کے اس دور میں ملازمت (بالخصوص محکمہ مال کی ملازمت) میں تقویٰ پر قائم رہنا خاصا مشکل ہے۔ شاذ ہی کوئی مثال ایسی ملے جو ملازمت کے باوجود اپنے حق پر ہی اکتفا کرتے ہوئے

(بقیہ حاشیہ) اور اس سے زیادہ بھی ہو جاتی تھی جو اس فقیر کا مسلک ہے، وہی صوفی صاحب قدس سرہٗ کا مسلک تھا۔ میں اُن کے حکم سے وعظ کہتا، ردِ وہابیہ کرتا، وہ تشریف فرما رہتے۔ جامعہ نعیمیہ کی بنیاد، صوفی صاحب کی امداد اور اُن کے ارشاد پر رکھی گئی۔ اس کے تمام جلسوں میں صوفی صاحب شرکت فرماتے۔ وہابیہ کی تدابیر اشاعتِ بدمذہبی کے خلاف صوفی صاحب ہی کی راہ پر عمل ہوتا۔ مولوی رشید احمد گنگوہی کے ممتاز خلیفہ مولوی محمد صدیق مراد آبادی کو مسجد بغیہ شریف کی امامت سے علیحدہ کرنے میں صوفی صاحب قدس سرہٗ نے زور اور قوت سے کام لیا اور انہیں نکال کر چھوڑا۔ صوفی صاحب اہلِ باطل کے ساتھ قلبی عداوت کے ساتھ عملی مقابلہ بھی فرماتے تھے اور اُن کو ذلیل کرتے تھے۔ اگر اس کی تفصیل کی جائے تو ایک کتاب طیار (تیار) ہو۔ خلاصہ یہ ہے کہ حضرت صوفی صاحب قدس سرہٗ کی وہی راہ تھی، جس پر وہ مجھے چلا گئے۔ اللہ تعالیٰ اسی راہِ راست پر میرا بھی خاتمہ فرماتے اور ایمان کے ساتھ دُنیا سے اٹھائے۔ آمین!"

صدر الافاضل اور حضرت صوفی صاحب قدس سرہما کے تعلقات روحانی بنیادوں پر استوار ہوئے تھے۔ ماہنامہ "عرفات" لاہور اپنی جون ۱۹۷۰ء کی اشاعت میں رقم طراز ہے ؛

" جامع شریعت و طریقت حضرت مولانا شاہ صوفی محمد حسین صاحب چشتی صابری مراد آبادی علیہ الرحمہ کو صدر الافاضل کی دستار بندی سے بے حد مسرت ہوئی اور جابجا حضرت کی تقریروں کے انتظامات کرائے۔" ص ۵

[۱] ہفت روزہ محبوبِ حق، لائل پور۔ مجریہ ۳ر جنوری ۱۹۶۴ء

تقوٰی کی راہ پر گامزن ہو، لیکن حضرت خواجہ سراج الحق قدس سرہ کے تقوٰی کا یہ عالم تھا کہ سرکاری قلم دوات سے کبھی اپنا خط تک نہ لکھا۔ نماز کے وقت ہر قسم کے کام کو چھوڑ کر نماز ادا فرماتے۔ دورِ انگریزی میں ملازمت کے دوران وقت پر نماز ادا کرنا کتنا دشوار تھا، اس کا اندازہ صرف وہی حضرات کر سکتے ہیں، جنہیں اس کا تجربہ ہوا ہے۔

ایک روز آپ جمعہ کی نماز ادا کرنے جا رہے تھے۔ انگریز ڈی۔سی نے کہا کہ وہ ذرا ٹھہر جائیں۔ چند ضروری سرکاری کام کر لیں، مگر آپ نے فرمایا،

"نماز حاکمِ اعلیٰ کا حکم ہے، میں اسے چھوڑ نہیں سکتا، نہ اسے موخر و مقدم کر سکتا ہوں۔"

انگریز ڈی۔سی اس سے مطمئن نہ ہوا۔ آپ باہر تشریف لے آئے اور فوراً استعفیٰ لکھ کر دے دیا اور وہ خود نماز جمعہ ادا کرنے چلے گئے۔ [1]

حضرت شاہ سراج الحق قدس سرہٗ کی ایک کرامت مشہور ہے کہ جب آپ ملازمت کر رہے تھے، انہی ایام میں آپ پر رشوت کا ناحق الزام لگایا گیا۔ چونکہ آپ کا معاملہ نہایت صاف تھا، اس لیے آپ کو اس الزام سے کوئی باک نہ ہوا۔ مقدمہ انگریز ڈپٹی کمشنر کی کچہری میں پیش ہوا۔ آپ نے اپنی صفائی میں فرمایا،

"میں خود اپنی صفائی پیش کروں یا میری گھوڑی میری صفائی پیش کرے"

اس پر انگریز ڈی۔سی حیران ہوا اور بولا،

"اپنی گھوڑی سے ثبوت دلوا دیں۔"

حضرت نے کسی خادم کو حکم دیا کہ کسی کا چارا چوری کاٹ کر میری گھوڑی کے سامنے ڈالو۔ چوری کا چارا گھوڑی کے سامنے ڈالا گیا، مگر گھوڑی نے چارا نہ کھایا۔ آپ نے چارا کے مالک کو بلایا، چارہ کا معاوضہ ادا کر دیا اور اس کے حقوق معاف کروا لیے، تب

---

[1] ہفت روزہ محبوبِ حق، لائل پور۔ مجریہ ۳ر جنوری ۱۹۶۴ء

گھوڑی نے وہی چارا کھانا شروع کر دیا۔

اس پر انگریز ڈپٹی کمشنر بہت متاثر ہوا۔ اسے حقیقتِ حال کا علم ہوا۔ اس نے آپ کو بری کر دیا اور الزام دینے والے کو زجر و توبیخ کی۔[1]

جس زمانہ میں حضرت شاہ سراج الحق قدس سرہٗ پٹواری کے فرائض سرانجام دے رہے تھے۔ کسی دیہاتی نے آپ کو ایک گنا پیش کیا۔ غیر شعوری طور پر آپ نے اسے چوسنا چاہا مگر ابھی اسے چھیل ہی رہے تھے کہ گنے کا چھلکا لگنے سے انگلیوں سے خون بہنے لگا۔ آپ نے گنا وہیں رکھ دیا اور اس غیر شعوری معمولی سی حرکت پر بھی استغفار فرمایا۔[2]

کاش آج کے صاحبانِ اقتدار حضرت خواجہ کی سیرت سے سبق حاصل کریں۔

انیسویں صدی کے اواخر اور بیسویں صدی کے اوائل میں گورداسپور کا علاقہ خاص طور پر مرزا غلام احمد قادیانی کے ہزلیات و ہذیانیات سے متاثر ہوتا دکھائی دے رہا تھا۔ علماء و مشائخ نے مرزا قادیانی کے دجل و مکر سے عامۃ الناس کو بچانے کے لیے اپنی بساط بھر مساعی فرمائیں۔ تحریری و تقریری مباحثے ہوئے۔ علمی و رُوحانی اقدار اور اقدامات کو ردِ مرزائیت پر مرتکز کر دیا گیا۔

علماء و صوفیاء عموماً دو انداز سے اصلاح کا کام کرتے ہیں۔ ایک طبقہ وہ ہے جو کھُل کر سامنے آتا ہے اور مبارزت طلبی کرتے ہوئے باطل کو نیست و نابود کرنے کی آخری کوشش تک مصروفِ عمل رہتا ہے، جبکہ دوسرا طبقہ فوج کے سپہ سالار کی طرح خود تو پس منظر میں رہتا ہے۔ مگر اپنے سپاہیوں کو ہر وقت ہدایات دیتا ہے اور اُن کی نقل و حرکت پر گہری نظر رکھتا ہے۔

موخر الذکر نوع میں یوں تو تمام علماء و صوفیاء حضرات شامل ہیں، لیکن خصوصیت سے اس سلسلہ میں، اس دور میں حاجی امداد اللہ مہاجر مکی اور صوفی محمد حسین مراد آبادی کا نام لیا جا سکتا ہے۔ حضرت حاجی صاحب نے حضرت سید پیر مہر علی شاہ گولڑوی کو حجازِ مقدس سے واپس

---

[1] مکتوب محمد جاوید اسلام قریشی، ماڈل ٹاؤن، لاہور محررہ ۲۲ جنوری ۱۹۸۵ء بنام فقیر قادری

[2] بروایت صوفی اللہ رکھا، سراجی، مقیم فیصل آباد

ہندوستان اس لیے بھیجا کہ وہ فتنۂ مرزائیت کا سدِّ باب کریں۔ اسی طرح حضرت صوفی صاحب نے اپنے نامور خلیفہ، شاہ سراج الحق کو کرنال سے لاکر گورداسپور صرف اس لیے بٹھایا کہ آپ کی تبلیغ سے فتنۂ مرزائیت کا استحصال ہو۔ یہ زمانہ اندازاً ۱۹۰۰ء کا ہے۔ [1]

گورداسپور سے مشرقی جانب حضرت شاہ سراج الحق قدس سرہ نے ایک خالی جگہ کو دعوت وارشاد کا مرکز بنایا۔ ایک چھوٹی سی مسجد تعمیر کی۔ وہیں سے آپ نے خلقِ خدا کی ہدایت اور ردِّ مرزائیت کا کام جاری فرمایا۔ آپ کے چہرۂ انور پر نورِ توحید جلوہ گر تھا۔ مغرب اور عشاء کے درمیان اور صبح سحری سے نمازِ فجر تک نفی واثبات کا ذکر بآوازِ بلند فرماتے۔ اس ذکر کی رُوحانی کیفیت بیان سے باہر ہے۔

گزشتہ سطور میں یہ گزر چکا ہے کہ ابتدائے عمر ہی میں آپ میں ایسی مقناطیسی کشش تھی، جو بہت سی لاعلاج بیماریوں کو سلب کر لیتی تھی۔ صوفی محمد حسین مرادآبادی سے بیعت کے بعد اب تو نورِ ولایت نے سونے پر سہاگے کا کام دیا۔ آپ کی مجلس میں حاضر ہونے والا یہیں کا ہو کر رہ جاتا اور بے دام غلامی پر فخر محسوس کرتا۔ آپ سے ارادت کا حلقہ امیر وغریب تک یکساں وسیع ہوتا چلا گیا۔ حُسنِ عقیدہ، عمل صالح کی دولت سے بہرآنے والا مالا مال ہو جاتا۔

مرزا قادیانی نے جب سنسنی خیز پیش گوئیوں کے ذریعے عوام کو اپنی طرف متوجہ کرنا شروع کر دیا تو حضرت خواجہ نے علماء وصوفیاء کی جماعت لے کر قادیان کے گرد ایک تبلیغی حصار قائم کر دیا۔ دیہات کے لوگ مرزا سے واقف تھے۔ مرزا کی شکل وصورت میں اُن کے لیے کوئی جاذبیت نہ تھی۔ جب وہ شاہ سراج الحق کی صورت میں نور کے ایک پیکر کو اپنی نگاہوں کے سامنے دیکھتے تو اُن کے لیے حق وباطل میں امتیاز کرنا مشکل نہ رہتا ۔۔ وہ حضرت خواجہ کی بیعت کر کے اپنے آپ کو بے دینی اور الحاد کے ہر وار سے محفوظ کر لیتے۔

---

[1] ہفت روزہ محبوبِ حق، لائل پور۔ مجریہ ۳ر جنوری ۱۹۶۴ء

حضرت خواجہ دس بارہ افراد کو خلعتِ خلافت سے سرفراز فرما کر تبلیغ کا کام سپرد کر دیا۔ یہ علماء و صوفیاء اسی علاقہ سے تعلق رکھتے تھے۔ [1]

مشہور نعت گو شاعر حافظ مظہر الدین اپنے والد مولانا نواب الدین رمداسی علیہ الرحمہ (مرید و خلیفہ حضرت شاہ سراج الحق) کی ردِ مرزائیت کے ذکر میں ایک واقعہ بیان کرتے ہیں:

"جب مرزا ایک مقدمے میں ماخوذ ہو کر گورداسپور کی کچہری میں تو آیا تو والد صاحب بھاگم بھاگ کچہری پہنچ گئے اور "مرزا" کے گرد لوگوں کا حصار توڑ کر "مرزا" کا بازو پکڑ لیا۔ بازو کو ایک شدید جھٹکا دے کر فرمانے لگے کہ او مردود! نبوت اگر جاری ہوتی اور اللہ تعالیٰ اس علاقے میں کوئی نبی بھیجتا، تو بتا کہ مجھ جیسے وجیہ انسان کو بھیجتا یا تجھ جیسے بجو کو۔ یہ سن کر حاضرین کے انبوہ سے ایک قہقہہ بلند ہوا اور مرزا پر سکتے کا عالم طاری ہو گیا۔ والد صاحب کی روانگی کے وقت ہی حضرت خواجہ سراج الحق صاحب کو معلوم ہو گیا کہ مولوی صاحب (مولانا نواب الدین مداسی) مرزا سے باتیں کرنے کے لیے گئے ہیں، چنانچہ بہت جلد حضرت خواجہ بھی پہنچ گئے اور والد صاحب کو اپنے ساتھ لے آئے۔" [2]

حضرت خواجہ نے گورداسپور میں جب عرس کا افتتاح کیا تو خواجگانِ چشت کی عام روش سے ہٹ کر، بجائے ہجری تقویم کے، عیسوی تقویم کے مطابق عرس کی تاریخ مقرر کی۔ اس میں کیا حکمت تھی؟ حافظ مظہر الدین کی زبانی سنیے:

"میرے عہدِ طفولیت میں ایک دفعہ ایک صاحب نے سوال کیا کہ حضرت! اپنے بزرگوں کے خلاف عرس کی تاریخ عیسوی کیوں مقرر کی گئی ہے؟ حضرت نے فرمایا کہ انہی تاریخوں میں قادیان کا جلسہ ہوتا ہے۔ ہمارا مقصد

---

[1] ماہنامہ ضیائے حرم، لاہور (ختمِ نبوت) ذی قعدہ ۱۳۹۴ھ / دسمبر ۱۹۷۴ء

[2] ایضاً، ص ۸۱

یہ ہے کہ لوگ ادھر نہ جائیں۔" [1]

اس پر حافظ مظہر الدین اپنے تاثرات یوں بیان کرتے ہیں،

"بظاہر یہ ایک معمولی سی بات معلوم ہوتی ہے، لیکن اس سے یہ اندازہ ہوتا ہے کہ عوام کو مرزائیت سے باز رکھنے کی حضرت کو کس قدر فکر تھی۔ عین ممکن ہے کہ یہ تدبیر بھی حضرت نے اپنے پیر و مرشد صوفی محمد حسین صاحب مراد آبادی کے ایماء اور مشورہ سے اختیار کی ہو۔" [2]

یاد رہے کہ قادیان میں مرزائیوں کا جلسہ عیسائیوں کے استرضا اور ان کی اتباع میں دسمبر کے آخری عشرہ میں ہوتا تھا۔ مرزائیوں کے جلسہ کی یہ روایت آج بھی ربوہ میں باقی رکھی گئی ہے۔ عیسائیوں کے ایماء اور تعاون سے پیدا ہونے والا فتنۂ مرزائیت آج بھی اپنی اصل پر دلالت کرتا ہے۔

خواجہ شاہ سراج الحق کا معمول تھا کہ نمازِ فجر کے بعد تلاوت اور وظائف میں مشغول ہو جاتے۔ بعد ازاں طالبانِ حق کی تعلیم و تربیت کی طرف متوجہ ہوتے۔ آپ کے پاس ہر آنے والا بامراد لوٹتا۔

آپ کی حیاتِ طیبہ کا نصب العین ہی احیاء دین، اصلاحِ احوال اور باطل قوتوں کا انسداد تھا۔ یہ مقصد ظاہری دینی تعلیم کے بغیر پورا نہیں ہوتا، اس لیے آپ کو تعلیمی مشاغل سے خصوصی دلچسپی تھی۔ غریب طلباء کو اپنے خرچ پر مدارسِ دینیہ میں تعلیم حاصل کرنے کے لیے بھیجتے۔ یہ علماء فارغ ہو کر آپ کے مشن میں ہمہ تن لگ جاتے۔ ان حضرات میں سے چند نام یہ ہیں،

۱۔ شیخ الحدیث ابو الفضل مولانا محمد سردار احمد گورداسپوری

۲۔ مولانا سید حامد علی شاہ، شکر گڑھی

---

[1] ماہنامہ ضیائے حرم، لاہور (ختم نبوت نمبر) دسمبر ۱۹۷۴ء، ص ۸۴

[2] ایضاً، ص ۸۴

۳۔مولانا عبدالغنی

۴۔مولانا نواب الدین، رمداسی

۵۔مولانا عبدالعزیز

۶۔مولانا نظام الدین، لائل پور

۷۔صوفی فضل دین

۸۔سید دولت علی، دسوہہ والے

۹۔سید محمد شریف چوہدری والے (مدفون کھڑریانوالہ، فیصل آباد) قدست اسرارہم[1]

چھوٹے بچوں کی تعلیم و تربیت کے لیے آپ نے خانقاہ معلیٰ کے نزدیک ہی ایک پرائمری سکول جاری فرمایا۔ اس مدرسہ میں بچوں کی تعلیم کے ساتھ ساتھ اخلاقیات کی تربیت نہایت احسن انداز میں کی جاتی۔

آپ کی مجلس میں علماء کو خاص عزت کا مقام حاصل ہوتا تھا۔ آپ ان سے علمی گفتگو فرماتے۔ اپنے متوسلین کو علماء کی عزت و تکریم کی خاص ہدایت کی جاتی۔ معاصر علماء و مشائخ سے ملاقات کا منظر قابلِ دید ہوتا۔ نہایت انس و احترام اور محبت سے ملاقات فرماتے۔ آپ سے ملاقات کرنے والوں میں،

۱۔مولانا نور احمد امرتسری

۲۔مولانا عبداللہ تلونڈی

---

[1] تفصیل ملاحظہ ہو، (ا) ہفت روزہ محبوب حق، لائل پور، مجریہ ۲ر جنوری ۱۹۶۴ء

(ب) مکتوب صوفی اللہ رکھا، مقیم جامعہ قادریہ رضویہ فیصل آباد، محررہ ۸ر جنوری ۱۹۸۴ء

(ج) مکتوب مولانا نذیر احمد سراجی، مقیم چک ۷۲ ۔ فیصل آباد

نوٹ: جناب شیخ بشیر احمد سابق صدر بلدیہ، لائل پور اپنے ایک بیان میں مؤرخہ ۱۰ر جمادی الاولیٰ ۱۴۰۶ھ کو فرماتے ہیں کہ حضرت شاہ سراج الحق قدس سرہ ۱۹۲۸ء سے قبل لائل پور تشریف لائے۔ فقیر قادری

۳- پیر سید جماعت علی، محدث علی پوری

۴- پیر سید جماعت علی ثانی لاثانی علی پوری رحمہم اللہ تعالیٰ

کے اسماء قابلِ ذکر ہیں۔ [1]

شیخ الحدیث قدس سرہ نے حضرت خواجہ سراج الحق علیہ الرحمہ سے اس وقت بیعت کی جب آپ سکول کی تعلیم حاصل کر رہے تھے [2] حضرت شیخ الحدیث علیہ الرحمہ کے خاندان کے کئی افراد اور آپ کے برادرِ حقیقی جناب حیات محمد المعروف سائیں صاحب اس سے قبل حضرت خواجہ صاحب کے سلسلہ میں داخل ہو چکے تھے۔ صوفی اللہ رکھا (جو حضرت شیخ الحدیث علیہ الرحمہ کے ہم وطن ہیں، اور انہوں نے آپ کے ساتھ تقسیم برصغیر سے پہلے اور بعد کافی عرصہ زندگی بسر کی ہے۔) بیان کرتے ہیں کہ حضرت شاہ سراج الحق نے مجھے اور حضرت شیخ الحدیث کو ایک ہی وقت میں بیعت فرمایا۔ یہاں تک کہ ہم دونوں کے ہاتھ اکٹھا کر کے دستِ اقدس میں لے کر داخل سلسلہ فرمایا۔ [3]

حضرت شیخ الحدیث علیہ الرحمہ کو اپنے شیخ طریقت شاہ سراج الحق قدس سرہ سے انتہائی گہری عقیدت تھی۔ اجمیر مقدس میں تعلیم کے دوران دارالعلوم معینیہ میں سالانہ تعطیلات ہوتیں، تو آپ حضرت خواجہ کے حضور کرنال (بھارت) حاضر ہوتے اور رمضان المبارک کا ایک حصہ وہیں بسر فرماتے۔ [4]

---

[1] ہفت روزہ محبوبِ حق، لائل پور۔ مجریہ ۱۳ر جنوری ۱۹۶۴ء

[2] چوہدری احمد دین دیال گڑھی، حال مقیم چک ۲۰۹ آر بی، فیصل آباد اپنے ایک مکتوب بنام فقیر قادری عفی عنہ محررہ ۱۰ر جنوری ۱۹۸۶ء میں لکھتے ہیں کہ آپ نے ۱۹۱۵ء میں حضرت شاہ سراج الحق علیہ الرحمہ سے بیعت کی۔

[3] صوفی اللہ رکھا نے یہ روایت مجھ سے ۲۴ر صفر ۱۴۰۴ھ کو ایک ملاقات کے دوران بتائی۔ فقیر قادری

[4] مکتوب صوفی اللہ رکھا، مقیم جامعہ قادریہ رضویہ فیصل آباد بنام فقیر قادری محررہ ۹ر جنوری ۱۹۸۴ء

حضرت خواجہ بھی اپنے مُریدِ صادق حضرت شیخ الحدیث علیہ الرحمہ پر بڑی شفقت فرماتے۔ شیخ الحدیث علیہ الرحمہ کی تعلیم مکمل ہونے میں ابھی ایک سال باقی تھا کہ حضرت خواجہ پیرو مرشد نے آپ کا نکاح خود پڑھایا۔ حُسنِ اتفاق سے آپ کے سسرال بھی حضرت خواجہ قدس سرہٗ کے عقیدت مندوں میں سے تھے۔ مریدِ باصفا (شیخ الحدیث علیہ الرحمہ) نے عرض کیا چونکہ میں ابھی تک زیرِ تعلیم ہوں۔ اس صورتِ حال میں ایک سال تک مَیں اپنے اہلِ خانہ کا نان ونفقہ ادا نہیں کرسکتا۔ چنانچہ آپ کی یہ شرط سسرال والوں نے قبول فرمالی۔ [۱]

حضرت خواجہ علیہ الرحمہ کا بیشتر حصّہ (متحدہ) پنجاب میں بغرضِ دعوت وارشاد گزرتا۔ شوال ۱۳۵۰ھ / مارچ ۱۹۳۲ء میں آپ بغرضِ تبلیغ دسوہہ ضلع ہوشیار پور تشریف لے گئے کہ آپ بیمار ہوگئے۔ [۲]

علالت کے پیشِ نظر مزید سفر ملتوی کرکے واپس کرنال تشریف لے آئے اور ایک قاصد کو اجمیر مقدّس روانہ فرمایا کہ وہ مُرید باصفا حضرت شیخ الحدیث علیہ الرحمہ (جو وہاں زیرِ تعلیم تھے) کو لے آئے۔ آپ فوراً کرنال حضرت خواجہ کے حضور حاضر ہوئے۔ چند روز کرنال ہی میں شیخِ کامل کے فیوضات سے بہرہ ور ہوتے۔ چونکہ شیخِ کامل سفرِ آخرت کی تیاری فرما رہے تھے، اس لیے سلسلۂ عالیہ چشتیہ کی امانت اپنے مریدِ خاص حضرت شیخ الحدیث علیہ الرحمہ کو ودیعت فرمائی اور خلافت واجازت سے نوازا۔ [۳]

---

[۱] بروایت صوفی اللہ رکھا، فیصل آباد، ۲۴ صفر المظفر ۱۴۰۴ھ

[۲] ہفت روزہ محبوب حق، لائل پور، مجریہ ۳ جنوری ۱۹۶۴ء میں ماہنامہ السراج، لائل پور کے حوالہ سے "ہوشیار پور" کے بجائے "کپور تھلہ" کا ذکر ہے۔ ممکن ہے اس سفر میں حضرت خواجہ علیہ الرحمہ دونوں جگہ تشریف لے گئے ہوں۔ فقیر قادری عفی عنہ

[۳] مکتوب صوفی اللہ رکھا، مقیم جامعہ قادریہ رضویہ، فیصل آباد۔ بنام فقیر قادری عفی عنہ محررہ ۹ جنوری ۱۹۸۴ء

حضرت شاہ سراج الحق قدس سرہٗ چند روز بیمار رہ کر ۸ر شوال المکرم ۱۳۵۰ھ/ ۸ مارچ ۱۹۳۲ء کو واصل باللہ ہوئے۔ رحمۃ اللہ علیہ رحمۃً واسعۃً۔

وصال کے بعد متوسلین کے درمیان مشورہ ہوا کہ پیرو مرشد کا مزارِ پُر انوار کہاں بنایا جائے۔ طے پایا کہ گورداسپور میں مزار بنے۔ چنانچہ جنازہ مبارکہ گورداسپور لایا گیا۔ تمام مریدین و خلفاء کی موجودگی میں شیخِ طریقت کی وصیت کے مطابق آپ کا جنازہ حضرت شیخ الحدیث قدس سرہٗ نے پڑھایا۔

حضرت شیخ الحدیث قدس سرہٗ یہ بات اکثر بطورِ تحدیثِ نعمت بیان فرمایا کرتے تھے :

"میں نے دو ولیوں کا جنازہ پڑھایا ہے۔ حضرت خواجہ شاہ سراج الحق قدس سرہٗ اور حضرت حجۃ الاسلام مولانا حامد رضا قدس سرہٗ کا۔" [1]

---

[1] مکتوب صوفی اللہ رکھا، بنام فقیر قادری عفی عنہ محررہ ۹ر جنوری ۱۹۸۴ء

سلاسلِ طریقت

حضرت شیخ الحدیث علیہ الرحمہ کو حضرت خواجہ شاہ محمد سراج الحق علیہ الرحمہ کی طرف سے سلسلہ چشتیہ میں خلافت واجازت حاصل تھی۔ سلسلۂ عالیہ قادریہ میں حضرت حجۃ الاسلام مولانا حامد رضا بریلوی اور مفتیٔ اعظم مولانا محمد مصطفےٰ رضا بریلوی قدس اسرارہم کی طرف سے خلافت واجازت حاصل تھی۔ حُسنِ اتفاق سے یہی حضرات آپ کے ان اساتذہ میں سے ہیں، جن سے آپ نے علومِ ظاہری کا اکتساب کیا۔ علاوہ ازیں آپ کو جن سلاسلِ طریقت میں اجازت وخلافت حاصل ہوئی وہ یہ ہیں:

۱۔ قادریہ برکاتیہ جدیدہ
۲۔ قادریہ قدیمہ
۳۔ قادریہ اہدلیہ
۴۔ قادریہ منوریہ
۵۔ چشتیہ نظامیہ قدیمہ
۶۔ چشتیہ محبوبیہ جدیدہ
۷۔ سہروردیہ واحدیہ قدیمہ
۸۔ سہروردیہ فضلیہ جدیدہ
۹۔ نقشبندیہ علائیہ صدیقیہ
۱۰۔ سلسلہ بدیعیہ
۱۱۔ علویہ منامیہ
۱۲۔ قادریہ رزاقیہ
۱۳ نقشبندیہ علائیہ علویہ

سلسلۂ علویہ منامیہ تمام سلاسلِ طریقت سے عالی ہے۔ اس کی سند یوں ہے:

۱۔ شیخ الحدیث مولانا محمد سردار احمد

حجۃ الاسلام مولانا حامد رضا، مفتیٔ اعظم محمد مصطفےٰ رضا، صدر الشریعہ محمد امجد علی اعظمی

امام احمد رضا قادری بریلوی

سید شاہ آلِ رسول احمدی برکاتی مارہروی

شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی (آپ نے خواب میں سیدنا علی رضی اللہ عنہ سے بیعت کی)

حضرت سیدنا علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ

حضور سید المرسلین علیہ الصلوٰۃ والسلام وعلیٰ آلہٖ وصحبہٖ اجمعین۔

سلسلۂ عالیہ قادریہ

اسمائے گرامی		وصال	مدفن
صاحب الجود والکرم، نبی الرحمۃ علیہ وعلیٰ آلہ و اصحابہ الصلوٰۃ والسلام		۱۲ ربیع الاول ۱۱ھ	مدینہ طیبہ
حضرت علی مرتضیٰ کرم اللہ وجہہ الکریم		۲۱ رمضان المبارک ۴۰ھ	نجف اشرف
حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ		۱۰ محرم الحرام ۶۱ھ	کربلا معلیٰ
حضرت امام زین العابدین	"	۱۸ محرم الحرام ۹۴ھ	مدینہ منورہ
حضرت امام باقر	"	۷ ذی الحجۃ ۱۱۴ھ	مدینہ منورہ
حضرت امام جعفر صادق	"	۱۵ رجب المرجب ۱۴۸ھ	مدینہ منورہ
حضرت امام موسیٰ کاظم	"	۲۱ رمضان المبارک ۲۰۳ھ	مشہد مقدس
حضرت شیخ معروف کرخی	"	۲ محرم الحرام ۲۰۰ھ	بغداد شریف
حضرت شیخ سری سقطی	"	۱۳ رمضان المبارک ۲۵۳ھ	بغداد شریف
حضرت شیخ جنید بغدادی	"	۲۷ رجب المرجب ۲۹۷ھ	بغداد شریف
		یا ۲۹۸ھ یا ۲۹۹ھ	بغداد شریف
حضرت شیخ ابوبکر شبلی	"	۲۷ ذی الحجہ ۳۳۴ھ	بغداد شریف
حضرت شیخ عبدالواحد تمیمی	"	۲۶ جمادی الاخریٰ ۴۲۵ھ	بغداد شریف
حضرت شیخ ابوالفرح طرطوسی	"	۳ شعبان المکرم ۴۴۷ھ	بغداد شریف
حضرت شیخ ابوالحسن علی الہکاری	"	یکم محرم الحرام ۴۸۶ھ	بغداد شریف
حضرت شیخ ابوسعید مخزومی	"	۷ شعبان المعظم ۵۱۳ھ	بغداد شریف

حضرت شیخ سید عبدالقادر جیلانی رضی اللہ عنہ		۱۱ یا ۱۷ ربیع الآخر ۵۶۱ھ	بغداد شریف
حضرت شیخ ابوبکر عبدالرزاق	〃	۶ شوال المکرم ۶۲۳ھ	بغداد شریف
حضرت شیخ ابوصالح نصر	〃	۲ رجب المرجب ۶۳۲ھ	بغداد شریف
حضرت شیخ محی الدین ابونصر	〃	۲۲ ربیع الاول ۶۵۶ھ	بغداد شریف
حضرت شیخ سید علی	〃	۲۳ شوال المکرم ۷۳۹ھ	بغداد شریف
حضرت شیخ سید موسیٰ	〃	۱۳ رجب المرجب ۷۶۳ھ	بغداد شریف
حضرت شیخ سید حسن	〃	۲۶ صفر المظفر ۷۸۱ھ	بغداد شریف
حضرت سید احمد جیلانی	〃	۱۹ محرم الحرام ۸۵۳ھ	بغداد شریف
حضرت شیخ بہاء الدین	〃	۱۱ ذی الحجہ ۹۲۱ھ	دولت آباد دکن
حضرت شیخ سید ابراہیم ایرجی	〃	۵ ربیع الآخر ۹۵۳ھ	دہلی
حضرت شیخ محمد بھکاری	〃	۹ ذی قعدہ ۹۸۱ھ	کاکوری
حضرت شیخ ضیاء الدین	〃	۲۲ رجب المرجب ۹۸۹ھ	نیوتنی (لکھنؤ)
حضرت شیخ جمال الاولیاء	〃	شب عید الفطر ۱۰۴۷ھ	کوڑا جہاں آباد
حضرت شیخ سید محمد	〃	۶ شعبان المکرم ۱۰۷۱ھ	کالپی
حضرت شیخ سید احمد	〃	۱۹ صفر المظفر ۱۰۸۴ھ	کالپی
حضرت شیخ سید فضل اللہ	〃	۱۴ ذی قعدہ ۱۱۱۱ھ	کالپی
حضرت سید شاہ برکت اللہ	〃	۱۰ محرم الحرام ۱۱۴۲ھ	مارہرہ شریف
حضرت سید شاہ آل محمد	〃	۱۶ رمضان المبارک ۱۱۹۸ھ	مارہرہ شریف
حضرت سید شاہ حمزہ	〃	۱۴ رمضان المبارک ۱۱۹۸ھ	مارہرہ شریف
حضرت سید شاہ آل احمد اچھے میاں 〃		۱۷ ربیع الآخر ۱۲۳۵ھ	مارہرہ شریف
حضرت سید شاہ آل رسول احمدی 〃		۱۸ ذی الحجہ ۱۲۹۶ھ	مارہرہ شریف

حضرت امام احمد رضا بریلوی رضی اللہ عنہ		۲۵ صفر المظفر ۱۳۴۰ھ	بریلی شریف
حضرت حجۃ الاسلام حامد رضا	"	۱۷ جمادی الاولیٰ ۱۳۶۲ھ	بریلی شریف
حضرت مفتیٔ اعظم محمد مصطفیٰ رضا	"	۱۴ محرم الحرام ۱۴۰۲ھ	بریلی شریف
حضرت شیخ الحدیث محمد سردار احمد	"	یکم شعبان المعظم ۱۳۸۲ھ	لائل پور

مصافحاتِ اربعہ

حضرت شیخ الحدیث قدس سرہ کو تمام سلاسلِ طریقت میں اجازت و خلافت کے علاوہ چار مصافحات کی بھی اجازت حاصل تھی۔

۱۔ مصافحہ جنیہ ۲۔ مصافحہ خضریہ ۳۔ مصافحہ معمریہ ۴۔ مصافحہ منامیہ

ان مصافحات کی سند یوں ہے :

مصافحۂ جنیہ

حضور سید العالمین رحمۃ للعالمین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

ایک جن (اس جماعت کا ایک فرد جس کا ذکر سورۂ جن میں مذکور رہے) اس کی عمر سات سو برس تھی۔

غالباً، ایک جن، جس نے ۹۸ھ میں نمازِ عصر کے بعد سید جعفر صادق ابن سید مصطفیٰ العیدروسی سے مصافحہ کیا۔

شیخ سید عبید اللہ بن عیدروس بن شیخ علی العیدروسی

شاہ ولی اللہ محدث دہلوی

شاہ عبد العزیز محدث دہلوی

سید شاہ آلِ رسول احمدی مارہروی

امام احمد رضا القادری بریلوی

حجۃ الاسلام حامد رضا النوری بریلوی

حضرت شیخ الحدیث محمد سردار احمد (رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین)

مُصافحہ خضریہ

حضور رحمۃٌ للعالمین سیّد المرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

سیّدنا ابوالعباس خضر

ابوعبداللہ الہزمیری

الامام ابوالعباس احمد بن النبا

ابوعبداللہ الصوفی

الامام ابوعبداللہ محمد بن علی المراکشی (مشہور با بن علیوات)

شیخ ابوعبداللہ بن محمد بن جابر الغسانی

حافظ العصر عبداللہ بن محمد بن موسیٰ العیدروسی

شیخ صالح الزوادی

شیخ سالم التازی

شیخ احمد حجی الدہرانی

شیخ ابوسعید بن احمد المقری القریشی

شیخ ابوعثمان سعید بن ابراہیم الجزائری (معروف بقدورہ)

شیخ محمد بن محمد بن سلیمان

شیخ عبداللہ بن سالم البصری المکی

شیخ سیّد عمر ابن بنت الشیخ عبداللہ البصری

شاہ ولی اللہ دہلوی

شاہ عبدالعزیز دہلوی

سیّد شاہ آلِ رسول احمدی مارہروی

امام احمد رضا بریلوی

حجۃ الاسلام حامد رضا بریلوی

شیخ الحدیث محمد سردار احمد (رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین)

مصافحہ معمریہ

حضور نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

ابو سعید الحبشی (معمر صحابی)

شیخ محمود الاسفرائنی　　سید امیر علی الہمدانی

شیخ حافظ علی الاوبہی

شیخ عبد الرحمٰن (الشہیر حاجی رمزی)

شیخ تاج الدین الہندی النقشبندی

شیخ احمد النخلی

شیخ ابو طاہر

شاہ ولی اللہ دہلوی

شاہ عبد العزیز دہلوی

سید شاہ آلِ رسول مارہروی

امام احمد رضا بریلوی

حجۃ الاسلام حامد رضا بریلوی

شیخ الحدیث مولانا محمد سردار احمد (رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین)

(الاجازات المتینہ لعلماء بکۃ والمدینہ)

مصافحہ منامیہ

حضورِ اکرم نورِ مجسّم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو شیخ ابوالحسن علی الباعوزائی نے خواب میں دیکھا کہ آپ کی انگلیوں میں انگلیاں ڈالے ہے اور آپ فرما رہے ہیں کہ اے ابوالحسن علی! جو میرے ہاتھ کی انگلیوں میں انگلیاں ڈالے گا، جنّت میں داخل ہوگا۔ آپ نے یہ جملہ سات مرتبہ دہرایا جب حضرت ابوالحسن علی بیدار ہوئے، تو اُن کی انگلیوں میں حضورِ اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی انگلیاں تھیں۔

شیخ علی بن محمد الحائکی الباہری

شیخ احمد بن مسعود شداد المقری الموصلی

شیخ الاکبر محی الدین ابن عربی

شیخ محمد بن اسحاق القونوی

ابوبکر السواسی — ناصر الدین علی بن ابوبکر ذوالنون الملیطی

محمود الزعفرانی

شیخ سعد الدین بن محمود الزعفرانی

شیخ محمد شیرین

شیخ عز الدین جماعۃ

شیخ صالح الزوادی

شیخ سالم التازی

شیخ احمد حجی الدہرانی

شیخ ابوسعید بن احمد المقری القرشی

(شیخ سالم التازی فرماتے ہیں کہ جو شیخ کسی مرید کی انگلیوں میں انگلیاں ڈال کر مصافحہ کرے اُسے یہ کہنا چاہیے میری انگلیوں میں انگلیاں ڈال، جو میری انگلیوں میں انگلیاں ڈالے گا، جنّت میں جائے گا۔

شیخ ابو عثمان سعید بن ابراہیم الجزائری معروف بہ قدورہ

شیخ محمد بن محمد بن سلیمان

شیخ عبد اللہ بن سالم البصری المکی

شیخ سید عمر ابن بنت الشیخ عبد اللہ البصری

شاہ ولی اللہ محدث دہلوی

شاہ عبد العزیز دہلوی

شاہ سید آلِ رسول احمدی مارہروی

امام احمد رضا بریلوی

حجۃ الاسلام حامد رضا — صدر الشریعہ محمد امجد علی — مفتی اعظم محمد مصطفےٰ رضا

شیخ الحدیث مولانا محمد سردار احمد

(رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین)

اوراد و اشغال، اوفاق و اعمال

حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد سردار احمد قدس سرہ کو جمیع سلاسل طریقت کے تمام اوراد و اشغال کی اجازت حاصل تھی۔ مشائخ کرام کی برکاتِ سنیہ سے آپ کو جن اوراد اور اشغال کی اجازت حاصل تھی۔ ان میں سے چند یہ ہیں :

۱۔ قرآن مجید کے خواص	۲۔ اسمار الٰہیہ
۳۔ دلائل الخیرات	۴۔ حصن حصین
۵۔ قصیر متین	۶۔ اسمار اربعینہ
۷۔ حزب البحر	۸۔ حزب البر
۹۔ حزب النصر	۱۰۔ سلسلۂ شاذلیہ کے تمام احزاب
۱۱۔ ایک لاکھ چار اولیاء کا حرز	۱۲۔ حرز الامیرین
۱۳۔ حرزِ یمانی	۱۴۔ دُعاء مغنی
۱۵۔ دعاء حیدریہ	۱۶۔ دُعاء عزرائیلی
۱۷۔ دُعاء سُریانی	۱۸۔ قصیدہ خمریہ (قصیدہ غوثیہ)
۱۹۔ صلوٰۃ غوثیہ (صلاۃ الاسرار)	۲۰۔ قصیدہ بُردہ
۲۱۔ دُعاء بشمخ	۲۲۔ تکبیر عاشقاں
۲۳۔ نیم تکبیر	۲۴۔ ارسال الہواتف

شجرۂ عالیہ چشتیہ

اسمائے گرامی	تاریخِ وصال	مدفن
۱۔ حضور آقائے دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وبارک وسلم	۱۲ ربیع الاول ۱۱ھ	مدینہ منورہ
۲۔ حضرت امیر المومنین سیدنا علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ	۲۱ رمضان المبارک ۴۰ھ	نجف اشرف
۳۔ حضرت خواجہ ابوسعید حسن بصری "	۵ رجب المرجب ۱۱۰ھ	بصرہ
۴۔ حضرت خواجہ عبدالواحد زید "	۲۷ صفر المظفر ۱۷۷ھ	بصرہ
۵۔ حضرت خواجہ ابوعلی فضیل ابن عیاض "	۳ ربیع الاول ۱۸۷ھ	مکہ معظمہ
۶۔ حضرت خواجہ سلطان ابواسحٰق ابراہیم ادھم "	۲۶ جمادی الاولیٰ ۱۶۲ھ	مکہ معظمہ
۷۔ حضرت خواجہ سدید الدین حذیفہ مرعشی رکن الکعبہ "	۱۴ شوال المکرم ۲۵۲ھ	مرعش (شام)
۸۔ حضرت خواجہ امین الدین ہبیرہ بصری سپرد ملائک "	۱۸ شوال المکرم ۲۸۲ھ	بصرہ
۹۔ حضرت خواجہ ابوالحسن علی صانع ممشاد علوی "	۱۵ رجب المرجب ۲۳۰ھ	دینور (عراق)
۱۰۔ حضرت خواجہ شرف الدین ابواسحٰق شامی "	۱۴ ربیع الثانی ۳۲۹ھ	عکہ (شام)
۱۱۔ حضرت خواجہ ابواحمد ابدال "	۱۰ جمادی الاخریٰ ۳۵۵ھ	چشت
۱۲۔ حضرت خواجہ محمد زاہد "	رجب المرجب [illegible]ھ	چشت
۱۳۔ حضرت خواجہ ناصر الدین یوسف بن سمعان "	۴ ربیع الآخر ۴۵۹ھ	چشت
۱۴۔ حضرت خواجہ قطب الدین مودود چشتی "	رجب المرجب ۵[illegible]ھ	چشت
۱۵۔ حضرت خواجہ خیر الدین حاجی شریف زندانی "	۶ رجب المرجب ۵۵۴ھ	زندنہ (دمشق)
۱۶۔ حضرت خواجہ شاہ عثمان ہارونی "	۱۶ شوال المکرم ۶۰۳ھ	مکہ
۱۷۔ حضرت خواجہ سید معین الدین غریب نواز "	۶ رجب المرجب ۶۳۳ھ	اجمیر
۱۸۔ حضرت خواجہ قطب الدین بختیار بن احمد کاکی اوشی "	۱۴ ربیع الاول ۶۳۳ھ	دہلی

۱۹۔ حضرت خواجہ فریدالدین مسعود گنج شکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ	۵ر محرم الحرام ۶۶۴ھ	پاکپتن
۲۰۔ حضرت خواجہ علاء الدین علی احمد صابر 〃	۱۳ر ربیع الاوّل ۶۹۴ھ	کلیر
۲۱۔ حضرت خواجہ شمس الدّین ترک شمس الارض 〃	۱۹ر شعبان ۷۱۵ھ	پانی پت
۲۲۔ حضرت خواجہ جلال الدّین کبیر الاولیاء 〃	۱۳ر ربیع الاول ۷۶۵ھ	پانی پت
۲۳۔ حضرت خواجہ شیخ العالم احمد عبدالحق ردولوی 〃	۱۵ر جمادی الاخریٰ ۸۳۷ھ	ردولی
۲۴۔ حضرت خواجہ کمال الدّین محمد بن عارف عیسیٰ 〃	۲ر جمادی الاولیٰ ۸۹۸ھ	ردولی
۲۵۔ حضرت خواجہ عبدالقدوس گنگوہی 〃	۹۴۵ھ	گنگوہ
۲۶۔ حضرت خواجہ جلال الدین ولی تھانیسری 〃	۵ر ذی الحجہ ۹۸۹ھ	تھانیسر
۲۷۔ حضرت خواجہ نظام الدین بلخی صابری 〃	۸ر رجب ۱۰۲۴ھ	بلخ
۲۸۔ حضرت خواجہ ابوسعید چشتی دستِ رسول 〃	یکم ربیع الآخر ۱۰۴۳ھ	گنگوہ
۲۹۔ حضرت خواجہ محمد صادق 〃	۱۹ر محرم الحرام ۱۰۵۳ھ	گنگوہ
۳۰۔ حضرت خواجہ داؤد عزیز 〃	۵ر رمضان المبارک ۱۰۹۵ھ	گنگوہ
۳۱۔ حضرت خواجہ شاہ ابوالمعالی 〃	۱۱ر ربیع الاوّل ۱۱۱۶ھ	انبیٹھہ
۳۲۔ حضرت خواجہ سید محمد سعید بھیک میراں 〃	۵ر رمضان المبارک ۱۱۳۵ھ	کڑام
۳۳۔ حضرت خواجہ عنایت اللہ بہلول پوری 〃	۵ر رمضان المبارک ۱۱۹۵ھ	بہلول پور (لدھیانہ)
۳۴۔ حضرت خواجہ عبدالکریم 〃	۲ر شعبان المعظّم ۱۲۰۶ھ	رامپور
۳۵۔ حضرت خواجہ عبدالرحمٰن 〃	۱۲ر رمضان المبارک سنہ ھ	رامپور
۳۶۔ حضرت خواجہ غلام حسنین 〃	۱۹ر رمضان المبارک ۱۲۵۹ھ	رامپور
۳۷۔ حضرت خواجہ شاہ محمد حسین 〃	۵ر رمضان المبارک ۱۳۳۳ھ	مراد آباد
۳۸۔ حضرت خواجہ شاہ سراج الحق 〃	۲۹ر شوال المکرم ۱۳۵۰ھ	گورداسپور
۳۹۔ حضرت خواجہ شیخ الحدیث محمد سردار احمد 〃	۲۹ر رجب المرجب ۱۳۸۲ھ	لائل پور

اندازِ بیعت

حضرت شیخ الحدیث قدس سرہ جمیع سلاسلِ طریقت میں مجاز و ماذون تھے۔ انہیں اپنے مشائخ کی طرف سے بیعت لینے کا اذنِ عام، بلکہ حکم تھا۔ لاکھوں بندگانِ خدا نے آپ سے ہدایت پا کر اپنی دینی و اُخروی زندگی سنوار لی۔ آپ کے متوسلین کا امتیازی وصف یہ ہے کہ وہ عقائد میں نہایت پختہ اور اعمالِ حسنہ پر نہ صرف عامل ہیں، بلکہ دوسروں کی ہدایت کا سبب بھی بنتے ہیں۔ ہزاروں علماء آپ کے دامن سے وابستہ ہیں۔ بیعت لیتے وقت آپ کا انداز یہ ہوتا کہ مُرید کے ہاتھ میں ہاتھ ڈال کر یہ کلمات پڑھاتے،

"جو میں پڑھوں، میرے ساتھ ساتھ وہ آپ بھی کہو:

پڑھو: لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ (صلی اللہ علیہ وسلم)

(یہ کلمہ آپ تین بار پڑھاتے)

میں توبہ کرتا ہوں پچھلے گناہوں سے اور عہد کرتا ہوں کہ آئندہ شریعتِ مطہرہ پر قائم رہوں گا۔ شریعت کے حلال کو حلال اور حرام کو حرام جانوں گا۔ میں نے آپ کے وسیلہ سے اپنا ہاتھ پیروں کے پیر، دستگیر حضرت غوث اعظم ابو محمد شیخ محی الدین سید عبد القادر جیلانی حسنی حسینی کریم بغدادی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مبارک ہاتھ میں دیا۔ اے اللہ! تو مجھے ان کے غلاموں میں شمار فرما اور ان کے صدقہ سے میری توبہ قبول فرما اور قیامت کے روز ان کے گروہ میں اُٹھا۔ دنیا میں، قبر میں، حشر و نشر میں، پُل صراط پر ان کے فیض و برکت سے امداد فرما اور حضرت مخدوم داتا گنج بخش علی ہجویری لاہوری اور حضرت سُلطان الہند خواجہ غریب نواز سید حسن معین الدین اجمیری اور بزرگانِ دین اور اولیاء کاملین قدست اسرارہم کے

فیض و برکت سے بھی نفع عطا فرما۔ دین میں، ایمان میں، علم و عمل میں، ظاہر و باطن دُنیا و آخرت میں برکت، رحمت، سعادت، حفاظت، استقامت عطا فرما۔ آمین۔" [1]

اس کے بعد مرید کو ایمان وارکانِ اسلام کی پابندی اور شریعت پر استقامت اور مذہبِ اہلِ سنّت پر مداومت اور بے دینوں گمراہوں سے نفرت کی ہدایت فرمانے اور ہاتھ اٹھا کر استقامت کی دُعا فرماتے۔ آپ کی ہدایت کے الفاظ اس قسم کے ہوتے:

"پانچوں وقت پابندی سے نماز پڑھنا فرض ہے۔ رمضان المبارک کے روزے رکھنا فرض ہے جو شخص مالدار شرعاً مالک نصاب ہو تو سال گزرنے کے بعد شریعت کے نصاب و قانون کے مطابق اہلِ حاجت مسلمانوں کو زکوٰۃ ادا کرنا فرض ہے۔ اللہ تعالیٰ حج کی توفیق عطا فرمائے تو عمر بھر میں ایک دفعہ حج کرنا فرض ہے اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے روضۂ مقدسہ منورہ کی حاضری ضروری و موکد ہے۔ ہم اہلِ سنّت وجماعت ہیں۔ اہلِ سنّت وجماعت کا مذہب حق ہے۔ صحیح ہے۔ ٹھیک ہے۔ جتنے فرقے اہلِ سنّت وجماعت کے خلاف نکلے یا نکل رہے ہیں۔ ان سب کا مذہب غلط اور باطل ہے جیسے قادیانی مرزائی لاہوری پارٹی، دیوبندی وہابی، غیر مقلد وہابی، نجدی وہابی، تنظیمی وہابی، تبلیغی وہابی، مودودی وہابی، شیعہ، رافضی، تفضیلی، نیچری، چکڑالوی، مشرقی خاکساری، ان سب کا مذہب باطل ہے۔ دُعا ہے کہ مولیٰ عزّ وجل آپ کو اور سب احبابِ حاضرین و غائبین کو اور اس خادمِ اہلِ سنّت کو مذہبِ حق، مذہبِ اہلِ سنّت وجماعت پر قائم و دائم فرمائے۔ آمین۔" [2]

---

[1] (ا) مکتوب حضرت شیخ الحدیث بنام مولانا ابوداؤد محمد صادق، گوجرانوالہ۔ محرم ۱۳۷۴ھ
(ب) مکتوب حضرت شیخ الحدیث بقلم مولانا معین الدین رضوی، فیصل آباد

[2] تحریر حضرت شیخ الحدیث بقلم مولانا معین الدین رضوی، فیصل آباد

شجرۂ مبارکہ مطبوعہ، جو آپ اپنے مُریدین کو عطا فرماتے، اس میں اوراد و اشغال کے علاوہ "ضروری ہدایات" کے عنوان سے مفصل ہدایات درج ہوتیں، ان میں ایک ہدایت یوں ہے:

"امامِ اہل سنّت مجدّد دین وملّت اعلیٰ حضرت عظیم البرکت مولانا علامہ شاہ احمد رضا خاں صاحب قدس سرہ العزیز کے مسلک پر مضبوطی سے قائم رہیں۔ ان کا مسلک مذہبِ اہل سنّت وجماعت ہے۔ حرمین طیبتین مکہ معظمہ، مدینہ منورہ عرب وعجم کے علماء کرام نے اعلیٰ حضرت بریلوی قدس سرہ العزیز کو امام و پیشوا تسلیم کیا ہے اور اس صدی کا مجدّد مانا ہے۔ مولا عزّوجل ہم سب کا بزرگانِ دین کے وسیلہ جلیلہ پر خاتمہ فرمائے۔ آمین!" [1]

حضرت شیخ الحدیث قدس سرہ کے حلقۂ ارادت میں عورتیں بھی شامل ہوتیں۔ چونکہ غیر محرم عورت سے پردہ کرنا مرد و عورت دونوں پر فرض ہے۔ اس میں کسی استاد یا پیر کا استثنا نہیں۔ اس لیے آپ عورتوں کو اس طرح بیعت فرماتے کہ عورتیں پردہ میں بیٹھتیں اور کلماتِ بیعت کو اس طرح ادا فرماتیں کہ کوئی غیر محرم مرد سننے نہ پاتے۔ چادر یا رومال کا ایک سرا آپ کے ہاتھ میں ہوتا اور دوسرا سرا بیعت کرنے والی عورت کے ہاتھ میں۔

عورتوں کو بیعت کرتے وقت اسی نوعیت کے کلماتِ بیعت ہوتے جیسے مردوں کی بیعت کے ضمن میں گزرے۔ ہاں اتنے کلمات زیادہ ہوتے۔

"عورتوں پر لازم ہے کہ اپنے خاوند کی اطاعت کریں۔ اپنے خاوند کے مال کی حفاظت کریں، اس میں خیانت ہرگز نہ کریں اور خاوند کے ذمہ لازم ہے کہ اپنی بیوی کے شرعی حقوق ادا کرے، عورتیں وضو کریں، قرآن پاک کی تلاوت کریں۔ حضرت سیدہ خاتونِ جنّت رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی سیرت پر چلیں

---

[1] شجرہ مبارکہ سلسلۂ عالیہ قادریہ وسلسلۂ عالیہ چشتیہ، مطبوعہ پنجاب پریس، لائل پور، ص ۸

اُمّہات المومنین کی سیرت پر زندگی بسر کریں۔ جن گھروں میں عورتیں نماز نہیں پڑھتیں، ان گھروں میں برکت نہیں ہوتی، وہ گھر مثل قبروں کے ہیں۔"[1]

علاوہ شجرہ مبارکہ کے دین وایمان، جان ومال، اولاد کی حفاظت، دنیا، برزخ، آخرت میں ہر مرض، فقر اور مکر سے حفاظت، شیطان اور شر شیطان کے حملوں سے مدافعت کے لیے مسنون دعاؤں کے پڑھنے کی اجازت وہدایت فرماتے۔ جُوں جُوں آپ کا مرید روحانی ترقی کرتا اسے دیگر وظائف، اوراد واشغال کی اجازت بھی عطا فرماتے۔ قصیدہ بُردہ، قصیدہ غوثیہ، دلائل الخیرات، حزب البحر وغیرہ اذکار واوراد کی اجازت بھی عطا فرماتے۔ ان سب اوراد و اذکار کی اجازت مشائخِ عظام کے ہاں معروف شرائط سے مشروط ہوتی ہے۔ ساتھ ہی تاکید ہوتی کہ مذہب اہلِ سنّت اور مسلک اہل طریقت پر مضبوطی سے قائم رہیں۔ نیز مذہب اہل سنّت و جماعت کے مطابق اعتقاد رکھیں، اسی کے موافق عمل کریں اور تبلیغ کریں۔ جو حضرات علم وعمل میں رسوخ حاصل کر لیتے اور معیار طریقت پر پورے اترتے، انہیں سلاسلِ طریقت میں مجاز وماذون بھی فرما دیتے۔ آپ کے متعدد خلفاء ہیں۔[2]

---

[1] تحریر حضرت شیخ الحدیث قدس سرہ بقلم مولانا معین الدین شافعی، فیصل آباد

[2] مولانا معین الدین، فیصل آباد، مولانا عبد الغفار ظفر، مولانا محمد عبد الرشید رضوی اور دیگر علماء کو آپ کی طرف سے حاصل ہونے والی سنداتِ اجازت ملاحظہ ہوں۔

تاجدارِ کشورِ ولایت

ایمان والیقان کی ایسی پختگی کہ اعمالِ صالحہ بلاتکلف صادر ہوں تو اس کے نتیجے میں حاصل ہونے والا عرفان اور قلبِ صافی پر اللہ کریم جل وعلا اور مصطفےٰ کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی جناب سے وارد ہونے والا فیضان جس قدر عام اور متواتر ہوگا، درجہ ولایت اسی قدر بلند ہوگا۔ مگر ولی کے قلبِ صافی کے واردات اور احوال کا علم و ادراک درجہ ولایت سے کم کسی شخص کے لیے ممکن نہیں۔ عنوانِ مذکور پر درجِ ذیل سطور ایک ظاہر بین طالب علم کی کوشش ہے۔ حضرت شیخ الحدیث علیہ الرحمہ کو نہ صرف اقلیمِ علوم میں اقتدار حاصل تھا بلکہ کشورِ طریقت کے بھی آپ تاجدار تھے۔

احکامِ شریعت اور سنتِ نبوی پر عمل سب سے بڑی کرامت ہے اور اسی کا نام طریقت اور ولایت ہے۔ حضور اقدس سیدِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے اقوال کا نام شریعت ہے۔ آپ کے اقوال و ارشادات پر عامل، شریعت پر عامل ہے۔ طریقت حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے افعالِ مبارک ہیں۔ آپ کی اتباع میں آپ کے افعال کا ادا کرنا طریقت کا حاصل کرنا ہے۔ حقیقت، حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے احوال کا نام ہے۔ جو احوالِ مصطفےٰ کے کسی حصہ سے بہرہ ور ہوا، وہ اسی مناسبت سے حقیقت کی منازل طے کر گیا اور بے مثال علومِ مصطفےٰ کا نام معرفت ہے۔ اگر کسی خوش بخت کو ان علوم سے کچھ حصہ ملا ہو تو وہ معرفت کے مقام پر فائز ہو گیا۔ الحمد للہ، ولایت کے یہ تمام مراتب حضرت شیخ الحدیث علیہ الرحمہ کو حاصل تھے۔

شریعت، طریقت، حقیقت اور معرفت میں باہم کوئی تخالف نہیں۔ غوث الامت مجدد دین وملت، اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قدس سرہ نے اس بارے میں اپنے رسالہ مقال العرفاء میں

جو کچھ لکھا ہے، اُس کا خلاصہ یہ ہے :

"شریعت اصل ہے اور طریقت فرع۔ شریعت منبع ہے اور طریقت اس سے نکلا ہوا دریا۔ شریعت پر ہی طریقت کا دارومدار ہے۔ شریعت سے دُوری، اللہ سے دُوری ہے، بے دینی اور زندقہ ہے۔"

حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں :

"قصم ظهري رجلان جاهل متنسك وعالم متهتك"

"دو شخصوں نے میری پیٹھ توڑ دی، جاہل عابد اور عالم بے عمل نے۔"

حضور غوث پاک رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں :

"ولی کی کرامت یہ ہے کہ اس کا فعل حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے قول کے قانون پر ٹھیک اُترے۔"

اکابر صوفیاء کرام کے ان ارشاداتِ عالیہ کی روشنی میں جب حضرت شیخ الحدیث علیہ الرحمہ کی مبارک زندگی کی طرف دیکھتے ہیں تو یوں محسوس ہوتا ہے کہ اس دور میں آپ بے مثال صاحبِ طریقت ولی اللہ تھے۔ زہد و تقویٰ اور اتباعِ سنّت آپ کی طبیعت ثانیہ تھا۔ آپ کے تمام اقوال و افعال، حرکات و سکنات اور نشست و برخاست میں اتباعِ سنت کی جلوہ گری ہوتی اور بلا تکلف اتباعِ سنّت کی یہ کیفیت زمانۂ طالب علمی سے ہی ضرب المثل بن گئی تھی۔

حافظ الحدیث حضرت مولانا عبدالعزیز شیخ الحدیث مبارک پور اعظم گڑھ (انڈیا) آپ کے ہم درس ساتھی تھے۔ وہ آپ کے بارے میں فرماتے ہیں :

"اجمیر مقدس کا پورا دور طالب علمی میرے سامنے ہے۔ زمانۂ طالب علمی میں پاک اور ستھری زندگی ہے جو ریاضت و مجاہدہ کے بعد بھی دشوار ہے۔ کم کھانا، کم بولنا، کم سونا، شب و روز تحصیل علم میں مصروف رہنا آپ کا معمول

تھا۔ سلسلہ کے وظائف اور نماز باجماعت کے پابند تھے۔ خشیتِ ربانی کا یہ عالم تھا کہ نماز میں جب امام سے آیاتِ ترہیب سنتے تو آپ پر لرزہ طاری ہو جاتا، حتیٰ کہ پاس والے نمازی کو محسوس ہوتا تھا۔ یہ طالب علمانہ مقدس زندگی کے کیفیات ہیں، اس سے آپ کی روحانیت کا اندازہ ہو سکتا ہے اور آپ کے مقامِ رفیع کا پتہ چل سکتا ہے۔ بلاشبہ حضرت موصوف مجمع البحرین تھے۔ جامع منقول و معقول تھے۔ علم و عمل کے جامع تھے۔ کمالاتِ ظاہری و باطنی سے آراستہ تھے۔ بزرگانِ دین، سلف صالحین کے نمونہ تھے۔ الباقیات الصالحات سے تھے۔" [1]

مشہور دانشور جناب پروفیسر محمد اسحٰق گورنمنٹ کالج، فیصل آباد نے کچھ عرصہ آپ کی زندگی کے معمولات کو دیکھا۔ انہوں نے جو کچھ آپ کے بارے میں تاثر لیا، اس کا ایک حصہ یہ ہے:

"مولانا مرحوم (حضرت شیخ الحدیث علیہ الرحمہ) صرف ایک عالم دین ہی نہ تھے، بلکہ بہت بڑے صوفی بھی تھے۔ ان کے الفاظ تصوف کی چاشنی سے مزین ہوتے تھے۔ موجودہ ماحول میں جبکہ اکثر صوفی شریعتِ مطہرہ کی لفظی پابندیوں کے قائل نہیں ہوتے۔ مولانا کی شخصیت علم و عمل اور قول و فعل میں ایک حسین امتزاج تھی۔ اُن کی شخصیت کا تصور کرتے ہوئے مجھے امام مالک علیہ الرحمہ کے وہ الفاظ نہیں بھولتے جو انہوں نے ایک مکمل صوفی اور باکمال فقیہ کے بارے میں ارشاد فرمائے تھے، وہ یہ ہیں:

من تصوّف ولم تفقہ فقد تذندق ومن تفقہ ولم تصوف فقد تفسق ومن جمع بینہما فقد تحقق۔

[1] ماہنامہ نوری کرن، بریلی۔ مارچ و اپریل ۱۹۶۳ء ص ۲۸

فرمایا جو انسان تصوف کا دعویدار تو ہوگیا، مگر تفقہ فی الدین کی منزل طے نہ کی تو بیشک اُس نے زندقہ کی روش اختیار کی اور جو صرف فقیہ ہوگیا، فقہ میں مہارتِ تامہ حاصل کرگیا، مگر تصوف کی آمیزش سے سوزِ دروں حاصل نہ کرسکا تو یقیناً فاسقوں کی راہ چلا، مگر جو انسان تصوف کی حلاوت اور فقہ کی ملاحت کو پالیتا ہے اور تصوف وفقہ کا حسین امتزاج کرلیتا ہے تو صحیح معنوں میں محقق ہوجاتا ہے۔

حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے فرمایا تھا: العمل بدون العلم ملال والعلم بدون العمل وبال۔ حقیقت ہے کہ علم اور عمل دونوں ہی معرفتِ خداوندی کے لیے ضروری ہیں۔ کہا جاتا ہے کہ تصوف وفقہ کا امتزاج ایسا ہیولیٰ ہے جس کا اس مادیت کے دور میں متشکل ہونا محال ہے، مگر مولانا مرحوم (حضرت شیخ الحدیث علیہ الرحمہ) کی شخصیت اس کلیہ سے ایک اہم استثنا ہے۔ آپ کا وجود اس مادیت کے دور میں علم وعمل کے اجتماع کا حسین مظہر تھا۔

اللہ اللہ! سارا دن قال اللہ تعالیٰ اور قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کہنے والی زبان ساری ساری رات سراپا نیاز ہوکر اپنی عبدیت کا نہایت خشوع و خضوع سے اظہار کیا کرتی تھی۔ دیکھنے والے حیران و پریشان تھے کہ انتھک انسان کیا آرام کے مفہوم سے بھی شناسا ہے یا نہیں اور یہی پیہم مشقت اور عشقِ نبوی کی شدت آخری ایام تک جاری رہی۔" [۱]

اولیاء اللہ کی کرامت اور استقامت حضور اقدس سلطانِ رسالت جانِ رحمت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی اتباع سے ہوتی ہے۔ حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے سلطانِ

---

[۱] ماہنامہ نوری کرن، بریلی۔ مارچ واپریل ۱۹۶۳ء ص ۵۰

عالم ہونے کے باوجود ہمیشہ آخرت کو دُنیا پر ترجیح دی۔ دُنیا سے بے رغبتی اور توشۂ آخرت کی فکر اولیاء اللہ کی سب سے بڑی ممتاز نشانی ہے۔ حضرت شیخ الحدیث علیہ الرحمہ ہمیشہ اسی طریق پر قائم رہے۔ خاندانی طور پر زمیندار تھے، مگر کبھی بھی اس طرف توجہ نہ دی۔ آپ کے بھائی ہی زمین کا انتظام واہتمام کرتے۔ اعراض عن الدّنیا اور اقبال علی العقبیٰ کے ایسے کمال مرتبہ پر فائز تھے کہ شاید و باید۔

۱۹۴۷ء میں بے سروسامانی میں عالم میں ہجرت فرمائی۔ ہجرت کے بعد نانِ شبینہ اور اہلِ خانہ کے سر چھپانے کے لیے معمولی مکان مہیا کرنا ہر مہاجر کی سب سے بڑی ضرورت ہوتی ہے سالہا سال اس کے حصول میں صرف ہو جاتے ہیں، مگر اللہ اللہ! حضرت شیخ الحدیث علیہ الرحمہ نے پاکستان آتے ہی بھکھی (ضلع گجرات) اور پھر سارو کی (ضلع گوجرانوالہ) میں درس وتدریس کا سلسلہ شروع فرما دیا۔ صبح وشام قال اللہ وقال الرسول کا وظیفہ جاری رہا۔ اس افراتفری بے سکونی اور اضطرابی حالات میں بھی جمعرات کو بھکھی پہنچ کر دوسرے روز کمال اطمینان سے جمعہ کا خطبہ دیا۔ اہلِ کمال کے لیے یہ ایک مشکل نمونہ ہے۔ اہل وعیال کی گزر اوقات کے لیے مکان اور زمین کی الاٹمنٹ کے لیے خود کبھی کوشش نہ فرمائی بلکہ جو میسر آیا، اُسی پر قناعت فرمائی۔ ہجرت کے چند ماہ بعد جب خونی فسادات میں کمی آئی تو اہل وعیال کو پاکستان چھوڑ کر مرکزِ علم وعرفان بریلی تشریف لے گئے اور وہاں اسی طرح درس حدیث شروع کر دیا جیسا کہ تقسیم سے چند ہفتے پہلے تک جاری تھا۔ کچھ وقت کے بعد، پاکستان وہندوستان کی حکومتوں نے آزادانہ آمدورفت پر ویزا کی پابندی عائد کر دی، اس طرح آپ کو مجبوراً پاکستان واپس آنا پڑا۔ مفتیٔ اعظم مولانا محمد مصطفےٰ رضا خاں بریلوی اور صدر الشریعہ مولانا محمد امجد علی اعظمی علیہما الرحمہ کے ایماء واشارہ پر لائل پور کو مستقل طور پر مرکزِ علم وعرفان بنایا۔ فیصل آباد (لائل پور) کے قیام کے ابتدائی ایام میں کرایہ کے معمولی مکان میں اہل وعیال کو ٹھہرایا اور محلہ سنت پورہ اور پھر گول باغ میں تدریس شروع فرما دی۔ طبیعت میں کمال استغنار تھا۔ بے سروسامانی کا

عالم، اجنبی ماحول اور غیروں کی بھرپور رکاوٹوں کے باوجود توکلاً علی اللہ کام شروع کر دیا۔ ان دنوں نہ طلباء کی رہائش اور خوراک کا معقول بندوبست نہ تھا اور نہ دیگر اساتذہ کے مشاہرہ کا خاطر خواہ انتظام ہو سکتا تھا۔ بعض اساتذہ اپنی مجبوریوں سے بغیر مشاہرہ کے کام نہ کر سکے اور رخصت، و اجازت لے کر دیگر مقامات کو چلے گئے۔ اگر آپ چاہتے تو ابتدا سے ہی حالات بہتر ہو سکتے تھے، مگر طبیعت کا استغناء دستِ سوال دراز کرنے سے منع کرتا تھا۔ [1]

اعراض عن الدنیا اور اقبال علی العقبیٰ کے صلہ میں اللہ تعالیٰ اپنے بندوں پر جو انعامات فرماتا ہے، وہی انوار و برکات آپ پر بھی وارد ہوئے اور تھوڑے ہی عرصہ بعد لوگوں نے دیکھا کہ مخلوق سے اعراض کرنے والا یہ بندۂ خدا مخلوق کا مخدوم بنا۔ عزت و دولت اس کے قدموں پہ نثار تھی، مگر اس حال میں بھی وہ اللہ تعالیٰ کی طرف متوجہ رہا۔

علومِ ظاہری سے ممتاز علماء نے آپ کو اپنا ماویٰ و ملجا بنا لیا اور اس دور کے سربرآوردہ مشائخ عظام نے آپ کے وجودِ مسعود کو نشانِ کرامت سمجھا۔ اپنی نجی مجالس میں اور اجلاسِ عام میں اس امر کا اظہار فرمایا کہ حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد سردار احمد صاحب اللہ تعالیٰ کی نشانیوں میں

---

[1] مولانا عبدالکریم سابق مدرس جامعہ رضویہ۔ لائل پور، حال خطیب راولپنڈی کینٹ اپنے ایک مکتوب محررہ ۸ رمضان المبارک ۱۴۰۴ھ / ۸ جون ۱۹۸۴ء میں لکھتے ہیں:

"جب یہ ناچیز شروع شروع میں حضرت صاحب (شیخ الحدیث علیہ الرحمہ) کے پاس بطور مدرس حاضر ہوا حضرت صاحب نے میری تعلیم، عقیدہ، استاد صاحب کے بارے میں پوچھا۔ یقین آنے پر مجھے مدرس کی حیثیت سے رکھ لیا گیا۔ نہ تو میں نے تنخواہ کی مقدار کا ذکر کیا اور نہ ہی حضرت صاحب نے تقرری تنخواہ کی فرمائی۔ چونکہ بندہ عیال دار تھا اور مدرسہ، مسجد اور طلباء کے خرچ اخراجات سے بھی واقف تھا اور اپنے بچوں کا میں خود ہی کفیل تھا ذریعۂ معاش اور کوئی نہ تھا۔ شرم کے مارے ان حالات میں حضرت صاحب سے کچھ عرض بھی نہ کر سکا۔ آخر ایک روز رہا نہ گیا، حضرت صاحب سے عرض کر دیا۔ مجھے حضرت صاحب نے بیس روپے عطا فرمائے اور سارے حالات بھی بیان فرمائے مگر میرے اخراجات کے لیے اتنی رقم کافی نہ تھی، لہٰذا مجبوراً میں نے ساری کیفیت عرض کر کے رخصت لے لی۔"

سے ایک نشانی ہیں۔علم و عمل کا امتزاج، شریعت و طریقت کے مرج البحرین اور سب سے بڑھ کر اپنے آقا و مولا جناب رسالت مآب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے عاشقِ صادق اپنے دور میں بے مثیل و بے عدیل ہیں۔

حکیم الامت مولانا مفتی احمد یار خاں بدایونی (م ۱۳؍رمضان ۱۳۹۱ھ؍نومبر ۱۹۷۱ء) علیہ الرحمہ نے اپنے صاحبزادے مولانا اقتدار خاں نعیمی کو وصیت فرمائی:

"....... تمہارے ہاتھ میں دو دامن ہوں گے اور تم دونوں کے قدموں سے لگے رہو گے تو کامیاب ہو گے۔ شریعت میں ہمارے حکم پر عمل کرنا اور حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد سردار احمد مدظلہ کے طریقہ پر عمل کرنا...."[1]

شیخ الاسلام خواجہ محمد قمر الدین سیالوی (م ۱۷؍رمضان ۱۴۰۱ھ؍۲۰؍جولائی ۱۹۸۱ء) نے بھی دیگر اکابر کی طرح کوشش کی کہ پاکستان بننے کے بعد حضرت شیخ الحدیث علیہ الرحمہ سیال شریف میں رہ کر تدریس کا کام شروع کریں، لیکن آپ نے فیصل آباد کو اپنی توجہ کا مرکز بنالیا۔اس کے بعد جب بھی حضرت شیخ الاسلام، فیصل آباد تشریف لاتے تو فیصل آباد والوں کو ہمیشہ حضرت کی عظمت کا احساس دلاتے اور فرماتے:

"لائل پور والو! تم بڑے خوش قسمت ہو کہ تمہارے شہر میں شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد سردار احمد مدظلہ جیسی علم و عرفان کی جامع ہستی موجود ہے تمہیں اس پر فخر کرنا چاہیئے۔"

ایک مرتبہ دن کو حضرت شیخ الاسلام علیہ الرحمہ جامعہ رضویہ، فیصل آباد میں تشریف لائے۔۔ مدرسہ میں اسباق شروع ہو چکے تھے۔ آپ نے مدرسہ میں داخل ہونے سے پہلے ہی اپنا جوتا اتار لیا۔ خدام نے عرض کیا کہ حضور! مدرسہ تو ابھی آگے ہے۔ آپ نے فرمایا:

"تمہیں معلوم نہیں، یہ وہ مقام ہے جہاں ہمیشہ قال اللہ اور قال رسول اللہ

---

[1] قلمی یادداشت مفتی اقتدار خاں نعیمی، مخزونہ جامعہ نظامیہ رضویہ، لاہور

کی صدائیں بلند ہوتی ہیں۔ یہاں عشقِ مصطفےٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی لازوال دولت تقسیم ہوتی ہے۔ دیکھو تو سہی اور ذرا غور سے سنو۔ اس وقت بھی یہاں آواز پہنچ رہی ہے۔ یہ آواز عاشقِ رسول، اللہ کے ولی حضرت مولانا محمد سردار احمد مدظلہٗ کی ہے۔ ہر مسلمان پر ان کی توقیر و تعظیم واجب ہے۔" [1]

اولیاء اللہ عموماً اپنی کرامات کو حتی المقدور مخفی رکھتے ہیں کسی خاص موقعہ پر، غیروں پر اتمامِ حجت، اپنوں کی تسکینِ خاطر یا مناسب مصلحت کے تحت ہی ان سے کرامات کا ظہور ہوتا ہے۔ یہی حال اور مسلک حضرت شیخ الحدیث علیہ الرحمہ کا تھا۔ آپ کی انتہائی کوشش ہوتی کہ شریعت پر استقامت رہے (اگرچہ یہ خود بہت بڑی، بلکہ سب سے بڑی کرامت ہے) تاہم بعض مواقع پر آپ سے دیگر کرامات کا صدور بھی ہوا۔

مولانا سید محمد جلال الدین شیخ الحدیث دارالعلوم محمدیہ نوریہ رضویہ بھکھی ضلع گجرات بیان کرتے ہیں کہ میرے طالب علمی کے دور میں ہمارے استاد، جامع معقول و منقول علامہ سلطان احمد مدظلہٗ نے شرح جامی کی تدریس کے دوران مجھ سے فرمایا کہ تم اپنے پیر و مرشد حضرت سید نورالحسن شاہ کیلیانوالہ سے عرض کرنا کہ سماعِ موتیٰ سے کلام باری کا مسئلہ کس طرح حل ہوتا ہے؟ ان کا اشارہ اس طرف تھا کہ جس طرح کلام ذاتِ باری بے مثل اور بے صوت ہے۔ کچھ ایسا ہی معاملہ سماعِ موتیٰ سے ہے۔ یہاں کلام اور سماعت اسباب عادی پر موقوف ہوتے ہیں۔ عرض کرنے پر حضرت پیر و مرشد نے فرمایا کہ مسئلہ سمجھنے کے لیے مولانا خود تشریف لائیں۔

حضرت شاہ صاحب کا بیان ہے کہ جب میں دورۂ حدیث پڑھنے بریلی حضرت شیخ الحدیث علیہ الرحمہ کے حضور حاضر ہوا تو ایک روز دورانِ سبق سماعِ موتیٰ کی بات چل نکلی۔ آپ نے اس پر قرآن و حدیث اور کلماتِ علماء سے بے شمار دلائل دیئے۔ میں نے عرض کیا "یہ تو قال تھا، حال سے

---

[1] (الف) قلمی یادداشت مولانا بشیر احمد مالک رضوی کتب خانہ فیصل آباد، مخزونہ جامعہ نظامیہ رضویہ لوہاری دروازہ، لاہور

(ب) مکتوب مولانا علی احمد سندیلوی، لاہور، بنام فقیر قادری عفی عنہ۔ محررہ ۳۰ نومبر ۱۹۸۵ء

مسئلہ کی وضاحت فرمائیں" اس پر حضرت شیخ الحدیث علیہ الرحمہ تبسم کناں ہوئے اور صرف اتنا فرمایا کہ "پھر کسی وقت۔"

حضرت شیخ الحدیث علیہ الرحمہ بریلی سے فیصل آباد آگئے۔ اکثر ملاقات ہوتی، مگر یہ مسئلہ سامنے نہ آیا۔ آپ کے وصال کے چھ ماہ بعد میں آپ کے مزار پُرانوار پر حاضر ہوا۔ مراقبہ کیا۔ مراقبہ میں آپ نے مجھ سے کافی دیر تک کلام فرمایا اور پھر مجھے یاد دلایا کہ "شاہ صاحب! دیکھئے یہ آپ کے اس سوال کا جواب ہے جو آپ نے آج سے پندرہ سال پہلے بریلی میں دورۂ حدیث پڑھتے ہوئے کیا تھا۔"

پھر فرمایا: "اولیاء اللہ زندہ ہوتے ہیں۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے توسل سے ان پر احوال پیش کیے جاتے ہیں۔ اس کی نشانی یہ ہے کہ چند ماہ ہوئے، کیا آپ کو وہ فلاں واقعہ پیش نہیں آیا۔"

شاہ صاحب فرماتے ہیں کہ جس واقعہ کی طرف حضرت صاحب نے اشارہ فرمایا، وہ آپ کے وصال کے بعد مجھے پیش آیا تھا۔

اس کے بعد آپ نے فرمایا:

"الآن کما کان۔ یعنی جس حالت میں ہم اولیاء اللہ وصال سے پہلے ہوتے ہیں، وہی حالت بعد وصال ہوتی ہے۔" [1]

حضرت شیخ الحدیث علیہ الرحمہ کی عادت یہ تھی کہ جس جگہ بھی جاتے، وہاں کے اولیاء اللہ کے مزارات پر ضرور حاضری دیتے۔ لاہور میں حضور داتا گنج بخش رحمۃ اللہ علیہ کے مزار پر تو اکثر حاضری ہوتی۔ مہینے میں دو تین بار تو معمول کی حاضری تھی۔ ایسا محسوس ہوتا تھا کہ صاحبان مزار

---

[1] حضرت مولانا سید محمد جلال الدین (بھکھی) نے یہ واقعہ فقیر غفرلہ القدیر سے ۲۲ ربیع الاول ۱۴۰۲ھ کو محبت بھرے لہجے میں یوں بیان فرمایا کہ حاضرین کی آنکھوں میں آنسو آگئے۔

(نوٹ) افسوس کہ ۱۳ ربیع النور ۱۴۰۶ھ / ۲۷ نومبر ۱۹۸۵ء کو شاہ صاحب موصوف کا انتقال ہو گیا ہے۔ فقیر قادری

بالخصوص حضور داتا گنج بخش رحمۃ اللہ علیہ سے آپ کو ایک خاص نسبتِ قلبی تھی۔ اہلِ نظر کا کہنا ہے کہ داتا گنج بخش رحمۃ اللہ علیہ کے حضور مراقبہ میں آپ پر عجیب رُوحانی کیفیات وارد ہوتیں۔ ایسا محسوس ہوتا کہ آپ اپنی معروضات پیش کر رہے ہیں اور ان سے مشورہ لے رہے ہیں۔

بقیۃ السلف مولانا مفتی عزیز احمد بدایونی، مقیم جامعہ نعیمیہ گڑھی شاہو، لاہور، اپنے ایک بیان میں فرماتے ہیں:

"داتا دربار میں آپ خاص مراقبہ فرماتے۔ وہیں سے فیض لیتے۔ انہی کے اشارہ سے جامعہ رضویہ قائم ہوا۔" [1]

حضرت مفتی صاحب یہ حقیقت بیان کرتے ہوئے بڑے محتاط معلوم ہوتے تھے، نہ معلوم ان الفاظ کے پس پردہ کتنے حقائق پوشیدہ ہیں۔

اسی سلسلہ میں صوفی قمر الدین، فیصل آباد کا بیان بھی قابلِ توجہ ہے:

"حضرت شیخ الحدیث علیہ الرحمہ داتا دربار میں ایسے مؤدب کھڑے ہوتے کہ گویا ان سے ہم کلام ہو رہے ہیں۔" [2]

اسی تعلقِ قلبی اور رُوحانی نسبت کی پختگی کے سبب حضرت شیخ الحدیث علیہ الرحمہ کے جنازہ مبارکہ میں جہاں ہزاروں علماء و مشائخ اور لاکھوں مسلمانوں نے شرکت فرمائی وہاں اہلِ نظر نے اکثر اولیاء اللہ کو بھی آپ کے جنازۂ مبارکہ میں تشریف فرما پایا۔

شہسوارِ خطابت مولانا سید فیض الحسن شاہ صاحب سجادہ نشین آلو مہار (ضلع سیالکوٹ) نے بیان فرمایا:

"آپ کے جنازہ میں حضور داتا گنج بخش رحمۃ اللہ علیہ بھی

---

[1] حضرت مولانا مفتی عزیز احمد قادری بدایونی نے یہ واقعہ مولانا محمد عبد الحکیم شرف قادری مدظلہٗ کی موجودگی میں ۲۱ صفر ۱۳۹۲ھ کو فقیر غفرلہ القدیر سے بیان فرمایا۔

[2] قلمی یادداشت صوفی قمر الدین فیصل آباد۔ مخزونہ جامعہ نظامیہ رضویہ، لاہور

تشریف فرما ہوئے:[1]

اولیاءِ کاملین اکثر و بیشتر اپنے حالات و واردات سے متعلق سکوت اختیار فرمایا کرتے ہیں، لیکن گاہے گاہے ان کی زبان فیض ترجمان سے حقیقت کے بارے میں چند واضح اشارات مل جاتے ہیں۔ ایسا ہی ایک مرتبہ حضرت شیخ الحدیث علیہ الرحمہ سے ہوا۔ مشہور محقق اور دانشور چوہدری مختار احمد انور ایڈووکیٹ (حال مقیم اسلام آباد) اپنے ایک مکتوب میں لکھتے ہیں:

"ایک وقت ایسا آیا کہ آپ نے خطبۂ جمعہ میں فرمایا کہ وہ تو داتا صاحب کی طرف سے چوکیدار مقرر ہیں اور چوکیدار کا فرض ہے کہ بتائے، فلاں دین کا چور ہے۔ اس سے بچو۔"[2]

عشقِ مصطفےٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی دولت وہ نعمت ہے جس کی بدولت عاشقانِ مصطفےٰ، بارگاہِ مصطفےٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے حضوری بنتے ہیں اور اصطلاحِ صوفیہ کے مطابق انہیں فنا فی الرسول کا عظیم مقام و منصب نصیب ہوتا ہے۔ حضرت شیخ الحدیث علیہ الرحمہ کا آقائے کون و مکان حضور رحمۃ للعالمین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے عشق و محبت ضرب المثل بن چکا تھا۔ دوست و دشمن سبھی اس کے معترف تھے۔ اسی عشقِ مصطفےٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی برکت سے آپ فنا فی الرسول کی منزل پر فائز تھے، چنانچہ آپ کے معاصر جلیل القدر مشائخ عظام

---

[1] روزنامہ غریب، لائل پور۔ ۹ مارچ ۱۹۶۳ء، ص ۳

(نوٹ) حضور داتا گنج بخش قدس سرہٗ کی شرکتِ جنازہ حضرت شیخ الحدیث قدس سرہٗ بطورِ برکت اور جنازہ پر انوارِ محسوس کی خبر جب مشہور ہوئی تو بعض احباب نے اسے حیرت کی نگاہوں سے دیکھا اور اس کو بصورتِ استفتار علمار کے سامنے پیش کیا کہ کیا ایسا ممکن ہے؟ مولانا مفتی محمد امین سابق مفتی جامعہ رضویہ لائل پور نے شرعی دلائل سے ثابت کیا کہ ایسا ممکن ہے بلکہ واقع ہے اور بعض اولیاء اللہ سے ایسا منقول ہے۔ تفصیلی فتویٰ ملاحظہ ہو: ہفت روزہ محبوب حق، لائل پور، ۳ جنوری ۱۹۸۵ء ص ۵

[2] مکتوب چوہدری مختار احمد انور ایڈووکیٹ، بنام فقیر قادری عفی عنہ، محررہ ۱۲ مئی ۱۹۸۵ء

نے اس کا اعتراف کیا ہے۔ اس سلسلہ میں شیخ الاسلام خواجہ محمد قمر الدین سیالوی، حضرت میاں جمیل احمد شرقپوری، حضرت مولانا سید احمد سعید کاظمی، حضرت مولانا ابوالبرکات سید احمد قادری، مولانا سید زاہد علی، مولانا مفتی محمد عبدالقیوم ہزاروی وغیرہ مشائخ و علماء کرام کا متفقہ بیان ہے:

"حضرت شیخ الحدیث علیہ الرحمہ فنا فی الرسول کے مقام پر فائز تھے"[1]

عشقِ مصطفےٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم میں آپ کو ایسی فنائیت حاصل تھی کہ اس کے اثرات آپ کی مجلس کے حاضرین پر محسوس ہوتے۔ حدیث پاک کی تدریس کے وقت طلباء اور جلسہ عام میں ذکرِ مصطفےٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی مجلس میں عوام الناس پر وہی اثرات مترتب ہوتے جو آپ کے قلبِ مبارک پر وارد ہوتے۔ یہ عشقِ مصطفےٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی برکت ہے کہ سنتِ مصطفےٰ پر عمل نہ صرف آسان ہوتا ہے، بلکہ ان کی ادائیگی میں لذت بھی محسوس ہوتی ہے۔ آپ کی مجلس کے حاضرین اور سفر و حضر کے خدام کا بیان ہے:

"حضرت شیخ الحدیث علیہ الرحمہ شریعت کی اس قدر پاسداری فرماتے کہ مستحبات تک کو یوں ادا فرماتے کہ گویا ضروری ہیں۔"[2]

مولانا سید حسین الدین مہتمم جامعہ غوثیہ رضویہ سبزی منڈی راولپنڈی نے ۸ ربیع الاوّل ۱۴۰۴ھ کو ایک ملاقات میں فرمایا:

حضرت قبلہ شیخ الحدیث علیہ الرحمہ سنت کی ادائیگی بلا تکلف اور بلا تصنع فرماتے۔ یوں محسوس ہوتا تھا کہ فعلِ سنت آپ کی طبیعت کا حصہ بن چکا ہے۔ شعوری اور غیر شعوری طور پر آپ کے تمام کام سنت کے مطابق ہوتے۔"

سُنتِ مصطفےٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی بلا تکلف مکمل اتباع صرف اولیاء اللہ کو حاصل ہوتی ہے۔

---

[1] تفصیل کے لیے مذکور اکابر کے قلمی بیانات، مخزونہ جامعہ نظامیہ رضویہ، لاہور، دیکھے جاسکتے ہیں۔

[2] قلمی یادداشت مولانا شمس الزمان قادری، مخزونہ جامعہ نظامیہ رضویہ، لاہور

حضرت شیخ الحدیث علیہ الرحمہ کے انہی بلند پایہ علمی و روحانی کمالات سے نہ صرف برِ صغیر کے مسلمان مستفیض ہوتے، بلکہ عالمِ اسلام کے علماء نے آپ کو قبولیت کی نگاہوں سے دیکھا اور آپ سے استفاضہ کیا۔ مولانا محمد معین الدین شافعی مہتمم جامعہ قادریہ رضویہ، فیصل آباد فرماتے ہیں:

"۱۹۵۶ء میں جب آپ دوسری مرتبہ حرمین شریفین میں حاضر ہوتے تو مصر، حجاز اور شام وغیرہ کے علماء نے آپ سے سندِ حدیث اور سلاسلِ طریقت میں اجازت حاصل کی۔" [1]

سوانح نگاری میں محض خواب کی بنیاد پر کسی واقعہ یا حقیقت کا تعین نہیں کیا جا سکتا، تاہم نیک لوگوں کے خواب مبشّرات کا درجہ رکھتے ہیں۔ ایسے خواب کسی حقیقت کے تعین میں دیگر خارجی دلائل کے ساتھ بطورِ شواہد پیش ہو سکتے ہیں۔

حضرت شیخ الحدیث علیہ الرحمہ ایک کامل ولی اللہ تھے۔ یہ بات شک سے وراء ہے۔ گزشتہ سطور میں آپ نے اس بارے میں جو پڑھا، وہ اس سلسلہ میں کافی ہے، تاہم اس مقام پر ان چند خوابوں کا تذکرہ دلچسپی سے خالی نہ ہوگا، جن کا تعلق آپ کی ذات سے ہے۔

جناب بابا کریم بخش مقیم گوشالہ کچی آبادی، فیصل آباد نے مولانا مفتی محمد امین مہتمم جامعہ امینیہ رضویہ، فیصل آباد، سے بیان کیا کہ میں نے خواب میں ایک شخص کو تانگے پر کچھ اعلان کرتے دیکھا، جب میں تانگے کے قریب ہوا، تو اعلان کرنے والے نے نیچے اُتر کر مجھے کہا: "بابا! تو بھی اعلان سُن لے کہ جو شخص نجات چاہتا ہے مولانا محمد سردار احمد صاحب کا دامن تھام لے۔" [2]

جناب صوفی عبدالخالق مقیم خانیوال کا بیان ہے کہ جب میں حضرت قبلہ محدث اعظم پاکستان دامت برکاتہم العالیہ کا مُرید ہوا، تو آپ نے مجھے مذہبِ اہلِ سنت و جماعت پر قائم رہنے اور مذاہبِ باطلہ سے کلیتہً مجتنب رہنے کی تلقین فرمائی۔ . . . . مُرید ہونے کے کچھ عرصہ بعد

---

[1] قلمی یادداشت مولانا محمد معین الدین شافعی، مخزونہ جامعہ نظامیہ رضویہ، لاہور

[2] ماہنامہ نوری کرن، بریلی، مارچ و اپریل ۱۹۶۳ء ص ۱۰۴

میں نے خواب دیکھا کہ جامعہ رضویہ لائل پور میں بھاری اجتماع ہے۔ حضرت محدث اعظم مدظلہ کی نشست گاہ میں دو بزرگ حضرت جنید بغدادی اور حضرت ابوبکر شبلی جلوہ گر ہیں۔ میں نے ان دونوں بزرگوں سے عرض کی کہ آپ صاحبان تو اولیاء سابقین میں تھے۔ زمانہ حال کے ایک بزرگ حضرت مولانا محمد سردار احمد مدظلہ کے متعلق آپ کا کیا خیال ہے . . . . . .
دونوں بزرگوں نے بیک زبان فرمایا،

"مولانا سردار احمد حق پر ہیں، حق پر ہیں، حق پر ہیں۔" [1]

مولانا محمد سلیم ناظم مکتبہ اویسیہ حامد آباد، بہاول پور، اپنے ایک دوست کا خواب بیان کرتے ہیں کہ انہوں نے خواب میں حضرت شیخ الحدیث علیہ الرحمہ کو دیکھا کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ کو اپنی گود میں لیا ہوا ہے اور آپ کی ڈاڑھی کو اپنا دستِ مبارک لگا کر صحابہ کرام علیہم الرضوان سے تعارف کرا رہے ہیں اور صحابہ کرام بہت خوش ہو رہے ہیں۔" [2]

اولیاء اللہ کی بعض باطنی کیفیات کا ظہور ان کے وصال کے بعد ہوتا ہے۔ حضرت شیخ الحدیث علیہ الرحمہ کے وصال پر بھی بعض کرامات کا ظہور ہوا، جن کا مشاہدہ کرنے والے بیان کرتے ہیں کہ عاشقِ رسول اکرم، نبراس المحدثین حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد سردار احمد قدس سرہٗ کا جنازہ مبارکہ کچہری بازار (فیصل آباد) سے بطور جلوس پورے جاہ و جلال کے ساتھ خراماں

---

[1] ماہنامہ نوری کرن، بریلی، مارچ و اپریل ۱۹۶۳ء ص ۱۰۴

[2] ایضاً، ص ۷۵

(نوٹ) اسی نوعیت کا ایک خواب حضور داتا گنج بخش علیہ الرحمہ نے حضرت امام اعظم ابوحنیفہ علیہ الرحمہ سے متعلق دیکھا اور اپنی مبارک کتاب کشف المحجوب میں درج فرمایا۔ اس خواب کی یہ تعبیر حضور داتا گنج بخش علیہ الرحمہ فرماتے ہیں کہ حضرت امامِ اعظم قدس سرہ فنا فی الرسول کے مرتبہ پر فائز تھے ———— اور کیا بعید کہ ان ائمہ ذی شان اور اولیائے کاملین کی محبت و خدمت کے صدقے سے حضرت شیخ الحدیث علیہ الرحمہ ان مقامات پر فائز ہوں۔

این سعادت بزورِ بازو نیست   تا نہ بخشد خدائے بخشندہ

خراماں گزر رہا تھا کہ خاص کیفیت نے لوگوں کو اپنی طرف متوجہ کر لیا[1] عقیدت سے نظریں جھکا کر چلنے والے بھی تابوت کی طرف دیکھنے لگے اور اپنے پرائے سب اس نورانی منظر کو دیکھ کر رقّت اور عجیب تاثر کے ساتھ عش عش کر اُٹھے کہ حضرت کے تابوت پر "محسوس نور" کی چھما چھم بارش ہو رہی تھی۔ دن کے اجالے اور سورج کی روشنی میں عقیدتمند اور بیگانے سب اس نورانی پھوہار کو سر کی آنکھوں سے دیکھ رہے تھے۔ اس نظارے سے متاثر ہو کر سبھی کہہ رہے تھے:

" سُبحان اللہ! کیا نور برس رہا ہے۔"

قریب کے ساتھیوں نے نہایت عجیب حقیقت افروز جواب دیا،

"اُوپر سے نور برس رہا ہے تو اس میں حیرت کی کیا بات ہے۔ اندر بھی نور ہی ہے"[2]

آسماں سے نور افشانی ہوئی تابوت پر
کیا مقدّس بندۂ غفار تھے شیخ الحدیث
دیکھ کر منظر جنازہ کا یہ ظاہر ہو گیا
اہلِ حق کے سیّد و سردار تھے شیخ الحدیث

---

[1] جنازہ کا جلوس کئی فرلانگ لمبا تھا۔ دور سے دیکھنے والے اس نورانی فوار کو دیکھ کر معلوم کر لیتے کہ جنازہ کہاں ہے چنانچہ میں کمیٹی ہال کے پاس سے معلوم کر رہا تھا کہ اس وقت جنازہ گھنٹہ گھر کے پاس ہے کیونکہ نورانی فوار آسمان سے چارپائی تک بارانِ نور بنی ہوئی تھی۔ میرے پاس دُور سے ارد گرد کے تمام لوگ یہی تعجب انگیز منظر دیکھ رہے تھے۔ میں اسٹیشن تا کمیٹی ہال چارپائی کے نیچے تھا۔ کمیٹی ہال کے پاس میں ایک طرف ہوا تو پیچھے رہ گیا، کیونکہ بھیڑ تھی۔ پیچھے والے تمام یہ نظارہ دیکھ رہے تھے، چنانچہ تمام اخباری رپورٹروں نے اس منظر کو نوٹ کیا اور اخبارات میں شائع کیا۔ (مولانا مفتی) محمد عبدالقیوم (ہزاروی)

[2] تفصیل کے لیے ملاحظہ ہو (ا) روزنامہ سعادت لائل پور۔ ۳۱ دسمبر ۱۹۶۲ء
(ب) روزنامہ عوام، لائل پور، ۳۱ دسمبر ۱۹۶۲ء
(ج) ماہنامہ نوری کرن، بریلی مارچ و اپریل ۱۹۶۳ء
(د) ہفت روزہ محبوب حق، لائل پور ۳ جنوری ۱۹۶۳ء

اعلیٰ حضرت بریلوی قدس سرہ العزیز نے شاید ایسے ہی مردِ مومن کے لیے فرمایا تھا ؎

عرش پر دھومیں مچیں، وہ مومنِ صالح ملا
فرش سے ماتم اُٹھا وہ طیب و طاہر گیا

اولیاء اللہ کے سینے علم و عرفان کے ایسے خزینے ہوتے ہیں جن تک رسائی ہر کس و ناکس کا کام نہیں۔ قدرتِ کاملہ کے رازہائے سربستہ ان کے سینوں میں محفوظ ہوتے ہیں۔ گہرے سمندر کی طرح معرفت سے بھرپور وجودوں میں ٹھہراؤ ہوتا ہے، سکون و خاموشی ہوتی ہے۔ دعویٰ سے بے نیاز ہوتے ہیں ــــــ لیکن کبھی کبھار اُن کی زبانوں پر کچھ ایسے کلمات جاری ہو جاتے ہیں جو اُن کے مراتب ولایت کے غماض ہوتے ہیں۔ حضرت شیخ الحدیث علیہ الرحمہ سے متعلق ایک واقعہ اسی نوعیت کا مولانا اسد نظامی (جہانیاں منڈی) نے ۲۸ ذی القعدہ ۱۴۰۳ھ کو حکیم اہل سنت مولانا حکیم محمد موسیٰ امرتسری ضیائی مدظلہ کی موجودگی میں بیان کیا:

"۱۹۵۸ء میں حضرت شیخ الحدیث علیہ الرحمہ کے ہمراہ مولانا محمد حنیف فیصل آباد، مولانا حسن علی رضوی میلسی اور میں نے جہانیاں سے میلسی تک سفر کیا۔ میلسی سے ادھر کوئی پانچ چھ میل کے فاصلہ پر ڈھمکی نہر کے پُل کے قریب بس خراب ہوگئی۔ سواریاں نیچے اُتر آئیں۔ مولانا حسن علی رضوی نے کمبل بچھا دیا، اس پر حضرت شیخ الحدیث علیہ الرحمہ بیٹھ گئے۔ تھوڑی دور ایک جاٹ ہل چلا رہا تھا۔ آپ نے دورانِ گفتگو اس جاٹ کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرمایا:

"وہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا حضوری ہے۔"

وہ جاٹ ہل چھوڑ کر آ گیا اور آتے ہی پنجابی زبان میں کہنے لگا:

"مولوی صاحب! آپ نے میرا پردہ تو فاش کر دیا ہے، لیکن اپنے بارے میں بھی کہیے۔ آپ تو مجھ سے بھی پہلے وہاں دربارِ رسالت میں حاضر ہوتے ہیں۔"

زمیندار کے چلے جانے کے بعد ہم نے آپ کو مزید کریدنا چاہا، لیکن آپ خاموش ہو گئے۔

اسی نوعیت کا ایک واقعہ مولانا بشیر احمد سیالوی بیان کرتے ہیں،

ایک مرتبہ آپ نے دُور سے آنے والے اجنبی شخص کی طرف اشارہ کرکے فرمایا،

"آنے والا بندہ وقت کا ولی ہے۔"

جب وہ پاس آیا تو اُس نے عرض کیا "حضرت! کسی کا راز فاش نہیں کرنا چاہیے۔"[1]

کسی مشہور و معروف خانوادہ کا سجادہ نشین ہو کر کسی اعلیٰ مقام پر پہنچنا اتنا بڑا کمال نہیں، علمی خاندان کے کسی فرد کا علمی اعتبار سے بلند مرتبہ پالینا اتنا بڑا کمال نہیں۔ خاندانِ سادات سے ہو کر قبولیتِ عامہ حاصل کر لینا کوئی بڑا کمال نہیں، کیونکہ انہیں بہت سی چیزیں پہلے ہی سے حاصل ہوتی ہیں، جس میں اُن کی محنت کا کوئی عمل دخل نہیں ہوتا۔ اُن کی شہرت پہلے سے موجود ہوتی ہے ہزاروں لوگ اُن کے چاہنے والے پہلے سے موجود ہوتے ہیں۔ اس ابتدائی بنیادی پس منظر میں ان کے کردار و عمل کا کوئی حصّہ نہیں ہوتا، بلکہ ان کے اسلاف کی برکت سے اُن کا وہ سفر طے ہو چکا ہے جو اوروں کو ابھی طے کرنا ہوتا ہے۔ ان کی طرف سے تھوڑی سی محنت بہت کچھ پیدا کر دیتی ہے، کیونکہ ان کی راہ پہلے سے ہموار ہوتی ہے۔

درحقیقت کمال تو اُس کا ہے جو نہ سادات کے گھرانے سے متعلق ہو، نہ کسی پیرِ طریقت کے اخلاف سے ہو، نہ کسی علمی خاندان کا فرد ہو، نہ سرمایہ دار ہو، نہ جاگیر دار۔ نہ صاحبِ اقتدار کے خاندان سے متعلق ہو، بلکہ متوسط زمیندار گھرانے میں پیدا ہوا اور وہ اتنے بڑے منصب پر فائز ہو کہ بڑے بڑے مشائخ عظام اور صوفیائے کرام اس سے اظہارِ عقیدت کریں۔ مقتدر علماء اس کی زیارت باعثِ برکت جانیں۔ وہ مخلوقِ خدا کی رُشد و ہدایت کے لیے سلسلۂ بیعت شروع کرے، تو اُس کے مُریدوں کی تعداد بڑے بڑے صاحبانِ طریقت کے مُریدوں سے کہیں بڑھ جاتے۔ فنون کی تعلیم دے، تو بڑے بڑے علماء اسے فخر المدرسین کہہ کر پکاریں۔ درسِ حدیث کی مسند پر تشریف فرما ہو تو جلیل القدر محدثین اسے علی الاطلاق محدثِ اعظم اور شیخ الحدیث کے پیارے القاب

---

[1] قلمی یادداشت مولانا بشیر احمد سیالوی جہلمی، مخزونہ جامعہ نظامیہ رضویہ، لاہور

سے یاد فرمائیں۔

حضرت شیخ الحدیث علیہ الرحمہ ان پیروں سے قطعاً مختلف تھے جو صرف مریدوں کی تعداد کی کثرت پر فخر کریں اور انہیں اپنے مریدوں کی اصلاح و تربیت سے کوئی دلچسپی نہیں ہوتی، بلکہ آپ ایسے شیخِ کامل تھے، جو صاحب حال تھے، صاحبِ کردار و عمل تھے، جن کی زیارت سے ہی انقلاب آجاتا اور گناہوں سے نفرت پیدا ہو جاتی ——— اور یہی بہت بڑا کمال ہے۔

عام طور پر تاثر یہ ہے کہ تقسیمِ ملک کے بعد جب آپ پاکستان تشریف لائے، تو آپ نے سلسلۂ بیعت شروع کیا۔ حقیقتِ حال یہ ہے کہ آپ کا یہ سلسلہ تقسیم ملک سے بہت پہلے بریلی کے قیام کے دوران ہی شروع ہو چکا تھا۔ ماسوائے رمضان المبارک کی سالانہ تعطیلات کے، کہ ان میں آپ اپنے وطن مالوف میں کبھی کبھی تشریف فرما ہوتے۔ آپ کا اکثر و بیشتر وقت بریلی شریف میں تدریس میں ہی گزر جاتا، تاہم آپ کے وطن کے لوگ اور بالخصوص آپ کے گاؤں کے بہت سے لوگ آپ سے باقاعدہ بیعت ہو چکے تھے۔ آپ کے ان ارادت مندوں میں خوش حال، متوسط اور غریب، سبھی شامل تھے۔ [1]

---

[1] بروایت قاری غلام نبی، دیال گڑھی، حال مقیم فیصل آباد

(نوٹ) قاری غلام نبی، حضرت شیخ الحدیث علیہ الرحمہ کے تقسیمِ ہند سے قبل کے حالات بیان کرتے وقت بڑے محتاط معلوم ہو رہے تھے، مگر آپ سے عقیدت و محبت کی فراوانی نے آپ کو گلوگیر کر رکھا تھا۔ فقیر قادری عفی عنہ

کرامات

عارف باللہ الشیخ محمد آفندی ابن عابدین معروف بہ شامی (م ۱۲۵۲ھ / ۱۸۳۶ء) کرامت اور صاحبِ کرامت کی تعریف میں یُوں فرماتے ہیں؛

" الکرامۃ ھی ظھور امر خارق للعادۃ علی ید عبد ظاھر الصلاح ملتزم لمتابعۃ نبی من الانبیاء مقترنا بصحیح الاعتقاد والعمل الصالح غیر مقارن لدعوی النبوۃ۔[1]

خلافِ عادت امر کا ظہور ایسی ہستی سے جس کا ظاہر صلاح سے مزیّن ہو، انبیاء میں سے کسی نبی کی متابعت کرنے والا ہو، صحیح العقائد ہو، عملِ صالح کرنے والا ہو اور دعوائے نبوت نہ کرنے والا ہو، کرامت کہلاتا ہے۔

اس مختصر جملہ میں حضرت علامہ شامی نے کرامت کی تعریف کے ساتھ ساتھ صاحبِ کرامت ولی اللہ کی پہچان بھی کرادی ہے۔

عارف باللہ شیخِ طریقت حضرت شیخ الحدیث قدس سرہ کی زندگی عزمِ راسخ، عالی ہمتی، اتباعِ سنّت اور استقامت سے عبارت تھی۔ ایسی صفات کا حامل یقیناً ولی کامل ہوتا ہے۔ سعید طبائع اور قدسی ارواح ایسے بلند پایہ افراد کو احسانِ خداوندی سمجھتی ہیں اور اپنی دینی و اُخروی بلکہ دنیوی امور بھی ایسی ذات قدسی صفات سے وابستہ کرلیتی ہیں۔ ولایت کا یہ وہ معیار ہے جو متقدمینِ اولیاء اللہ کا شعار ہے۔ ایسی عزیز الوجود صفات کی موجودگی میں ظاہری کرامات لازمی نہیں سمجھی جاتیں۔ تاہم عوام النّاس کی آسان پہچان کے لیے حضرت شیخ الحدیث قدس سرہٗ

---

[1] اجابۃ الغوث ببیان حال النقباء والنجباء والابدال والاوتاد والغوث (رسائل ابن عابدین) مطبوعہ سہیل اکیڈمی، لاہور (۱۴۰۰ھ / ۱۹۸۰ء) ج ۲، ص ۲۷۸

سے خارق العادات کرامات کا ظہور بھی ہوا۔ ان خرق عادت امور سے عوام الناس کو بھی آپ کے ولیٔ کامل ہونے کا یقین محکم ہو گیا۔

جدید فن سوانح نگاری میں خرقِ عادات کرامات کے لیے شاید کوئی اہمیت نہیں۔ بعض شخصیات پر یہ اصول درست طور پر منطبق ہے، مگر بعض شخصیات وہ ہیں، جن کے لیے کچھ دیگر قواعد ہوتے ہیں۔ ایسا بھی ممکن ہے بعض سوانح نگار خرقِ عادات واقعات کو بعید از قیاس خیال کر کے نظر انداز کر دیں لیکن جن حضرات کی نظر علومِ اسلامیہ پر ہے وہ کرامات کے وجود اور اس کی اہمیت سے صرفِ نظر نہیں کر سکتے۔ قرآن مجید، احادیثِ نبویہ اور اولیاء کاملین کے تذکرے خارق العادت کرامات سے پُر ہیں۔

حضرت شیخ الحدیث قدس سرہ کی زندگی اگرچہ قال اللہ و قال الرسول میں گزری علومِ دینیہ کی تبلیغ و تدریس آپ کی زندگی کا سب سے بڑا وظیفہ رہا۔ اس حوالہ سے آپ کی علمی حیثیت غالب رہی، تاہم اکثر موقعوں پر آپ سے خرقِ عادت کرامات کا ظہور ہوا جو اس امر کی دلیل ہے کہ آپ کی ذات ولایت کے اعلیٰ مقام پر فائز تھی۔ آپ کی خارق العادت کرامات اتنی کثیر ہیں کہ ان کا شمار میرے لیے ممکن نہیں اور نہ ہی اس کتاب میں ان کا بتمامہ ذکر مقصود ہے۔ کاش کوئی صاحبِ دل اس طرف متوجہ ہو اور آپ کی کرامات کے واقعات کو جمع کر لے۔

بطورِ برکت آپ کی چند کرامات کا تذکرہ کیا جاتا ہے:

ایک مرتبہ دورۂ حدیث کے دوران شہید کی حیات کا مسئلہ بیان ہو رہا تھا۔ حضرت شیخ الحدیث قدس سرہ نے قرآن مجید اور احادیثِ طیبہ سے حیاتِ شہداء کا مدلل بیان فرمایا۔ بعد ازاں تصوف کے انداز میں بھی اس مسئلہ پر شرح و بسط سے روشنی ڈالی، مگر شریک درس ایک طالب علم مولانا محمد سلیم نقشبندی (حال خطیب جھال خانوآنہ، فیصل آباد) بیان کرتے ہیں کہ طالب علمی کے انداز میں، میں نے چند سوالات وارد کیے۔ آپ نے ان سوالات کا جواب بھی دیا۔ آپ کے جوابات کچھ اس نوعیت کے تھے کہ میرے جسم کے اجزاء کانپ گئے۔

جسم میں حرکت نہ رہی۔ بالآخر میں نے عرض کیا کہ میں کروڑ مرتبہ توبہ کے بعد یہ عرض کرتا ہوں کہ حیاتِ شہداء پر ایمان ہونے کے باوجود یہ مسئلہ سمجھ میں نہیں آرہا۔ صرف اطمینانِ قلب چاہتا ہوں۔ حضرت کی عادتِ مبارکہ یہ تھی کہ قرآن وحدیث کے مقابل میں اگر کوئی شخص اپنا عندیہ پیش کرتا، تو اکثر جلال کا اظہار فرماتے، لیکن آج خلافِ عادت مسکرا دیئے اور فرمایا، "اللہ تعالیٰ اپنے محبوب پاک صلی اللہ علیہ وسلم اور اولیاء کاملین کے صدقے تمہیں اپنے وقت پہ اس مسئلہ کی سمجھ آجائے گی۔"

مولانا محمد سلیم نقشبندی بیان کرتے ہیں کہ چونکہ آپ علم وفضل کے ساتھ ساتھ بیکراں روحانیت و ولایت سے بھی ممتاز تھے۔ خدام و تلامذہ کے علاوہ ملک کے طول و عرض سے مشائخِ عظام بھی آپ کے ہاں تشریف لاتے تھے۔ مجھے یقین کامل تھا کہ آپ کی خصوصی توجہ سے اس مسئلہ میں مجھے عین الیقین حاصل ہو جائے گا۔ اس کا باعث ایک اور بھی تھا کہ میں آپ کے ہمراہ تبلیغی جلسوں میں حاضر ہوتا تھا۔

اسی رات کو جب میں سویا تو قسمت بیدار ہو گئی۔ حضرت شیخ الحدیث قدس سرہ کی زیارت سے مشرف فرمایا گیا۔ حسبِ عادت آپ نے فرمایا، مولانا! سامان جلدی تیار کرلو۔ محفلِ پاک کا وقت قریب ہو گیا ہے۔ یہ نہ فرمایا کہ یہ محفل کہاں ہو گی؟ تانگہ لایا گیا۔ آپ سوار ہو گئے۔ میں بھی خادمانہ حیثیت سے سوار ہو گیا۔ بڑی دیر تک تانگہ چلتا رہا۔ اچانک ہم اس جگہ پہنچ گئے جو دو مسجدوں (سنی رضوی جامع مسجد اور شاہی مسجد) کے درمیان ہے۔ کیا دیکھتا ہوں کہ کثیر مجمع ہے۔ سینکڑوں اکابرِ ملت موجود ہیں۔ حضرت نے میری طرف توجہ فرمائی اور ارشاد فرمایا، اس محفلِ مبارک میں حضور سیدنا غوث پاک، حضور سیدنا شہاب الدین سہروردی اور دیگر سلاسل کے عظیم المرتبت حضرات موجود ہیں۔ ادب ملحوظ رہے۔ حضرت شیخ الحدیث علیہ الرحمہ نے حسبِ عادتِ اولیاء کاملین کے اسمائے گرامی بڑے ادب واحترام سے بیان فرمائے۔ یہ آپ کا طرۂ امتیاز تھا۔ اولیائے کاملین سے میرا تعارف کرایا اور آپ خود سٹیج پر

بیٹھ گئے۔ اولیاء کاملین نے آپ کو وعظ کے لیے ارشاد فرمایا۔ آپ نے کھڑے ہو کر وعظ کرنا چاہا مگر حضور سیدنا غوث پاک رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا: آپ کرسی پر تشریف رکھیں۔ آپ نے عرض کیا: میرے لیے یہ کیسے روا ہے؟ ارشاد ہوا جس طرح حضور نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے حضور حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہ نعت خوانی کے لیے عرض کرتے تو ان کے لیے منبر بچھا دیا جاتا۔ چنانچہ حضرت شیخ الحدیث قدس سرہ کرسی پر جلوہ افروز ہوئے اور آپ نے آیتِ کریمہ ولاتقولوا لمن یقتل فی سبیل اللّٰہ اموات الخ تلاوت فرمائی۔ ترجمہ کے بعد بخاری شریف کی مؤید احادیث بھی پڑھیں اور حیاتِ شہداء کا بیان شروع فرمایا۔ دورانِ تقریر کبھی کبھی میری طرف بھی توجہ فرماتے۔ ارشاد فرمایا: حیاتِ شہداء کا ثبوت نص قطعی سے ثابت ہے۔ جو اس کا منکر ہو، وہ دائرۂ اسلام سے خارج ہے ـــــ ہے تم میں کوئی ایسا جو اپنی گردن کٹوا کر اس کا مشاہدہ کرنا چاہے۔ اس پر ایک نوعمر لڑکا کھڑا ہوا اور عرض کی کہ میں اپنی گردن اللہ تعالیٰ کی راہ میں کٹواتا ہوں۔ آپ کے ہاتھ میں ایک چھوٹا سا چاقو تھا۔ آپ نے وہ مجھے عنایت فرماتے ہوئے فرمایا کہ اس کی گردن قلم کر دو۔ یہ چاقو کیا تھا، گویا ایک مقناطیس تھا ذرا سے اشارہ سے اس نوعمر کی گردن جُدا ہو گئی، لیکن وہ خود کھڑے کا کھڑا رہا، بلکہ کہہ رہا تھا کہ زندہ ہوں۔ میری حیات میں شک کرنے والا بے ایمان ہے۔ اس کے بعد حضرت شیخ الحدیث علیہ الرحمہ نے دوسری مرتبہ اعلان کیا کہ ـــــ ہے کوئی اور جو اپنی گردن اللہ تعالیٰ کی راہ میں کٹوا کر حیات حاصل کرے۔ مولانا محمد سلیم نے عرض کیا کہ حضور میں بھی شوق رکھتا ہوں۔ چنانچہ آپ نے اسی چاقو سے اشارہ فرمایا کہ میری گردن سینہ سے جُدا ہو گئی۔ لیکن اس کے باوجود میں زندہ ہوں، بلکہ تمام کائنات کا مشاہدہ کر رہا ہوں۔ میں احباب سے کہہ رہا ہوں کہ میری طرف دیکھو کہ میں زندہ ہوں۔ اختتامِ محفل پر آپ واپس تشریف لائے۔ اچانک میری آنکھ کھل گئی۔ سردی کا موسم تھا۔ رات کے کوئی دو بجے کا عمل تھا۔ مشائخ کرام کی جلوہ گری اور حضرت شیخ الحدیث قدس سرہٗ کے وعظ اور میری شہادت اور حیات کے منظر سے دل میں سرور اور لذت کی کیفیت بیان سے

باہر تھی۔ کئی دن تک یہ سرور ولذّت کی کیفیت رہی۔ صبح کو حسبِ معمول آپ نے حدیث کا سبق شروع کرایا، تو اسی حدیث سے، جس میں حیاتِ شہداء کا بیان تھا۔ آپ نے نہایت مسرّت بھرے لہجے میں فرمایا: لاشك فيه، صدق الله جل جلاله وصدق النبي صلى الله عليه وسلم۔ ترچھی نگاہوں سے میری طرف متوجہ ہو کر فرمایا: "کیوں مولوی سلیم! آیتِ کریمہ برحق ہے نا؟ کوئی شبہ تو نہیں؟ میں نے والہانہ انداز میں عرض کیا: کوئی شبہ نہیں۔ مولانا محمد سلیم نقشبندی بیان کرتے ہیں کہ مجھ ایسے کتنے حضرات ہیں جو آپ کے فیضان سے عین الیقین اور حق الیقین پا چکے ہیں۔ جب میں نے رات کے خواب کا واقعہ مولانا مفتی نواب الدّین مدرس و مفتی جامعہ رضویہ مظہرِ اسلام، لائل پور سے بیان کیا، تو آپ نے فرمایا: "ایسی باتیں تو حضرت کے لیے معمولی ہیں۔" [1]

جناب قیّوم سلیم نائب صدر انجمن تاجران و چیئرمین زکوٰۃ و عشر کمیٹی فیصل آباد نے جناب شیخ بشیر احمد سابق چیئرمین بلدیہ فیصل آباد کی موجودگی میں بیان کیا کہ میری بیوی عسرِ ولادت کی وجہ سے بیمار ہو گئی۔ ڈاکٹروں نے علاج سے معذوری ظاہر کر دی۔ لیڈی ڈاکٹر منوّر سلطانہ اور لیڈی ہیلتھ وزیٹر منوّر سلطانہ نے بڑی کوشش سے علاج معالجہ کیا، مگر یہ بھی بے بس ہو گئیں۔ ادھر حالت یہ تھی کہ ایک ایک لمحہ میری بیوی کے لیے موت سے کم نہ تھا۔ طبّی امداد سے ہم مایوس ہو گئے۔ اس عالمِ یاس میں مَیں حضرت شیخ الحدیث قدس سرہ کے حضور حاضر ہوا اور ساری داستان عرض کی۔ آپ نے دُعا فرمائی، جس کی برکت سے میری بیوی کے ہاں توام بچّے پیدا ہوئے۔ ایک لڑکا اور ایک لڑکی۔ لیکن چند دنوں کے بعد وہ دونوں بچّے کیلے کی طرح خشک ہونے لگے۔ بیماری کے باعث ان کا جسم بھی خشک کیلے کی طرح گھٹنے لگا۔ رفتہ رفتہ وہ موت و حیات کی کشمکش میں مبتلا ہو گئے۔ ہر قسم کا علاج معالجہ ناکام ہو گیا۔ میری بیوی نے سوچا کہ جن کی برکت سے ان کی ولادت آسان ہو گئی تھی، انہی سے ان کی تندرستی کے لیے دُعا

---

[1] روایت مولانا محمد سلیم نقشبندی، خطیب جھال خانوآنہ، فیصل آباد، ۱۶ر جمادی الاولیٰ ۱۴۰۶ھ

کرانی چاہیے۔ چنانچہ میری بیوی حاضر ہوئی اور پردے میں رہتے ہوئے بچوں کی لاعلاج بیماری کے لیے دُعا کی استدعا کی۔ آپ نے دو بینگن منگوائے، انہیں دم فرمایا اور ہدایت کی ان دونوں بچوں کو ان بینگنوں کے نیچے لٹا دیا کریں۔ الحمدللہ آپ کی دُعا اور دم سے جوں جوں بینگن خشک ہوتے گئے، توں توں وہ دونوں بچے تندرست اور صحت یاب ہوتے گئے اور آج بحمدہٖ تعالیٰ دونوں بہن بھائی صاحبِ علم اور صاحبِ اولاد ہیں۔ [1]

صوفی حاجی عبدالحفیظ، حال مقیم گارڈن کالونی، فیصل آباد بیان کرتے ہیں کہ ایک مرتبہ میرے چھوٹے لڑکے . . . . کے گلے میں تربوز کا بیج پھنس گیا۔ یہ بیج خوراک کی نالی کی بجائے سانس لینے والی نالی میں چلا گیا، جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ لڑکے کو سانس لینا دشوار ہو گیا۔ ایسا معلوم ہوتا تھا کہ اسے دمہ کی بیماری ہو گئی ہے۔ ہر چند کافی علاج کروایا، مگر افاقہ نہ ہوا اور نہ ہی مرض کی صحیح تشخیص ہو سکی۔

حضرت شیخ الحدیث علیہ الرحمہ ان دنوں حاجی مہرالدین مقیم ہرچرن پورہ، فیصل آباد کے ہاں ایک دعوت پر تشریف لے گئے تھے۔ میرا مکان بھی اسی محلہ میں، راستہ میں تھا۔ دعوت سے واپسی پر آپ نے خادم سے فرمایا کہ یہاں ہمارے صوفی صاحب کا لڑکا بیمار ہے، اس کی تیمارداری کرنی چاہیے۔ دروازہ پر دستک دی گئی۔ اندر سے جواب آیا کہ صوفی صاحب دکان پر ہیں۔ آپ نے باہر دروازہ پر کھڑے ہو کر ارشاد فرمایا کہ صوفی صاحب کے بچے کے لیے دُعا فرمانی چاہیے۔ آپ نے دُعا کے لیے ہاتھ اٹھائے اور شفاء کے لیے دعا فرمائی۔ یہ نمازِ عصر کے بعد کا وقت تھا۔ شام کو جب صوفی عبدالحفیظ صاحب واپس گھر آئے تو یہ دیکھ کر حیران رہ گئے کہ ان کا بیمار بچہ بالکل تندرست ہے۔ بچے نے بتایا کہ تھوڑی دیر پہلے حضرت شیخ الحدیث مدظلہ یہاں جلوہ افروز ہوئے اور انہوں نے کھڑے کھڑے ہی دعا فرمائی جس کے نتیجے میں میری سانس کی نالی میں اٹکا ہوا تربوز کا بیج چھینک سے باہر آ گیا اور اب میں

---

[1] روایت جناب قیوم سلیم مقیم ۸۹، بی گلبرگ، فیصل آباد۔ ۱۷ رجمادی الاولیٰ ۱۴۰۶ھ

بالکل تندرست ہوں۔ نہ سانس کی تکلیف ہے نہ بخار وغیرہ

یہ حضرت شیخ الحدیث قدس سرہ کی دُعا کی برکت تھی کہ لاعلاج مریض فوراً شفایاب ہوگیا۔[1]

مرشدِ برحق حضرت شاہ سراج الحق قدس سرہ کے ایک مرید کا لڑکا محمد اسحٰق نامی نہایت آوارہ منش تھا اور عاداتِ قبیحہ کا مرتکب ہوگیا۔ والد نے اُس کو بہت سمجھایا، مگر اس پر کوئی اثر نہ ہوا۔ والد بڑا پریشان ہوا۔ اسے اپنی پریشانی کا حل یہ نظر آیا کہ اپنے لڑکے محمد اسحٰق کو حضرت شیخ الحدیث قدس سرہ کا مرید کرا دیا جائے۔ اس طرح شاید وہ بُری حرکات سے باز رہے۔ پروگرام کے مطابق والد، محمد اسحٰق کو لے کر حضرت شیخ الحدیث قدس سرہ کے پاس حاضر ہوا، اور بیعت کی درخواست کی۔ حضرت نے اسے بیعت فرمالیا۔ بیعت کے بعد آپ نے حسبِ عادت نماز، روزہ اور دیگر احکامِ شرعیہ کی پابندی کا حکم فرمایا۔ اس پر محمد اسحٰق نے بے باکانہ جواب دیا کہ مجھ سے یہ توقّع نہ رکھیں، میں ایسا نہیں کرسکتا۔ ہاں اگر آپ اپنی روحانی قوت سے ایسا کروالیں، تو اور بات ہے۔

بیعت کے بعد کچھ عرصہ تک محمد اسحٰق اپنی پُرانی عادت پر قائم رہا، لیکن اچانک وہ نماز، روزہ کا پابند بن گیا، بلکہ داڑھی بھی رکھ لی۔ جب اس سے والد نے اس کا باعث دریافت کیا، تو اُس نے اپنا ایک خواب بیان کیا کہ ایک رات میں نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی مجلسِ مبارک دیکھی۔ میں نے خیال کیا کہ میں بھی حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت سے مشرف ہولوں۔ اس ارادہ سے مَیں آگے بڑھا، تو حاضرینِ مجلس سے چند افراد اُٹھے اور انہوں نے مجھ سے پوچھا کیوں اور کیسے بغیر اجازت یہاں آئے ہو؟ تمہیں معلوم نہیں کہ یہاں آنے والے کے پاس سرٹیفکیٹ کا ہونا ضروری ہے۔ یہ کہہ کر انہوں نے مجھے مارنا شروع کیا۔ میرے کندھے پر ڈنڈے برسائے، چنانچہ جب میں بیدار ہوا، تو واقعی میرے کندھے ضربوں سے چُور تھے۔ اس واقعہ کو میں نے حضرت شیخ الحدیث قدس سرہ کی کرامت سمجھا۔ محمد اسحٰق نے تمام برائیوں

---

[1] روایت صوفی عبدالحفیظ مقیم گارڈن کالونی، فیصل آباد

سے توبہ کرلی۔ اب وہ لاری اڈا فیصل آباد میں ایک ہوٹل کا مالک صوفی محمد اسحٰق ہے۔ ؎۱

مولانا مفتی محمد امین مہتمم جامعہ امینیہ رضویہ، فیصل آباد بیان کرتے ہیں کہ چند سال قبل گڑھی شاہو، لاہور میں دو متحارب فریقوں میں صلح کرانے کے لیے چوہدری بشیر احمد ایڈووکیٹ کے دفتر میں بیٹھا تھا۔ وکیل صاحب نے صوفی معراج دین گڑھی شاہو، لاہور اور چوہدری غلام رسول سے تعارف کرایا۔ چوہدری غلام رسول گڑھی شاہو، کے زمیندار ہیں۔ دوبئی میں کام کرتے ہیں۔ حضرت شیخ الحدیث قدس سرہ کے مرید تو نہ تھے، البتہ ان کی عقیدت، مریدوں سے کم نہ تھی۔ چوہدری غلام رسول نے بتایا کہ جب میں حج کے لیے جانے کی تیاری کر رہا تھا۔ ان دنوں لائل پور حضرت شیخ الحدیث قدس سرہ کے حضور اجازت کے لیے حاضر ہوا۔ آپ نے بڑی مسرت کا اظہار فرمایا۔ آپ نے میری خاطر مدارات کی۔ الوداع ہوتے وقت آپ نے مجھے فرمایا کہ "جب مدینہ منورہ حاضری ہو تو باب جبرئیل کی طرف روضۂ انور کے قریب آپ کو ایک بزرگ ملیں گے، ان سے معانقہ کرنا۔"

چوہدری غلام رسول بیان کرتے ہیں کہ مدینہ منورہ حاضری ہوئی۔ کئی روز اس بزرگ کی تلاش کی، مگر کامیاب نہ ہو سکا۔ میری واپسی کی تاریخ قریب آ رہی تھی اور مجھے اس بزرگ کی ملاقات کی تمنا زیادہ ہو رہی تھی۔ آخر ایک روز عشاء کے بعد روضۂ انور کے قریب حاضر تھا، اچانک وہ بزرگ نظر آئے۔ کشیدہ کاری والی ٹوپی پہن رکھی تھی۔ میں نے جی ہی جی میں کہا کہ واہ رے قسمت! معانقہ کا ارادہ فرمایا تو غور کرنے پر معلوم ہوا کہ یہ بزرگ تو حضرت شیخ الحدیث قدس سرہ ہیں۔ اس منظر سے میں بے خود ہو گیا۔ اپنے حواس پر قابو نہ رہا۔ اسی عالم میں روضۂ انور کی دیوار کے ساتھ لگ گیا۔ حسبِ معمول عشاء کے بعد شرطی نمازیوں کو مسجد سے نکال رہے تھے۔ انہوں نے مجھے بھی نکالنا چاہا، میں نے ہاتھ کے اشارہ سے کہا کہ ذرا ٹھہریئے۔ ذرا ہوش و حواس درست ہوئے، تو ارادہ کیا کہ حضرت صاحب سے پوچھوں کہ آپ یہاں کب

؎۱ قلمی یادداشت مولانا مفتی محمد عبدالقیوم قادری ہزاروی، لاہور

تشریف لائے ہیں ، مگر آپ وہاں نہ تھے ۔ یاد رہے یہ واقعہ اس سال کا نہیں ، جب آپ ۱۹۵۶ء کو حج پر گئے تھے ۔ [1]

چوہدری محمد منیر نمبردار چک نمبر ۱۲۱ ، ج ب گوکھووال ، ضلع فیصل آباد بیان کرتے ہیں کہ ایک مرتبہ فروری ۱۹۶۰ء میں ہماری دعوت پر حضرت شیخ الحدیث قدس سرہ ہمارے ہاں تقریر کے لیے تشریف لائے ۔ بعد نماز عشاء تقریر شروع ہوئی ۔ اسی دوران گہرے بادل بن آئے ۔ ایسا لگتا تھا کہ ابھی بارش ہونے والی ہے ۔ ظاہر ہے بارش ہونے کی صورت میں جلسہ کا سارا انتظام درہم برہم ہو جائے گا ، مگر حضرت شیخ الحدیث قدس سرہ نے تقریر کے ابتداء میں فرمایا ،

" اے بادل کے فرشتے ! آپ کو معلوم ہے کہ ذکرِ پاک مصطفٰے صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے ہم یہاں جمع ہیں ۔ ہم سب حضور کے غلام ہیں ، تو بھی حضور کا غلام ہے ۔ جب تک ہم ذکرِ مصطفٰے میں مشغول ہیں ، تو بارش نہ برسا ۔ "

آپ نے یہ کہہ کر تقریر شروع کی ۔ تقریر دو گھنٹے جاری رہی ۔ اس دوران بارش کی ایک بوند بھی نہ گری ۔ دراں حالیکہ گہرے بادل چھائے رہے ۔ تقریر کے بعد رات کو خوب بارش ہوئی ۔

اگلے روز جمعہ کے موقعہ پر بارش کے آثار تھے ۔ سُنّی رضوی جامع مسجد میں کثیر مجمع حاضر تھا ۔ بارش ہونے کی صورت میں صحن میں موجود نمازیوں کے لیے کوئی معقول انتظام نہ تھا ۔ اس موقعہ پر بھی آپ نے وہی ارشاد فرمایا جو رات ہمارے ہاں بادل کے مؤکل فرشتہ سے کہا تھا ، چنانچہ دوران نمازِ جمعہ بارش نہ ہوئی ۔ نماز کے بعد موسلا دھار بارش ہوئی ۔ [2]

لائل پور میں مولوی عبدالرحمٰن دیوبندی مہتمم مدرسہ عربیہ اشرف المدارس محلہ گرو نانک پورہ دیوبندی علماء کے ساتھ مل کر حضرت شیخ الحدیث قدس سرہ کی مخالفت میں پیش پیش تھا ۔ آپ کے خلاف ہمیشہ بے سروپا الزامات کی اشاعت میں اپنی پوری کوشش کرتا رہا ، مگر ہر موقع پر اُسے

---

[1] روایت مولانا مفتی محمد امین ، فیصل آباد ۔ ۱۰ ربیع النور ۱۴۰۵ھ

[2] بروایت چوہدری محمد منیر نمبردار ، چک نمبر ۱۲۱ ، ج ۔ ب ، فیصل آباد ، ۱۰ ربیع النور ۱۴۰۵ھ

غضبِ خداوندی نے آگھیرا۔ مدرسہ عربیہ اشرف المدارس کا سالانہ اجلاس آپ کے خلاف منظم تحریک کے طور پر منعقد کروایا جاتا۔ ان اجلاسوں میں دیوبندی احراری علماء کو اس لیے دعوت دی جاتی کہ وہ اپنے بیانات میں حضرت شیخ الحدیث قدس سرہ کی تبلیغی مساعی پر پانی پھیرنے کی ناپاک کوشش کریں۔ اللہ کی شان، انہیں ہر بار اپنے منصوبے کی ناکامی کا منہ دیکھنا پڑا۔

۱۹ تا ۲۱ شعبان المعظم ۱۳۷۳ھ / ۲۳ تا ۲۵ اپریل ۱۹۵۴ء کو مدرسہ عربیہ اشرف المدارس لائل پور کا پانچواں سالانہ اجلاس منعقد ہوا۔ جلسہ کی نشست گاہ دھوبی گھاٹ مقرر تھی موسم بالکل صاف تھا۔ ان دنوں (اواخرِ اپریل) بارش کا امکان نہ تھا، مگر دورانِ تقریر ایسی آندھی آئی اور اولے پڑے کہ جلسہ کا مکمل انتظام درہم برہم ہوگیا۔

اسی طرح مدرسہ مذکور کا چھٹا سالانہ جلسہ ۱۶ تا ۱۸ شعبان المعظم ۱۳۷۴ھ / ۱۰ تا ۱۲ اپریل ۱۹۵۵ء دھوبی گھاٹ میں منعقد ہوا۔ ۱۱ اپریل کو قاری عبدالحق کی زیرِ صدارت قاری محمد حسین دیوبندی تقریر کر رہے تھے۔ سُنّیت کی تردید اور دیوبندیت کی تبلیغ کے لیے امسال قاری محمد طیب مہتمم دارالعلوم دیوبند (بھارت) بھی مدعو تھا۔ قاری محمد حسین کی تقریر کے دوران قاری طیب جلسہ میں آئے۔ قاری طیب کے آنے پر جلسہ گاہ میں ایسا بھگدڑ مچ گیا کہ تمام انتظام معطل ہوگیا۔ بار بار کی اپیل کے باوجود مجمع سے انتشار ختم نہ ہوا۔ آخر ناظمِ جلسہ کو اعلان کرنا پڑا کہ قاری محمد طیب کی تقریر کل دس بجے صبح ہوگی۔ اسی دوران یہ آواز بھی سنائی دی گئی کہ یہ حضرت شیخ الحدیث مدظلہ کی کرامت ہے۔[1]

مولانا محمد شریف خطیب منڈی واربرٹن ضلع شیخوپورہ، ۲۷ ستمبر ۱۹۵۵ء کو حج سے واپسی کے بعد لائل پور حضرت شیخ الحدیث قدس سرہ کی زیارت کے لیے حاضر ہوئے۔ حضرت نے ان کے اعزاز میں بعد نماز عشاء شاہی مسجد میں ایک جلسہ کا اہتمام کروایا۔ جلسہ میں مولانا محمد شریف

---

[1] نقل رجسٹر کارروائی اجلاس ہائے مخالفین۔ مخزونہ کتب خانہ شیخ الحدیث، فیصل آباد

نے اپنا حج پر جانے کا واقعہ یوں بیان فرمایا کہ کچھ عرصہ پہلے میں حضرت شیخ الحدیث مدظلہ العالی کی خدمت میں حاضر ہوا اور اپنا ماجرا پیش کیا۔ آپ نے فرمایا: مولانا! آپ کے گناہوں کی مغفرت دربارِ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم میں ہو گی۔ دوسری مرتبہ حاضر ہوا۔ حجرہ مبارکہ میں بیٹھ کر رو رہا تھا۔ حضرت نے میری پشت پر دستِ شفقت رکھا اور فرمایا: دربارِ رسالت مآب میں حاضری ہو گی اور آپ کے سارے گناہ دُھل جائیں گے۔ تیسری مرتبہ حاضری ہوئی آپ نے فرمایا: اب دربارِ رسالت مآب میں ضرور حاضری ہو گی، حج کی درخواست دے دو۔

مولانا بیان کر رہے تھے کہ میں بے زر تھا، حتیٰ کہ ان دنوں مشاہرہ بھی نہ مل رہا تھا۔ مالی حالت کی یہ کیفیت تھی کہ روزِ مرّہ کے اخراجات کے لیے ادھار لے رکھا تھا۔

آپ نے جب حج کی درخواست جمع کرانے کا حکم فرمایا، اس وقت صرف دو دن باقی تھے کہ جن میں درخواست جمع کروائی جا سکتی تھی۔ ان دنوں چونکہ درخواست پر فوٹو کی پابندی نہ تھی، بلکہ کسی مجسٹریٹ کی تصدیق بھی کافی تھی۔ میں چونکہ فوٹو کے جواز کا قائل نہ تھا، تصدیق کے لیے مجسٹریٹ کے پاس کچہری میں پہنچا۔ اس روز نہ ملا۔ دوسرے روز مجسٹریٹ مل گیا اور تصدیق کا کام بھی آسانی سے ہو گیا۔ درخواست فارم بھی وقت پر جمع ہو گیا اور زادِ راہ کا انتظام بھی بآسانی ہو گیا۔ یہ سب کرامت تھی حضرت شیخ الحدیث مدظلہ کی[1]

ڈاکٹر محمد اسلم حال مقیم سید پور راولپنڈی بیان کرتے ہیں کہ لائل پور کے قیام کے عرصہ میں میری عادت یہ تھی کہ حضرت شیخ الحدیث علیہ الرحمہ جب بھی نماز سے فارغ ہو کر مسجد سے باہر تشریف لے جانے کا قصد فرماتے، تو آپ کا جوتا میں حاضر کرتا۔ ایک روز بارش کی وجہ سے آپ کی نعلین بھیگ گئی۔ میں نے جیب سے رومال نکالا اور نعلین کو خشک کیا، یہ رومال میرے لیے تبرک بن گیا۔

ایک مرتبہ جب میں پنجاب یونیورسٹی کا پروفیسر تھا۔ دل میں رسولِ اکرم نبی معظم

---

[1] قلمی یادداشت ڈاکٹر محمد اسلم ایم ایس سی انچارج افسر آب رسانی، اسلام آباد

صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کے انتہائی تڑپ تھی۔ طبیعت اسی تشنگی میں اکثر مضطرب رہتی تھی۔ ایک مرتبہ رات کو نمازِ عشاء کے بعد سر پر عمامہ باندھا اور اس میں وہی مذکورہ رومال، جس سے حضرت شیخ الحدیث قدس سرہ کی نعلین کو خشک کیا تھا، باندھ کر مصلیٰ پر مدینہ منورہ کی طرف رُخ کر کے کھڑا ہو گیا اور درود شریف کا ورد شروع کر دیا۔ دل میں یہ تہیہ کر لیا کہ جب تک حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت نہ ہوگی، نہ بیٹھوں گا اور نہ لیٹوں گا۔ درود شریف پڑھتے پڑھتے کافی وقت گزر گیا۔ اچانک اونگھ آگئی اور پتہ بھی نہ چلا کہ کب اور کیسے مصلیٰ پر گر گیا ہوں۔ اسی دوران سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے کرم فرمایا اور زیارت سے مشرف فرمایا۔ بڑے جاہ و حشم سے تشریف فرما ہیں اور کسی کی آمد کے منتظر ہیں۔ چند ہی لمحوں بعد ایک باجمال و باکمال ہستی حاضر بارگاہ ہوئی۔ ایسا معلوم ہوا کہ آنے والے دربار داتا حضور کی طرف سے ہو کر آئے ہیں۔ یہ آنے والے حضرت شیخ الحدیث قدس سرہ تھے جو حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے سامنے بڑے مؤدب حاضر ہوئے۔ جب بیدار ہوا تو رومال والی پگڑی سر سے الگ ہو چکی تھی اور اس جگہ پڑی تھی جہاں پر جمال جہاں آرا کا مشاہدہ کراتے وقت آپ تشریف فرما تھے۔[1]

درسِ حدیث میں وقفہ کے دوران حاضرین میں سے کسی نے جراٴت کی اور عرض کی کہ آپ کو سرکارِ بغداد حضور غوث پاک رضی اللہ عنہ سے انتہائی عقیدت ہے۔ پھر بغداد شریف کیوں حاضر نہیں ہوتے۔ حضرت شیخ الحدیث علیہ الرحمہ نے فرمایا، وہاں جانے کے لیے پاسپورٹ پر تصویر لگانا پڑتی ہے جو جائز نہیں۔ ویسے ہماری حاضری تو ہوتی رہتی ہے۔

اسی دوران اس شخص کو اونگھ آگئی۔ ایسی حالت میں اس پر وجد طاری ہو گیا، چیخیں مارتا ہوا بے ہوش ہو گیا۔ کچھ دیر بعد جب اسے افاقہ ہوا تو وہ حضرت شیخ الحدیث قدس سرہٗ کے قدموں میں گر گیا اور معافی مانگنے لگا۔ آپ نے اسے خاموش رہنے کی تلقین فرمائی۔

---

[1] قلمی یادداشت ڈاکٹر محمد اسلم مقیم راولپنڈی، مملوکہ فقیر قادری عفی عنہ

دورۂ حدیث کے بعد حاضرین نے اس سے بے ہوش ہونے کا سبب دریافت کیا۔ اس نے بتایا کہ جب میں نے جرأت کر کے بغداد کی حاضری سے متعلق دریافت کیا، تو ادھر مجھے دربارِ غوثیت مآب کی حاضری نصیب ہو گئی۔ دیکھا کہ اولیاء کاملین کا مجمع ہے اور حضرت شیخ الحدیث قدس سرہ وہاں موجود ہیں۔ حضور غوث پاک رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مجمع میں انہیں کو دیکھ کر وجد میں آ گیا اور مجھے اپنی غلطی کا احساس ہوا۔ ندامت ہوئی کہ میں نے کس قسم کی جرأت کی۔ میں ان کو ایسے مشورے دے رہا ہوں جو دربارِ غوثیت مآب کے حضوری ہیں۔ [1]

جناب چوہدری مختار احمد انور ایڈووکیٹ، فیصل آباد، حال مقیم اسلام آباد بیان کرتے ہیں کہ ایک مرتبہ حضرت شیخ الحدیث قدس سرہ شاہین ایکسپریس گاڑی سے کراچی تشریف لے جا رہے تھے۔ بندہ خود اور دیگر بہت سے احباب لائل پور اسٹیشن پر آپ کو الوداع کہنے کے لیے موجود تھے۔ نماز عصر کا وقت ہو گیا۔ ادھر گاڑی کی روانگی کا وقت ہو گیا۔ گاڑی نے وسل کر دیا، لیکن آپ نے ارشاد فرمایا، پلیٹ فارم پر نماز پڑھیں گے، کوئی فکر نہیں، گاڑی نہیں جائے گی، چنانچہ پلیٹ فارم پر نماز باجماعت ہوئی۔ سگنل ہو چکا تھا۔ گاڑی مسلسل وسل کر رہی تھی، مگر جب تک نماز ختم نہ ہوئی گاڑی نہ چلی۔ جب حضرت صاحب فسٹ کلاس میں بہ اطمینان سوار ہو گئے، تو گاڑی چل پڑی۔ ہمیں خیال ہوا کہ شاید ریلوے کا کوئی ذمہ دار افسر آپ کا معتقد ہو گا، اس لیے گاڑی نے انتظار کیا، مگر بعد میں معلوم ہوا کہ کوئی عارضی نقص پیدا ہو گیا تھا، اس لیے گاڑی آپ کے نماز پڑھنے تک رُکی رہی۔ [2]

موصوف الذکر بیان کرتے ہیں کہ ہمارے ملنے والے سرینگر کے ایک رئیس ہمارے ہاں لائل پور میں تشریف لائے۔ ان کی اہلیہ کو کچھ دیرینہ مرض تھا، بلکہ انہیں گمان تھا کہ آسیب وغیرہ کا کوئی اثر ہے۔ میں نے کہا کہ میں ابھی آپ کو حضرت شیخ الحدیث مدظلہ کے پاس لیے چلتا ہوں۔

---

[1] قلمی یادداشت ڈاکٹر محمد اسلم، مقیم راولپنڈی

[2] قلمی یادداشت، چوہدری مختار احمد انور ایڈووکیٹ حال مقیم اسلام آباد، محررہ ۱۲ مئی ۱۹۸۵ء

انشاء اللہ تعالیٰ افاقہ ہو جائے گا۔ میں نے اپنے منشی شوکت علی کو بھیجا کہ پتہ کرے کہ حضرت صاحب گھر موجود ہیں؟ اگر موجود ہیں تو انہیں لینے کے لیے حاضر ہونے کی اجازت لے کر آئے۔ چند منٹ بعد میرا منشی بھاگتا ہوا آیا اور کہنے لگا کہ حضرت صاحب آپ کی طرف آ رہے ہیں۔ میں اسے ناراض ہوا کہ تم نے غلطی کی۔ حضرت صاحب کو کیوں تکلیف دی، ہم خود حاضر ہونا چاہتے تھے۔ منشی نے کہا کہ حضرت صاحب تو پہلے ہی آپ کی طرف آ رہے تھے اور مجھے دیکھ کر انہوں نے فرمایا کہ ہم چوہدری صاحب کی طرف جا رہے ہیں، اتنے میں حضرت صاحب جلوہ افروز ہوئے اور مہمان مریضہ کو دم کیا۔ آپ کی برکت سے وہ صحت یاب ہو گئی۔ [1]

موصوف الذکر بیان کرتے ہیں کہ میں اور خان محمد عمر خان ایڈووکیٹ حضرت شیخ الحدیث علیہ الرحمہ کے ساتھ نماز تراویح ادا کیا کرتے تھے۔ نماز تراویح سے فارغ ہو کر میں اپنے گھر آ جایا کرتا تھا اور خان صاحب اپنے گھر چلے جاتے۔ ایک روز خان صاحب کہنے لگے کہ آج نماز تراویح کے بعد جھنگ بازار والے صوفی کی دکان سے تازہ جلیبی کھائیں گے۔ نماز تراویح کے اختتام اور نماز وتر سے قبل ایک طالب علم نے مجھے آ کر کہا کہ حضرت صاحب فرماتے ہیں کہ نماز کے بعد اُن کو مل کر جائیں۔ گرمی کا موسم تھا۔ میں اور خان صاحب، حضرت صاحب کے ارشاد کے مطابق اوپر چھت پر چلے گئے، جہاں پر حضرت صاحب اکثر ملاقات فرمایا کرتے تھے۔ اتنے میں صوفی کی دکان سے تازہ جلیبی آئی۔ حضرت صاحب بھی تشریف لے آئے اور فرمانے لگے کہ صوفی کی دکان کی تازہ جلیبی کھائیں۔ [2]

موصوف الذکر بیان کرتے ہیں کہ ایک مرتبہ جب میں نماز تراویح کے لیے حضرت صاحب کے پاس جانے لگا، تو میرا لڑکا بضد ہوا کہ وہ بھی ساتھ جائے گا۔ میں نے سوچا کہ وقت زیادہ لگتا ہے۔ چھوٹے سے بچے کو کون سنبھالے گا۔ بچے کی والدہ مجھے کہنے لگی کہ آپ بچے کے لیے حضرت سے پھولوں کا ہار لائیں۔ میں نے کہا ٹھیک ہے، میں ہار لاؤں گا۔ اس پر بچہ راضی ہو گیا۔

---

[1] قلمی یادداشت چوہدری مختار احمد انور، ایڈووکیٹ، مقیم اسلام آباد ۱۲ مئی ۱۹۸۵ء
[2] ایضاً

جب میں مسجد میں پہنچا، تو آندھی چلی اور بجلی فیل ہو گئی، ابھی نمازِ عشا شروع نہ ہوئی تھی کہ ایک طالب علم اندھیرے میں پوچھتا پھر رہا تھا کہ وکیل صاحب کہاں ہیں۔ اندھیرے میں اُس کی آواز سُن کر میں نے اُسے اپنے پاس بلالیا اور پوچھا کیا بات ہے؟ اُس نے کہا کہ حضرت صاحب نے آپ کے بچے کے لیے پھولوں کا ہار بھیجا ہے۔ میں نے وہ ہار لے لیا اور نماز کے بعد بچے کے لیے گھر لے گیا۔ [1]

موصوف الذکر ہی بیان کرتے ہیں کہ مخالفینِ اہل سنّت نے حضرت شیخ الحدیث قدس سرہٗ کے خلاف بہت سازشیں کیں، مگر بحمدہٖ تعالیٰ سب ناکام رہیں۔ ایک دفعہ موسم سرما میں رات کے گیارہ بجے ایک شخص جامعہ رضویہ میں آیا اور کہنے لگا کہ حضرت صاحب سے ملاقات کرنی ہے۔ اس وقت حضرت صاحب اکیلے جامعہ کی بالائی منزل کے ایک کمرہ میں محوِ مطالعہ تھے۔ طالب علموں نے کوئی احتیاط نہ کی اور اس شخص کو حضرت صاحب کے کمرہ میں بھیج دیا۔ اس شخص نے گرم چادر اوڑھی ہوئی تھی اور ایک خنجر اس میں چھپایا ہوا تھا۔ وہ حضرت صاحب پر قاتلانہ حملہ کی نیت سے آیا تھا۔ جب وہ کمرے میں داخل ہوا تو آپ کی ہیبت سے تھر تھر کانپنے لگا۔ حضرت صاحب نے پوچھا کیا بات ہے؟ اس وقت اس کا چھپایا ہوا خنجر زمین پر گر پڑا۔ وہ شخص رونے لگا۔ بڑی عاجزی سے معافی مانگنے لگا۔ حضرت صاحب نے اسے معاف فرمادیا۔ اسی وقت وہ شخص آپ کے دستِ حق پرست پر بیعت ہو گیا۔ اس شخص کے بتانے پر انکشاف ہوا کہ مخالفینِ اہل سنّت نے علمی محاذ پر شکستِ فاش کھا کر آپ کو قتل کرنے کی سازش کی ہے۔ [2]

قدوۃ العارفین حضور داتا گنج بخش علی ہجویری قدس سرہ کے مزارِ پُرانوار سے اہلِ عقیدت کی توجہ ہٹانے کے لیے مولوی احمد علی امیر انجمن خدام الدین، شیرانوالہ، لاہور نے

---

[1] قلمی یادداشت چوہدری مختار احمد انور ایڈووکیٹ، محررہ ۱۲ مئی ۱۹۸۵ء

[2] ایضاً

ایک چال چلی اور اعلان کیا کہ حضرت داتا گنج بخش قدس سرہ کا مزار بادشاہی مسجد کے بالمقابل ہے۔ موجودہ مزار حضرت داتا گنج بخش قدس سرہ کا نہیں۔ مولوی احمد علی نے اپنی متعدد تقاریر میں کہا کہ انہیں شاہی قلعہ لاہور میں انوار برستے نظر آتے ہیں۔ چنانچہ متعدد باران سے وضاحت طلب کی گئی، تو انہوں نے بتایا کہ یہ انوار حضور داتا گنج بخش مظہر نورِ خدا فیض عالم پر برستے ہیں جو اس قلعہ میں مدفون ہیں۔ مزید وضاحت کرتے ہوئے انہوں نے بیان کیا:

"مجھے خدا تعالیٰ نے اپنے حبیب پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے طفیل جو نورِ فراست بخشا ہے، اس کی بنا پر کہہ سکتا ہوں کہ یہ راز میرے سینہ میں لوح محفوظ کی طرح سے محفوظ ہے کہ حضرت داتا صاحب کا مزار کس جگہ ہے اور میں بحمداللہ اس بات پر قادر ہوں کہ آپ کو انگلی رکھ کر یہ بتا سکوں کہ آپ کا سر کہاں ہے اور پاؤں کہاں ہیں۔" [1]

انہی ایام میں حضرت شیخ الحدیث قدس سرہ نے شیرانوالہ دروازہ لاہور میں ایک جلسہ کے خطاب کے دوران مولوی احمد علی کی اس سازش سے لوگوں کو آگاہ فرمایا:

چراغے را کہ ایزد بر فروزد
ہر آں کو تف کند ریشش بسوزد

آپ نے مولوی احمد علی کو مخاطب ہوتے ہوئے فرمایا: "اے وہابی! آ میرے ساتھ چل کر موجودہ دربار داتا میں قبرِ انور کے سامنے کھڑا ہو۔ اگر حضور داتا صاحب نے قبر سے اٹھ کر فرما دیا کہ میری قبر یہی ہے تو مان لینا اور اگر حضور داتا صاحب نے قبر سے اٹھ کر نہ فرمایا تو میں خود اعلان کروں گا کہ اے لوگو! آؤ حضرت داتا گنج بخش علی ہجویری قدس سرہ کی قبرِ مبارک قلعہ میں ہے۔

---

[1] روزنامہ آفاق، لاہور، یکم فروری ۱۹۵۹ء، ص ۲ بحوالہ ہفت روزہ رضائے مصطفیٰ، گوجرانوالہ۔ ۴ر شعبان ۱۳۷۸ھ، ص ۷

حضرت شیخ الحدیث قدس سرہ کے اس پُراعتماد بیان نے مولوی احمد علی کو حیرت میں ڈال دیا۔ اب اس کے لیے اس کے سوا کوئی چارۂ کار نہ رہا کہ خود اعلان کرے کہ موجودہ مزار داتا صاحب کا ہی ہے۔[1]

حاجی نیک محمد خازن مسجد سبحان اللہ، غلام محمد آباد، فیصل آباد کی پہلی زندگی گناہوں سے آلودہ تھی۔ سینما بینی کی عادت بد انہیں ایسی تھی کہ ہر ہفتہ اُسے پورا کرتے۔ اسی حالت میں وہ حضرت شیخ الحدیث قدس سرہ کی خدمت میں بھی کبھی کبھی حاضر ہوتے۔ ایک موقعہ پر آپ نے حاجی صاحب مذکور سے دریافت فرمایا کہ آپ سینما تو نہیں دیکھتے۔ حاجی صاحب خاموش رہے۔ آپ نے فرمایا کہ جتنے پیسے تم سینما بینی پر خرچ کرتے ہو، انہیں بچا لیا کرو اور کچھ پیسے اور ملا کر لاہور حضور داتا گنج بخش علیہ الرحمہ کے مزار پر حاضری دے لیا کرو۔ حضرت صاحب کے ان کلمات میں کچھ ایسی تاثیر تھی کہ حاجی صاحب اسم بامسمّٰی بن گئے۔ سینما بینی کی عادت ترک کر دی، نماز پنج گانہ کے عادی بن گئے اور دربار داتا میں اکثر حاضری دینے لگے۔[2]

---

[1] روزنامہ زمیندار، لاہور ۵ر فروری ۱۹۵۹ء / بحوالہ ہفت روزہ رضائے مصطفےٰ گوجرانوالہ۔ ۱۴ر شعبان المعظم ۱۳۷۸ھ، ص ۷

[2] روایت مولانا محمد بخش، مدرس جامعہ رضویہ، فیصل آباد۔ ۱۳ر ربیع الآخر ۱۴۰۶ھ

خلفاء

حضرت شیخ الحدیث قدس سرہ نے جن خوش نصیب حضرات کو اپنی خلافت سے سرفراز فرمایا، ان میں سے چند حضرات کا علم ہو سکا ہے، وہ یہ ہیں:

۱۔ مولانا قاضی محمد فضلِ رسول حیدر رضوی (خلفِ اکبر)

۲۔ مولانا حافظ محمد احسان الحق، مدرس جامعہ رضویہ، فیصل آباد

۳۔ مولانا حافظ محمد ابراہیم خوشتر صدیقی، مارشیس

۴۔ مولانا اللہ بخش، واں بھچراں، ضلع میانوالی

۵۔ مولانا اکبر جان

۶۔ مولانا محمد اسلم، ڈجکوٹ روڈ، فیصل آباد

۷۔ مولانا مفتی محمد امین، مہتمم جامعہ امینیہ رضویہ، فیصل آباد

۸۔ مولانا محمد الیاس ہزاروی، جڑانوالہ، ضلع فیصل آباد

۹۔ مولانا حافظ سید جلال الدین، شیخ الحدیث بھکھی، ضلع گجرات

۱۰۔ مولانا محمد حسن علی، میلسی

۱۱۔ مولانا سید محمد زبیر، چکوال

۱۲۔ مولانا سید زاہد علی شاہ، فیصل آباد

۱۳۔ مولانا شمس الزماں، قادری، لاہور

۱۴۔ مولانا ابوداؤد محمد صادق، گوجرانوالہ

۱۵۔ مولانا عنایت اللہ، سانگلہ ہل

۱۶- مولانا حافظ عبدالرشید رضوی، جھنگوی، خطیب سنی رضوی جامع مسجد، فیصل آباد

۱۷- مولانا محمد عبدالقادر احمد آبادی، فیصل آباد

۱۸- مولانا عبداللہ، مہتمم انوار الابرار، ملتان

۱۹- مولانا غلام رسول، مہتمم انوار القرآن، ملتان

۲۰- مولانا حافظ فضل احمد، ضلعی خطیب محکمہ اوقاف، فیصل آباد

۲۱- مولانا محمد شریف، ملتان

۲۲- مولانا معین الدین شافعی، مہتمم جامعہ قادریہ رضویہ، فیصل آباد

۲۳- مولانا محمد حسین، مہتمم جامعہ غوثیہ رضویہ، سکھر

۲۴- مولانا سید مراتب علی شاہ، عارف والا، ضلع ساہیوال

۲۵- مولانا حافظ منظور حسین خطیب راجہ چوک، فیصل آباد

۲۶- مولانا محمد یوسف نگینہ، فیصل آباد

۲۷- مولانا مفتی نواب الدین، جامعہ رضویہ، فیصل آباد

۲۸- مولانا حکیم سید وارث جیلانی، فیصل آباد

۲۹- مولانا سید محمد یعقوب، پھلروان [1]

---

[1] (ا) موت کا پیغام (دیباچہ مولانا محمد اصغر علوی) مطبوعہ راست گفتار پریس، لائل پور۔ ص ۴۶

(ب) ماہنامہ نوری کرن، بریلی (مضمون حسن علی رضوی میلسی) مارچ، اپریل ۱۹۶۳ء، ص ۶۰

(ج) قلمی یادداشت مولانا شمس الزمان قادری، لاہور۔ مخزونہ جامعہ نظامیہ رضویہ، لاہور

(د) قلمی یادداشت مولانا علی احمد سندیلوی، لاہور۔ مملوکہ فقیر قادری عفی عنہ

(ھ) قلمی یادداشت مولانا غلام رسول، فیصل آباد۔ مخزونہ جامعہ نظامیہ رضویہ، لاہور

(و) ماہنامہ فیضان، لائل پور۔ دسمبر ۱۹۶۹ء

باب ۷

اوصافِ حمیدہ

۱۔ عشقِ مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم

۲۔ حزم واتقاء

۳۔ صلابتِ دینی

۴۔ سوئے حرم

۵۔ اخلاق وسیرت

۶۔ عام عادات

۷۔ ذوقِ مطالعہ

۸۔ مقبولیتِ عامہ

۹۔ تواضع

عشقِ مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم

آ کچھ سُنا دے عشق کے بولوں میں اے رضا
مُشتاق طبع لذّتِ سوزِ جگر کی ہے

مُسلمان کی زندگی کا حقیقی سرمایہ، درحقیقت عشقِ رسول صلی اللہ علیہ وسلّم ہے۔ صحابہ کرام، تابعین، تبع تابعین، اقطاب، ابدال، اغواث، اولیائے کاملین، ائمہ مجتہدین، علمائے عارفین، سلف صالحین کی زندگیوں کے مطالعہ کے بعد یہ حقیقت کھُل کر سامنے آتی ہے کہ ان حضرات کی زندگی عشقِ رسول کے محور پر گھومتی رہی۔ صحابہ کرام کی جاں نثاری، تابعین سے لے کر سلف صالحین تک کا جذبہ تبلیغ و جہاد اور ائمہ و فقہاء کے اجتہادات سے لے کر اولیائے عارفین کی ریاضتوں اور محاسباتِ نفس کا مرکز عشقِ رسول ہی تھا۔

برِّصغیر اور عالمِ اسلام میں مسلمانوں کا ہزار سالہ اقتدار عشقِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی بدولت تھا اور آج بھی اُن کی برتری کا راز اسی مرکز سے وابستہ ہے ؎

کی محمّد سے وفا تو نے تو ہم تیرے ہیں
یہ جہاں چیز ہے کیا لوح و قلم تیرے ہیں

ارشادِ خداوندی ہے،

اَنْتُمُ الْاَعْلَوْنَ اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ ۝

کائنات پر مسلمان کی برتری اُس کے ایمان کی پختگی کے ساتھ مشروط ہے اور ایمان کی دولت کب اور کس کو نصیب ہوتی ہے۔ اس کا جواب حضور نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ارشاد واجب الانقیاد میں یُوں ہے،

۱۱

لَا یُؤْمِنُ اَحَدُکُمْ حَتّٰی اَکُوْنَ اَحَبَّ اِلَیْہِ مِنْ وَّلَدِہٖ وَوَالِدِہٖ وَالنَّاسِ اَجْمَعِیْنَ [1]

ماں باپ، اولاد، عزیز و اقارب اور جہاں بھر کی ہر محبوب شے سے محبت ایک طرف اور باعثِ تخلیقِ کائنات، فخرِ موجودات، محبوب ربّ العالمین حضور رحمۃ للعالمین صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات والا قدسی صفات سے محبت، دوسری طرف اگر ان دونوں محبتوں کو ترازو میں رکھنا ممکن ہو تو جب تک حُبِّ رسول صلی اللہ علیہ وسلم ان سب محبتوں سے غالب نہ ہوگی، ایمانِ کامل نصیب نہ ہوگا اور وعدہ ربّانی کے مطابق دُنیا جہان کی برتری کس طرح حاصل ہو گی؟ اسلاف کی بحرِ دبر پر حکومت اس امر پر دلالت کرتی ہے کہ ان کی مقدس زندگیاں عشقِ مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم سے سرشار تھیں۔

یہ حقیقت بے نقاب، بے حجاب، روشن تر از آفتاب ہے کہ حضرت شیخ الحدیث قدس سرہٗ کے دل و دماغ، قلب و جگر، گوش و ہوش، ظاہر و باطن ———— سر سے لے کر پاؤں تک سارے اعضاء، رگ و پے، فکر و خیال، دین و ایمان، درس و تدریس، وعظ و تبلیغ، دعوت و ارشاد ———— سب میں سرکارِ مدینہ صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت کی حکمرانی تھی۔ ہر آن حضور پُر نور صلی اللہ علیہ وسلم کی مدحت ورد زبان رہتی۔ کوئی لمحہ ثنائے خواجۂ ہر دوسرا علیہ التحیۃ والثناء سے خالی نہ ہوتا۔ قلم حق رقم کا کوئی نقش، اس کی کوئی تحریر ایسی نہ ہوتی جو محبتِ حبیبِ کبریا صلی اللہ علیہ وسلم کے حیاضِ رحمت سے شرابور نہ ہو۔ یُوں محسوس ہوتا تھا کہ آپ کی زندگی کا مقصد عشقِ مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم تھا۔ حُبِّ رسول ان کی حیات کا مظہر تھا، تادمِ حیات، ظاہری و باطنی زندگی میں عشقِ مصطفےٰ علیہ التحیۃ والثناء کی جلوہ گری رہی۔ انتہا یہ کہ آپ کا اُٹھنا بیٹھنا، کھانا پینا، چلنا پھرنا، خلوت جلوت، تحریر و تقریر، گفتگو خاموشی ———— سب اتباعِ سنت میں بلا تکلف و تصنع عشقِ مصطفےٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے سانچے میں ڈھلے ہوتے۔

---

[1] بخاری، مسلم، نسائی، ابن ماجہ، مسند امام احمد عن انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ

حضرت شیخ الحدیث قدس سرہ کی زندگی بے شمار اخلاقِ حسنہ کا مجموعہ تھی، مگر سب سے امتیازی وصف عشقِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم تھا۔ اس کا اظہار صرف زبان پر ہی نہ ہوتا، بلکہ آپ کا ہر رگ وریشہ عشقِ مصطفےٰ علیہ التحیۃ والثناء سے معمور رہتا۔ جلوت وخلوت میں سب سے زیادہ جس امر کا اظہار ہوتا، وہ عشق ومحبت کی بات تھی۔ گویا عشقِ مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم ان کی روحانی غذا تھی۔ وہ فنا فی الرسول کی بدولت حضوری کی دولتِ بے کراں سے بہرہ ور ہو چکے تھے۔ عشقِ رسولِ مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کے بے پناہ کیف کے حوالہ سے دورۂ حدیث ان کی روحانی غذا بن چکا تھا۔ یہی امر اُن کی سب سے بڑی مسرت اور شادمانی کا باعث تھا۔ اُس کا ذکر، دارالحدیث، محراب ومنبر اور جلسہ وجلوس تک ہی محدود نہ تھا، بلکہ سفر وحضر میں ہر جگہ، ہر مقام پر اس کا مظاہرہ ہوتا۔

جن حضرات نے حضرت شیخ الحدیث قدس سرہ کا نام نامی سُن رکھا ہے۔ وہ اگر آپ کی زندگی کے بارے میں اور کچھ نہیں جانتے، تاہم اتنا تو وہ بھی علم رکھتے ہیں کہ آپ کی ساری زندگی عشقِ مصطفےٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے عبارت تھی۔ گویا آپ کی زندگی میں عشقِ مصطفےٰ کی جلوہ گری بدیہیات میں سے ہے، اس کے لیے مزید کسی دلیل کی ضرورت نہیں۔ تاہم آپ کی سیرت سے چند شواہد کا مطالعہ خیر وبرکت کا باعث تھا۔

حضرت شیخ الحدیث قدس سرہ کی تقریر کا ایک ایک جملہ مدحِ سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا مظہر ہوتا۔ حاضرین آپ کے کیف آور بیان سے مسحور رہتے۔ عربی خطبہ کے بعد انتہائی پرسوز لہجہ میں جو فرماتے۔ سامعین آج بھی اس کی لذّت سے لُطف اندوز ہوتے ہیں:

"تمامی احباب نہایت ہی اخلاص، ذوق وشوق اور الفت ومحبت کے ساتھ آقا ومولیٰ، مدینے کے تاجدار، احمدِ مختار، محبوبِ کبریا، سرورِ انبیاء، شہِ ہر دوسرا، شبِ اسریٰ کے دولہا، عرش کی آنکھوں کے تارے، نبی پیارے ہمارے، نورِ مجسم، شفیعِ معظم، نبیِ محترم، رسولِ محتشم، سرکارِ دوعالم حضور محمد رسول اللہ

صلی اللہ علیہ وسلم کے دربارِ عالی میں تین تین مرتبہ جھوم جھوم کر ہدیۂ درود و سلام عرض کریں، پیش کریں۔" [1]

علم و فضل کا بحرِ بے کراں جب عشق و محبت میں اپنے پیارے آقا کا ذکرِ جمیل کرتا سر ایک جھوم جاتا تھا۔

درسِ حدیث کے اوّل و آخر اور درمیان میں قصیدہ بُردہ شریف اور عربی، فارسی، اُردو نعتیہ کلام جس طرح پڑھتے، سنتے اور جھومتے ـــــــ اور عشقِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم میں جس طرح آپ کی آنکھوں سے آنسو گر کر داڑھی مبارک کو تر کر دیتے اور حاضرین پر جو کیف طاری ہوتا، وہ آپ کے دورۂ حدیث میں شامل اور حاضر ہونے والوں کو بخوبی یاد ہے ـــــ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے ذکرِ پاک میں آپ پر ایسی محویت اور کیفیت طاری ہو جاتی، جس کے مناظر آپ کے معاصرین میں بہت کم دیکھنے میں آتے۔

محبت کا تقاضا یہ ہے کہ محبوب کے احوال کو اپنے احوال بنا لیے جائیں۔ حضرت شیخ الحدیث قدس سرہ عشقِ رسول میں اسی مقام پر فائز تھے۔ سیرت کی کتابوں میں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے احوال و واردات، صحت و علالت، قوت و طاقت، آثارِ نقاہت، غم و حزن، سرور و بہجت وغیرہ مروی ہیں۔ حضرت شیخ الحدیث قدس سرہ عشقِ مصطفےٰ میں اس درجہ ممتاز تھے کہ ان احوال کے بیان کے وقت آپ بلا تکلف ان احوال کا مظہر بن جاتے۔

ایک موقعہ پر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ایامِ مرض کے احوال بیان فرماتے ہوئے آپ کی ہچکی بندھ گئی۔ رقت کے باعث پڑھانا بند کر دیا اور خود اُٹھ کر اندر تشریف لے گئے۔ [2]

---

[1] ماہنامہ نوری کرن، بریلی (محدثِ اعظم پاکستان نمبر) مارچ، اپریل ۱۹۶۳ء، ص ۶۳

[2] روایت مولانا سید حسین الدین شاہ، راولپنڈی، ۸ ربیع النور ۱۴۰۴ھ

روایت کا تفصیلی بیان کتاب ہذا کے محدثِ اعظم کے باب میں مذکور ہے۔ فقیر قادری عفی عنہ

اسی نوعیت کا ایک اور واقعہ قصیدہ بُردہ شریف پڑھاتے وقت دیکھنے میں آیا۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت باسعادت کے وقت انوار، آثار اور اعجاز کا بیان جاری تھا کہ آپ پر رقت طاری ہوگئی۔ فرطِ محبت میں ہچکی بندھ گئی اور آپ حلقۂ درس سے اُٹھ کر اندر تشریف لے گئے۔[1]

حضور نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا ہر دم ذکر حضرت شیخ الحدیث قدس سرہ کا وظیفہ تھا ؎

جامیؔ ثنائے یار کند انشراحِ صدر
ہر دم وظیفہ گفتن نامِ محمد است

ذکرِ محبوبِ پاک کے لیے یہ کوئی ضروری نہ تھا کہ آپ درسِ حدیث کے وقت حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے تصور میں محو ہوں، بلکہ ہر علم و فن کی تدریس میں آپ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا ذکر پاک اس خوبی سے فرماتے، گویا معلوم ہوتا کہ یہ مقام حضور علیہ السلام کے ذکر کے بغیر پڑھنا پڑھانا بے فائدہ ہے۔ علم میراث جیسا حسابی فن بھی ذکرِ مصطفےٰ علیہ التحیۃ والثناء سے خالی نہ رہنے دیتے اور جب نامِ نامی حضور کا نوکِ زبان پر آجاتا تو ایسا معلوم ہوتا کہ فضائل و محامد کا باب کھل گیا ہے ؎

بود در جہاں ہر کسے را خیالے
مرا از ہمہ خوش خیالے محمد صلی اللہ علیہ وسلم[2]

ایک دفعہ چوہدری محمد سلیمان نوری توکلی ایڈووکیٹ سپریم کورٹ آف پاکستان و سجادہ نشین آستانہ عالیہ نوریہ، فیصل آباد، نے آپ کو اپنے گھر دعوت کے لیے مدعو کیا۔ چونکہ آپ نے وعدہ

---

[1] روایت مولانا سید حسین الدین شاہ، راولپنڈی، ۸ ربیع النور ۱۴۰۲ھ

[2] نوٹ: اسی نوعیت کا ایک واقعہ مولانا ابوداؤد محمد صادق، گوجرانوالہ کے حوالہ سے کتاب ہذا میں مذکور ہو چکا ہے تفصیل کے لیے ملاحظہ ہو، ماہنامہ نوری کرن، بریلی۔ مارچ/اپریل ۱۹۶۳ء، ص ۶۴

فرمایا کہ فلاں روز دوپہر بارہ بجے آپ کے ہاں حاضر ہوں گا۔ چودھری صاحب مذکور آپ کو لینے حاضر ہوئے۔ اس وقت آپ درسِ حدیث میں مشغول تھے۔ چودھری صاحب بیٹھ گئے، اور سبق ختم ہونے اور آپ کو ساتھ لے جانے کے لیے انتظار کرنے لگے۔ حضرت شیخ الحدیث قدس سرہٗ ذکرِ محبوب علیہ الصلوٰۃ والسلام میں کچھ ایسے محو تھے کہ وقت گزرتا جا رہا تھا اور سبق ختم ہونے میں نہیں آ رہا تھا۔ ادھر چودھری صاحب بار بار اپنی گھڑی کی طرف دیکھتے، جس کا مطلب یہ تھا کہ کھانے کا طے شدہ وقت ہو چکا ہے۔ آپ نے سبق ختم فرمایا اور اُن کے ساتھ چل دیئے بعد ظہر جب دوبارہ درسِ حدیث شروع ہوا تو آپ نے فرمایا کہ وہی حدیث دوبارہ پڑھی جائے، جو قبل ظہر پڑھی جا رہی تھی۔ شرکاء درس طلباء نے عرض کیا، وہ حدیث تو قبل ظہر پڑھ لی ہے۔ فرمایا کہ وکیل صاحب کے انتظار کی وجہ سے اس حدیث پر پوری توجہ نہ رہی تھی، اس لیے اب دوبارہ اسی حدیث کو پڑھو۔ [1]

ایک عاشقِ صادق کب گوارا کرتا ہے کہ محبوب کا ذکر پوری توجہ سے نہ ہو اور اگر کسی عارضہ کے باعث ایسا ہو جائے، تو پوری توجہ سے اس کا اعادہ اس کا کفارہ بن سکتا ہے۔

مولانا حافظ محمد احسان الحق، مدرس جامعہ رضویہ، فیصل آباد فرماتے ہیں کہ ہم نے آپ سے علمِ معقول کی مشہور کتاب "قاضی مبارک" کے کچھ اسباق پڑھے۔ ہر روز سبق کی تقریر کے ضمن میں رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی تعریف لازماً فرماتے اور اندازِ بیان ایسا پُر درد ہوتا کہ ہماری آنکھیں پُرنم ہو جاتیں۔ کمال یہ ہے کہ سبق سے مناسبت بھی قائم رہتی۔ اس موقعہ پر امام احمد رضا بریلوی قدس سرہ کا یہ شعر یاد آ جاتا ہے

باغ میں شکرِ وصل تھا، ہجر میں ہائے ہائے گُل
کام ہے اُن کے ذکر سے خیر وہ یوں ہوا کہ یُوں

منطق و فلسفہ جیسے خشک فن کی تدریس میں جو ذات، ذکرِ محبوب کا کوئی موقعہ خالی نہ

---

[1] روایت مولانا سیّد حسین الدین، راولپنڈی - ۸ ربیع النور ۱۳۹۷ھ

جانے دیتی، وہ احادیث مبارکہ کا درس دیتے ہوئے (جس کا موضوع ہی ذکرِ مصطفےٰ ہے) کس قدر محبت کے ساتھ محبوب پاک کا ذکر فرماتے ہوں گے۔ یقین جانیے کہ جب تک دارالحدیث میں رونق افروز رہتے۔ ذکرِ مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی گونج سے اس کے در و دیوار بھی رقص کیا کرتے۔ امام احمد رضا اس کی ترجمانی یُوں کرتے ہیں ؎

گونج گونج اٹھے ہیں نغماتِ رضا سے بوستاں
کیوں نہ ہو، کس پھول کی مدحت میں وا منقار ہے

ایک دفعہ آپ منطق کی مشہور کتاب سلّم العلوم پڑھا رہے تھے۔ مسئلہ یہ تھا کہ تصدیق کا وجود تصور کے بغیر نہیں ہوتا۔ مسئلہ ذہن نشین کرانے کے بعد فرمایا کہ اسمٰعیل دہلوی کی کیسی جہالت ہے، وہ کہتا ہے کہ نماز میں رسولِ پاک کا تصور کرنے سے نماز فاسد ہو جاتی ہے۔ اسے اتنا بھی پتہ نہیں کہ نماز مختلف اذکار کا مجموعہ ہے۔ اس میں دُرود و سلام بھی ہے اور قرآن مجید کی تلاوت بھی۔ کئی جملے لازماً ایسے آتے ہیں کہ جن میں سیدِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی تعریف و توصیف کی جلوہ گری اور آپ کے اسم شریف کی رونق افروزی ہوتی ہے اور جب تصدیق کے لیے تصورِ طرفین کا ہونا ضروری ہے تو نماز میں آنے والے وہ جملے، جو ذکرِ مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم پر مشتمل ہیں بغیر تصورِ محبوب کے کس طرح پڑھے جائیں گے اور اس کے بغیر نماز کس طرح ادا ہو گی ــــــــــــ؟ سچّے عاشق کی یہاں شان اور پہچان ہے کہ ہر ہر بات میں ذکرِ محبوب ملحوظِ خاطر رہتا ہے۔ [1]

چوں کنم قصدِ سخن نام تو آید بر زباں
چوں کنم جاناں کہ جز نام تو ہیچم یاد نیست

سفر کی مصروفیات کچھ اس نوعیت کی ہوتی ہیں کہ حضر کے معمولات آسانی سے ادا نہیں ہو سکتے۔ بالخصوص جبکہ ذریعہ اپنے تابع نہ ہو، مگر حضرت شیخ الحدیث قدس سرہ کی

---

[1] ہفت روزہ محبوب حق، لائل پور۔ ۱۳ دسمبر ۱۹۶۳ء۔ ص ۴

شان نرالی تھی۔ سفر میں بھی، سٹیشن پر، اڈا بس پر، جہاں کہیں ذرا رُکنا ہوتا، نعت خوانی کا سلسلہ شروع فرما دیتے۔

ایک مرتبہ گوجرخان ضلع راولپنڈی میں تبلیغی جلسہ کے لیے تشریف لائے۔ واپسی بذریعہ ریل جانے کے لیے گوجرخان ریلوے سٹیشن پر تشریف فرما ہوئے۔ یہاں آکر معلوم ہوا کہ گاڑی لیٹ ہے۔ چنانچہ وہیں ریلوے سٹیشن پر قصیدۂ نور، نعت خوانی کا وظیفہ جاری ہو گیا۔ صبح کی نماز باجماعت ریلوے سٹیشن پر پڑھی۔ تب کہیں گاڑی آئی اور آپ سوار ہوئے۔ [1]

ایامِ علالت میں جب آپ دوسری بار ہری پور، ایبٹ آباد جلوہ گر ہوئے تو واپسی پر چند روز جناب عاشق حسین، وکیل انکم ٹیکس کی کوٹھی واقع محلہ موہن پورہ راولپنڈی میں قیام فرمایا۔ دن بھر آپ کی قیام گاہ محفلِ نعت بنی رہتی۔ ایک روز جب محفلِ نعت خوانی ختم ہوئی اور صلوٰۃ وسلام پڑھا جانے لگا۔ اس وقت آپ کو تیز بخار تھا۔ کھڑا ہونا دشوار تھا۔ مگر ذکرِ محبوبِ کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے وقت آپ فوراً مؤدبانہ دست بستہ کھڑے ہو گئے اور جب تک سلام پڑھا گیا۔ آپ حالتِ قیام میں کھڑے رہے۔ [2]

انہی ایامِ علالت میں ہری پور ہزارہ مدرسہ رحمانیہ میں قیام کے دوران آپ نے کتابوں کے حوالہ جات نوٹ کراتے وقت فرمایا کہ علامہ شامی علیہ الرحمہ نے لکھا ہے کہ عام لوگ کعبہ کی زیارت کے لیے حاضر ہوتے ہیں، مگر کعبہ ولی کی زیارت کے لیے خود جاتا ہے۔

پھر فرمایا: "جب نگاہ اٹھے، تو اوصافِ مصطفٰے پر پڑے۔" [3]

---

[1] روایت حاجی منظور احمد، لال کرتی، راولپنڈی۔ ۱۲ رجب المرجب ۱۴۰۵ھ

[2] ایضاً۔

[3] روایت مولانا سید محمد زبیر شاہ، چکوال۔ ۲۹ رجب المرجب ۱۴۰۵ھ

نوٹ: علامہ شامی علیہ الرحمہ نے اپنے مشہور حاشیہ ردالمحتار، جلد ثالث، باب المرتدین، مطلب کراماتِ اولیاء میں لکھا ہے،

(باقی حاشیہ آئندہ صفحہ پر)

دیارِ حبیب کا تذکرہ، محبوب کے حوالہ سے، محبّت کی علامات سے ہے — حضرت شیخ الحدیث قدس سرہ مدینہ منورہ کا تذکرہ اکثر اور محبّت بھرے انداز میں فرمایا کرتے۔ پہلے حج کے موقعہ پر مدینہ منورہ کی حاضری کے واقعات بیان کرتے ہوئے فرمایا کرتے تھے۔ کہ جب پہلی بار مدینہ طیبہ کی حاضری کی سعادت میسّر آئی، تو مجھے سیّدنا اعلیٰ حضرت قبلہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا یہ شعر یاد آگیا ؎

ہم سے فقیر بھی اب پھیری کو اٹھتے ہوں گے

اب تو غنی کے در پر بستر لگا دیتے ہیں

فرمایا:

حضرت مفتیٔ اعظم قبلہ کی خدمت میں عرض کی۔ ارشاد فرمایا "تو آپ بستر جما دیں"

فرمایا:

اس پر میں نے اپنا بستر لیا اور اپنے آقا و مولیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے مزار پُر انوار کے سامنے لگا دیا۔ رات کے وقت پیاس محسوس ہوئی۔ فوراً ہی کوئی صاحب جھجری لیے ہوئے آئے اور مجھے پانی پلا گئے۔" [۱]

محبّت کے صلہ میں محبوبِ کبریا صلی اللہ علیہ وسلم کی آپ پر عنایاتِ بے کراں کا پتہ چلتا ہے۔

(بقیہ حاشیہ گزشتہ صفحہ سے) والانصاف ما ذکرہ الامام النسفی حین سئل عما یحکی ان الکعبۃ کانت تزور واحدا من الاولیاء هل یجوز القول به فقال نقض العادۃ علی سبیل الکرامۃ لاهل الولایۃ جائز عند اهل السنۃ۔

(یعنی) صحیح امر وہ ہے جسے امام نسفی نے ذکر فرمایا، جب اُن سے پوچھا گیا کہ یہ حکایت کہ کعبہ کسی ولی اللہ کی زیارت کو جاتا ہے، درست ہے؟ فرمایا، اہلِ ولایت کے لیے بطور کرامت نقضِ عادت اہلِ سنّت کے نزدیک جائز ہے۔ یعنی خلافِ عادت کسی ولی اللہ کے لیے کعبہ زیارت کو جائے تو بیشک یہ کرامت ہے اور اہلِ سنّت کے نزدیک اس کا وقوع ممکن بلکہ واقع ہے — فقیر قادری عفی عنہ

[۱] محدثِ اعظم پاکستان۔ مرتبہ مولانا محمد حسن علی رضوی میلسی۔ ص ۱۶

ایک مرتبہ ایک حاجی صاحب حاضرِ خدمت ہوئے۔ مدینہ طیبہ کی کھجوریں پیش کیں۔ اس وقت دورۂ حدیث ہو رہا تھا، خرمائے مدینہ حاضرینِ طلبا میں تقسیم فرمائیں اور ایک کھجور خود اپنی ڈاڑھوں میں دبالی۔ فرمانے لگے،

"خرمائے مدینہ کو منہ میں قابو کرلیا ہے، جب تک گھُل کر اندر جاتی رہے گی، ایمان تازہ ہوتا رہے گا۔" [1]

مولانا صاحبزادہ عزیز احمد صدر مدرس، مدرسہ نقشبندیہ رضویہ سانگلہ ہل ضلع شیخوپورہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت شیخ الحدیث قدس سرہ جب دوسری مرتبہ کے حج و زیارت مدینہ منورہ سے واپس تشریف لائے۔ ایک دن فرمایا:

"مدینہ پاک میں مرنا شہادت کی موت ہے۔ یہی وجہ ہے کہ امام مالک رحمۃ اللہ علیہ اپنی ساری زندگی میں صرف ایک دفعہ حج فرض کے لیے مکہ شریف حاضر ہوئے۔ اس کے بعد تا دمِ آخریں مدینہ شریف میں ہی قیام پذیر رہے اور فرماتے کہ حج فرض ادا کر دیا ہے۔ اب مدینہ چھوڑ کر حج کرنے جاؤں تو ہو سکتا ہے کہ میری موت وہیں ہو جائے اور خاکِ مدینہ میں مدفون ہونے سے محروم ہو جاؤں۔"

اس کے بعد حضرت موصوف فرمانے لگے،

"فقیر نے مدینۂ رسول علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والسلام سے واپسی کے وقت، کچھ بال اور کچھ ناخن مدینہ شریف میں دفن کر دیئے اور رسولِ پاک علیہ الصلوٰۃ والسلام کی جناب میں عرض کیا کہ یارسول اللہ! مدینہ پاک میں مرنا تو میرے اختیار میں نہیں البتہ اپنے جسم کے چند اجزاء دفن کر کے جا رہا ہوں کہ ہم غریبوں کے لیے بھی غنیمت ہو۔" [2]

---

[1] ہفت روزہ محبوبِ حق، لائل پور، ۱۲؍دسمبر ۱۹۶۳ء، ص ۱۸، مضمون مولانا صاحبزادہ عزیز احمد، سانگلہ ہل

[2] ایضاً، نوٹ، حدیث پاک میں ہے، من استطاع ان یموت بالمدینۃ فلیمت بہا فانی اشفع لمن یموت بہا (احمد، ترمذی، ابن ماجہ، ابن حبان فی صحیحہ عن ابن عمر) جامع صغیر جلد ۲، ص ۲۷

مولانا موصوف فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ آپ بیمار ہوئے۔ ہم چند طلباء عیادت کے لیے حاضر ہوئے۔ مولانا محمد حسین صاحب سکھروی قصیدہ بُردہ شریف خاص انداز سے پڑھ رہے تھے۔ بعد میں آپ فرمانے لگے،

"طبیب کے علاج سے اتنا فائدہ معلوم نہیں ہوتا، جتنا ذکرِ حبیب سے" [1]

محبتِ صادق اور عشقِ کامل کا تقاضا بھی یہی ہے کہ عاشق ہر حال میں شرابِ محبت میں مخمور رہے، یہی محبت اس کے ہر دُکھ درد کا علاج ہوتا ہے۔

بحمدہٖ تعالیٰ آج کل اہلِ حرمین طیبین مالی طور پر اس قدر آسودہ ہیں کہ دیگر ممالکِ اسلامیہ کی بھی خدمت کرتے ہیں۔ ان کی آسودگی ہمارے لیے باعثِ مسرّت ہے۔ نصف صدی پہلے یہی عرب والے قحط رسیدہ تھے۔ تیل کی دولت ابھی تک دریافت نہیں ہوئی تھی۔ معاشی طور پر اس قدر مجبور تھے کہ برِصغیر تک سفر کرتے اور اپنی خستہ حالی پیش کر کے امداد کے طالب ہوتے۔ اہلِ ثروت حضرات ان کی خدمت میں نذرانہ پیش کرتے۔ انہی ایام میں علماء و مشائخ نے اجتماعی طور پر چندہ کر کے اہلِ حرمین کی خدمت میں نذرانے پیش کیے۔ اسی زمانہ میں مدینہ منورہ سے حضرت مولانا ضیاء الدین مہاجر مدنی کی وساطت سے دو اہلِ مدینہ، بریلی میں حضرت شیخ الحدیث قدس سرہ کے پاس جلوہ گر ہوئے۔ اُن کے پاس مولانا عبدالرحمٰن رضوی عرف حاجی عبدالجبار، جے پور کا تعارفی خط تھا۔ اس خط کا ایک اقتباس ملاحظہ ہو،

"مدینہ منورہ سے مولانا ضیاء الدین صاحب کا ایک کرم نامہ اور سید حمزہ شارہ و محمد سعید صاحبان دو صاحبِ مدنی تشریف لائے ہوئے ہیں۔ ان کو آپ کی خدمت میں روانہ کرتا ہوں، جس طرح مولانا نے میرے پاس روانہ کیا ہے، ان کو فقیر بھی آپ کی خدمت میں روانہ کرتا ہے۔ بوجہ افلاس مدینہ طیبہ سے ہند کو تشریف لائے ہوئے ہیں۔ یہاں کی حالتِ مالی بہت ہی ابتر ہے۔ جو کچھ

[1] ہفت روزہ محبوبِ حق، لائل پور۔ ۱۳ دسمبر ۱۹۶۳ء، ص ۱۷

ہوسکا کوشش کی اور خدمت میں پیش کر دیا۔ اب آپ اتنا کرم فرمائیں کہ ہمارے دونوں شاہزادوں[1] کی خدمت میں پیش کیجیے اور عرض کر دیجیے کہ مدینہ منوّرہ سے حاضر ہوئے ہیں۔ پھر تو اون کا کرم ہی کرم ہے ؎

جس طرف اُٹھ گئی دم میں دم آگیا
اُون نگاہِ عنایت پہ لاکھوں سلام

اور عرض کیجیے کہ بنارس، حاجی عبدالجبار صاحب اور کلکتہ، مولوی عبدالعزیز صاحب کی خدمت میں ایک ایک کرم نامہ سفارش تحریر فرمادیں اور جہاں جہاں مناسب تصور فرمائیں اور آپ بھی جہاں جہاں مناسب جانیں، تحریر فرمائیں۔ یہ خدمت اہل مدینہ کی آپ کے سپرد ہے۔ یہی خدمت اگر اوس سرکار ابد قرار میں قبول ہوجائے، تو ہمارے اور آپ کے حاضری بارگاہ بےکس پناہ کے لیے بس ہے یہی وسیلہ ہے، یہی ذریعہ ہے انشاء اللہ تعالیٰ۔ اور بریلی شریف میں بھی اگر آپ کچھ فرمائیں گے، تو اعلیٰ حضرت عظیم البرکت رضی اللہ عنہ کی برکت سے آپ ناکامیاب نہ رہیں گے ...."[2]

یہ محبتِ مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کا ہی صلہ ہے کہ اوائلِ عمر میں ہی آپ دیارِ حبیب کے مفلس، محتاج حضرات کے آپ ملجا، وماوٰی بن چکے تھے۔ یہ حضرات آپ کے حضور جلوہ گر ہوکر اپنی ضروریات پوری کرتے۔ اس وقت آپ کی عمر بتیس ۳۲ سال کے قریب ہے۔

نبی اکرم نورِ مجسّم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی آلِ پاک، چونکہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسّلام کو بہت پیاری ہے۔ اسی حوالہ سے حضرت شیخ الحدیث قدس سرہ سادات کرام کی حد درجہ تعظیم فرماتے۔

---

[1] دونوں شاہزادوں سے مراد حضور حجۃ الاسلام مولانا حامد رضا بریلوی اور حضور مفتیِ اعظم مولانا محمد مصطفےٰ رضا بریلوی قدس سرہما کی ذات بابرکات ہے۔ فقیر قادری عفی عنہ

[2] مکتوب مولانا عبدالرحمٰن قادری، جے پور تکیہ آدم شاہ بنام حضرت شیخ الحدیث قدس سرہ محررہ ۹ رجمادی الثانیہ ۱۳۵۶ھ

انہیں عزت کی جگہ پر بٹھاتے اور اُن سے خصوصی محبت و عظمت کا اظہار فرماتے۔ اُن کے سامنے فرطِ تواضع اور انکساری سے بچھ بچھ جاتے۔ آپ کے ہاں ہر تقریب میں سادات کرام کو ہمیشہ دوہرا حصہ ملتا۔ عام طور پر سادات خاندان کے طلباء کرام سے خدمت نہ لیتے، لیکن سالانہ جلسہ کے موقع پر لنگر کی تقسیم کے موقعہ پر حاضرین کو پانی پلانے کی ذمہ داری حضرات سادات کرام کے سپرد کر دی جاتی۔ کسی نے اس کی وجہ دریافت فرمائی، تو ارشاد فرمایا،

"ہم نے پانی سادات کرام کے قبضہ میں دے دیا ہے۔ اس سے یزید کی روح کو تکلیف ہوگی۔" [۱]

ممتاز دانشور چوہدری مختار احمد انور ایڈووکیٹ حال مقیم اسلام آباد، اپنے ایک مکتوب میں لکھتے ہیں،

"ایک دفعہ میری موجودگی میں ایک بزرگ سید صاحب آپ کی ملاقات کے لیے تشریف لائے۔ اُن کے ہمراہ ایک بچہ تھا۔ انہوں نے اپنے بچے کو کہا کہ حضرت صاحب کو سلام کرو۔ حضرت صاحب نے فرمایا، ہم نے سید کو سلام کرنا ہے نہ کہ اس نے ہمیں سلام کرنا ہے۔" [۲]

بدقسمتی سے ہمارے ہاں کچھ اس قسم کا رواج چل نکلا ہے کہ جو حضرات حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے خونی رشتہ نہیں رکھتے اور اصطلاحی معنوں میں وہ سادات کرام سے نہیں، ان میں سے بعض حضرات اپنے آپ کو سید کہلواتے ہیں اور دعویٰ کرتے ہیں کہ ہم بھی آپ کی اولاد سے ہیں حالانکہ یہ ارشادِ نبوی علیٰ صاحبہا افضل الصلاۃ واکمل السلام کے مطابق بہت بڑا گناہ ہے۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں،

---

[۱] روایت مولانا سید محمد زبیر شاہ، چکوال۔ ۳۰ رجب المرجب ۱۴۰۵ھ

[۲] مکتوب چوہدری مختار احمد انور ایڈووکیٹ از اسلام آباد بنام فقیر قادری عفی عنہ محررہ ۱۲ مئی ۱۹۸۵ء

مَنِ ادَّعٰی اِلٰی غَیْرِ اَبِیْهِ وَهُوَ یَعْلَمُ فَالْجَنَّةُ عَلَیْهِ حَرَامٌ [1]

یعنی جس نے جان بوجھ کر اپنے باپ کے علاوہ کسی اور کو اپنا باپ بنا لیا (اور وہ دوسرے خاندان سے جا ملا) اس پر جنت حرام ہے۔

دوسری حدیث میں یوں ہے:

مَنِ ادَّعٰی اِلٰی غَیْرِ اَبِیْهِ اَوِ انْتَمٰی اِلٰی غَیْرِ مَوَالِیْهِ فَعَلَیْهِ لَعْنَةُ اللهِ الْمُتَتَابِعَةُ اِلٰی یَوْمِ الْقِیَامَةِ۔ [2]

یعنی جس نے اپنے باپ کے علاوہ کسی اور کو اپنا باپ بنا لیا یا اپنے موالی کے علاوہ کسی اور سے اپنی نسبت کر لی، اس پر قیامت کے روز تک اللہ کی متواتر لعنت ہے

اس قدر وعید کے باوجود اگر کوئی ایسا شخص آپ کے حضور آتا جس نے بطورِ غلط اپنی نسبت سادات خاندان سے کر لی ہوتی، تو بھی آپ بطورِ سید اس کا احترام کرتے۔

چوہدری مختار احمد انور ایڈووکیٹ اپنے ایک مکتوب میں لکھتے ہیں:

"ایک دفعہ ایک شخص نے دریافت کیا کہ بہت سے لوگ بناوٹی سید بن جاتے ہیں۔ آپ نے فرمایا: ہم نے تو نسبت کا احترام کرنا ہے۔ اگر کوئی غلط طور پر اپنے آپ کو سید بنائے گا، اس کا وہ ذمہ دار رہے۔ ہم نے حضور کی نسبت کا احترام کرنا ہے۔" [3]

حضرت شیخ الحدیث قدس سرہ ہر آنے والے سید کا احترام فرماتے۔ تقاریب میں شرکت کرنے والے سادات کرام کا خصوصیت سے استقبال کیا جاتا، انہیں عزت کی جگہ

---

[1] رواہ البخاری و المسلم و ابوداؤد و ابن ماجہ و الامام احمد عن سعد و ابی بکرہ - جامع صغیر ج ۲، ص ۲۷۵

[2] رواہ ابوداؤد عن انس - جامع صغیر ج ۲، ص ۲۷۵

[3] مکتوب چوہدری مختار احمد انور ایڈووکیٹ، اسلام آباد، بنام فقیر قادری عفی عنہ - ۱۲ مئی ۱۹۸۵ء

ٹھہراتے۔ ایک سال عرس قادری رضوی کے موقعہ پر حضرت سید محمد معصوم شاہ قدس سرہ (م ۱۳۸۸ھ / ۱۹۶۹ء) بانی نوری کتب خانہ، دربار حضرت داتا گنج بخش لاہور خلافِ معمول تشریف نہ لائے۔ بعد اختتامِ تقریب آپ نے اپنے خلفِ اکبر حضرت صاحبزادہ محمد فضلِ رسول کو عرس کا تبرک دے کر ان کی خدمت میں لاہور روانہ کیا۔ [1]

اس واقعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ اعراسِ مبارکہ کے تبرک کی اہمیت اور سادات کرام کی عظمت حضرت شیخ الحدیث قدس سرہ کے نزدیک کس درجہ پر تھی۔

حضرت شیخ الحدیث قدس سرہ کو محبوب رب العالمین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے انتہائی درجہ عشق تھا۔ وہ محبوب پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے ذکرِ پاک کو ہر مرض کا علاج بناتے تھے۔ مولانا محمد عبدالرشید رضوی، خطیب سُنّی رضوی جامع مسجد، فیصل آباد فرماتے ہیں کہ قیامِ پاکستان کے بعد آپ نارووال ضلع سیالکوٹ میں ایک مرتبہ تقریر کے لیے تشریف لائے۔ کاموئکی سے نارووال کے درمیان سفر میں بس میں ایک صاحب، جو اپنے آپ کو مودودی صاحب کے متبع کہلاتے تھے، اُن سے مسائل پر تبادلۂ خیال شروع ہوا۔ اس آدمی نے حسبِ عادت حضور سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات بابرکات کے بارے میں انہی خیالات کا اظہار کیا، جنہیں علماء دیوبند اپنی مجالس میں بیان کرتے ہیں۔ اس قسم کے عامیانہ اور شانِ رسالت سے فروتر کلمات کو سن کر آپ نے فضائلِ محبوبِ کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کو بیان کرنا شروع کر دیا اور ساتھ ساتھ ہی اس کے اعتراضات کے جوابات دیتے۔ چونکہ سفر کے دوران، ہوا کی وجہ سے آپ کا گلا بیٹھ گیا۔ نارووال میں آپ نے تقریر کا آغاز خطبہ مسنونہ سے کیا۔ گلا کی تکلیف کی وجہ سے معلوم ہوتا تھا کہ آج بیان مشکل ہوگا، مگر عربی خطبہ کے بعد آپ نے فرمایا ہمارے پاس ایک نسخہ ہے جو ہر مرض کا علاج اور باذنہٖ تعالیٰ شفا ہے۔ یہ کہہ کر آپ نے باآوازِ بلند درود شریف

[1] بروایت حاجی منظور احمد، لال کڑتی، راولپنڈی - ۱۲ رجب المرجب ۱۴۰۵ھ

پڑھنا شروع فرمایا۔ درود شریف کا پڑھنا تھا کہ آپ کی آواز صاف ہو گئی۔ گلا کی تکلیف جاتی رہی اس کے بعد آپ نے اس جلسہ میں ساڑھے تین گھنٹے وجد آفرین بیان اور ناقابلِ فراموش خطاب ارشاد فرمایا۔ اس تقریر کے دوران آپ اس قدر جوش سے تقریر فرما رہے تھے کہ ایسا جوش کم دیکھنے میں آیا۔ یہ درود شریف کی برکت تھی۔ ذکرِ مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم آپ کے نزدیک ہر مشکل کا حل اور ہر دکھ کی دوا تھا۔ [۱]

استاذ العلماء مولانا عطا محمد بندیالوی، حضرت شیخ الحدیث قدس سرہ، کے عشقِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے حوالہ سے فرماتے ہیں:

"۔۔۔۔۔۔ ایسا معلوم ہوتا تھا کہ شیخ الحدیث کے اجزاء بدنی کی ترکیب ہی عشقِ رسول سے کی گئی ہو۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ان کا یہ عشق و جنون ہی تھا، جس نے ان کے تمام مقاصد کو ان کے پاؤں پہ لا کے رکھ دیا تھا۔" [۲]

گویا حضرت شیخ الحدیث قدس سرہ کو زندگی میں جو شہرت و قبولیت عطا ہوئی، آپ کے منصوبے پایۂ تکمیل تک پہنچے اور آپ کے فیوضات و برکات سے ایک جہاں آباد ہوا، اس کا سبب یہ تھا کہ آپ کا عشقِ مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم ضرب المثل بن چکا تھا۔

حضور نبی اکرم نورِ مجسم رحمتِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشادِ گرامی ہے:

مَنْ اَحَبَّ شَيْئًا اَكْثَرَ مِنْ ذِكْرِهٖ [۳]

جو کسی سے محبت کرتا ہے، اُس کا ذکر کثرت سے کرتا ہے۔

حضرت شیخ الحدیث قدس سرہ چونکہ عاشقِ مصطفےٰ تھے، اس لیے محبوب کریم صلی اللہ علیہ وسلم

---

[۱] روایت مولانا محمد عبد الرشید رضوی، جھنگوی - ۳۰ رجب المرجب ۱۴۰۵ھ

[۲] ہفت روزہ محبوبِ حق، لائل پور - ۱۳ دسمبر ۱۹۶۳ء - ص ۲۸

[۳] فردوس دیلمی عن عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا

کاذکراس کثرت سے کرتے کہ شاید و باید۔ اس ذکرِ پاک کی برکات کا شمار ممکن نہیں ۔اسی ذکرِ پاک کی برکات سے آپ کو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی حضوری کی دولت نصیب تھی۔ عالمِ بیداری اور عالمِ خواب میں ذکرِ مصطفےٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کی برکات ہر وقت موجود رہتیں۔ عالمِ خواب کا ایک واقعہ خود آپ کی زبانی ملاحظہ فرمائیں۔ ۱۴ ربیع الآخر ۱۳۷۹ھ (۱۸ اکتوبر ۱۹۵۹ء) شب جمعہ مبارکہ کی آپ کی خواب کا ایک حصّہ ملاحظہ ہو:

"۔۔۔۔۔ نمازِ عشاء کے بعد بڑے کمرے کی چھت پر آرام کیا۔ نیند خوب آئی۔ خواب میں کیا دیکھتا ہوں کہ مدینہ طیبہ روضہ مقدسہ پر حاضر ہوں۔ چند بزرگانِ دین بھی حاضر ہیں اور بعض عزیز و احباب بھی ساتھ ہیں، جن کے نام یاد نہیں رہے۔ حاضری کی کیفیت یہ ہے کہ سنہری جالیوں کے باہر نہیں، بلکہ حجرۂ مقدسہ جس جگہ روضہ مقدسہ ہے، اس میں حاضر ہوں اور خواب میں یہی کہتا ہوں، یہ تو سرکارِ دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا روضہ مقدسہ ہے اور یہ دونوں نورانی قبریں کس کی ہیں۔ چند بار یہ کہا اور پھر خود ہی جواب دیتا ہوں کہ ایک قبر شریف حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ہے اور دوسری قبر شریف حضرت عمر فاروقِ اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ہے۔ خواب کے درمیان آنکھ کھلی، بیدار ہوا۔ خواب رُوح پرور تھا، ایمان افروز تھا۔ پھر آنکھ لگ گئی اور دل میں ایک تمنا تھی کہ پھر یہی لطف حاصل ہو، چنانچہ رات کو دو تین مرتبہ ایسا ہی ہوا اور پھر خواب اور بیداری میں متحیر رہا کہ روضہ پاک کے اندر کیسے حاضر ہوا۔ پھر دل میں آیا کہ خواب میں حاضری ہے اور یہ مستبعد نہیں ہے۔ سرکارِ دو عالم نورِ مجسم علیہ الصلوٰۃ والسلام کا ذکر وقت درس و تدریس ہوتا ہے۔ ان کا فیض ہے کہ اپنے گداؤں کو کرم سے نوازتے ہیں مولیٰ عزوجل اپنے حبیب پاک صاحبِ لولاک علیہ الصلوٰۃ والسلام کے

وسیلے سے استقامت عطا فرمائے اور دین و ایمان پر خاتمہ فرمائے۔"[1]

حضرت شیخ الحدیث قدس سرہ نے مسلمانوں کے دل صاحب قرآن کی طرف پھیر دیئے۔ زندگی بھر آپ کا یہی وظیفہ رہا۔ درس و تدریس، وعظ و تبلیغ اور دعوت و ارشاد کی ایک ہی غرض رہی کہ مسلمان صاحبِ قرآن پر قربان ہونے کے لیے تیار رہیں۔ نتیجتہً فیضانِ محمدی نے آپ کو وہ کچھ دیا کہ بس سوچا کیجیے۔

یہ امر مسلمات سے ہے کہ فیضانِ عشق سے عاشقِ صادق کا حال اور قال دونوں عشق و محبت کے رنگ میں رنگے جاتے ہیں۔ قال، حال بنتا ہے اور حال، قال سے جدا نہیں ہوتا۔ یہی وجہ ہے حضرت شیخ الحدیث قدس سرہ صرف واعظ، مقرر، عالم و فاضل ہی نہ تھے بلکہ تقویٰ کے اعلیٰ معیار پر فائز، پابندِ شریعت اور شیدائے سُنّتِ مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم بھی تھے، اسی بناء پر آپ کو اپنے آقا و مولیٰ سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے غلاموں سے انتہائی محبت تھی اور محبوبِ ربّ العالمین رحمۃ للعالمین صلی اللہ علیہ وسلم کی شانِ رفیع میں گستاخی کرنے والوں اور بدمذہبوں سے سخت نفرت و عداوت تھی۔ حضور کے غلاموں سے مل کر انتہائی مسرور ہوتے، جبکہ گستاخانِ شانِ رسالت و ولایت سے عمر بھر مقاطعہ رہا۔ آپ کے قلبِ سلیم میں ان گستاخوں کے لیے کوئی نرمی نہ تھی ؎

اُس کی نفرت بھی عمیق، اُس کی محبت بھی عمیق
قہر بھی اُس کا ہے، اللہ کے بندوں پر شفیق

قہاری و غفاری و قدوسی و جبروت ؎
یہ چار عناصر ہوں تو بنتا ہے مسلمان (اقبال)

محبوب کریم علیہ التحیۃ والتسلیم کے تمام گستاخوں اور بدمذہبوں سے بلا امتیاز جو شدت و نفرت حضرت شیخ الحدیث قدس سرہ کے ہاں تھی، اس میں نفسانیت کا شائبہ بھی نہ تھا۔

---

[1] نقل بیاض حضرت شیخ الحدیث قدس سرہ

یہ اللہ اور اُس کے رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت کی سوزش تھی، اسے حدت کہہ لیجیے یا شدت پسندی بھی صرف اعدائے خدا اور رسول کے لیے تھی، ورنہ آپ تو ہر مومن اور ہر اہلِ محبت کے لیے سراپا لطف و کرم تھے ؎

جس سے جگرِ لالہ میں ٹھنڈک ہو وہ شبنم
دریاؤں کے دل جس سے دہل جائیں وہ طوفان (اقبال)

حضرت شیخ الحدیث قدس سرہ نے عمر بھر کسی سے اپنی ذات کے لیے انتقام نہ لیا اور نہ ہی نفرت و شدت کا اظہار فرمایا، مگر جب معاملہ اللہ و رسول کا ہوتا تو پھر ہرگز کسی کی رُو رعایت نہ کرتے۔ ذاتی دشمنی کی صرف ایک مثال پر اکتفا کرتا ہوں۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع میں اپنے ذاتی دشمنوں سے کس طرح درگزر فرمائی۔ اللہ اللہ! یہ صرف اولیائے کاملین ہی کا حصہ ہے۔

لائل پور میں قیام کا ابتدائی دور تھا۔ شانِ رسالت سے عداوت رکھنے والوں کے لیے آپ کا ذکرِ مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کا پیہم وظیفہ ناقابلِ برداشت تھا۔ غلامِ مصطفےٰ کی حیثیت سے آپ کے خلاف ہر قسم کی سازشیں ہوئیں۔ مخالفتوں کے طوفان برپا ہوئے، مگر آپ نے کبھی بھی اپنی ذات کے لیے کسی سے انتقام نہ لیا۔

محلہ گورونانک پورہ (فیصل آباد) میں محفلِ میلاد کا پروگرام تھا۔ سردیوں کی رات تھی۔ حاضرین سردی کے باعث سمٹ سمٹا کر بیٹھے تھے۔ نعت خوانی کے بعد آپ کا بیان شروع ہوا۔ عربی خطبہ کے بعد ابھی آپ نے آیتِ کریمہ وَمَآ اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا رَحْمَةً لِّلْعٰلَمِيْنَ تلاوت ہی فرمائی۔ ابھی ترجمہ بھی نہ کیا تھا کہ دیوبندی حضرات نے ایک منظم پروگرام کے تحت تین اطراف سے بھرپور حملہ کر دیا۔ ایک اینٹ سامنے کی طرف سے آپ کی جانب آئی، جو مائیکروفون کو لگ کر رُک گئی اور آپ بال بال بچ گئے۔ اسی طرح دائیں طرف اور پچھلی طرف کا حملہ بھی ذکرِ رسول کی برکت سے ناکام ہو گیا، لیکن دفعتاً اسی شورش کے باعث مجمع

جب کھڑا ہوا تو آپ کو سٹیج پر تشریف فرما نہ دیکھ کر احباب مضطرب ہوئے اور آپ کی تلاش شروع ہوئی۔ اچانک آپ ایک طرف سے نمودار تھے اور فرمایا:

"گھبراؤ نہیں، کوئی بات نہیں۔ میں حملہ کی شدت کے باعث سٹیج سے نیچے اتر آیا تھا۔"

چنانچہ آپ دوبارہ سٹیج پر جلوہ افروز ہوئے۔ فضا پُرجوش نعرہ ہائے تکبیر سے گونج اٹھی اور جہاں سے بیان رُکا تھا، آپ نے وہیں سے شروع فرما دیا، مگر کیا مجال کہ حملہ آوروں کے متعلق ایک لفظ بھی زبان پر لائے ہوں یا اُن کے اس ذلیل و ناپاک اقدام کے متعلق کچھ کہا ہو، بلکہ دورانِ تقریر جب بار بار نعرۂ تکبیر و رسالت کے ساتھ ساتھ محدثِ پاکستان زندہ باد، قبلہ شیخ الحدیث زندہ باد کا نعرہ لگایا جاتا تو آپ نے روک دیا اور فرمایا میرے نام کی بجائے صرف نعرۂ تکبیر اور نعرۂ رسالت بلند کرو۔ رات گئے تک تقریرِ پُرتنویر جاری رہی۔ اس کے بعد سلام پڑھا گیا اور کامیابی کے ساتھ جلسہ اختتام پذیر ہوا۔ صبح آپ کے اس ایمان افروز بیان، تحمل و برداشت، زبردست اخلاق، بلند حوصلگی اور اپنی ذات کو زیرِ بحث نہ لانے اور اپنی جان کی پرواہ نہ کرنے کا بہت چرچا ہوا۔ بہت سے لوگ از خود مخالفین سے کٹ گئے اور دامنِ شیخ الحدیث (قدس سرہ) سے وابستہ ہو گئے۔[1]

ایک مرتبہ مولانا مولوی قاضی مظہر الحق جہلمی، جو اس وقت کوئٹہ چھاؤنی کے خطیب تھے حاضرِ خدمت ہوئے۔ قاضی صاحب براستہ کوئٹہ، زاہدان، بغداد شریف، مدینہ منورہ، اور دوسرے مقاماتِ مقدسہ کی زیارت سے مشرف ہو کر آئے تھے۔ جب آپ سے قاضی صاحب کا تعارف کرایا گیا، تو آپ نے قاضی صاحب کا ہاتھ تھام لیا۔ آپ کی آنکھوں میں آنسو بہنے لگے۔ اگرچہ طبیعت بہت کمزور تھی، بیماری میں اضافہ ہو چکا تھا، لیکن اس کے باوجود آپ

لہ (ا) مولانا ابو داؤد محمد صادق گوجرانوالہ کا مضمون، مندرجہ ماہنامہ نوری کرن بریلی، مارچ/اپریل ۱۹۶۳ء ص ۶۴

(ب) مکتوب چوہدری مختار احمد انور، ایڈووکیٹ مقیم اسلام آباد بنام فقیر قادری عفی عنہ، ۷ رجون ۱۹۸۵ء

(ج) روایت مولانا محمد سلیم نقشبندی، خطیب جھال خانوآنہ، فیصل آباد۔ ۶ ذی جمادی الاول ۱۴۰۶ھ

اُٹھ کر بیٹھ گئے اور قاضی صاحب سے مدینہ پاک کی باتیں دریافت فرمانے لگے۔ مدینہ پاک میں رہنے والے احباب اہل سنت و جماعت کی خیریت دریافت فرمائی۔ مدینہ پاک کی گلیوں کی یاد آئی۔ گنبدِ خضریٰ کا نورانی منظر نگاہوں میں پھرنے لگا۔ مقدس جالیوں کے جلوے دل میں اترنے لگے۔ روضۂ اقدس کا وقار دلوں پر چھانے لگا۔ تصورات دیارِ حبیبِ خدا کی پُرنور ضیاؤں میں گم ہونے لگے اور تمام محفل کی یہ کیفیت ہو گئی کہ ؎

غیروں کی جفا یاد، نہ اپنوں کی وفا یاد

اب کچھ بھی نہیں ہم کو مدینے کے سوا یاد [۱]

قارئین کرام! ذرا سکونِ قلب سے غور کریں کہ گستاخانِ شانِ رسالت اور بدمذہبوں سے حضرت شیخ الحدیث قدس سرہ کے اختلاف کی بنیاد دنیوی معاملات اور اس کی آرائشیں نہ تھیں۔ جائداد، عہدہ یا دنیوی مفاد وغیرہ باعثِ اختلاف نہ تھا، بلکہ اختلاف کا باعث صرف اور صرف دینی معاملات تھے۔ ممتاز محقق اور دانشور ڈاکٹر پروفیسر محمد اسحٰق قریشی صدر شعبۂ عربی گورنمنٹ کالج، فیصل آباد اپنے ایک مضمون میں حضرت شیخ الحدیث قدس سرہ کی شخصیت کے چند پہلوؤں پر روشنی ڈالتے ہوئے لکھتے ہیں،

"حقیقت یہ ہے کہ ان کا کسی سے ذاتی نزاع نہ تھا۔ ذاتیات پر آپ کبھی نہ آتے تھے۔ محبت اور دشمنی صرف اور صرف مذہب و عقیدہ کی خاطر تھی۔"

انہوں نے مزید لکھا،

"آپ اخلاقِ حسنہ کا پیکرِ لاثانی تھے، گفتگو کیا تھی؟ تواضع و انکساری سے بھری ہوئی تھی اور شخصیت اس قدر بلند تھی کہ مخالفین بھی آپ پر کوئی اعتراض نہ کر پائے تھے۔ دوست و دشمن سب شرافت و کرامت کے قائل تھے ایک دفعہ کسی عقیدت مند نے عرض کیا کہ حضور! چند لوگ آپ کو گالیاں دیا

---

[۱] "نائبِ اعلیٰ حضرت" مؤلفہ مولانا محمد افضل کوٹلوی ، ص ۵۴ ، ۵۵

کرتے ہیں۔ آپ کی شان میں گستاخیاں کرتے ہیں۔ مسکرا کر فرمایا "مجھے خوشی ہے کہ وہ جتنا عرصہ سردار احمد کو گالیاں دینے میں صرف کرتے ہیں، اتنی دیر میرے محبوب آقائے مدنی علیہ الصلوٰۃ والسلام کی شان میں تو گستاخی نہیں کرتے"

خدا گواہ ہے کہ ایسا پیکرِ عشق و مستی ڈھونڈھے سے نہ ملے گا۔" [1]

سیدنا حسان بن ثابت انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ بدگویانِ مصطفےٰ سے فرماتے ہیں ۔

فَاِنَّ اَبِیْ وَوَالِدَتِیْ وَعِرْضِیْ
لِعِرْضِ مُحَمَّدٍ مِّنْکُمْ وِقَاءٌ

یعنی اے بدزبانو! میں اس لیے تمہارے مقابل کھڑا ہوں کہ تم مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی بدگوئی سے غافل ہو کر مجھے اور میرے باپ دادا کو گالیاں دینے میں مشغول ہو جاؤ۔ میرے اور میرے باپ دادا کی آبرو محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی عزت کو سپر ہو جائے۔

انہی جذبات کا اظہار امام احمد رضا بریلوی قدس سرہ نے کیا۔ وہ فرماتے ہیں :

"اگر یہ دشنامی حضرات بھی اس بدلے پر راضی ہوں کہ وہ اللہ و رسول جل جلالہ وصلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی جناب میں گستاخی سے باز آئیں اور یہ شرط لگائیں کہ روزانہ اس بندۂ خدا کو پچاس ہزار مغلظ گالیاں سنائیں اور لکھ لکھ کر شائع فرمائیں اور اگر اس قدر پر پیٹ نہ بھرے اور محمد رسول اللہ علیہ وسلم کی گستاخی سے باز رہنا اس شرط پر مشروط رہے کہ اس بندۂ خدا کے ساتھ اس کے باپ دادا، اکابرِ علماء قدست اسرارہم کو بھی گالیاں دیں تو ایں ہم برعلم ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔" [2]

خیر یہ جملہ معترضہ تھا، دراصل حضرت شیخ الحدیث قدس سرہ کی مخالفین سے شدت

---

[1] روزنامہ سعادت، لائل پور، لاہور ۔ ۸ مارچ ۱۹۶۳ء

[2] حسام الحرمین، مطبوعہ لاہور ۔ ص ۵۱، ۵۲

کا تذکرہ تھا۔ حضرت شیخ الحدیث قدس سرہ کی سیرت و تذکرہ سے واقف حضرات بخوبی جانتے ہیں کہ گستاخانِ مصطفےٰ اور بد مذہبوں کو آپ نے راہِ راست پر لانے کے لیے مفاہمت کی تمام تر کوششیں فرمائیں۔ انہیں ذاتی طور پر خطوط لکھ کر ان کی غلطیوں پر انتباہ فرمایا۔ جب یہ حضرات اس پر بھی متنبہ نہ ہوئے، تو مخلصانہ انداز میں شرعی تقاضوں کو پورا کرنے کے لیے آپ نے ان سے مناظرات بھی کیے۔ غرضیکہ مفاہمت کی تمام تر کوشش کیں۔ بالآخر اتمامِ حجت کے بعد آپ نے وہی کچھ کیا جو ایک عالمِ دین، فقیہِ وقت اور مفتیٔ زمان سے اس کا منصب مطالبہ کرتا ہے۔ سازشی کارروائیوں سے مرعوب و خائف ہو کر مصلحت یا مداہنت کی بجائے دینِ حق کی حفاظت کا فریضہ سر انجام دیا۔ ظاہر ہے اس سلسلہ میں خدا و رسول کے دشمن آپ کی شدت سے بچ نہ سکتے تھے۔

محبت کا تقاضا یہ ہے کہ محب اپنے محبوب کا ذکر کثرت سے کرتا ہے محبِ صادق عاشقِ مصطفےٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی حیثیت سے حضرت شیخ الحدیث قدس سرہ کو نعت شریف سے خاص دلچسپی تھی۔ خصوصاً امام احمد رضا بریلوی قدس سرہ کا نعتیہ کلام سننے کا شوق تھا۔ تدریسِ حدیث کے دوران اکثر ایسے مواقع آجاتے، جن میں آپ قصیدہ بردہ شریف، عارفِ جامی یا امام احمد رضا بریلوی کا نعتیہ کلام پڑھنے کا اشارہ فرماتے۔ حاضرینِ طلباء کے ساتھ مل کر نعت شریف پڑھتے۔ نمازِ عصر کے بعد عمومی مجلس کے حاضرین میں اگر کوئی نعت خواں ہوتا تو ضرور اُس سے نعت شریف پڑھنے کا ارشاد فرماتے۔ دورانِ سفر گاڑی میں اور گاڑی کے انتظار میں اسٹیشن یا اڈا پر جہاں بھی بیٹھنا پڑتا، وہی مجلس نعت خوانی کی محفل میں بدل دیتے۔ اکثر طور پر محفلِ نعت خوانی میں آپ کی آنکھوں سے آنسو جاری ہو جاتے۔ رومال سے آپ انہیں صاف کر لیتے۔

حزم واتقا

پاک باطن، پاک طینت، پاک باز — وہ جمالِ اصفیاء جاتا رہا
جو مرقع تھا، جمال و حُسن کا — وہ نگارِ اولیاء جاتا رہا
تھا خشیت میں خدائے پاک کی — وہ مثالِ اتقیاء جاتا رہا
خوش خصال و خوش فعال و خوش لقا — خوش نما و خوش ادا جاتا رہا

جمالِ اولیاء حضرت شیخ الحدیث قدس سرہ کے وصال پُرملال پر آپ کے استادِ گرامی مفتیٔ اعظم حضرت مولانا محمد مصطفےٰ رضا نوری بریلوی نے محررہ بالا تاثرات کا اظہار فرمایا۔ حضرت شیخ الحدیث قدس سرہ کی تمام زندگی کی ایک ایک حرکت اتباعِ سُنّت کے سانچے میں ڈھلی ہوئی تھی۔ عالمِ طفلی اور عنفوانِ شباب کی زندگی بھی فیاضِ فطرت کی بدولت جادۂ شریعت پر مستقیم رہی۔ درس و تدریس کا دَور تو حزم واتقا کا کامل نمونہ تھا۔

مولانا نذیر احمد سراجی مقیم باہمنی والا، چک نمبر ۲۷/ آر ۱۰، تحصیل جڑانوالہ، ضلع فیصل آباد، آپ کے آبائی وطن دیال گڑھ میں آپ کے ہمسایہ تھے۔ انھوں نے بچپن اور ابتدائی تعلیم کا دور آپ کے ساتھ گزارا۔ وہ آپ کے بچپن کے بارے میں لکھتے ہیں :

"عارفِ کامل و محدثِ پاکستان میرے عزیز تھے اور زندگی میں مجھے ان سے گہرا لگاؤ تھا۔ محدث صاحب کے بچپن میں مَیں نے اُن سے کوئی حرکت ایسی نہیں دیکھی نہ سنی جو شریعتِ محمدیہ علی صاحبہا افضل الصّلوٰۃ والسلام کے خلاف ہو، میرے ناقص ذہن میں یہ خیال سرگرداں رہتا ہے کہ وہ ماں کے پیٹ سے علم حاصل کر کے تشریف لائے ہیں۔ مَیں نے کبھی

اُن سے گالی کبھی نہ سُنی، نہ کسی سے مزاحم ہوتے دیکھا۔" [1]

اجمیر شریف میں تعلیم کے دوران ایک مرتبہ آپ اپنے وطن مالوف دیال گڑھ (ضلع گورداسپور) تشریف لائے۔ ان دنوں آپ کے پیرو مرشد حضرت شاہ سراج الحق چشتی قدس سرہ رونق افروز تھے۔ حضرت پیرو مرشد سے اجازت لے کر مولوی نذیر احمد سراجی دیال گڑھی حال مقیم باہمنی والا ضلع فیصل آباد کے ہمراہ تھانیسر شریف (بھارت) قطب عالم حضرت جلال الدین تھانیسری (م ۹۸۹ھ) کے مزار پُر انوار پر حاضر ہوئے۔ رات وہاں قیام فرمایا چونکہ شہر میں ہندوؤں کی آبادی زیادہ تھی، اس لیے وہاں مسلمان مسافر کو کھانا ملنا مشکل تھا آپ نے بھنے ہوئے چنے کھا کر رات بسر کی، کسی دکان سے کھانا نہ کھایا۔ [2]

چوہدری محمد حسین ریٹائرڈ ہیڈ کانسٹیبل احمد نگر، مغلپورہ، لاہور کا آبائی وطن دیال گڑھ ہے۔ حضرت شیخ الحدیث قدس سرہٗ کی برادری سے اُن کا تعلق نہیں، وہ بیان کرتے ہیں کہ آپ بٹالہ ہائی سکول میں جاتے آتے ساتھیوں کی شرارتوں سے ہمیشہ الگ تھلگ رہتے۔ راستہ میں اگر کوئی ساتھی نازیبا حرکت کرتا تو آپ اس سے الگ ہو جاتے۔ آپ کے بچپن کی جتنی بھی تعریف کی جائے کم ہے۔ ایک مرتبہ راستہ میں جاتے ہوئے طالب علم ساتھیوں نے کمہاروں کے گدھوں پر لدے ہوئے آموں سے کچھ آم اُٹھا لیے۔ یہ آم طالب علم ساتھیوں نے آپس میں تقسیم کر لیے اور کھانے شروع کر دیئے، لیکن آپ نے قطعاً حصہ نہ لیا۔ [3]

چوہدری احمد دین ریٹائرڈ پٹواری مقیم چک نمبر ۲۰۹ - آر۔ بی نزد فیصل آباد، حضرت شیخ الحدیث قدس سرہ کے ہم وطن اور ہم عمر ہیں، وہ اپنے تاثرات یوں بیان کرتے ہیں:

"حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد سردار احمد اولیاء اللہ میں سے ایک تھے

---

[1] مکتوب مولانا نذیر احمد سراجی، بنام فقیر قادری عفی عنہ، موصولہ ۲۲ را اپریل ۱۹۸۵ء

[2] ایضاً،　　[3] روایت چوہدری محمد حسین احمد نگر، مغل پورہ، لاہور

اور ان کی پاکیزہ زندگی ہمارے لیے مشعلِ راہ کی حیثیت رکھتی ہے، وہ اسلام کے مینارۂ نور ہیں . . . . . . طالب علمی کے زمانہ میں آپ بیحد شریف، نیک اور پارسا تھے۔ آپ بڑے ہی حیادار تھے۔ [1]

مرد کے اعضائے ستر جن کا ڈھانپ رکھنا فرض ہے، ناف سے لے کر گھٹنوں تک ہیں۔ مسلمان طالب علم بھی اکثر اس کا دھیان نہیں رکھتے، کھیل کود کے وقت اکثر گھٹنے ننگے کر لیتے ہیں، حالانکہ یہ معیوب اور ممنوع ہے۔

حضرت شیخ الحدیث قدس سرہ پرائمری پاس کرنے کے بعد میٹرک کی تعلیم کے لیے اسلامیہ ہائی سکول بٹالہ میں داخل ہوئے۔ آپ کے راستہ میں ایک برساتی نالہ ہسری پڑتا تھا، جو برسات کے موسم میں بھر جاتا۔ اس کو عبور کرنے کے لیے دوسرے طلباء اپنے کپڑے سمیٹ لیتے جس سے اُن کے گھٹنے ننگے ہو جاتے، مگر آپ کے تقویٰ کا یہ عالم تھا کہ برساتی نالہ ہسری پار کرنے کے لیے اپنے بڑے بھائی حیات محمد سے عرض کرتے کہ وہ انہیں کندھوں پر بٹھا کر برساتی نالہ سے پار کریں تاکہ آپ کو گھٹنے ننگے نہ کرنے پڑیں۔ [2]

حضرت شیخ الحدیث قدس سرہ خود فرمایا کرتے تھے کہ تین امور میں مجھے بچپن میں ضلع بھر میں فوقیت و سبقت حاصل رہی۔ تیراکی، دوڑ، کشتی۔ مگر ہمیشہ میں نے ستر کا لحاظ رکھا اور کبھی بھی ایسا لباس نہ پہنا، جس سے میرے گھٹنے کھل جائیں۔ [3]

مولانا عبدالمصطفےٰ الازہری اجمیر شریف میں دورانِ تعلیم کی مصروفیات بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

"اجمیر شریف میں صرف سال میں ایک دفعہ کبڈی میں شرکت فرماتے اور اس کی وجہ یہ تھی کہ بارش کے دنوں ایک دن دارالعلوم معینیہ عثمانیہ میں چھٹی

---

[1] مکتوب چوہدری احمد دین مقیم چک نمبر ۲۰۹ - آر - بی فیصل آباد، بنام فقیر قادری عفی عنہ، محررہ ۱۰ جنوری ۱۹۸۶ء
[2] ایضاً، [3] روایت مولانا حافظ محمد عبدالرشید رضوی جھنگوی، ۱۴ ربیع الآخر ۱۴۰۶ھ

ہوتی۔ تمام طلباء و مدرسین اس موقعہ پر کسی سرسبز جگہ چلے جاتے۔ مولانا سردار احمد صاحب بھی اس میں ساتھ جاتے، لیکن وہاں آپ کھیل کود میں مصروف نہ ہوتے، لیکن رات میں کبڈی کا ایک مقابلہ ہوتا اور اس کی سربراہی حضرت مولانا سید غلام جیلانی صاحب کرتے، جن کو بہت شوق تھا۔ جسامت و توانائی کے لحاظ سے ان کے مقابلہ کے لیے دوسری جماعت حضرت شیخ الحدیث کو منتخب کرتی، لیکن اس مقابلہ میں سب لوگ پاجامے یا شلوار پہنے ہوتے تھے۔ ستر کا پورا پورا خیال ہوا کرتا تھا اور یہ مقابلہ بڑا دلچسپ ہوتا تھا۔ اس کے علاوہ عام طور پر کھیل کود سے دلچسپی نہ تھی۔" [1]

بٹالہ سے جو سڑک گورداسپور کو جاتی تھی، اس کے کنارے آم کے پیڑوں کی قطار تھی۔ آندھی کی وجہ سے آم گرتے، تو طالب علم اکثر اٹھا کر کھا لیتے، مگر آپ نے کبھی بھی آم نہ اٹھایا۔ [2]

آپ کے حزم و اتقا کے مناظر سفر و حضر میں ہر جگہ دیکھے جاتے۔ حاضرین و ناظرین آپ کے پاکیزہ عمل سے متاثر ہوتے۔ چوہدری محمد حسین ریٹائرڈ ہیڈ کانسٹیبل مغل پورہ بیان کرتے ہیں ۱۹۵۱ء، ۵۲ء میں ریلوے پولیس میں میری ڈیوٹی کے دوران، آپ ایک مرتبہ لائل پور سٹیشن پر تشریف لائے۔ سفر کے دوران میں نے آپ کو اپنے ڈبہ میں بٹھا لیا۔ میں نے چاہا کہ میری ہمراہی میں اسی طرح بغیر ٹکٹ خریدے سفر کر لیں، مگر آپ نے اس کو ناپسند فرمایا اور تاکید کی کہ میرا ٹکٹ خرید لیا جائے۔ [3]

---

[1] ہفت روزہ محبوب حق، لائل پور، ۱۳ دسمبر ۱۹۶۳ء، ص ۳۲

[2] مکتوب چوہدری احمد دین، بنام فقیر قادری عفی عنہ ۱۰ جنوری ۱۹۸۶ء

[3] روایت چوہدری محمد حسین ریٹائرڈ ہیڈ کانسٹیبل، مغلپورہ، لاہور

۱۳۷۵ھ / ۱۹۵۶ء میں دوسرے حج و زیارت حرمین کے لیے پروگرام بنا۔ تمام ضروری امور اور معمولات سے فارغ ہوکر ریلوے سٹیشن کی طرف روانگی ہوئی۔ کار بغیر چھت کے تھی تاکہ لوگ زیارت آسانی سے کرسکیں۔ سینۂ اقدس پھولوں کے ہاروں سے سجا ہوا تھا۔ کار پر اتنے ہار تھے کہ مزید گنجائش نہ رہی۔ آپ حسبِ معمول نیچی نگاہیں کیے محبوب کے تصور میں محو تھے۔ الوداعی جلوس میں شرکائے علاوہ بازاروں میں مکانوں کی چھتوں پر مردوں اور عورتوں کا ہجوم آپ کی زیارت کے لیے جمع تھا اور بعض چھتوں پر لوگ کیمرہ لیے ہوئے تھے، تاکہ زائرِ مدینہ کی تصویر بنالیں۔ باوجود اس محویت کے اچانک آپ نے نگاہ اٹھائی اور ارشاد فرمایا کہ ان کو روکو، چنانچہ آپ کے ارشاد پر فوٹوگرافروں کو سختی سے منع کردیا گیا۔ اسی طرح اسٹیشن پر جلوہ گری فرمائی۔ ہجوم کے باعث اسٹیشن کا نظام معطل ہوگیا۔ آپ کے لیے انتظارگاہ خالی کرایا گیا، لیکن آپ نے انتظارگاہ کے باہر ہی قیام کرنا مناسب خیال فرمایا۔ گاڑی آنے میں ابھی وقت باقی تھا۔ حسبِ معمول نعت خوانی شروع ہوگئی۔ ایک شعر ملاحظہ ہو ؎

دیکھیا جو فیر اسرار رب دی زمین دا
سجناں مدینے باہجوں تج[1] نہوں جین دا

آپ کی چشمانِ مبارک آنسوؤں سے تر ہورہی تھیں۔ نعت خوانوں پر انعام کی بارش ہورہی تھی، لوگ انہیں نذرانہ پیش کررہے تھے۔ اس محویت کے عالم میں آپ نے اچانک نگاہ اٹھائی اور فرمایا "ان کو روکو۔" دیکھا گیا، تو معلوم ہوا کہ ریلوے سٹیشن کی عمارت کی چھت پر چھپ کر ایک آدمی کیمرہ لیے آپ کی فوٹو لینے کی کوشش کررہا تھا، اسے سختی سے روک دیا گیا، باوجود بڑے بڑے اجتماعات میں شرکت کی، مگر آپ نے عمر بھر اپنی تصویر نہ بنوائی۔ ہمیشہ اس سے اجتناب فرمایا اور تصویر کی حرمت کے شرعی مسئلہ پر آپ نے عمل کرکے دکھایا۔ بریلی شریف، بغداد شریف اور دیگر مقاماتِ مقدسہ کی زیارت کی خواہش کے باوجود پاسپورٹ پر فوٹو کی پابندی کی وجہ سے

---

[1] تج بمعنی حظ

نہ جاسکے۔ یہی وجہ ہے کہ آج تک آپ کا کوئی حقیقی فوٹو ثابت نہیں ہو سکا۔ [1]

مولانا حافظ محمد سلیمان، خانیوال بیان کرتے ہیں کہ میں اور حافظ محمد شریف جامعہ رضویہ میں اکٹھے پڑھتے تھے۔ حافظ محمد شریف ابھی بلوغت کی عمر کو نہیں پہنچا تھا۔ ایک مرتبہ وہ آپ کے کمرہ میں داخل ہوا کہ آپ سے تعویذ حاصل کرے، مگر آپ نے فوراً ہی اسے باہر بھیج دیا، اس لیے کہ نابالغ اکیلا کمرہ میں کسی کے پاس نہیں ہونا چاہیے۔ [2]

آپ کی عادتِ مبارکہ یہ تھی کہ جب بھی دربار داتا گنج بخش قدس سرہ حاضر ہوتے، تو آپ راستہ میں جامعہ نظامیہ رضویہ، اندرون لوہاری دروازہ یا بازار داتا صاحب کی چھوٹی مسجد میں وضو فرما لیتے اور اکثر اوقات غسل بھی فرما لیتے۔ ایک مرتبہ حسبِ معمول غسل کے لیے آپ بازار داتا صاحب کی چھوٹی مسجد کے غسل خانہ میں تشریف لے گئے۔ معمول کے مطابق غسل کے وقت آپ نے تہ بند باندھ رکھا تھا۔ اتفاق سے غسل خانہ میں لوٹا نہیں تھا۔ آپ نے مجاور داتا گنج بخش میاں لال بادشاہ ابن میاں الحاج محمد صدیق سے، جو وہاں مسجد میں موجود تھے، لوٹا طلب کیا۔ غسل کے بعد آپ نے میاں لال بادشاہ کو بتایا کہ جس وقت میں نے غسل خانہ میں سے لوٹا طلب کیا تھا، اُس وقت میں نے تہ بند باندھ رکھا تھا۔ آپ یا کوئی اور غسل خانہ میں سے میرے لوٹا طلب کرنے سے یہ نہ سمجھ لے کہ ننگے بدن کسی سے کلام کرنا یا کچھ طلب کرنا جائز ہے۔ تزم و اتقا کا یہ کمال نقطۂ عروج ہے۔ علماء کرام اس کی حقیقت سے بخوبی واقف ہیں۔ [3]

آدابِ مسجد میں سے ہے کہ اسے ہر قسم کی نجاست کی تلویث سے بچایا جائے، بلکہ پاک کپڑے کا گرد و غبار بھی مسجد میں جھاڑنا آدابِ مسجد کے منافی اور موجبِ نسیان ہے۔

---

[1] مکتوب صوفی فرزند علی، پنواں ضلع شیخوپورہ، بنام فقیہ قادری عفی عنہ، محررہ مئی ۱۹۸۵ء

[2] روایت حافظ محمد سلیمان، خانیوال

[3] روایت حکیم محمد موسیٰ امرتسری ضیائی، لاہور، ۴ ذی الحجہ ۱۴۰۰ھ

ـــــ علامہ شامی نے اس کی صراحت فرمادی ہے۔ [1]

غالباً ۱۹۵۲ء کا واقعہ ہے کہ حضرت شیخ الحدیث قدس سرہٗ بغرضِ تبلیغ خانیوال، تشریف فرما ہوئے۔ اس وقت آپ شیروانی بھی پہنے ہوئے تھے، آپ مسجد میں جلوہ گر تھے۔ آپ کی شیروانی پر خشک مٹی کے داغ نہ معلوم کب پڑ گئے۔ اچانک آپ کی نظر ان پر پڑ گئی۔ ان مٹی کے داغوں کو صاف کرنے کے لیے آپ مسجد سے باہر تشریف لائے۔ مسجد کے باہر کھڑے ہو کر آپ نے مٹی کو جھاڑا۔ اس وقت مسجد میں دیگر حضرات بھی موجود تھے۔ لوگ آپ کے اس احتیاط اور تقویٰ سے بے حد متاثر ہوئے۔ متعدد حضرات نے آپ سے اسی وقت بیعت کر لی۔ ان بیعت کرنے والوں میں صوفی عبدالحق اور دیگر علماء شامل ہیں۔ [2]

راقم الحروف کو اچھی طرح یاد ہے کہ رجب ۱۳۸۰ھ / دسمبر ۱۹۶۰ء میں ایک روز عصر کے وقت شاہی مسجد فیصل آباد میں ایک شخص آیا، اس نے اپنی چادر اتار کر مسجد کے صحن میں پھینک دی اور وضو کے لیے ٹوٹیوں پر گیا۔ وضو سے فارغ ہو کر وہ شخص دوبارہ مسجد کے صحن میں آیا اور اس نے اپنی چادر اٹھائی۔ عام عادت کے مطابق اس نے اپنی چادر کو مسجد میں جھاڑا۔ یہ سارا منظر حضرت شیخ الحدیث دیکھ رہے تھے۔ آپ نے اس آدمی کو قریب بلایا اور اسے بتایا کہ اس طرح مسجد میں کپڑا جھاڑنے سے مسجد کی بے حرمتی ہوتی ہے، دیگر یہ کہ اس سے مرضِ نسیان پیدا ہوتا ہے۔ آپ کے اتقا اور اندازِ اصلاح سے وہ اجنبی بہت متاثر ہوا۔ [3]

شعبان ۱۳۷۸ھ / مارچ ۱۹۵۹ء کو اڈا امریدوالا، ضلع فیصل آباد میں مدرسہ سلطانیہ رضویہ

---

[1] ملاحظہ ہو: ردالمحتار شرح الدرالمختار، مطبوعہ دارالفکر، بیروت، جلد اول، ص ۲۲۵

[2] روایت حافظ محمد سلیمان، خانیوال،

[3] اخی المکرم مولانا محمد علیم الدین نے فقیر کی روایت سے اسے اپنے ایک مضمون میں شامل کیا۔ ملاحظہ ہو: روزنامہ سعادت، لائل پور۔ ۸ مارچ ۱۹۶۳ء، ص ۷

کے سالانہ جلسہ پر تشریف لائے۔ یہاں ملاقاتیوں میں آپ نے چند اشخاص کو پہچان کر قریب بلایا اور انہیں فرمایا کہ گزشتہ برس میں یہاں آیا تھا، نمازِ عصر کا وقت تھا، جماعت ہو چکی تھی۔ فقیر یہاں بعد میں پہنچا تھا۔ آپ نے میری اقتدا میں نمازِ عصر پڑھی تھی۔ بعد میں مجھے معلوم ہوا کہ بعض اسباب کی بنا پر وہ نماز نہیں ہوئی۔ میں نے وہ نماز دوبارہ پڑھ لی تھی، آپ بھی اس نماز اعادہ کر لیں۔ [۱]

آپ نے اس امر کی پرواہ نہ کی کہ لوگ سن کر کیا کہیں گے، بلکہ شریعتِ مطہرہ کے حکم کو واضح فرما دیا۔ ایسے واقعات کا صدور اسی ذات سے ممکن ہے جس کے قلب و نظر پر پیارے آقا و مولیٰ علیہ السلام کے فرامین کی حکومت ہو اور وہ انہیں ادا کرنے میں لذت محسوس کرتا ہو۔

لاہور میں ایک پیر صاحب نے آپ کو اپنے ہاں جلسہ میں خطاب کے لیے دعوت دی۔ بعض ذرائع سے آپ کو معلوم ہوا کہ وہ پیر صاحب اپنے مریدوں سے سجدۂ تعظیمی کرواتے ہیں۔ آپ نے بے شرع پیر کی دعوت مسترد کر دی اور انہیں کہلا بھیجا کہ جب تک تم اپنی ان غیر شرعی حرکات سے توبہ نہ کر لو، فقیر اس جلسہ میں شریک نہ ہو گا۔ [۲]

مختلف علوم کی کتابوں کو اکٹھا رکھنے میں آپ کا دستور یہ تھا کہ سب سے اوپر قرآن مجید، پھر نیچے کتبِ تفسیر، پھر کتبِ احادیث، پھر کتبِ اصول، پھر کتبِ ادب، پھر کتبِ منطق و فلسفہ سب سے نیچے۔ کسی کتاب پر کوئی اور دوسری شے، قلم، دوات وغیرہ رکھنے سے منع فرماتے۔ ایک مرتبہ مولانا انوار الاسلام نے بخاری شریف پر گلاب کا پھول رکھ دیا۔ آپ نے تنبیہ فرمائی اور فرمایا: پھول اگرچہ بڑی لطیف شے ہے، بہرحال بخاری شریف سے افضل نہیں۔ [۳]

---

[۱] روایت مولانا محمد عبدالغفار ظفر صابری، فیصل آباد۔ ۱۴ ربیع الآخر ۱۴۰۶ھ

[۲] مکتوب حضرت شیخ الحدیث، بنام حاجی مختار احمد، راولپنڈی، محررہ ۱۹ رجب ۱۳۷۸ھ

[۳] روایت مولانا محمد انوار الاسلام، مکتبہ حامدیہ، لاہور

مسجد کو ہر بدبودار شے کی تلویث سے محفوظ رکھتے۔ ایک مرتبہ بریلی میں مسجد بی بی جی میں رات کو بجلی بجھ گئی۔ مولانا محمد عبدالرشید رضوی جھنگوی جوان دنوں بریلی میں آپ سے دورۂ حدیث پڑھا کرتے تھے، مٹی کے تیل کا گیس لے کر مسجد کے صحن میں سے گزرنے لگے، آپ نے انہیں دیکھ لیا۔ فوراً فرمایا "ارے بندۂ خدا! مسجد کے صحن سے مٹی کے تیل کا گیس لے کر گزر رہے ہو، یہ منع ہے۔" [1]

حضرت شیخ الحدیث قدس سرہ کے حزم واتقا کا یہ عالم تھا کہ جامعہ رضویہ کے سالانہ جلسہ یا عُرس قادری رضوی کا جو اشتہار آپ شائع فرماتے، اس میں تقویم ہجری اور تقویم شمسی دونوں تاریخیں درج فرماتے۔ تقویم ہجری کی تاریخ مقدم رکھتے۔ اشتہار میں ایک وضاحتی نوٹ یُوں درج فرماتے:

(۱) چاند کی تاریخ ڈائری کے حساب سے لکھ دی ہے، مگر چاند کی تاریخ اصل میں وہ ہے جو شرعی طور پر ثابت ہو۔

(۲) باہر سے تشریف لانے والے حضرات موسم کے لحاظ سے بستر ہمراہ لائیں۔

(۳) باہر سے آنے والے حضرات اپنے ہمراہ مستورات کو ہرگز نہ لائیں۔ [2]

اشتہار میں چند دیگر نصائح بھی درج ہوتے، ان کو پڑھ کر آپ کے جذبۂ ہمدردی اور اتباعِ سنّت کی ایک جھلک ملتی ہے۔ وہ نصائح یہ ہیں:

مُسلمانو! عقائدِ دینیہ اسلامیہ پر قائم رہو، مذہبِ اہل سنّت وجماعت کی پابندی کرو، پانچوں وقت پابندی سے نماز پڑھو، مسجد آباد کرو ـــــــ رمضان المبارک قریب آرہا ہے، پابندی سے روزے رکھو، شبِ برأت کو جاگو، نفل و درود پاک پڑھو، تلاوتِ قرآن پاک و ذکرِ خیر کرو، گناہوں سے

---

[1] روایت مولانا محمد عبدالرشید جھنگوی، ۱۴ ربیع الآخر ۱۳۹۶ھ

[2] ملاحظہ ہو اشتہار سالانہ جلسہ دستارِ فضیلت جامعہ رضویہ، لائل پور، متعلقہ ۱۳۷۸ھ/۱۹۵۹ء منجانب حضرت شیخ الحدیث

توبہ کرو، مولا عزوجل کے دربار میں خشوع و خضوع، تضرع وزاری سے نیک مقاصد کے حصول کے لیے دعائیں کرو، دینی و دنیوی، ملکی، سیاسی ترقی، فلاح و بہبودی، کامیابی صرف اس میں ہے کہ حضور نبی کریم سرورِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی صحیح معنوں میں غلامی اختیار کی جائے۔[1]

علاج معالجہ میں عموماً اس امر کا خیال بہت کم رکھا جاتا ہے کہ دوا یا غذا کی ترکیب حلال اجزاء سے ہوتی ہے یا نہیں۔ بیماری کی شدت یا اس کے طویل ہو جانے کی صورت میں یہ بے اعتنائی اور بھی بڑھ جاتی ہے، بلکہ بعض موقعوں پر تو معالج جب ایسی دوائی استعمال کراتے جس کے اجزاء شرعاً قابلِ استعمال نہ ہوں، تو مریض یا اس کے متعلقین اس کی پرواہ نہیں کرتے، بلکہ بحالی صحت کی خاطر ایسے علاج کو قبول کر لیا جاتا ہے، مگر حضرت شیخ الحدیث قدس سرہ کا معاملہ اس سے بالکل مختلف تھا۔ مسلسل محنت سے جب آپ کی صحت گر گئی اور نقاہت بڑھ گئی، تو علاج شروع ہوا۔ آپ نے معالجین سے واضح طور پر فرما دیا کہ میرے علاج میں کوئی ایسی دوائی استعمال نہ کی جائے، جس کا استعمال شرعی طور پر جائز نہ ہو۔

بریلی شریف کی محبت کا یہ عالم تھا کہ اکثر مجالس میں تذکرہ فرماتے ــــــ بریلی شریف کے قیام کے دوران ہر روز بلاناغہ خانقاہ قادریہ رضویہ میں حاضری معمول تھا۔ قیامِ پاکستان کے بعد جب پاسپورٹ کی پابندی عائد ہو گئی، تو آپ بریلی شریف نہ جاسکے۔ تصویر کی حرمت مانع رہی۔ اپنی خواہشات کے مقابل میں شریعتِ مطہرہ کی اس قدر پابندی آپ کے حزم و اتقا کی علامت ہے۔

ثبوتِ ہلال کے بارے میں آپ کا موقف انتہائی واضح اور شریعتِ مطہرہ کے عین مطابق تھا۔ اس سلسلہ میں آپ کی عزیمت قابلِ تقلید ہے۔ بارہا حکام نے

---

[1] ملاحظہ ہو: اشتہار سالانہ جلسہ دستارِ فضیلت جامعہ رضویہ لائل پور ۱۳۷۸ھ / ۱۹۵۹ء

کوشش کی کہ آپ اُن کے پروگرام کے مطابق عید پڑھائیں، مگر آپ نے حکام کی دھمکیوں کی پروا نہ کی۔ آپ کے مخالفین نے آپ کی عزیمت کے مقابل آپ کو متعدد مقدمات میں اُلجھانے کی کوشش کی، مگر آپ کے مضبوط موقف میں فرق نہ آیا۔ ذاتی آرام کے مقابل میں شریعتِ مطہرہ کے احکام پر عمل کی پاداش میں تکالیف آپ کو گوارا تھیں، مگر احکامِ شرعیہ سے سرِ مُو انحراف برداشت نہ تھا۔ ایسا ہی لاؤڈ سپیکر پر نماز کی اقتداء کے معاملے میں آپ کا موقف شرعی اصولوں پر مبنی تھا۔ حِلّت و حرمت اور عدم جواز کے درمیان دائر معاملہ میں فقہاء کے اُصولِ حرمت اور عدم جواز پر عمل آپ کے حزم و اتقا کی علامت ہے

صلابتِ دینی

مت سہل انہیں سمجھو، پھرتا ہے فلک برسوں
تب خاک کے پردے سے انساں نکلتے ہیں

خلوص اور للّٰہیت کی برکات اور اس کے ثمرات یہ ہوتے ہیں کہ شخصیت کے معنوی خدوخال نکھر کر سامنے آتے ہیں۔ کردار میں عظمت، شخصیت میں مقناطیسیت، گفتار میں صداقت، رائے میں اصابت اور نصب العین میں صلابت پیدا ہو جاتی ہے۔ متلاشیانِ حق اس شخصیت کے گرد پروانہ وار جمع ہو جاتے ہیں اور اختلاف رائے رکھنے والے بھی دل کی گہرائیوں سے اس کی حقانیت کے قائل ہو جاتے ہیں۔ احباب اس شخصیت کی وجاہت سے اپنے اندر ایک طاقت محسوس کرتے ہیں اور مخالف پر ان کا ایسا رعب پڑتا ہے کہ وہ اس کے مقابل اپنے آپ کو نہایت کمتر اور حقیر تصور کرتا ہے۔

حضرت شیخ الحدیث قدس سرہٗ اپنے نصب العین کی پختگی اور شریعت مطہرہ کی ایک ایک جزئی پر تکمل عمل کرنے میں کوہِ وقار تھے۔ حوادثاتِ زمانہ اور نامساعد حالات آپ کے پائے استقلال میں لغزش کیا، جنبش بھی پیدا نہ کر سکے۔ عملی اور اعتقادی اعتبار سے آپ کے کردار میں وہ عظمت تھی کہ اس دور میں اس سے زیادہ کیا اس کی مثل کا تصور بھی مشکل نظر آتا ہے۔ طفلی سے تا دمِ آخر ان کا پاکیزہ دامن ہر قسم کے گرد و غبار سے صاف نظر آتا ہے اور یہ حضرت شیخ الحدیث قدس سرہٗ کی امتیازی خصوصیت ہے۔

وہ ہر معاملہ کا بڑے غور و فکر کے بعد فیصلہ کرتے۔ احباب سے مشورہ بھی فرماتے، مگر فیصلہ کر چکنے کے بعد وَاِذَا عَزَمْتَ فَتَوَکَّلْ عَلَی اللّٰہِ الآیۃ کی عملی تفسیر بن جاتے۔

یہاں یہ بات قابلِ ذکر ہے کہ بارہا زمانہ نے آپ کی اصابتِ رائے کا مشاہدہ کیا۔ بعض مرتبہ بڑے بڑے راہنما ایک فیصلہ کرنے میں خطا کا شکار ہو گئے۔ اگرچہ اُن کی خطا بھی اجتہادی نوعیت کی ہوتی، مگر حضرت شیخ الحدیث قدس سرہ کو کبھی بھی اپنا فیصلہ تبدیل کرنے کی شرعی ضرورت نہ پڑی۔ یہ فیصلہ خواہ مذہبی مسائل سے متعلق ہو یا سیاسی معاملات سے، اعتقادی حیثیت رکھتا ہو یا عملی، بہرحال آپ کے موقف کی صداقت بالآخر واضح ہو کر رہی۔ حضور نبی کریم علیہ افضل الصلوٰۃ واکمل السلام ارشاد فرماتے ہیں:

اَلْحُبُّ فِی اللّٰہِ وَالْبُغْضُ فِی اللّٰہِ مِنْ اَفْضَلِ الْاَعْمَالِ [1]

"اللہ تعالیٰ کی رضا کی خاطر کسی سے محبت اور اللہ کی رضا کی خاطر کسی سے بغض و عداوت بہترین اعمال میں سے ہے۔"

ایک اور حدیث میں کمالِ ایمان کی کیفیت یوں بیان ہوئی:

مَنْ اَحَبَّ لِلّٰہِ وَاَبْغَضَ لِلّٰہِ وَاَعْطٰی لِلّٰہِ وَمَنَعَ لِلّٰہِ فَقَدِ اسْتَکْمَلَ الْاِیْمَانَ۔ [2]

"جس نے اللہ تعالیٰ کی رضا کی خاطر کسی سے محبت کی، اللہ تعالیٰ کی رضا کی خاطر کسی سے عداوت کی، اللہ تعالیٰ کی رضا کی خاطر کسی کو کچھ دیا اور اللہ تعالیٰ کی رضا کی خاطر کسی کو کچھ نہ دیا، اُس نے ایمان کو مکمل کر لیا۔"

ولنعم ما قیل ؎

لَوْ کَانَ حُبُّکَ صَادِقًا لَّاَطَعْتَہٗ
اِنَّ الْمُحِبَّ لِمَنْ یُّحِبُّ مُطِیْعٌ

حضرت شیخ الحدیث قدس سرہٗ احادیثِ مبارکہ پر صدقِ دل سے عامل تھے۔ حضور اکرم

---

[1] رواہ ابوداؤد، کنوز الحقائق فی حدیث خیر الخلائق، للعلامۃ عبدالرؤف المناوی علیہ الرحمہ طبع مصر ۱۲۷۳ھ ص ۴۳

[2] رواہ ابوداؤد والضیاء عن ابی امامہ، جامع صغیر للسیوطی۔ ج ۲، ص ۱۷۲

علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ارشادات پر عمل کرنے میں وہ کسی مخالفت کی پرواہ نہ فرماتے۔ آپ کی عطاء و منع، محبت و عداوت چونکہ رضائے الٰہی اور رضائے رسالت پناہ علیہ التحیۃ والثناء کے حصول کی خاطر تھا، اس حوالہ سے یہ حقیقت بلا خوف و خطر کہی جا سکتی ہے کہ آپ کمالِ ایمان کی اعلیٰ بلندیوں پر فائز تھے اور اعمال کے اعتبار سے کامل ترین شخصیت تھے۔ صلابتِ دینی کی بنیاد ہی کمالِ ایمان اور افضل اعمال ہے۔ اس موقعہ پر چند ایک اُن واقعات کا تذکرہ کیا جاتا ہے جن میں حضرت شیخ الحدیث قدس سرہٗ کی صلابت دینی کا اظہار ہوتا ہے۔

حضرت سید محمد معصوم شاہ نوری (م ۱۳۸۸ھ/ ۱۹۶۹ء) بانی نوری کتب خانہ، دربار داتا گنج بخش قدس سرہ ہما ایامِ علالت میں لائل پور حضرت شیخ الحدیث قدس سرہ کی عیادت کے لیے تشریف فرما ہوئے۔ چونکہ حضرت شیخ الحدیث صاحب فراش تھے، اس لیے اندر مکان میں تشریف فرما تھے۔ نقاہت کی وجہ سے معالجین نے زیادہ ملاقات اور گفتگو پر پابندی لگا رکھی تھی۔ حضرت شاہ صاحب کے آنے کی اطلاع اندر آپ کو ہو گئی۔ آپ نے شاہ صاحب کو اندر بلا لیا۔ احوال پُرسی کے بعد آپ نے شاہ صاحب سے فرمایا:

"شاہ صاحب! میری دو باتوں کا گواہ رہنا۔ ایک تو یہ کہ یہ فقیر حضور غوث پاک رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا غلام اور مرید ہے۔ دوسرے یہ کہ اس فقیر نے عمر بھر کسی بے دین سے مصافحہ نہیں کیا۔" [1]

حضرت شیخ الحدیث قدس سرہ کا یہ ارشاد کہ میں نے عمر بھر کسی بے دین سے مصافحہ نہیں کیا، کتنی بڑی عزیمت اور کرامت ہے۔ یہ بات کہنے کو تو آسان ہے، مگر اس پر عمل کرنا کتنا مشکل ہے؟ اس کا اندازہ وہی حضرات کر سکتے ہیں جو بے دینوں کی بے دینی پر مطلع ہوں اور زندگی کے مختلف مراحل میں ان بے دینوں سے معاملہ پڑا ہو۔ بہر حال یہ حضرت شیخ الحدیث قدس سرہ کی کمال کرامت تھی۔ البغض للہ کی خاطر آپ نے اس پر عمر بھر عمل کر کے دکھا دیا۔

---

[1] بروایت حکیم محمد موسیٰ امرتسری، بانی مرکزی مجلسِ رضا، لاہور۔ ۲۲ صفر ۱۴۰۴ھ

۱۳۷۷ھ / سن ۱۹۵۸ء کو جب آپ دوسری مرتبہ حرمین شریفین کی حاضری کے لیے روانہ ہوئے تو راستہ میں ہر جگہ آپ کا بے پایاں استقبال ہوا۔ جہاں گاڑی رکتی، عاشقانِ مصطفےٰ اس پروانۂ مصطفےٰ کی زیارت کے لیے ٹوٹ پڑتے۔ ملتان اسٹیشن پر گاڑی رکی تو وہاں بھی یہی کیفیت تھی۔ بے شمار احباب اہل سنت استقبال اور زیارت کے لیے اسٹیشن پر موجود تھے۔ ہر کوئی مصافحہ اور دست بوسی کر رہا تھا۔ بعض خوش نصیب تو قدم بوسی کی سعادت سے بہرہ ور ہو رہے تھے۔ آپ کی کیفیت یہ تھی کہ آنکھیں جھکائے ہوئے ہر ایک سے ملاقات فرما رہے تھے اور دعاؤں کے تحفے عطا فرما رہے تھے۔ دیوبندی عقائد کے مشہور عالم اور احراری راہنما قاضی احسان احمد شجاع آبادی بھی کسی کام کی غرض سے اسٹیشن پر موجود تھے۔ اس نے بھی چاہا کہ میں بھی آپ سے مصافحہ کر لوں۔ اس نیت سے وہ اہل سنت کے مجمع میں شامل ہو کر حضرت شیخ الحدیث قدس سرہ کے سامنے آیا اور مصافحہ کے لیے اس نے ہاتھ بڑھائے اچانک آپ نے اپنا ہاتھ روک لیا اور پوچھا کہ آپ کون ہیں؟

اس نے کہا مجھے احسان احمد شجاع آبادی کہتے ہیں۔ آپ نے دوسرا سوال کیا کہ علمائے دیوبند نے جو کفری عبارات لکھی ہیں۔ اس بارے میں آپ کا کیا عقیدہ ہے؟ قاضی صاحب اس سوال سے جھنجھلا گئے اور کہنے لگے کہ میں یہاں مناظرہ کے لیے نہیں آیا، صرف آپ سے مصافحہ کرنا چاہتا ہوں۔ اس پر آپ نے فرمایا:

"اس فقیر نے کبھی کسی بے دین اور بدمذہب سے مصافحہ نہیں کیا۔ آپ سے مصافحہ نہیں کروں گا۔"

اس پر وہ شرمندہ ہو کر واپس چلا گیا۔ آپ نے اس بات کی پرواہ نہ کی کہ قاضی احسان احمد دیوبندی فرقہ کا مقتدر عالم ہے، بلکہ آپ کا ہاتھ روک لینا صرف اللہ تعالیٰ کی رضا کی خاطر تھا۔[1]

---

[1] (ا) روایت مولانا محمد عبدالرشید رضوی جھنگوی، ۱۴ ربیع الآخر ۱۴۰۶ھ
(ب) روایت مولانا اسد نظامی، جہانیاں منڈی، ۲۸ ذی القعدہ ۱۴۰۳ھ

اللہ تعالیٰ نے آپ کو ایسی بصیرت عطا فرمائی تھی کہ آپ پہلی ہی نظر میں سامنے آنے والے کے متعلق اندازہ فرما لیتے کہ یہ صحیح العقیدہ مسلمان ہے یا بدعقیدہ و بے دین۔ یہی وجہ ہے کہ آپ جب بھی کسی سے مصافحہ کے لیے ہاتھ کھینچ لیتے، تفتیشِ حال پر وہ بدعقیدہ یا بے دین نکلتا۔

سالار والا ضلع فیصل آباد کے قریب ایک گاؤں میں آپ ایک غریب آدمی کی دعوت پر ایک مرتبہ تقریر کے لیے تشریف لے گئے۔ گاؤں میں پہنچے تو دیہاتی ماحول کے مطابق لوگوں نے آپ کا پُرجوش استقبال کیا۔ آپ کو ملنے والوں میں وہاں کا نمبردار بھی شامل ہوا۔ جب اس نمبردار نے مصافحہ کے لیے ہاتھ بڑھایا تو آپ نے ہاتھ کھینچ لیا اور اس سے پوچھا کہ تیرا عقیدہ کیا ہے؟ اُس نے برملا بتایا کہ وہ مرزائی ہے۔ آپ نے فرمایا کہ میں کسی مرزائی یا بدمذہب بے دین سے مصافحہ نہیں کر سکتا۔ سب سے پہلے اپنی بدعقیدگی سے توبہ کرو، تو پھر آپ سے مصافحہ ہو گا۔ اس بااثر نمبردار نے اسے اپنی ہتک سمجھا اور وہ آپ کے مخالف ہو گیا۔ اُس نے اُس غریب آدمی کو کہہ دیا کہ گاؤں کی اس مسجد میں تم جلسہ نہیں کروا سکتے اور حضرت شیخ الحدیث قدس سرہ کے متعلق کہنے لگا اگر اس مولوی صاحب نے گاؤں کی اس مسجد میں تقریر کی تو میں مزاحمت کروں گا اور فساد کی ذمہ داری ان پر ہو گی۔ وہ غریب آدمی سہم کر اور حیران تھا کہ کیا کرے۔ آپ نے اپنے میزبان غریب آدمی سے فرمایا گھبراؤ نہیں ان شاء اللہ! آج میں تقریر کروں گا اور حالات بھی پُرامن رہیں گے۔ چنانچہ آپ نے گاؤں کی ایک غیر آباد مسجد میں تقریر کرنے کا اعلان فرمایا۔ بحمدہٖ تعالیٰ آپ کا وہ بیان تین گھنٹے تک جاری رہا۔ آپ نے اپنی تقریر میں دیگر مسائل کے علاوہ مرزائیت کا بھی بھرپور رد فرمایا۔ حاضرین کی تعداد کئی ہزار تھی۔ سب لوگ حیران اور خوش تھے کہ اتنے سامعین کس طرح جمع ہو گئے۔ [1]

آخری ایامِ علالت میں بغرض تبدیلیٔ آب و ہوا مری، پور اور ایبٹ آباد جلوہ گر ہوئے۔ ایبٹ آباد میں آپ کا قیام ملک منظور احمد بزاز کے ہاں تھا۔ ملک صاحب نے بڑی محبت سے

---

[1] قلمی یادداشت مولانا محمد احسان الحق، فیصل آباد: مخزونہ جامعہ نظامیہ رضویہ، لاہور

آپ کی خدمت کی۔ اسی دوران وہاں کی مشہور الیاسی مسجد کا خطیب آپ کی شہرت سن کر حاضر ہوا کہ آپ سے ملاقات کرے، مگر آپ نے اس کو ملاقات کا موقعہ نہ دیا۔ فرمایا کہ وہ دیوبندی عقیدہ رکھتا ہے اور فقیر کسی دیوبندی مولوی سے ملاقات نہیں کرتا، چنانچہ وہ دیوبندی خطیب ملاقات نہ کر سکے۔ [1]

حمیتِ مذہبی اور صلابتِ دینی میں آپ کی شخصیت ضرب المثل کی حیثیت رکھتی ہے۔ دین کے معاملہ میں شمشیر برہنہ تھے۔ اس معاملہ میں کبھی کسی کا لحاظ اُن کو گوارا نہ تھا۔ فیصل آباد کی ایک شخصیت راجہ نادر خاں تھی، جو بزعم خویش ایک بڑا سیاسی آدمی، رئیسِ علاقہ اور کسی کو شمار میں نہ لانے والا تھا۔ چونکہ عوام الناس حضرت شیخ الحدیث قدس سرہ کی عزت و توقیر دل و جان سے کرتے تھے (اور اب بھی کرتے ہیں) اس لیے وہ ایک الیکشن کے سلسلہ میں آپ کی امداد حاصل کرنے کے لیے حاضر ہوا اور مصافحہ کے لیے ہاتھ بڑھائے اور ساتھ ہی اپنا تعارف کراتے ہوئے کہا کہ وہ اس علاقہ میں شیعوں کا صدر رہے۔ اس پر حضرت شیخ الحدیث قدس سرہ نے اپنا ہاتھ مبارک کھینچ لیا اور فرمایا:

"آپ سے ہاتھ ملا کر میں خلفاء راشدین رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین کو کیا منہ دکھاؤں گا"

یہ واقعہ بھری محفل میں ہوا اور وہ شخص اس کو اپنی توہین خیال کر کے غصہ کی حالت میں واپس خائب و خاسر چلا گیا اور ہمیشہ آپ کی مخالفت کرتا رہا، مگر آپ نے اس کی پرواہ نہ کی۔ [2]

عقیدۂ حقہ اہل سنت کی تبلیغِ عام، محافلِ میلاد کے انعقاد، گیارہویں شریف اور دیگر ایصالِ ثواب کی مجالس کے قیام اور عقائدِ باطلہ کے مؤثر رد کی وجہ سے غیر مقلد، دیوبندی، شیعہ، کانگرسی، احراری، خاکساری، بلکہ مرزائیوں نے بھی آپ کے خلاف متحدہ محاذ قائم کر رکھا تھا۔ عوام آپ کے مدلل اور مؤثر مواعظِ حسنہ میں جوق در جوق شرکت کرتے۔ آپ کے

---

[1] روایت حاجی منظور احمد، لال کرتی، راولپنڈی۔ ۱۳ رجب ۱۴۰۵ھ

[2] مکتوب چوہدری مختار احمد انور ایڈووکیٹ حال مقیم اسلام آباد، بنام فقیر قادری محررہ ۱۲ مئی ۱۹۸۵ء

جمعہ کے حاضرین کی تعداد کا اندازہ لگانا مشکل ہوتا۔ ایک مرتبہ جمعہ کے موقعہ پر تقریر کرتے ہوئے آپ نے فرمایا کہ وہ حضور داتا گنج بخش علی ہجویری قدس سرہ کی طرف سے چوکیدار مقرر ہیں اور چوکیداری کا فرض ہے کہ وہ بتائے کہ فلاں دین کا چور ہے، اس سے بچو۔ [1]

۵۳-۱۹۵۲ء میں جب تحریک ختم نبوت چلی اور تین بڑے مطالبات پیش کیے گئے:

(۱) مرزائیوں کو غیر مسلم قرار دیا جائے۔

(۲) ربوہ کو کھلا شہر قرار دیا جائے۔

(۳) ظفر اللہ مرزائی کو وزارت سے ہٹایا جائے۔

تو مرزائیوں کے علاوہ دیگر تمام فرقے اہل حدیث، دیوبندی، شیعہ، مودودی سب اہل سنت کے ساتھ متحد ہو گئے۔ قوم کے جذبات میں طوفان برپا ہو گیا، مگر حضرت شیخ الحدیث اور دیگر چند علماء اہل سنت نے اشتراک عمل نہ کیا۔ حضرت شیخ الحدیث قدس سرہٗ کا موقف یہ تھا کہ جہاں تک مطالبات کا تعلق ہے، ہم ان کی پوری طرح حمایت کرتے ہیں مگر جب تک یہ لوگ اپنے اپنے غلط عقیدے سے تائب نہیں ہوتے، ان سے ہمارا اشتراک عمل نہیں ہو سکتا۔ ہم گرفتاریاں دیں گے مگر اپنے پلیٹ فارم سے — ناموس رسالت کی خاطر ہمارا خون کا آخری قطرہ تک بہانا ہمارے لیے باعث فخر و مباہات ہے، مگر اہانت مصطفےٰ (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) کرنے والوں سے اشتراک عمل کسی طرح بھی پسند نہیں، چنانچہ آپ اس صحیح فیصلہ پر آخر دم تک ڈٹے رہے اور جامعہ رضویہ کے پلیٹ فارم سے گرفتاریاں دیں۔ کاش دیگر علماء اہل سنت بھی حضرت شیخ الحدیث قدس سرہ کی طرح غیروں سے اپنے پلیٹ فارم کو پاک رکھتے تو تحریک اس طرح ناکام نہ ہوتی۔ آپ نے اس نازک مرحلہ پر بھی مصلحت بینی سے کام نہ لیا اور اپنے مسلک سے سرِ مو انحراف نہ کیا۔ بالآخر تاریخ نے یہ ثابت کر دیا کہ حضرت شیخ الحدیث علیہ الرحمہ حق پر تھے اور حق ان کے ساتھ تھا۔

---

[1] مکتوب چوہدری مختار احمد انور از اسلام آباد بنام فقیر قادری عفی عنہ، محررہ ۱۲ مئی ۱۹۸۵ء

اس طوفانی اور ہیجانی دور میں بعض نوجوان اہلِ سنت نے جوش کا مظاہرہ کیا اور آپ سے عرض کیا کہ آپ بھی مشترکہ محاذ میں شرکت فرمائیں، لیکن آپ کے موقف میں ذرہ بھر لچک نہ آئی۔ انہی ایام میں ایک جمعہ کے موقعہ پر فرمایا،

"اگر میرے مرید میرے شجرے میرے منہ پر ماریں اور تحریکِ ختمِ نبوت کے متحدہ محاذ میں شرکت کر جائیں، مگر میں ہرگز بدمذہبوں کے ساتھ اتحاد نہیں کر سکتا۔"

نیز فرمایا،

"اعلیٰ حضرت عظیم البرکت حضرت مولانا احمد رضا خاں صاحب فاضلِ بریلوی قدس سرہ نے تحریکِ ترکِ موالات میں بھی ایسا ہی فرمایا۔" [1]

الحب فی اللہ والبغض فی اللہ من افضل الاعمال پر آپ کا یہ عمل اسلافِ کرام کی سیرت کی یاد تازہ کر دیتا ہے۔

اسی دور سے متعلق صلابتِ دینی کا ایک واقعہ چوہدری مختار احمد انور ایڈووکیٹ فیصل آباد، حال مقیم اسلام آباد یوں بیان کرتے ہیں،

"ایک روز کانگرسی دیوبندی مولوی تاج محمود اور اہلِ حدیث کا سیکرٹری میرے اور خان محمد عمر خاں ایڈووکیٹ کے بار روم میں آئے اور کہا کہ حضرت (شیخ الحدیث) صاحب سے تحریک کے سلسلہ میں ملاقات کرنا چاہتے ہیں۔ آپ دونوں ہمارے ساتھ چلیں۔ چنانچہ بعد دوپہر، حسبِ پروگرام ہم اُن کے ساتھ حضرت صاحب کی خدمت میں حاضر ہوئے ــــ ان لوگوں نے حضرت صاحب سے تحریک میں شامل ہونے کے لیے کہا اور کہا کہ آپ (یعنی حضرت صاحب) صدر ہوں گے اور وہ لوگ ان کے

[1] روایت مولانا محمد عبدالرشید رضوی جھنگوی: ۱۴ ربیع الآخر ۱۴۰۶ھ

سپاہی ـــــ میں (چوہدری مختار احمد انور) اور خاں (محمد عمر خاں) صاحب سوچ رہے تھے کہ ان لوگوں نے چالاکی سے کام لیا ہے۔ دیکھیں حضرت صاحب کیا کرتے ہیں۔ ان دونوں نے اپنا تعارف یوں کرایا کہ ایک دیوبندی ہیں اور دوسرے اہل حدیث۔ حضرت صاحب نے فوراً ارشاد فرمایا کہ آپ حضرات اپنے غلط عقائد سے توبہ کرلیں تو آپ تحریک کے صدر اور میں آپ کا سپاہی بننے کو تیار ہوں۔ دونوں ششدر رہ گئے اور اُٹھ کر چلے گئے۔" [1]

مولوی تاج محمود دیوبندی اور اہل حدیث مولوی نے تحریک ختم نبوت میں آپ کو شامل کرنے کی جو چال چلی، اس سے بچنا بہت مشکل تھا، مگر حضرت شیخ الحدیث قدس سرہ کی بصیرت نے انہیں ایسا لاجواب کردیا کہ انہیں راہ فرار نظر نہ آئی۔

اسی نوعیت کا ایک واقعہ جماعت اسلامی کے بانی مودودی صاحب کے جلسہ سے متعلق چوہدری مختار احمد انور کی زبانی سنیئے اور آپ کی صلابتِ دینی کا اندازہ فرمائیں؛

"جماعتِ اسلامی نے لائل پور میں ایک بہت بڑے جلسے کے انعقاد کا اعلان کیا اور اُن کے لائل پور کے امیر نے مجھے (چوہدری مختار احمد انور) کہا کہ حضرت صاحب کو جلسہ میں تشریف لانے کی دعوت دینی ہے۔ آپ میرے ساتھ حضرت صاحب کے پاس چلیں۔ میں اُن کے ہمراہ حاضرِ خدمت ہوا۔ حضرت صاحب بجید اخلاق سے پیش آئے، چائے پلائی۔ امیر صاحب نے حضرت صاحب کو دعوت نامہ پیش کیا اور کہا کہ آپ ضرور تشریف لائیں اور وعدہ فرمائیں۔ حضرت صاحب نے فرمایا کہ اگر میں آپ کے جلسہ میں آؤں تو مودودی صاحب سے ان کے عقیدہ وغیرہ کے متعلق وہ سوال کروں گا جو اُن کے بارے میں اپنے وعظ میں کہتا ہوں، کیونکہ یہ میرا دینی فرض ہے۔ اس پر وہ امیر صاحب کہنے لگے کہ اچھا آپ تشریف نہ لائیں۔" [2]

---

[1] مکتوب چوہدری مختار احمد انور ایڈووکیٹ، بنام فقیر قادری عفی عنہ ۱۲ مئی ۱۹۸۵ء [2] ایضاً۔

صاحبزادہ مولانا سید فیض الحسن شاہ زیب آستانہ آلو مہار شریف ضلع سیالکوٹ ابتداءً چونکہ مجلسِ احرار سے وابستہ رہے، اس لیے ان کا میل جول مخالفینِ اہلِ سُنّت سے رہتا۔ انہی ایّام میں حضرت صاحبزادہ صاحب نے کوشش فرمائی کہ میں حضرت شیخ الحدیث قدس سرہ سے ملاقات کر دوں، چنانچہ ایک موقعہ پر دونوں حضرات ایک ہی مقام پر جمع ہو گئے، مگر حضرت شیخ الحدیث قدس سرہ نے اُن سے ملاقات نہ کی۔ بعد میں جب حضرت صاحبزادہ صاحب نے مخالفینِ اہلِ سنّت سے علیحدگی اختیار کر لی تو حضرت شیخ الحدیث قدس سرہ ان سے بڑی شفقت و محبّت سے پیش آتے اور اہلِ سنّت کی تبلیغ و خدمت کے سلسلہ میں آپ کی مساعی کی بڑی تعریف فرماتے ——— ایک مرتبہ حضرت صاحبزادہ صاحب سے فرمایا،

"کسی کے ساتھ میری محبّت و عداوت محض حق اور رسول پاک علیہ الصّلوٰۃ والسّلام کے تعلق کی بنا پر ہے۔ اس وقت میرا آپ سے ملاقات نہ کرنا بھی اسی جذبہ کے ماتحت تھا، کیونکہ آپ کا تعلق و ہم نشینی ان لوگوں کے ساتھ تھی، جن کا عقیدہ عظمت و شانِ رسالت کے خلاف ہے اور مجھے آپ کو یہ احساس دِلانا مقصود تھا۔ یہ دین آپ حضرات (سادات) ہی کے گھر سے نکلا ہے۔ میں تو سادات کرام اور دین پاک کا ایک خادم ہوں"![1]

حضرت صاحبزادہ سید فیض الحسن نے اس واقعہ کو حضرت شیخ الحدیث قدس سرہ کے عرس چہلم کے موقعہ پر جلسہ عام میں یُوں بیان فرمایا،

" ایک دفعہ ڈھاباں سنگھ میں کسی نے میری دعوت کی۔ وہاں حضرت شیخ الحدیث بھی موجود تھے۔ میں خوش تھا کہ ملاقات ہو گئی، مگر جب میں وہاں گیا تو حضرت صاحب نے دروازہ نہ کھولا۔ میرے دل میں رنجش پیدا

---

[1] ہفت روزہ محبوبِ حق، لائل پور ۲۴؍ دسمبر ۱۹۶۴ء ص ۱۷

ہوئی کہ حضرت نے یہ مناسب نہیں کیا۔ میں نے بھی عہد کر لیا کہ آئندہ کبھی نہ ملوں گا۔ تین سال کے بعد میں آلو مہار میں سو رہا تھا کہ میرے جدِ امجد کی زیارت ہوئی۔ انہوں نے ایک دعوت میں بُلایا اور فرمایا کہ آؤ ایک عظیم شخصیت سے تعارف کراتا ہوں۔ میرے جدِ امجد نے ایک بزرگ کی طرف اشارہ کر کے فرمایا کہ یہ بزرگ مولوی محمد سردار احمد صاحب ہیں، ان سے ملو اور ان کی خدمت میں جایا کرو۔ میں اس خواب سے اتنا متاثر ہوا کہ میری کیفیت ہی بدل گئی ۔ اس خواب کی تعبیر یُوں ہوئی کہ حضرت مولانا محمد صادق صاحب (گوجرانوالہ) نے ایک خاص دعوت میں ہم دونوں کو بلایا۔ حضرت شیخ الحدیث نے پُرنم آنکھوں سے مجھے سینے سے لگالیا۔ میری دنیا بدل گئی۔"[1]

یہاں یہ امر قابلِ ذکر ہے کہ ظاہری ملاقات سے پہلے جس طرح حضرت صاحبزادہ صاحب کو خواب میں حضرت شیخ الحدیث قدس سرہ سے متعارف کرایا گیا تھا، اسی طرح خواب میں صاحبزادہ صاحب سے آپ کی ملاقات کا اتفاق ہو گیا۔ چنانچہ ملاقات سے کچھ روز پہلے جب حضرت شیخ الحدیث سے عرض کیا گیا تو آپ نے فرمایا کہ صاحبزادہ صاحب سے ہم پہلے بھی ملاقات کر چکے ہیں۔ کسی نے متعجب ہو کر استفسار کیا کہ حضور! وہ کہاں؟ تو آپ نے فرمایا، خواب میں۔ اس کے بعد آپ نے بیان فرمایا کہ میں نے خواب میں دیکھا کہ ایک مجلس قائم ہے جس میں میں اور صاحبزادہ صاحب دونوں موجود ہیں اور وہاں پر صاحبزادہ صاحب سے خوب ملاقات ہوئی۔

عالمِ خواب میں ملاقات کے بعد مدرسہ حنفیہ رضویہ سراج العلوم گوجرانوالہ کے سالانہ اجلاس میں دونوں حضرات کی محبت آمیز اور پُرخلوص ملاقات ہوئی اور دونوں حضرات کے

---

[1] روزنامہ غریب، لائل پور مجریہ ۱۹ اپریل ۱۹۶۳ء / بحوالہ ہفت روزہ محبوبِ حق، لائل پور ۲۸ دسمبر ۱۹۶۴ء (نوٹ) عرس چہلم پر حضرت صاحبزادہ فیض الحسن کی یہ تقریر فقیر قادری نے خود بھی سنی، ہزاروں کا مجمع تھا۔

خوابوں کی عملی تعبیر سامنے آئی۔ اس ملاقات کا منظر بھی عجیب اور رقت آمیز تھا۔ ایک طرف سے حضرت صاحبزادہ صاحب بے تابانہ آگے بڑھے، دوسری طرف حضرت شیخ الحدیث جذبۂ سُنیت سے سرشار تھے۔ سلام مسنون، مرحبا اور مصافحہ و معانقہ ہوا۔ صاحبزادہ صاحب نے فرمایا کہ "افسوس کہ ہم اتنی دیر آپ کے فیوض و برکات سے محروم رہے"۔ آپ نے فرمایا: "ہر کام کا ایک وقت مقرر ہوتا ہے۔"

اس خوش گوار واقعہ سے تمام اہل سنت میں مسرت کی لہر دوڑ گئی۔ یہ پُرخلوص تعلق اور رابطہ دونوں حضرات کے درمیان آخر تک قائم رہا۔ [1]

جس زمانہ میں مولانا صاحبزادہ سید فیض الحسن شاہ صاحب مخالفینِ اہل سنت سے ملتے جلتے تھے، اسی زمانہ میں مولانا عبد الغفور شاگرد مولانا عنایت اللہ سانگلہ ہل نے عرض کیا، جلسہ میں مولانا سید فیض الحسن کو بھی بُلا لیا جائے، اُن کے مریدوں سے کافی چندہ ہو جائے گا۔ حضرت شیخ الحدیث قدس سرہ نے فرمایا: کہو اگر وہ ہمارے ہاں آکر مولوی یونس دیوبندی سے ملنے چلے گئے، تو پھر ہمارے پاس علاج کیا ہوگا؟ ہمیں چندہ کی ضرورت نہیں دین کی ضرورت ہے۔" [2]

حکومتِ پاکستان نے آج کل متعدد علماء پر مشتمل ایک با اختیار رویتِ ہلال کمیٹی قائم کر دی ہے جو چاند دیکھ کر یا شرعی شہادت ملنے پر چاند کے ہونے یا نہ ہونے کا اعلان کر دیتی ہے۔ کمیٹی کے چیئرمین کا اعلان بمنزلہ قاضی القضاۃ کے اعلان کے ہے [3] حضرت شیخ الحدیث قدس سرہ کے زمانۂ ظاہری میں یہ صورتِ حال نہ تھی۔ اگر کہیں چاند نظر آجاتا تو ریڈیو پر اس خبر کا اعلان نشر ہو جاتا۔ کسی خبر کے آنے سے رویتِ ہلال کا ثبوت شرعی طور پر

---

[1] ہفت روزہ محبوب حق، لائل پور، مجریہ ۴ر دسمبر ۱۹۶۴ء ص ۱۴

[2] روایت مولانا مفتی محمد مختار احمد، جامعہ قادریہ رضویہ، فیصل آباد، ۹ر ربیع النور ۱۴۰۵ھ

[3] نوٹ: بعض شرعی تقاضوں کے پورا نہ ہونے کے باعث متعدد علماء اس اعلان کا کچھ اعتبار نہیں کرتے
فقیر قادری عفی عنہ

نہیں ہوسکتا۔ حضرت شیخ الحدیث قدس سرہ شرعی تقاضوں کے مطابق ہی چاند کے ثبوت یا عدم ثبوت پر عمل کرتے۔ کسی جگہ سے محض خبر آجانے کو بے اعتبار قرار دیتے۔ شریعتِ مطہرہ کے مطابق عمل کرنے کا بہت اہتمام فرماتے۔ اس سلسلہ میں احباب کی خواہش یا کسی افسر مجاز کے حکم کو کوئی وقعت نہ دیتے۔ چنانچہ بارہا ایسا ہوا کہ ادھر مقامی طور پر ماہِ رمضان یا شوال کا چاند نہ نظر آیا اور نہ شرعی شہادت حاصل ہوئی۔ ادھر ریڈیو سے ہلالِ عید یا ہلالِ رمضان کی خبر نشر ہوگئی، لیکن حکام کے رویہ، عوام کے رجحان اور مخالفین کے پروپیگنڈا کے باوجود آپ تصریحات دینی و شرعی کے مطابق اپنے موقف پر قائم رہے اور یہی اعلان فرماتے رہے کہ دربارہ ہلال ریڈیو کی خبر شرعی معیار پر پوری نہیں اترتی۔ ثبوتِ ہلال کے لیے رویت یا شہادت وغیرہ درکار ہے کسی نے چاند دیکھا ہے یا کہیں سے شہادت موصول ہوئی ہے تو بے شک روزہ رکھوا و عید کرو، ورنہ شرعی ثبوت کے بغیر دینی معاملہ میں مداخلت اور سینہ زوری سے باز رہو۔

اس سلسلہ میں آپ نے کبھی کسی مصلحت یا رُو رعایت کا مظاہرہ نہیں کیا۔ آپ نے ہمیشہ مسئلہ شرعی پر عمل کیا۔ اس سلسلہ میں آپ کو اگرچہ امراء کی ناراضگی، مخالفین کی شرانگیزی، مقدمہ بازی اور شدید منفی قسم کے پراپیگنڈے سے دوچار ہونا پڑا، لیکن آپ ہمیشہ حق پر قائم رہے اور لوگوں نے آپ کی استقامت کے منظر کو اپنی آنکھوں سے دیکھا اور آپ پر قربان ہوتے رہے۔

مخالفین کی جانب سے آپ کے خلاف دائر ہونے والے مقدمات میں خاں محمد عمر خاں اور چوہدری مختار احمد انور ایڈووکیٹ بطورِ وکیل کے کچہری میں پیش ہوتے، اس لیے یہ حضرات ان مقدمات کی نوعیت، اور تفصیل سے بخوبی واقف تھے۔ اسی حیثیت سے چوہدری مختار احمد انور ایڈووکیٹ (جنہیں ان کی خدمات کے صلہ میں حضرت شیخ الحدیث علیہ الرحمہ "وکیلِ اہلِ سنت" کے معزز لقب سے یاد فرماتے تھے) کا ایک بیان ملاحظہ ہو:

"رویتِ ہلال کے سلسلہ میں حضرت صاحب (شیخ الحدیث قدس سرہ)

شریعت کے مطابق عمل کرنے کے لیے بہت اہتمام کیا کرتے تھے۔ کسی افسر یا احباب کی خواہش کو وقعت نہ دیتے تھے۔ ان ایّام میں لائل پور کے ڈی۔سی دیوبندی عقیدہ کے تھے یا اہل حدیث تھے۔ وہ چاہتے تھے کہ سرکاری طور پر اعلان کے مطابق عید ہو، مگر حضرت صاحب احکامِ شریعت کے مطابق عمل کرتے۔ اس طرح کئی دفعہ دو عیدیں ہوئیں۔ سب مخالفین نے مل کر بہ ایمار ڈی۔سی صاحب، حضرت صاحب کے خلاف فوجداری مقدمہ اے ڈی ایم۔ لائل پور کی عدالت میں دائر کر دیا کہ حضرت صاحب نے غلط طور پر دوسری عید کروائی ہے۔ ڈی۔سی نے اے۔ڈی۔ایم کو کہہ دیا کہ حضرت صاحب کو عدالت میں ضرور طلب کر لیا جائے۔ میں اور خاں محمد عمر خاں مرحوم حضرت صاحب کی طرف سے وکیل تھے۔ اے۔ڈی۔ایم بہت اچھا آدمی تھا۔ دوسرے روز اس مقدمہ کی تاریخ پر لائل پور شہر اور دیہات سے بے انداز لوگ احاطۂ کچہری میں جمع ہوئے۔ اے۔ڈی۔ایم نے دعویٰ خارج کر دیا اور حضرت صاحب کو عدالت میں طلب تک نہ کیا۔ پھر مخالفین نے اسی بنا پر عدالتِ دیوانی میں دعویٰ دائر کر دیا۔ ہم نے بھی ایک فتویٰ لے کر چار مخالف لیڈر مولویوں پر دعویٰ دائر کر دیا تو وہ مولوی ہمارے پاس آئے کہ آپ اپنا دعویٰ چھوڑ دیں، ہم بھی مقدمہ واپس لیتے ہیں۔" [1]

ان مقدمات کے باوجود بھی حضرت شیخ الحدیث قدس سرہ کے موقف میں ذرا بھر بھی کمی یا نرمی نہ آئی۔ حکام کی جانبداری بھی آپ کے پائے استقلال میں لغزش یا جنبش پیدا نہ کر سکی۔

---

[1] مکتوب چوہدری مختار احمد انور ایڈووکیٹ، بنام فقیر قادری ۱۲ر مئی ۱۹۸۵ء

نوٹ: ثبوت ہلال کے سلسلہ میں ریڈیو کی خبر اور اعلان کی شرعی حیثیت معلوم کرنے کے لیے حضرت شیخ الحدیث قدس سرہ کا فتویٰ ہفت روزہ رضائے مصطفےٰ گوجرانوالہ، مجریہ رمضان المبارک ۱۳۷۷ھ / ۱۸ راپریل ۱۹۵۸ء ص ۲، ۷ ملاحظہ فرمائیں۔ فقیر قادری عفی عنہ۔

مخالفینِ اہلِ سنت کی یہ کارروائی ایسی نہ تھی جو یہاں پہنچ کر رُک جاتی۔ وہ تو حضرت شیخ الحدیث قدس سرہ سے برسرِ پیکار رہ کر آپ کے مشن کو ناکام کرنے کا ارادہ کر چکے تھے۔ ادھر حضرت شیخ الحدیث کی صلابتِ دینی کے ساتھ ساتھ استقلال نے عجب رنگ جمایا۔ بالآخر مخالفین اور جانبدار حکام بھی ہار گئے۔ رویتِ ہلال کے سلسلہ میں مقدمات کی ناکامی کے باوجود جانبدار حکام اور مخالفینِ اہلِ سنت کی کارروائیوں کی رُوداد جناب چوہدری مختار احمد انور ایڈووکیٹ کی زبانی سینئے:

"چونکہ ڈی۔سی صاحب کا یہ داؤ بھی ناکام ہو گیا تھا۔ وہ چاہتے تھے کہ حضرت صاحب ان کی عدالت میں آئیں، مگر حضرت صاحب فرماتے تھے کہ وہ فقیر آدمی ہیں۔ وہ کیوں افسروں کے پاس جائیں۔ چنانچہ ڈی۔سی وغیرہ نے مشورہ کر کے یہ پلان بنایا کہ شہر میں حضرت صاحب کی وجہ سے فرقہ بندی بڑھ گئی ہے اور فسادات کا فوری خطرہ ہے۔ اس لیے دونوں گروہوں کے چند اشخاص کے ناموں پر مشتمل کیس بنا دیا کہ ان کی ضمانتیں لی جائیں تاکہ فساد کی روک تھام ہو سکے۔ اس میں حضرت صاحب کے ساتھ میرا خان محمد عمر خاں، شیخ بشیر احمد (سابق چیئرمین بلدیہ لائل پور) غازی محمد حسین اور مولانا عبدالقادر صاحب کے نام تھے اور دوسری طرف مولوی محمد یونس اور اُن کے ہمراہیوں کے نام تھے۔ ایک شام ایس۔پی کی طرف سے حکم نامہ حضرت صاحب کے نام پہنچا کہ اگلے روز نو بجے صبح ایس۔پی کے دفتر میں حاضر ہوں حضرت صاحب نے مجھے بلوایا۔ میں ذرا پریشان ہوا، کیونکہ ہم نہیں چاہتے تھے کہ حضرت صاحب کسی افسر کے پیش ہوں، مگر حضرت صاحب نے میری پریشانی معلوم کر کے فرمایا، کوئی بات نہیں، ہم چلیں گے کیونکہ کسی افسر کے بُلانے پر یا عدالت میں جانا شرعاً منع نہیں۔ اگلی صبح جب میں اپنی کار لے کر حضرت صاحب کو

لینے گیا۔ تو معلوم کہ حضرت صاحب علی الصبح ہی داتا صاحب (لاہور) تشریف لے گئے ہیں۔ بہرحال ہم لوگ میٹنگ کے لیے ایس۔پی کے دفتر میں پہنچ گئے دوسری طرف سے مولوی محمد یونس اور اُن کے ہمراہی تھے۔ ان لوگوں نے ایس پی کو بھڑکانے کی خاطر کہا کہ دیکھا سردار احمد نہیں آیا۔ وہ کسی کی پرواہ نہیں کرتا۔ ایس پی بھی غصہ میں نظر آتا تھا۔ میٹنگ شروع ہونے والی تھی کہ تین اصحاب ایس۔پی کے کمرہ میں داخل ہوئے اور ایس۔پی کو کہنے لگے کہ ہمارے ساتھ چلو۔ ایس۔پی نے کہا کہ بہت اہم میٹنگ بلائی گئی ہے، معاملہ سنگین ہے اور شہر میں فساد کا خطرہ ہے۔ اس پر آنے والوں میں سے ایک، جو کہ خلیفہ شجاع الدین صدر اسمبلی تھے، نے کرجدار آواز میں کہا کہ کیا بات ہے۔ تو ایس۔پی نے کہا کہ مسجد میں میلاد کی محفل کے انعقاد پر جھگڑا ہے تو خلیفہ صاحب نے کہا کہ مسجد میں میلاد کی محفل ہونی چاہیے۔ اس پر مولوی محمد یونس نے ایک قرآنی آیت پڑھ دی۔ اس کو یہ معلوم نہ تھا کہ خلیفہ صاحب بلند پایہ وکیل صدر اسمبلی اور دینی علوم کے ماہر ہیں، کیونکہ اس وقت انہوں نے انگریزی لباس پہنا ہوا تھا۔ داڑھی مونچھ ندارد۔ خلیفہ صاحب، مولوی محمد یونس پر برس پڑے اور کہنے لگے کہ تم کو مولوی کس نے بنایا ہے۔ تم تو جاہل ہو۔ جو آیت تم نے پڑھی ہے، وہ مشرکین کے متعلق ہے۔ غرضیکہ مولوی (محمد یونس) کی بے حد بے عزتی ہوئی اور میٹنگ برخاست ہوئی اور وہ ایس۔پی کو ساتھ لے کر چلے گئے۔

اس کا پس منظر یہ ہے کہ حضرت صاحب (شیخ الحدیث قدس سرہ) نے داتا صاحب پہنچ کر معاملہ اُن کے حضور پیش کر دیا اور یہ تین اصحاب لاہور سے چل کر عین بر وقت ایس۔پی کے کمرہ میں پہنچے اور مخالف گروہ کے سرغنہ کی مرمت کر دی۔" [1]

---

[1] مکتوب چوہدری مختار احمد انور ایڈووکیٹ بنام فقیر قادری عفی عنہ، محررہ ۱۲ مئی ۱۹۸۵ء

حضرت شیخ الحدیث قدس سرہ شرعی طور پر کسی ایسے جلسہ میں شریک ہونا جائز نہیں سمجھتے تھے جس میں مختلف عقائد کے علماء مدعو ہوں۔ آپ کے نزدیک ایسا اشتراک یا اتحاد شرعی احکام کی خلاف ورزی ہوتا۔ چنانچہ ایک موقعہ پر مولانا مفتی اعجاز ولی خاں (م ۱۳۹۲ھ / ۷۳-۱۹۷۲ء) لاہور میں مختلف العقائد علماء کے ایک مشترکہ اجلاس میں آپ کو شریک ہونے کے لیے دعوت دینے لائل پور حاضر ہوئے اور مجوزہ جلسہ کی دعوت دی۔ آپ نے سختی سے دعوت کو مسترد کر دیا اور فرمایا "مفتی صاحب! اگر آپ کی نسبت بریلی شریف سے نہ ہوتی، تو فقیر آپ سے ہمیشہ کے لیے تعلقات منقطع کر لیتا۔" [1]

غیر محرم سے پردہ کرنا مرد اور عورت دونوں پر فرض ہے۔ مغربی تہذیب کی دیکھا دیکھی ہمارے ہاں بھی یہ رو چل نکلی ہے کہ اکثر عورتیں غیر محرم مردوں سے بے حجابانہ ملاقات کرتی اور مصروف گفتگو ہوتی ہیں۔ اس کے بُرے اثرات بھیانک صورت میں ظاہر بھی ہوتے رہتے ہیں، مگر اس سے عبرت حاصل نہیں کی جاتی۔ حضرت شیخ الحدیث قدس سرہ قطعی طور پر کسی غیر محرم عورت سے نہ ملاقات کرتے اور نہ اس سے ہم کلام ہوتے۔ غیر محرم عورتوں کو دیکھ کر آپ اپنی نظریں جھکا لیتے۔ ایک موقعہ پر سابق وزیر تعلیم بیگم محمود سلیم، حضرت شیخ الحدیث قدس سرہ سے ملاقات کی خاطر جمعہ کے روز آئی۔ چونکہ بیگم صاحبہ بے حجابانہ نکلتی تھی اور وہ آپ کی غیر محرم تھی۔ جب آپ کو اس کے آنے کی اطلاع ہوئی اور ساتھ ہی اس کی یہ درخواست پہنچی کہ وہ آپ سے ملاقات کرنا چاہتی ہے۔ آپ نے سختی سے منع فرما دیا اور کہلا بھیجا کہ فقیر غیر محرم عورتوں سے ملاقات نہیں کرتا۔ [2]

بحیثیت رکن قومی اسمبلی اور وزیر تعلیم بیگم محمود سلیم کا سماجی وقار اور آئینی منصب اس امر کا مقتضی تھا کہ ان کے معاملہ میں حضرت شیخ الحدیث قدس سرہ نرم لہجہ اور موقف اختیار

---

[1] روایت مولانا الٰہی بخش ضیائی ایم۔اے، لاہور۔ ۲۸ صفر ۱۴۰۴ھ

[2] روایت صاحبزادہ قاضی محمد فضل رسول حیدر رضوی، فیصل آباد۔ ۲۲ صفر ۱۴۰۴ھ

فرماتے تاکہ اس کی طرف سے متوقع انضباطی کارروائی کے شر سے محفوظ رہا جائے، مگر آپ نے ان تمام امور کو شریعتِ مطہرہ کے واضح احکام پر قربان کر دیا۔ صلابتِ دینی کے سلسلہ میں اپنے متوسلین کے لیے عمدہ نمونہ قائم فرما دیا۔

سر کے بالوں کے بارے میں شرعی حکم یہ ہے کہ یا تو انہیں مونڈ دیا جائے یا کانوں کی لَو تک بڑھا لیے جائیں اور اگر یہ بال کندھوں تک بڑھ جائیں، تو بھی جائز و مسنون ہے۔ کندھوں سے نیچے تک بڑھانا، جیسا کہ عورتیں بڑھاتی ہیں، مردوں کے لیے جائز نہیں بعض لوگ اسے کندھوں سے بڑھا کر زلفیں بنا کر لٹکا لیتے ہیں اور دعویٰ فقیری کا کرتے ہیں۔ شریعت میں یہ بے اصل اور ناجائز ہے۔ حضرت شیخ الحدیث علیہ الرحمہ اگر ایسی بڑھی ہوئی زلفوں والے سے ملتے، تو اسے شرعی مسئلہ بتا کر مسنون انداز سے بال رکھنے کی تاکید فرماتے اور کسی ایسے شخص کو ملنے کبھی نہ جاتے جس کی زلفیں حدِ شرعی سے تجاوز کر چکی ہوں۔ ایسا ہی ایک موقعہ آیا کہ بریلی، کونوالی میں شاہ نیاز کے صاحبزادہ عزیز میاں نے سر کے بال کندھوں سے نیچے تک بڑھا رکھے تھے۔ آپ نے اُن سے ملاقات گوارا نہ کی[1] مشہور و باا‌ثر سجادہ نشین سے ملاقات اس لیے گوارا نہ کی کہ وہ شریعتِ مطہرہ کے مطابق سر کے بال نہیں رکھتے تھے ۔۔ حمایتِ حق اور صلابتِ دینی کی یہ مثالیں ہمارے لیے درسِ ہدایت ہیں۔

لائل پور میں جب آپ نے درسِ حدیث شروع کیا تو مختلف مشرب، قادری، چشتی، نقشبندی اور سہروردی طلباء درسِ حدیث میں شامل ہوتے۔ ظاہر ہے کہ مختلف مشربوں میں بعض جزئیات کے جواز و عدمِ جواز میں اختلافِ رائے ہمیشہ سے موجود ہے، مثلاً ذکر بالجہر افضل ہے یا خفی۔ سماع جائز ہے یا نہیں، وغیرہ امور میں اختلافِ رائے ہے ۔۔ حضرت شیخ الحدیث قدس سرہ کی ابتدائی بیعت سلسلہ چشتیہ میں تھی، اس کے باوجود آپ قوالی نہیں سنتے تھے۔ لائل پور میں پہلے سال درسِ حدیث میں ایک طالب علم نے سوال کیا کہ

---

[1] روایت مولانا محمد یعقوب، بٹالہ کالونی، فیصل آباد۔ ۲۲ر صفر ۱۳۹۷ھ

چاچڑاں شریف میں قوالی ہوتی ہے' اس کے متعلق ارشاد فرمائیں۔ فرمایا کہ یہ فقیر چشتی، قادری نقشبندی اور سہروردی تمام سلاسلِ طریقت میں مجاز و ماذون ہے، مگر طبیعت پر عشقِ مصطفےٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کا غلبہ ہے، اس لیے فقیر سنّتِ مصطفےٰ پر عمل پیرا ہے اور بالالتزام قوالی نہیں سنتا۔ لے

آپ وعظ میں اکثر فرمایا کرتے کہ دین مقدم ہے دُنیا مؤخر۔ دینی معاملات کو دنیوی معاملات پر ترجیح دینا ہی کاملِ ایمان کی علامت ہے۔ خود آپ کی عادتِ مبارکہ یہ تھی کہ فتویٰ دینے یا مسئلہ بتانے پر کبھی نذرانہ یا ہدیہ قبول نہ فرماتے، بلکہ دوسروں کو بھی اسی کی تلقین فرماتے۔ ایک مرتبہ دو شخص حاضر ہوئے۔ دست بوسی کے بعد انہوں نے علیحدہ علیحدہ نذرانہ پیش کیا۔ آپ نے دونوں نذرانوں کو الگ الگ رکھا اور ان سے دریافت فرمایا، کیسے آنا ہوا؟ ان دونوں نے عرض کی صرف زیارت کے لیے۔ آپ نے پھر پوچھا، انہوں نے یہی جواب دیا۔ تھوڑی دیر بعد ان دونوں میں سے ایک صاحب نے عرض کی حضور! ایک مسئلہ دریافت کرنا ہے۔ آپ نے ان کے نذرانوں کی رقم دونوں کو واپس کر دی اور فرمایا:

"ہمارے ہاں مسئلہ بتانے پر اُجرت نہیں لی جاتی۔" لے۲

۱۳۷۵ھ/۱۹۵۶ء میں دوسرے حج کے موقعہ پر حرمین طیبین میں آپ نے کبھی بھی نجدی امام کی اقتدا میں نماز ادا نہ کی، بلکہ ہمیشہ اپنی الگ جماعت کرواتے رہے۔ مخالفین نے سازش کر کے سعودی حکومت کے قاضی کے پاس آپ کی شکایت بھی کر دی کہ یہ شخص الگ جماعت کروا کر فتنہ پیدا کرنا چاہتا ہے۔ آپ کو قاضی نے طلب کیا اور پوچھا کہ آپ کیوں الگ نماز پڑھتے ہیں؟ آپ نے نہایت واضح دلائل سے ثابت کیا کہ ان کی نماز تمہارے مقرر کردہ نجدی امام کے پیچھے نہیں ہوتی۔

لے قلمی یادداشت مولانا سید محمد جلال الدین، بھکھی: مخزونہ جامعہ نظامیہ رضویہ، لاہور

لے۲ قلمی یادداشت مولانا حافظ احسان الحق، فیصل آباد۔ مخزونہ جامعہ نظامیہ رضویہ، لاہور

ظاہر ہے کہ موجودہ سعودی حکومت کے قانون کے مطابق کوئی شخص وہاں حرمین طیبین میں الگ جماعت نہیں کرا سکتا۔ ایسا کرنا ممنوع اور ناقابل معافی جرم ہے، مگر حضرت شیخ الحدیث قدس سرہٗ کی عقیدہ کی پختگی کا یہ عالم تھا کہ ان تمام نتائج و عواقب سے بے نیاز ہو کر اپنی الگ جماعت کروائی۔ [1]

حضرت شیخ الحدیث قدس سرہ کی حمایتِ حق اور صلابتِ دینی کا یہ صلہ آپ کو ملا کہ مولا کریم اور حبیبِ کریم جل وعلا و صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے حضور انہیں وہ قبولیت حاصل ہوئی جسے ہم اپنی اصطلاح میں "حضوری" کہتے ہیں۔ علاوہ ازیں اولیاء کاملین کی توجہات کا بھی آپ مرکز بنے۔ بطورِ شواہد، اس سلسلہ کا ایک خواب پیشِ خدمت ہے۔ یہ خواب غیر منقسم ہندوستان کے ایک ثقہ عالم مولانا حکیم محمد احمد علوی کاکوروی نے جون ۱۹۴۷ء میں دیکھا اور خود ہی خواب کی تمام تفاصیل لکھ کر مولانا شاہ عارف اللہ میرٹھی کو آپ کو روانہ کیں۔ مولانا محمد عارف اللہ خطیب اعظم راولپنڈی نے اپنے ماہنامہ سالک میں اکتوبر ۱۹۵۳ء میں درج کیا۔ بعد ازاں یہی خواب ماہنامہ نوری کرن، بریلی کے محدّث اعظم پاکستان نمبر میں شائع ہوا۔ نوری کرن سے اقتباس درج ذیل ہے:

"بسامی خدمت گرامی منزلت ذوالمجد والکرم مولانا المحترم زید مجدہم السامی تسلیم مسنون و تکریم مشحون۔ ضرورت تحریر عریضہ یہ ہوئی کہ میں نے جس روز آپ حضرات یہاں سے روانہ ہوتے ہیں، ایک عجیب خواب دیکھا جس سے مجھ کو بے حد مسرت بلکہ فخر ہے۔ آپ کی توجہ اور فیض سے جلسے ماشاء اللہ نہایت کامیاب رہے۔ آپ حضرات کے بیانات اور تقریریں ایسی پُر درست ہوئیں کہ الحمد للہ مسلمانوں کے قلوب انوار و برکات سے منور ہو گئے۔ ارواحِ طیبہ حضرات بزرگانِ دین خاص طور پر متوجہ رہیں ——— بالخصوص

[1] اس واقعہ کی تفصیلات آپ کے سفرِ حج میں بیان ہو چکی ہیں، وہاں ملاحظہ فرمائیں

اعلیٰ حضرت قبلہ قدس سرہ کا تو کرم ایسا ہوا ہے کہ سبحان اللہ! جس کی تائید میرے اس خواب سے ہوتی ہے۔ آپ حضرات کو رخصت کر کے جب میں اسٹیشن سے واپس آیا تو سونے کے لیے چارپائی پر جلد لیٹ رہا، کیونکہ کئی روز کا جاگا ہوا تھا۔ سوتے وقت پیرانِ سلاسلِ شجرہ کے فاتحہ و ایصالِ ثواب کا میرا معمول روزانہ کا ہے۔ جب میں پیرانِ سلسلہ قادریہ کی خدمت میں یہ ہدیہ پیش کرنے لگا تو خصوصیت سے اعلیٰ حضرت قبلہ قدس سرہ کی برزخ مبارک میرے سامنے بار بار تشریف لائی۔ مجھ کو بے حد سرور حاصل ہوا کہ اسی حالت میں سو گیا۔ کیا دیکھتا ہوں کہ میں بریلی شریف حاضر ہوا ہوں۔ نماز عصر کا وقت ہے۔ اس مسجد میں، جس میں کہ اعلیٰ حضرت نماز پڑھایا کرتے تھے۔ بعد نماز عصر مجھ کو شرف قدم بوسی ہوا تو حضور پُرنور نے نہایت فرحت و انبساط کے ساتھ مجھ سے معانقہ بھی فرمایا، اور فرمایا کہ میرے گھر چلو۔ میں ہمراہ گیا۔ اسی پرانی جگہ کاشانۂ اقدس پر، جہاں بعد نماز عصر تشریف لا کر کچھ دیر بیٹھا کرتے تھے۔ چارپائی بچھی تھی۔ اس پر حضرت نے تشریف رکھی۔ میں ذرا دور بیٹھنے کا ارادہ رکھتا تھا اور حضرات بھی موجود تھے۔ حضرات شاہزادگان و فرزندانِ گرامی، صدرالشریعہ مولانا امجد علی صاحب، مولانا ظفر الدین صاحب وغیرہ۔ مجھے ارشاد ہوا کہ آئیے مولانا ادھر میرے قریب آئیے۔ چارپائی پر میں قریب بیٹھ گیا۔ فرمایا مولانا ہم نے آپ کے لیے ایک عمدہ تحفہ عرصہ سے رکھ چھوڑا ہے، وہ آج خدمت میں پیش کرتا ہوں۔ چنانچہ حضرت مولانا (مفتیٔ اعظم مصطفےٰ میاں صاحب سجادہ نشین بریلی شریف) سے ایک چوبی بکس منگایا۔ اس کو خود اپنے دستِ مبارک سے کھولا۔ اس میں سے ایک زرہ اور خود نکالی، جس کو نہایت ہی خندہ دلی سے یہ فرماتے ہوئے، اپنے دستِ اقدس میں لیا کہ آئیے میں ہی آپ کو پہناؤں، میں اس کو آپ کے لیے موزون

سمجھتا ہوں۔ یہ سن کر میں قریب حضرت کے جا کر کھڑا ہو گیا۔ فرمایا، فقیر کے بہت مخلص اور قدیم کرم فرما احباب میں سے حبیب اللہ شاہ ہیں۔ ان کے بیٹے عارف اللہ شاہ و مولوی سردار احمد۔ ان کو آپ جانتے ہوں گے، انہیں دونوں نے اس کو تیار کیا ہے۔ یہ فرما کر مجھ کو پہلے زرہ پہنائی۔ خود بھی اپنے دستِ مبارک سے میرے سر پر رکھی اور کچھ دعا دم فرماتے ہوئے فرمایا کہ جائیے، اللہ جل و علا اور اس کے رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم آپ کے مددگار و حافظ و ناصر ہیں۔

..... اس میں شبہ نہیں کہ میرا اور حضرت مولانا سردار احمد صاحب قبلہ کا کئی دن ٹھہرنا اور مسلکِ اہلِ سنت کو پیش کرنا کچھ اتنا کامیاب رہا جس پر خود مجھ کو بار بار حیرت ہو رہی ہے۔"[1]

دیگر علماء اہلِ سنت کی طرح جس طرح حضرت شیخ الحدیث قدس سرہ نے دینِ حق کی اشاعت و حمایت فرمائی اور وہ اولیاء کاملین بالخصوص امام احمد رضا بریلوی قدست اسرارہم کی توجہ کا مرکز بنی، اس کو دیکھ کر محسوس ہوتا ہے کہ حضرت شیخ الحدیث قدس سرہ نے اشاعتِ دینِ حقہ اس نہج پر فرمائی کہ گویا دینِ حقہ کے گرد حصار قائم فرما دیا۔ اب کوئی بدمذہب، بے دین، مداہنت پسند دینِ حقہ پر حملہ کرے گا، تو منہ کی کھائے گا ؎

وہ اور ہوں گے جو پانی ہلا کے پلاتے ہیں
یہاں قلم لگی بوتل ہلا کے پلاتے ہیں

---

[1] ماہنامہ نوری کرن، بریلی۔ محدثِ اعظم پاکستان نمبر۔ شمارہ مارچ، اپریل ۱۹۶۳ء

سوئے حرم

محرم الحرام ۱۳۵۴ھ / اپریل ۱۹۳۵ء میں مناظرہ بریلی میں حضرت شیخ الحدیث قدس سرہ کی اپنے مدِ مقابل پر عظیم اور واضح فتح پر علماءِ اعلام نے آپ کو کلماتِ تحسین و دعا سے نوازا۔ آپ کے اُستادِ گرامی، حجۃ الاسلام مولانا حامد رضا بریلوی قدس سرہ نے آپ کو تاج الفتح پہنایا اور فرمایا:

"سردار احمد سُر بدار احمد"

یعنی مولانا سردار احمد اپنے آقا و مولیٰ پیارے احمدِ مجتبیٰ محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے گھر (مدینہ منورّہ) کی زیارت سے مشرّف ہوں۔

یہ دعا ایسی تھی جس میں دو جہاں کی عظیم دولت کی خوشخبری تھی۔ آپ اس دُعا سے انتہائی مسرور ہوئے۔ وجد میں آکر فرمایا:

"اُستادِ محترم نے دُعا دی ہے۔ اب انشاء اللہ دربارِ رسالت کی حاضری ضرور نصیب ہوگی۔"

بالآخر وہ مبارک ساعت آگئی جس میں آپ کی روحانی تمنّا بر آئی اور دعا کی قبولیت کا ظہور ہوا۔ ۲۷ر شوال المکرم ۱۳۶۴ھ / ۵ر اکتوبر ۱۹۴۵ء کے بعد کراچی سے بذریعہ بحری جہاز آپ عازمِ حرمین طیبین ہوئے۔ [1]

یہ رضوانی نامی بحری جہاز مغل لائن کمپنی کا تھا۔ [2]

---

[1] حج پاسپورٹ نمبر ۳۲۶۷۶، مجریہ کراچی، سال ۱۹۴۵ء۔ آپ کا ٹکٹ نمبر ۷۸۶۴ ہے۔

[2] روایت حاجی اللہ دتہ (نعت خواں) ستیانہ روڈ، فیصل آباد

نوٹ: حاجی صاحب مذکور آپ کے ساتھ حج کے سفر میں ہم سفر تھے۔

اس سال حج میں آپ کے ساتھ بیس کے قریب علماء اور بھی تھے۔ چند ایک علماء کے اسمائے گرامی یہ ہیں:

- مفتیٔ اعظم مولانا محمد مصطفیٰ رضا نوری بریلوی
- مولانا مفتی محمد مظہر اللہ، امام و خطیب جامع مسجد فتح پوری، دہلی
- مولانا شاہ محمد عبد العلیم صدیقی میرٹھی
- مولانا ابو الحسنات سید محمد احمد قادری، لاہور
- مولانا سید محمد عبد الرب قادری، جبل پوری
- مولانا ابو الحامد سید محمد عبد المسجود وجود قادری، جبل پوری [۱]
- مولانا عبد الحامد قادری، بدایونی
- مولانا حمید الدین کوٹ نجیب اللہ (خلیفہ سرکار گولڑوی)
- مولانا اشتیاق احمد کانپوری [۲]
- مولانا پیر سید مرتضیٰ امرتسری (استاد جان محمد امرتسری)
- جناب حیرت وارثی نعت خواں، (مرید بیدم وارثی)
- جناب بدیع احمد اسد (نعت خواں امام احمد رضا بریلوی) [۳]

رضوانی نامی جہاز ۱۰ ذی قعدہ ۱۳۶۴ھ / ۱۷ اکتوبر ۱۹۴۵ء کو جدہ پہنچا۔ [۴]

بحری سفر کے دس بارہ دنوں میں جہاز پر اور اس کے بعد حرمین شریفین میں امامت کے فرائض کبھی آپ کے استادِ محترم حضرت مفتیٔ اعظم بریلوی انجام دیتے اور کبھی آپ کو حکم ہوتا

---

[۱] اخبار دبدبۂ سکندری، رام پور۔ ۲۸ فروری ۱۹۴۶ء - ص ۹

[۲] ہفت روزہ الفقیہ، امرتسر۔ ۲۱/۲۸ نومبر ۱۹۴۶ء - ص ۶

[۳] روایت حاجی اللہ دتہ، ستیانہ روڈ، فیصل آباد

[۴] حضرت شیخ الحدیث علیہ الرحمہ حج پاسپورٹ نمبر ۳۶۷۶، مجریہ کراچی سال ۱۹۴۵ء

کہ امامت کرائیں، چنانچہ آپ امامت کراتے۔

چونکہ حرمین طیبین میں وہابی عقائد کے نجدی امام مقرر تھے، اس لیے آپ نے کبھی بھی ان کی اقتدار میں نماز ادا نہ کی۔ ہمیشہ اپنی جماعت علیحدہ کرواتے۔ [1]

حرمین طیبین میں آپ کے دن رات عبادات اور طاعات میں صرف ہوتے۔ مناسک حج کی ادائیگی کے ساتھ ساتھ دوسرے حجاج کرام کی دینی راہنمائی اور مذہبی خدمات بھی بڑے ذوق و انہماک سے سرانجام دیتے۔ عالمِ اسلام سے آئے ہوئے جلیل القدر مشائخ کرام اور علمائے اسلام سے علمی مذاکرات فرماتے۔ طالبانِ مدارسِ حرمین آپ کے پاس حاضر ہو کر علمی استفادہ کرتے۔ آپ کا ایک ایک لمحہ یادِ الٰہی اور کیف و جذب سے معمور رہتا۔

حرم مکی میں آپ کی مصروفیات کا اجمالی تذکرہ شریکِ حج مولانا اشتیاق احمد کانپوری نے ۴ ذی الحجہ ۱۳۶۴ھ / ۱۰ نومبر ۱۹۴۵ء کو درج ذیل الفاظ میں کیا:

"فاضلِ اجل حضرت مولانا مولوی سردار احمد خاں صاحب قادری رضوی صدر المدرسین منظرِ اسلام بریلی مدظلہ العالی تقریباً ہر وقت حرم میں حاضر رہتے ہیں، اور جگہ جگہ لوگوں کو مسائل سمجھاتے رہتے ہیں۔ شب میں آپ کے پاس حرم شریف کے مدارسِ دینیہ کے طلبا جمع ہو جاتے ہیں اور درسیات سے متعلق آپ کے فیوضِ علمی سے استفادہ کرتے ہیں" [2]

حج ادا کرنے کے بعد آپ نے چند روز مکہ معظمہ میں قیام فرمایا۔ اس عرصہ میں آپ نے یہاں پر موجود عالمِ اسلام کے علمائے اعلام سے ملاقاتیں کیں۔ ان میں سے بعض سے آپ نے استفادہ بھی

---

[1] روایت حاجی اللہ دتہ، ستیانہ روڈ، فیصل آباد

[2] ہفت روزہ الفقیہ امرتسر، ۲۱/۲۸ نومبر ۱۹۴۵ء، ص ۶

نوٹ: کاتب کی غلطی کی وجہ سے آپ کے اسم گرامی کے ساتھ "خاں" کا لفظ زائد لکھا گیا ہے۔ نیز مظہرِ اسلام کی بجائے منظرِ اسلام لکھا گیا ہے۔ آپ اس وقت مظہر اسلام بریلی میں صدر المدرسین تھے۔ فقیر قادری عفی عنہ

کیا اور اکثر نے آپ سے اکتسابِ فیض کیا۔

حرمین شریفین میں آپ نے جن علماء و محدثین سے ملاقات کا شرف حاصل کیا۔ ان میں چند ایک کے اسمارِ گرامی یہ ہیں:

- شیخ العلماء مولانا محمد عربی مغربی مالکی، محدث مدرسہ الفلاح مکہ معظمہ
- فاضلِ جلیل مولانا سید یوسف حمد النیل قادری، مدرس مدرسہ الفلاح مکہ معظمہ
- فاضلِ جلیل مولانا محمد امین کتبی مدرس مدرسہ الفلاح والمسجد الحرام
- الشیخ القاری احمد الفقیہ حجازی، مکہ معظمہ
- الشیخ محمد الحسینی النظواہری من علماء الازہر ومدرس کلیۃ اصول الدین، مصر
- شیخ جلیل قاری سید عباس مکی، مدنی الاصل
- رئیس المحدثین مولانا عمر حمدان محرسی
- مولانا الفاضل عبد الرحمٰن محمد عیسیٰ بلبہا شرط المرملہ، مدرس مدرسہ الرملہ قلیوبیہ۔ قطر المصر
- مولانا الفاضل عبد الرب عبد الرحیم کشوہ۔ بلدہ رملہ، مرکز بلہا۔ مدرس مدرسہ الرملہ قلیوبیہ
- مولانا الفاضل السید عمر رشیدی المطوف (خلیفہ مجاز امام احمد رضا بریلوی)
- مولانا الشیخ جعفر الکثیری الشافعی، مدرس مدرسہ صولتیہ، مکہ مکرمہ
- مولانا الشیخ محمد عبد الماجد الغبشاوی شافعی، مدرس مدرسہ الفلاحیۃ، مکہ مکرمہ
- مولانا الشیخ محمد ناجی ابو صالح۔ استاد فی مدرسہ الخسرویۃ محلہ المشارقۃ، حلب
- مولانا الشیخ بکری رجب۔ مدیر مدرسہ رضائیہ۔ شارع العریان، حلب
- مولانا الشیخ محمد خلیلو امام وخطیب جامع الکبیر۔ قریۃ السفیرۃ، حلب
- مولانا الشیخ محمد علی حسین صفیہ۔ قریۃ السفیریہ۔ حلب
- مولانا الشیخ احمد الصابونی۔ معتمد الجمعیۃ الغراء ومدرس جامع بنی اُمیہ۔ دمشق
- مولانا الشیخ محمد یحییٰ امان حنفی۔ مدرس مدرسۃ الفلاح۔ مکہ مکرمہ (تلمیذ علامہ صالح کمال)

- مولانا الشیخ احمد ابراہیم حمدوہ - مدرس مدرسہ الفلاح - مکہ مکرمہ
- مولانا الشیخ حسن محمدی، خطیب مسجد سکۃ الحدید - مدیریہ - مصر
- مولانا الشیخ مصطفےٰ اسمٰعیل المؤظف - مجلس المدیریہ - مصر
- مولانا الشیخ سیّد ہاشم مدرسہ مشاص الرملہ - مصر
- مولانا الشیخ محمد منصور قاری - مدرس مدرسہ مشاصّ الرملہ - مصر
- مولانا الشیخ عبدالعزیز آفندی، نقشبندی، عیون السود، حمص - سوریا
- مولانا الشیخ عبدالرحیم آفندی - عیون السود، حمص - سوریا
- مولانا الشیخ السیّد ابراہیم کوشک - طائف
- مولانا الشیخ السیّد محمد صالح المطوف - مکہ مکرمہ
- مولانا الشیخ حسن بن صدیق سندھی، سابق مدرس مدرسہ صولتیہ، حال مدرّس مدرسہ سعودیہ بجکہ
- مولانا الشیخ محمد صالح ابراہیم خطاب - مصر (تلمیذ الشیخ عمر حمدان محرسی)
- مولانا الشیخ محمد بن سلیمان الردوانی
- مولانا الشیخ احمد محمد بیومی آفندی - محکمہ عصر الوطنیۃ - باب الحلق - القاہرہ
- مولانا الشیخ سید حسن بن علوی الجُفْری - جبل الکعبہ - حارۃ الباب - مکہ مکرمہ
- مولانا الشیخ محمد بن عوض بافضل الحضرمی التریمی - حضرموت
- مولانا الشیخ فضل بن محمد بن عوض - حضرموت
- مولانا الشیخ حسین محمد، خضری - جدّہ
- مولانا الشیخ سید عبدالرحمٰن بن محمد بن صالح بلدہ عمد، حضرموت
- مولانا الشیخ محمد عبدالرحیم الصدیقی - دمام

علاوہ ازیں مدارسِ دینیہ کے جو طلبا، آپ کے پاس حاضر ہوتے، ان میں سے چند ایک

کے نام یہ ہیں :

- مولانا مسلم بن ایمان علی منشی متعلم مدرسہ صولتیہ، مکہ مکرمہ
- مولانا عبدالرزاق بن محمد عالی منشی، متعلم مدرسہ صولتیہ، مکہ مکرمہ
- مولانا محمد قاسم بن مفیض الدین، متعلم مدرسہ صولتیہ، مکہ مکرمہ [1]

علمائے اعلام میں سے بعض آپ کی قیام گاہ پر بھی تشریف لائے۔ چنانچہ ۷ ذی قعدہ ۱۳۶۴ھ / ۲۵ اکتوبر ۱۹۴۵ء بروز جمعرات حضرت استاذ العلماء المحدث الاعلیٰ رئیس المحدثین امام النحویین شیخ عمر حمدان محرسی مدنی قدس سرہ العزیز آپ کی قیام گاہ پر تشریف لائے علمی و روحانی مذاکرہ رہا۔ حضرت شیخ الحدیث قدس سرہ نے اپنی بیاض میں اس ملاقات کی کیفیت اپنے قلم سے یوں لکھی :

"۷ ذی قعدہ ۶۴ھ جمعرات، آج حضرت ممدوح قبلہ اس رباط میں خود تشریف لائے اور مجلس میں برکت و کیف و ذوق حاصل ہوا۔ سامعین و حاضرین محظوظ ہوئے۔" [2]

اس حج کے مبارک موقعہ پر شیخ المحدثین محمد الحافظ التیجانی اور رئیس المحدثین عمر حمدان محرسی نے آپ کو بالترتیب ۱۹ محرم الحرام ۱۳۶۵ھ / ۲۳ دسمبر ۱۹۴۵ء اور ۳ صفر المظفر ۱۳۶۵ھ / ۶ جنوری ۱۹۴۶ء کو جمیع مرویات کی اجازتِ تامہ عامہ مطلقہ کی سندیں عطا فرمائیں۔ [3]

علمی مذاکرات کے دوران بعض علماء نے آپ سے ہندوستان میں طبع ہونے والی بعض کتب کی فراہمی کے لیے کہا۔ چنانچہ آپ کی بیاض کے مطابق :

---

[1] یہ تمام تفاصیل حضرت شیخ الحدیث علیہ الرحمہ کی اس بیاض سے اخذ کی گئی ہیں جو اس سفرِ حج میں آپ کے پاس تھی۔ یہ بیاض کتب خانہ شیخ الحدیث میں موجود ہے۔

[2] بیاض حضرت شیخ الحدیث قدس سرہ

[3] ملاحظہ ہو، عکس سندات، جو اسی کتاب میں درج ہیں۔

مولانا حسن بن صدیق سندھی، مدرس مدرسہ سعودیہ، مکہ مکرمہ نے الدرالسنیہ اور مولانا محمد صالح ابراہیم مصری (تلمیذ الشیخ عمر حمدان محرسی) نے جمع الفوائد فی جامع الاصول اور مجمع الزوائد کے لیے کہا۔ ممکن ہے کئی اور فرمائشیں بھی ہوئی ہوں۔

حجاج کرام بالعموم مکہ معظمہ اور مدینہ میں قیام کرتے ہیں اور یہیں کے مقدس مقامات کی زیارت پر اکتفا کرتے ہیں، کیونکہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی حیاتِ ظاہری کا اکثر حصہ انہی مقامات پر بسر ہوا۔ اس کے علاوہ حجازِ مقدس میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے بعض اور مقامات کی طرف بھی سفر فرمایا۔

عاشقِ مصطفےٰ حضرت شیخ الحدیث قدس سرہ، حضورِ اقدس علیہ التحیۃ والثناء کی ہر ادا کو حتی الامکان ادا فرماتے۔ محبت، اتباع کرنے میں دلیل کی طالب نہیں ہوتی۔ محبت خود ایک سند اور دلیل ہے۔ اس سلسلہ میں صحابی رسول حضرت سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کا عمل ہمارے لیے ایک سند ہے۔ بخاری شریف میں ہے:

اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنَاخَ بِالْبَطْحَآءِ بِذِی الْحُلَيْفَةِ فَصَلّٰى بِهَا وَكَانَ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ عُمَرَ يَفْعَلُ ذٰلِكَ۔ [1]

یعنی (حج کے دوران) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے (کسی وجہ سے) وادی ذی الحلیفہ میں اپنے اونٹ کو بٹھایا، وہاں آپ نے نماز پڑھی۔ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بھی (حضور کی اتباع میں) ایسا ہی کیا کرتے تھے۔

وادی ذی الحلیفہ میں اونٹ سے اُترنا اور وہاں نماز پڑھنا مناسکِ حج میں شامل نہیں، مگر حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما ذی الحلیفہ میں اترتے اور وہاں نماز پڑھتے۔ ان کا یہ دوامی فعل حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی اتباع میں تھا۔ کمالِ اتباع اسی کا نام ہے۔ حضرت شیخ الحدیث قدس سرہ

[1] بخاری شریف ۔ جلد اوّل صفحہ ۲۰۷

کو حضور کی محبت کے صلہ میں اس اتباعِ کامل سے وافر حصّہ عطا ہوا تھا۔

ایک مرتبہ ابتدائے تبلیغ میں آقائے دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم بغرضِ تبلیغ طائف میں تشریف لے گئے۔ حضرت شیخ الحدیث علیہ الرحمہ نے طائف میں بھی حاضری دی تاکہ سفرِ طائف میں حضور کی سنت بھی ادا ہو جائے اور اُن گلی کوچوں کی زیارت بھی ہو جائے۔ جہاں حضور نبی کریم رؤف ورحیم صلی اللہ علیہ وسلم نے تبلیغِ حق کی خاطر اذیتیں برداشت کیں۔ اس سلسلہ میں آپ کی بیاض کے ایک صفحہ کی نقل حاضر ہے:

۷۸۶
———
۹۲

الطائف الشریف

حضرت المحترم السید ابراہیم کوشک

۲۹ر محرم (۱۳۶۵ھ) طائف حاضر ہوا۔ آپ نہایت حُسنِ اخلاق سے پیش آئے اور حضرت سیدنا عبداللہ بن عباس و حضرت سیدنا عکرمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم کی زیارت سے آپ کے توسط سے مشرف ہوا۔ ۳۰ر محرم کو زیارت کر کے واپس مکہ معظمہ ہوا۔" [1]

اسی سال آپ نے اپنی والدہ محترمہ سلطان بی بی مرحومہ، اپنے بھائی علی محمد اور دو بہنوں فاطمہ بی بی اور حیات بی بی کی طرف سے حج بدل کروایا۔ [2]

مناسکِ حج سے فراغت کے بعد آپ مدینہ منورہ حاضر ہوئے۔ اگرچہ یہ زمانہ انتہائی گرانی کا تھا۔ جنگِ عظیم دوم ابھی ابھی ختم ہوئی تھی۔ تاہم آپ نے مکہ مکرمہ سے مدینہ منورہ تک کا سفر لاری میں کیا۔ لاری کا کرایہ ان دنوں ایک ہزار روپے کے لگ بھگ تھا۔۔۔ ایک

---

[1] بیاض قبلہ حضرت شیخ الحدیث قدس سرہ

[2] ایضاً؛

[3] اخبار دبدبہ سکندری، رامپور

عاشقِ صادق کی طرح آپ کے مدینہ منورہ کے اوقات گنبدِ خضرا کی زیارت، مواجہ شریف میں قیام، صلوٰۃ وسلام، ریاض الجنۃ میں وقوف وقیام، جنت البقیع، قبا اور دیگر متبرک مقامات ومشاہدات کی زیارت میں صرف ہوتے۔ زیادہ وقت آپ مسجدِ نبوی میں گزارتے ہر نماز کے بعد حاضری اور صلوٰۃ وسلام پیش فرماتے۔

مفتیٔ اعظم حضرت مولانا محمد مصطفےٰ رضا بریلوی اور آپ کا قیام محمد علی، شوکت علی لکھنؤ والوں کے مکان اصطفیٰ منزل میں تھا۔

جنت البقیع میں دیگر مزارات کے علاوہ بالخصوص امہات المومنین، حضرت عثمان ذی النورین، فرزندانِ رسول حضرت ابراہیم، طاہر، قاسم، خاتونِ جنت حضرت فاطمہ اور ائمہ اہل بیت رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے مزارات پر حاضری دیتے۔

مدینہ منورہ میں آپ کا قیام پچیس روز رہا۔ [1]

مدینہ طیبہ کی پہلی حاضری کے موقعہ پر مقصودِ کائنات کو پاکر آپ نے جذب وکیف کے عالم میں امامِ اہل سنت قدس سرہ کا یہ شعر پڑھنا شروع کردیا ؎

ہم سے فقیر بھی اب پھیری کو اٹھتے ہوں گے
اب تو غنی کے در پر بستر جمادیئے ہیں

شاہزادۂ امام احمد رضا بریلوی نے جب یہ سنا تو فرمایا،

"جب غنی سامنے ہو تو اب دیر کا ہے کی، اب بستر جما ہی کیوں نہیں دیتے۔"

چنانچہ آپ کیف وسرور کے عالم میں اپنے محبوب آقا کے قدموں میں یوں بیٹھ گئے کہ اب دامنِ مراد بھر کر ہی اٹھیں گے۔

مولانا محمد معراج الاسلام، صدر مدرس مدرسہ محمدیہ غوثیہ بھیرہ نے دامنِ مراد بھرنے

---

[1] مدینہ منورہ کے قیام کے واقعات حاجی اللہ دتہ نعت خوان، ستیانہ روڈ، فیصل آباد نے بیان کیے۔ حاجی صاحب موصوف اس سفر میں آپ کے ساتھ رہے۔

کا نقشہ بڑے محتاط انداز میں یوں بیان کیا ہے،

" جب تک حاضری نصیب رہی۔ آپ پر یہی عالم رہا اور اس دوران وہ سب کچھ پالیا جس کی حسرت اور تمنا تھی۔ حجابات دُور ہو گئے۔ انوار، قلب و نگاہ میں سمٹ آئے اور ایمان نے وہ مقام حاصل کر لیا جسے عین الیقین کہتے ہیں۔"[1]

سُنّی رضوی جامع مسجد، فیصل آباد کے خطیب مولانا محمد عبدالرشید رضوی، جھنگوی اپنے ایک مکتوب میں حضرت شیخ الحدیث علیہ الرحمہ کی ایک سند کے ذکر کے ضمن میں آپ کی مدینہ منورہ میں مصروفیات کا ذکر کرتے ہوئے لکھتے ہیں،

"حضور غریب نواز شیخ الحدیث والتفسیر الشاہ ابوالفضل صاحب قبلہ رضی اللہ عنہ ۱۳۶۵ھ میں پہلی مرتبہ زیارت حرمین شریفین کو تشریف لے گئے تھے اور مدینہ منورہ زادھا اللہ شرفاً وعنایۃً کے قیام کے ایام میں اصحابِ صفہ کے مقام پر قیاماً بخاری شریف کا مکمل ختم فرمایا تھا۔ کتاب بخاری شریف حضرت قبلہ مولانا محمد ضیاء الدین احمد صاحب قادری سے لی تھی۔ ختم شریف کے دن محدثِ شامی (غالباً ان کا اسمِ گرامی الحافظ عبدالقادر صاحب[2] تھا) نے سندِ حدیث حضور ممدوح موصوف کو عنایت فرمائی تھی، جو بخاری شریف پر تحریر تھی۔ ۱۳۷۶ھ میں فقیر کی حاضری ہوئی۔ حسبِ سنّت پیر و مرشد خود فقیر نے مولانا محمد ضیاء الدین رحمۃ اللہ علیہ سے پڑھنے کے لیے بخاری شریف طلب کی، تو آپ نے وہی نسخہ پڑھنے کے لیے عنایت فرمایا۔ اس پر وہ سند منقول تھی۔ میں نے اسے نقل کر کے حضرت پیر و مرشد قبلہ شیخ الحدیث رضی اللہ عنہ کی خدمتِ اقدس میں حاضر کیا تھا۔"[3]

---

[1] گنبدِ خضراء، مکتبہ قادریہ، لاہور، ص ۵۵۴

[2] صحیح نام شیخ المحدثین محمد الحافظ التیجانی ہے۔

[3] مکتوب مولانا محمد عبدالرشید رضوی، بنام فقیر قادری عفی عنہ، محررہ ۲ محرم الحرام ۱۴۰۵ھ

حاجی اللہ دتہ، نعت خواں، ستیانہ روڈ، فیصل آباد، اس سفر حرمین شریفین میں آپ کے ہمراہ تھے۔ مدینہ طیبہ کے واقعات وہ یُوں بیان کرتے ہیں،

"آپ کی معیت میں مدینہ پاک میں پندرہ محفلیں نعت خوانی کی ہوئیں پہلی محفل مولانا ضیاء الدین مدنی کے گھر میں ہوئی۔ آخری محفل رباط بہاول پور میں ہوئی، جس میں محدّثِ اعظم پاکستان کی تقریر ہوئی۔"

حاجی اللہ دتہ موصوف مزید بیان کرتے ہیں،

"ایک دن مسجدِ نبوی میں، مَیں، حیرت وارثی، پیر مرتضیٰ امرتسری بیٹھے تھے کہ ہمارے دل میں خیال پیدا ہوا کہ آج آخری دن ہے۔ ہم محفلِ میلاد کر لیں۔ چنانچہ ہم تینوں حضرت مولانا سردار احمد صاحب کے ڈیرے پر گئے اور آپ سے کہا۔ آپ نے رضامندی ظاہر کی اور فرمایا کہ تمام حضرات کو مطلع کر دو کہ رباط بہاول پور میں حضرت مولانا مفتی ضیاء الدین مدنی صاحب کی صدارت میں رات کو محفلِ میلاد ہوگی۔ اس محفل میں بے شمار پنجابی، ہندوستانی، بنگالی، مصری اور شامی شامل ہوئے۔ وہ اڑھائی ہزار کا مجمع ہوگا۔ بے شمار علمائے کرام اور نعت خوان بھی موجود تھے۔ سب سے پہلے مدینہ منورہ کے نعت خوان مولانا محمد ابراہیم سمان[1] نے عربی میں نعت شریف پڑھی۔ پھر ایک مصری نے عربی میں نعت پڑھی۔

---

[1] سمن عربی میں گھی کو کہتے ہیں۔ غالباً یہ صاحب گھی کا کاروبار کرتے تھے۔ ترکوں کے عہدِ حکومت میں اذان دیا کرتے تھے۔ نعت گو بھی تھے اور نعت خوان بھی۔ عشق ہوں اُن کی رگ رگ میں بسا ہوا تھا۔ انہوں نے حضرت قبلہ محدث اعظم پاکستان کو بتایا کہ "میں روزانہ تازہ نعت لکھتا اور نماز سے پہلے مواجہ اقدس کے سامنے کھڑے ہو کر حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی بارگاہِ عالیہ میں وہ نعت پیش کرتا اور پھر اذان دیتا لیکن نجدیوں کے تسلط کے بعد انہوں نے مجھے نعت پڑھنے سے روکا اور کہا کہ تم صرف اذان دے سکتے ہو، نعت پڑھنے کی اجازت نہیں میں نے جواب دیا کہ جنہیں اذان سناتا ہوں، انہیں ہی نعت سنانی ہوتی ہے۔ اگر نعت نہیں پڑھ سکتا تو پھر
البقیۃ حاشیہ آئندہ صفحہ پر

قصیدہ بُردہ بھی پڑھا گیا۔ اس کے بعد حیرت وارثی نے تحت لفظی میں نعت پڑھی۔ پیر سید مرتضیٰ امرتسری نے بھی نعت پڑھی۔ ان کی نعت کا پہلا شعر یہ تھا ۔

سراجاً منیراً انگارِ مدینہ تجلّیٰ مکہ بہارِ مدینہ

اس کے بعد میں نے نعتِ رسولِ مقبول صلی اللہ علیہ وسلم پڑھی۔ میری نعت کا

(حاشیہ گزشتہ صفحہ سے) میں اذان نہیں دوں گا"، یہ بزرگ حضرت محدثِ اعظم پاکستان سے بڑی محبت وعقیدت کا اظہار کیا کرتے تھے ــــــــ درج بالا معلومات مولانا معین الدین قادری، فیصل آباد کے ایک بیان پر مشتمل مکتوب مولانا محمد افضل کوٹلوی محررہ ۲۴ مارچ ۱۹۸۶ء سے ماخوذ ہیں ؛

نوٹ : اذان سے پہلے یا بعد نعت یا دُرود شریف پڑھنا عالمِ اسلام اور خود حرمین شریفین میں (نجدی تغلب سے پہلے تک) مقبول ومعمول بہ رہا ہے۔ ادیبِ شہیر جناب حسن نظامی دہلوی نے ۱۹۱۲ء میں اپنے سفر حرمین شریفین کے بیان میں مدینہ طیبہ اور مسجدِ نبوی کے تذکرہ میں جو کچھ لکھا ہے، اس کا ایک اقتباس ملاحظہ ہو:

"قاعدہ ہے کہ جب حرمِ رسول میں نماز ہو چکتی ہے، تو مؤذن میناروں پر چڑھ جاتے ہیں اور بُلند آواز سے دُرود وسلام پڑھتے ہیں۔ قرآن شریف کی تلاوت بھی کرتے ہیں۔ یہ نہایت با اثر اور عمدہ دستور ہے۔ پچھلی رات کو یہ صدائیں وہ کیفیت پیدا کرتی ہیں اور سامعین کو اُن تجلیات تک پہنچاتی ہیں، جن کا اظہار الفاظ میں محال ہے۔ تہجد کے وقت بھی میناروں پر دُرود خوانی اور قرآن خوانی ہوتی ہے۔ یہ صرف مدینہ منورہ کی نرالی رسم نہیں ہے۔ دمشق وبیت المقدس میں بھی اس کا رواج ہے۔ اگلے زمانہ میں اہلِ ہند کے ہاں بھی یہ قاعدہ جاری تھا۔ میرے آقا حضرت سُلطان المشائخ محبوبِ الٰہی کے حالات میں لکھا ہے کہ ابتدائی عمر میں سب سے پہلا واقعہ جس نے آپ کے قلب پر الٰہیت کی پُرعظمت کیفیت ڈالی۔ اسی تلاوتِ نیم شبی سے تعلق رکھتا ہے۔ ہندوستان کی مساجد میں بھی مؤذن پچھلی رات کو میناروں پر چڑھ کر موزوں و مناسب آیات کی تلاوت کرتے ہیں۔ لازم ہے کہ اب پھر ہندوستان میں اس رسم کو زندہ کیا جائے۔ یہی وہ باتیں ہیں کہ جن سے مسلمانوں کے تنِ مُردہ میں از سرِ نو جان پڑ سکتی ہے"۔

(ماہنامہ "صُوفی" منڈی بہاء الدین ضلع گجرات۔ جلد ۷، شمارہ ۴ مجریہ اپریل ۱۹۱۲ء، ص ۲۳، ۲۴)

پہلا شعر یہ تھا ؎

چمک تجھ سے پاتے ہیں سب پانے والے
میرا دل بھی چمکا دے، چمکانے والے

اس کے بعد وہاں موجود اٹھارہ علماء نے متفقہ طور پر فیصلہ کیا کہ تقریر حضرت مولانا سردار احمد صاحب کریں، چنانچہ آپ نے تین گھنٹے تقریر کی۔ موضوع تھا،

وَمَا اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا رَحْمَةً لِّلْعٰلَمِیْنَ ۝

در و دیوار پر وجد تھا۔ تقریر کے دوران حاضرین پر ایک عجیب کیف طاری تھا۔ ہر شخص حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے عشق و محبت میں آنسو بہا رہا تھا۔ ایسا معلوم ہوتا تھا کہ اس محفلِ پاک میں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی جلوہ گری ہے۔

تقریر کے اختتام پر جناب بدیع احمد اسد بریلوی نے امام احمد رضا بریلوی کا مشہور سلام ؎

مصطفےٰ جانِ رحمت پہ لاکھوں سلام
شمعِ بزمِ ہدایت پہ لاکھوں سلام

پڑھا۔ آخر میں تبرک تقسیم ہوا۔ تبرک کھجوروں اور کھجوروں کے حلوہ پر مشتمل تھا[1]

حضرت شیخ الحدیث علیہ الرحمہ کو واپسی ہندوستان کے لیے ۱۹ محرم الحرام ۱۳۶۵ھ/ ۲۴ دسمبر ۱۹۴۵ء کو جدہ بندرگاہ پر پہنچنا تھا[2] پروگرام کے مطابق آپ کا قیام حرمین شریفین میں صرف دو ماہ سات دن تھا، مگر یہ عاشقِ صادق دیارِ حبیب میں ساڑھے تین ماہ تک قیام پذیر رہا[3]

---

[1] قلمی یادداشت حاجی اللہ دتہ (شریک سفر) مخزونہ جامعہ نظامیہ رضویہ، لاہور

[2] ملاحظہ ہو، پاسپورٹ نمبر ۲۶۷۰۶، مجریہ کراچی سال ۱۹۴۵ء

[3] (۱) روایت حاجی اللہ دتہ، ستیانہ روڈ، فیصل آباد

(ب) اخبار دبدبہ سکندری، رامپور ۱۵ فروری ۱۹۴۶ء ۔ ص ۸

آپ جب اپنے استاذِ محترم حضرت مفتیِ اعظم قبلہ کے ہمراہ وطن تشریف لائے، تو اکثر سٹیشنوں پر آپ کا شاندار استقبال ہوا۔ بریلی، مضافاتِ بریلی اور آپ کے وطن مالوف میں اس مسرت میں اظہارِ تبریک و تہنیت کے متعدد استقبالی اجلاس ہوئے۔ [لہ]

تقسیمِ ہند کے بعد ۱۳۶۸ھ / ۱۹۴۹ء میں لائل پور میں قیام کے دوران آپ نے محنت، محبت، للٰہیت اور ذوق و شوق سے عظمتِ مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کا درس دیا، لیکن اس دوران حضرت مولانا جامی قدس سرہ کی یہ دُعا، جو تمنا بن کر آپ کے لبوں پر آجاتی ؎

مشرف گرچہ شد جامی ز لُطفش
خُدایا ایں کرم بارِ دگر کُن

پوری ہوگئی۔ پہلے حج کے گیارہ برس بعد دوبارہ دربارِ رسالت میں حاضری کی اجازت عطا ہوگئی۔

۵ رذی قعدہ ۱۳۷۵ھ / ۱۵ رجون ۱۹۵۶ء حسبِ معمول آپ خطبۂ جمعہ کے لیے سُنّی رضوی جامع مسجد میں تشریف لائے۔ حسین عمامہ، فاخرہ جبّہ میں آپ کے نورانی چہرہ سے غیر معمولی مسرت کا اظہار ہو رہا تھا۔ اسی بشاشت کے عالم میں آپ منبر پر جلوہ افروز ہوگئے۔ تمام حاضرین نہایت مؤدب اپنی اپنی جگہوں پر بیٹھ گئے۔

جمعۃ المبارک کے خطبہ سے پہلے حسبِ معمول جامعہ رضویہ کے طلباء باری باری آپ کی تقریر سے پہلے تقریر کرتے۔ اس روز مولانا محمد معراج الاسلام حال صدر مدرس مدرسہ محمدیہ غوثیہ بھیرہ کی تقریر کی باری تھی۔ وہ منبر کے قریب موجود تھے۔ آپ نے انہیں قریب بُلا کر ارشاد فرمایا،

"تمہیں معلوم ہے ہماری درخواست منظور ہوگئی ہے، اس لیے ہماری روانگی"

لہ (ا) اخبار دبدبہ سکندری، رامپور، ۱۵ر فروری ۱۹۴۶ء، ص ۱۴

(ب) ایضاً، " " ۲۸ر فروری ۱۹۴۶ء، ص ۹

کا اعلان کردو، تاکہ احباب بھی خوش ہو جائیں۔" [1]

مولانا محمد معراج الاسلام نے اس انداز میں اعلان کیا:

"گرامیٔ مرتبت حاضرین! آپ کو یہ سُن کر بڑی خوشی ہوگی کہ اس سال حضرت شیخ الحدیث مدظلہ کی درخواست منظور ہوگئی ہے اور آپ اس سال حج کرنے کے لیے تشریف لے جا رہے ہیں۔" [2]

ابھی اتنا ہی اعلان ہونے پایا تھا کہ آپ نے وہیں روک دیا اور اپنے پاس بلا لیا۔ مولانا موصوف اس پیش آمدہ صورتِ حال کو بڑی عمدگی سے بیان کرتے ہیں۔ اُن کے تاثرات انہی کے الفاظ میں پڑھیے:

"ہم آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر بات کرنے کا تو کسی میں یارا ہی نہ تھا۔ خمدار ابرؤوں کے نیچے لانبی پلکوں کے پیچھے سمندر کی گہرائیاں اور شفق کی سرخیاں لیے ہوئے، شفاف بلوریں اور خمار آلود غلافی آنکھیں، دلوں میں دھنس جاتی تھیں اور دیکھنے والوں کو بے خود و مسحور کر دیتی تھیں۔ صورتِ حال ایسی تھی کہ وجہ معلوم کرنے کے لیے نہ صرف آپ کی طرف دیکھنا پڑا، بلکہ آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر بات کرنے کی ضرورت بھی محسوس ہوئی۔ اُف خدایا! میں لرز گیا، بے قرار و مضطرب نگاہیں اپنے سُرخ ڈوروں اور تمام گہرائیوں سمیت میرے سینے میں اُتر گئیں۔ نہ جانے کیا بات تھی، میں مبہوت ہو گیا اور کچھ بھی نہ سمجھ سکا۔" [3]

آپ نے انہیں فرمایا:

"تمہیں معلوم ہے کہ ہم فریضۂ حج ادا کر چکے ہیں، اب ہمارے ذمے وہ فرض باقی نہیں، اس دفعہ تو صرف دربارِ رسالت کی حاضری اور گنبدِ خضرا کی زیارتِ پاک کی

---

[1] گنبدِ خضراء۔ ناشر مکتبہ قادریہ، اندرون لوہاری دروازہ، لاہور۔ ص ۴۵۲

[2] ایضاً، ص ۴۵۲ [3] ایضاً، ص ۴۵۳۔۴۵۲

نیت سے جا رہے ہیں۔ اس مقدس حاضری کے صدقے میں ارکانِ حج اور دیگر عبادات کی سعادت بھی حاصل ہو جائے گی، اس لیے اعلان کر دو کہ ہم حضور نبی کریم رؤف و رحیم، پیکرِ نور و رحمت تاجدارِ عرب و عجم محبوبِ ربّ العالمین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے دربار کی حاضری کے لیے جا رہے ہیں۔" [1]

حضرت شیخ الحدیث قدس سرہ کے ان کلمات کی توجیہہ ہر کس و ناکس کے بس کی بات نہیں عشق و محبت کے نازک تقاضوں سے آگاہی کے بعد ہی یہ عقدہ کھلتا ہے کہ محبوب کی ذات میں فنائیت ہی ذریعۂ نجات و سعادت ہے۔ اسی سے قرب و حضور نصیب ہوتا ہے اور محبوبِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم میں کلی فنائیت ہی مولا کریم جل و علا کی علامت باکرامت ہے۔ اس حقیقت کی مزید وضاحت کے لیے عاشقِ مصطفیٰ امام احمد رضا قدس سرہ کے دوسرے حج ۱۳۲۴ھ کے موقعہ پر کہے ہوئے نعتیہ اشعار پڑھیے ؎

اُن کے طفیل حج بھی خُدا نے کرا دیئے
اصلِ مُراد حاضری اُس پاک در کی ہے
کعبہ کا نام تک نہ لیا، طیبہ ہی کہا
پوچھا تھا ہم سے جس نے کہ نہضت کدھر کی ہے
کعبہ بھی ہے انہیں کی تجلی کا ایک ظِلّ
روشن انہیں کے عکس سے پتلی حجر کی ہے
ہوتے کہاں خلیل و بنائے کعبہ و منیٰ
لولاک والے صاحبی سب تیرے گھر کی ہے
مولیٰ علی نے واری تیری نیند پر نماز
اور وہ بھی عصر سب سے جو اعلیٰ خطر کی ہے

---

[1] گنبدِ خضرا، ناشر مکتبہ قادریہ، لاہور، ص ۵۳

صدیقؓ بلکہ غار میں جاں اُس پر دے چکے
اور حفظِ جاں تو جانِ فروضِ عزر کی ہے

ہاں تو نے اُن کو جاں، انہیں پھیر دی نماز
پر وہ تو کر چکے تھے، جو کرنی بشر کی ہے

ثابت ہوا کہ جملہ فرائض فروع ہیں
اصل الاصول بندگی اُس تاجور کی ہے [۱]

حضرت شیخ الحدیث قدس سرہ نے اس جمعہ کے تاریخی خطبہ میں جو کچھ ارشاد فرمایا، اس میں آپ کی راہ میں رکاوٹیں ڈالنے والوں کے کردار اور مولا کریم کی طرف سے آپ کی مساعی جمیلہ کی قبولیت کا تذکرہ کچھ اس قدر حقائق و معارف سے لبریز تھا کہ ہر آنکھ آج اشکبار تھی۔ الفاظ کے پیچھے حقائق کو سمجھنے والے آج آپ کے باطنی مقام سے قدرے آگاہی پا رہے تھے:

آپ کا ارشاد کچھ اس طرح کا تھا:

"اے لائل پور والو! ہم خوش ہیں کہ آج گھڑی اس سفر کی ہے جس کے لیے کئی راتیں آنکھوں میں کاٹی ہیں۔ درماندہ راہی کے لیے اس سے بڑا کوئی انعام نہیں کہ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اسے اپنے دربار میں یاد فرمالیں۔ ہم جا رہے ہیں اور خوش ہیں کہ تمنا بر آئی۔ تم نے ایڑی چوٹی کا زور لگا کر ہمیں نیچا دکھانے کی کوشش کی، مطعون کرنے کے لیے سازشوں کے جال بچھائے، غلط اور بے بنیاد پروپیگنڈا کا سہارا لیا اور ایسی حرکتیں کیں جو سنجیدہ و فہمیدہ لوگوں کے شایان شان ہی نہیں، مگر ہم نے تمہارا ہر وار جگر پر سہا، جہاں تک ہو سکا اپنے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ناموس مبارک کا تحفظ و دفاع کیا۔ بحمد اللہ ہم اپنے مقصد میں سرخرو ہوئے سرکار

---

[۱] حدائقِ بخشش، حصہ اول

نے ہمیں یاد فرمالیا ہے۔ آپ خوش ہیں، اس لیے ہمیں کسی کی رنجش، مخالفت، عداوت اور بغض وحسد کی کوئی پروا نہیں۔

تمہارا یہ خیال تھا کہ میں اکیلا ہوں، اس لیے مجھے دبا لوگے، لیکن یہ نہ جانا کہ حضور غوثِ اعظم، حضرت غریب نواز، حضور داتا صاحب، حضور پُرنور فاضلِ جلیل امام احمد رضا رضوان اللہ علیہم ہمارے معاون ومددگار ہیں اور ان کی نگاہِ کرم اور معاونت کے باعث تم ہمارا کچھ بھی نہ بگاڑ سکو گے۔" [۱]

اگلے روز بروز ہفتہ ۶ ذی قعدہ ۱۳۷۵ھ / ۱۶ جون ۱۹۵۶ء کو لائل پور سے روانگی کا پروگرام بن چکا تھا۔ احبابِ اہلِ سنت کثیر تعداد میں جامعہ رضویہ میں جمع ہو گئے۔ حضرت شیخ الحدیث قدس سرہ نے درسِ حدیث دیا، جس میں فضائلِ مدینہ منورہ بیان فرمائے۔ بعدہٗ مدارس ومساجدِ اہلِ سنت کی ترقی اور احبابِ اہلِ سنت کی دینی ودنیوی ترقی اور خیر وبرکت کے لیے دعائیں فرمائیں۔ شاہی مسجد اور سُنّی رضوی جامع مسجد میں نوافل ادا فرمائے اور جلوس کی شکل میں اسٹیشن کی طرف روانگی ہوئی۔ اسٹیشن پر پہنچ کر گاڑی کے آنے تک نعت خوانی ہوتی رہی۔ جب گاڑی پلیٹ فارم پر پہنچی، نعرہ ہائے تکبیر، رسالت اور غوثیت گونج اٹھا۔ حضرت اپنے ساتھیوں کے ہمراہ درجہ اوّل کے ڈبہ میں جلوہ افروز ہو گئے۔ جب گاڑی چلنے لگی تو لوگوں نے زائرِ مدینہ کو دھڑکتے دلوں کے ساتھ الوداع کہا۔ نعرہ ہائے تکبیر، رسالت، غوثیت اور زائرِ مدینہ زندہ باد، محدثِ اعظم زندہ باد سے فضا گونج اٹھی۔ دوسرے روز جب گاڑی کراچی پہنچی تو کراچی کے احبابِ اہلِ سنت سے پلیٹ فارم بھرا ہوا تھا۔ آپ کا شاندار استقبال ہوا۔

کراچی میں ایک ہفتہ قیام رہا۔ یہاں کافی لوگ آپ سے بیعت ہوئے۔ [۲]

---

[۱] گنبدِ خضرا، ناشر مکتبہ قادریہ لاہور ص ۵۶

[۲] بیاض حضرت شیخ الحدیث قدس سرہ

نوٹ: یہ بیاض محترم محمد انور، توکل ٹریڈنگ کمپنی کراچی نے ۱۲ ذی قعدہ ۱۳۷۵ھ / ۲۲ جون ۱۹۵۶ء کو پیش کی۔

۱۵ ذی قعدہ ۱۳۷۵ھ / ۲۵ جون ۱۹۵۶ء کو دوشنبہ کو جدّہ کے لیے روانگی ہوئی۔ آپ کو الوداع کہنے کے لیے احبابِ اہلِ سنّت کی کثیر تعداد بندرگاہ پر پہنچ گئی۔ شام چھ بجے جہاز پر سوار ہوئے اور رات گیارہ بجے لنگر اٹھا دیا۔ اس موقعہ پر حضور امام احمد رضا قدس سرہ کا یہ شعر آپ کے حال کی ترجمانی کر رہا تھا ؎

آنے دو یا ڈبو دو، اب تو تمہاری جانب
کشتی تمہیں پہ چھوڑی، لنگر اُٹھا دیئے ہیں

پان اسلامک سٹیم شپ کمپنی کے بحری جہاز میں آپ نے درجہ اوّل میں نشست حاصل کرلی تھی۔ آپ کے پاسپورٹِ حج مجریہ کراچی مؤرخہ ۲۳ جون ۱۹۵۶ء کا نمبر ۱۴۷۵ — K تھا اور ٹکٹ نمبر R I ۱۵۴۲ ہے۔

ہوائی جہاز کی سہولت کے باوجود پہلے حج کی طرح آپ نے اس دوسرے حج کے لیے بھی بحری سفر اختیار فرمایا۔ دیارِ حبیب میں آپ غلامانہ حیثیت سے حاضر ہونے کا عزم کیے ہوئے تھے اور اس کے لیے یہی ذریعۂ سفر موزوں تھا ؎

حرم کی زمین اور قدم رکھ کے چلنا
ارے سر کا موقعہ ہے او جانے والے

[۱] اس حج میں آپ کے ساتھ مولانا محمد معین الدین شافعی اور مولانا محمد ابراہیم خوشتر بھی تھے۔ علاوہ ازیں اسی سال جن حضرات نے حج کی سعادت حاصل کی۔ ان میں سے چند ایک حضرات

- مولانا عبدالباقی بُرہان الحق جبل پوری (خلیفہ امام احمد رضا بریلوی)
- پیر سید حیدر حسین جماعتی، علی پوری
- مولانا شاہ احمد نورانی، صدیقی، کراچی
- صاحبزادہ محمد نقشبند، چورہ شریف
- سیٹھ عبدالشکور میمن، کراچی ——— اور

میاں محمد محبوب الٰہی ، چونیاں

کا علم ہو سکا ہے۔ [1]

جہاز میں دورانِ سفر میلادِ پاک کی محفلیں خوب ہوئیں۔ [2]

یہ جہاز ۲۲ ر ذی قعدہ ۱۳۷۵ھ / ۲ ر جولائی ۱۹۵۶ء دوشنبہ کو جدہ پہنچا۔ [3]

چونکہ اس سفر میں آپ کا ارادہ اصالتاً زیارت مدینہ طیبہ تھا، حج کی سعادت تو حضور کے طفیل ہی نصیب ہو جائے گی۔ اس لیے آپ نے جدہ اترتے ہی مدینہ طیبہ کی حاضری کی کوشش فرمائی۔ چنانچہ اسی شام کو جدہ سے مدینہ منورہ روانگی ممکن ہو گئی۔

۲۳ ر ذی قعدہ ۱۳۷۵ھ / ۳ ر جولائی ۱۹۵۶ء بروز منگل صبح آپ اپنے آقا و مولیٰ کے حضور حاضر ہو گئے۔ [4] اب دل کے وہ سارے ارمان پورے ہو گئے جس کے لیے یہ سفر اختیار فرمایا تھا۔

۲۳ ر ذی قعدہ / ۳ ر جولائی سے ۴ ر ذی الحجہ ۱۳۷۵ھ / ۱۳ ر جولائی ۱۹۵۶ء تک گیارہ روز مدینہ طیبہ حاضری و حضوری رہی اور آپ نے جنتی فضاؤں میں شب و روز بسر فرمائے۔
ہر دردمند مسلمان کی خواہش ہوتی ہے کہ مولا کریم اگر توفیق دے تو دیارِ حبیب کی حاضری نصیب ہو جائے اور دیارِ حبیب میں حاضر ہونے والا ہر عاشق یہی چاہتا ہے کہ اب حضور کے قدموں میں زندگی کی ساعتیں پوری ہو جائیں اور پسِ مرگ بھی خاکِ طیبہ میں آسودگی نصیب ہو۔

میری خاک یارب نہ برباد جائے
پسِ مرگ کر دے غبارِ مدینہ

---

[1] (ا) روزنامہ سعادت، فیصل آباد، ۱۹ ر جون ۱۹۸۳ء

(ب) قلمی یادداشت مولانا محمد معین الدین شافعی، مملوکہ فقیر قادری عفی عنہ [2] ایضاً

[3] پاسپورٹ حج حضرت شیخ الحدیث علیہ الرحمہ

[4] مکتوب حضرت شیخ الحدیث علیہ الرحمہ بنام حافظ محمد شفیع، لائل پور، محررہ یکم ذی الحجہ ۱۳۷۵ھ

حضرت شیخ الحدیث قدس سرہ کی زندگی کے اکثر واقعات اسی حاضری اور حضوری میں بسر ہوئے، مگر خواص سے بڑھ کر اخص الخواص کی طرح آپ کا طرزِ عمل اس سے بلند ہے۔ آپ کے اس نرالے طرزِ عمل کو سمجھنے کے لیے آپ کے ایک مکتوب کا اقتباس پڑھیے جو آپ نے مدینہ منورہ پہنچتے ہی حافظ محمد شفیع صدر انجمن فدایانِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم، لائل پور کو لکھا :

"دونوں جہاں کے بادشاہ دولہا علیہ الصلوٰۃ والسلام کے دربار میں حاضری ہے۔ انہی کی نظرِ کرم سے یہ سگ اس درِ عالی تک پہنچا ہے۔ آقا و مولیٰ کا در مل جائے تو اور کیا چاہیے۔ یہاں تو رحمت ہی رحمت ہے، جنت ہی جنت ہے، برکت ہی برکت ہے۔ لائل پور سے کراچی، وہاں سے جدہ، وہاں سے مدینہ منورہ تک آرام ملا۔ صحت اچھی ہے، گرمی اگرچہ بہت ہے۔ مگر رحمۃ للعالمین کے سایہ میں ہیں۔ جمعۃ مبارکہ کو یہاں سے مکہ معظمہ روانگی کا ارادہ ہے۔ تیس کا چاند ہوا۔ آج یکم ہے۔ اگر حکومت نے تاریخ نہ بدلی، تو بدھ کا حج ہے۔ آپ کا لفافہ مع اشتہار ملا۔ جن جن کے آپ نے اس میں نام تحریر کیے۔ آپ کا و ... سب کا سلام دربارِ رسالت میں عرض کیا اور سب کے واسطے زیارت حرمین، سعادتِ دارین، دین و ایمان، کاروبار میں ترقی کے لیے دعا کی۔ چوہدری محمد حسین کا لفافہ ملا، جس میں عبدالحمید کا بھی ذکر تھا۔ ان سب کے لیے بھی دعا کی اور ان کا سلام عرض کیا۔ انجمن کے سب نوجوانوں کے لیے دینی و دنیوی مقاصد کے لیے دعائیں کیں۔ سب عزیزوں، پرسانِ حال کو سلام کہہ دیں۔ محبی جناب غازی محمد حسین صاحب سے سلام کہہ دینا۔ اون کے واسطے بھی دعا کی اور اون کا سلام عرض کیا ہے۔

یہاں سے آنے کو دل نہیں چاہتا۔ موت یہاں آئے تو کیا کہنا، زہے نصیب۔ مگر ہمارا دل ہی کیا ہے اور ہمارا چاہتا کیا ہے۔ چاہنا تو محبوبِ خدا

عزوجل کا ہے۔ اُون کے چاہے کو، اُون کی رضا کو رب تعالیٰ چاہتا ہے۔
اون کی مرضی خدا کی مرضی۔ اگر فقیر پر ہو، تو فقیر واپس کبھی نہ آئے، مگر ہو گا وہی
جو دونوں جہان کے دُولہا چاہیں گے . . . . . ۔" [1]

حاضری و حضوری حبیب کی آخری تمنا اور اس کے حصول کے باوجود حبیب کی رضا ہی مقدم رہی تسلیم و رضا کا یہ مقامِ رفیع اللہ کے برگزیدہ بندوں کا نصیبہ ہے۔ یہ محبتِ رسول کی معراج ہے اور اسی کا نام فنا فی الرسول ہے۔ صلی اللہ علیٰ حبیبہ و محبوبہ

وآلہ واصحابہ واتباعہ وبارک وسلم

ایامِ حج قریب آ گئے۔ آپ ۵ ذی الحجہ ۱۳۷۵ھ / ۱۳ جولائی ۱۹۵۶ء جمعہ کو عازمِ مکہ مکرمہ ہوئے۔ مدینہ منورہ سے ہی حجِ قران کا احرام باندھ لیا۔ مسنون دعاؤں کے ساتھ درود شریف کے حسین گلدستے بارگاہِ رسالت میں پیش کیے۔ ۶ ذی الحجہ / ۱۴ جولائی کو منیٰ روانگی ہوئی اور ۹ ذی الحجہ کو عرفات میں وقوف فرمایا۔

مکہ مکرمہ سے منیٰ، عرفات تک کا سفر پیدل اختیار فرمایا۔ بعض احباب کا ارادہ تھا کہ سفر سواری پر کر لیں، مگر آپ نے فرمایا،

"میری تحقیق کے مطابق حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے سواری ہونے کے باوجود یہ سفر پیدل فرمایا۔ لہٰذا پیدل ہی چلنے کا ارادہ ہے۔ ہاں اگر تھک گئے اور نہ چل سکے، تو گاڑی پر سوار ہو جائیں گے۔" [2]

منیٰ سے عرفات راستہ بھر آپ مسائلِ حج سے آگاہ فرماتے رہے۔ دعائیں پڑھتے اور پڑھاتے رہے۔ یہ سفر بخیر و خوبی پورا ہوا۔ یمنی لوگ جو پیدل سفر کر رہے تھے، ان سے آپ عربی میں گفتگو کرتے رہے۔ بعد عصر جبلِ رحمت کے پاس آ کر دعائیں کیں۔ اس دعا میں بہت ہی

---

[1] مکتوب حضرت شیخ الحدیث قدس سرہ، بنام حافظ محمد شفیع، محررہ یکم ذی الحجہ ۱۳۷۵ھ

[2] روزنامہ سعادت، فیصل آباد۔ مجریہ ۱۹ جون ۱۹۸۳ء، مضمون میاں محمد محبوب الٰہی، چونیاں

پُرسرور و کیف رہا، جو آپ کے ہمراہیوں نے بھی محسوس کیا۔

سفرِ حج کے ایک شریک میاں محبوب الٰہی انجینئر، چونیاں بیان کرتے ہیں:

"چند مقامات پر پانی کے نلکوں پر عین الزبیدیہ والسعودیہ لکھا ہوا تھا۔ آپ نے مسکراتے ہوئے فرمایا کہ اس پانی کو تو انہوں نے غیر اللہ سے منسوب کر دیا ہے۔ یہ ان کے لیے کیسے حلال ہے؟" [1]

میاں صاحب اپنے مضمون میں مزید لکھتے ہیں:

"مکہ شریف میں جہاں بھی آپ قیام پذیر ہوتے، وہیں محفلِ نعت خوانی ہو جاتی، گھر میں، عمرہ کے لیے میقات پر جاتے، تو وہاں بھی اس طرح خوب رونق رہتی۔ اکثر اوقات نمازِ عشاء کے بعد، اذان سے قبل آپ حرم شریف میں معتکف رہتے اور عموماً خانہ کعبہ کا طواف کیا کرتے۔

ایک دن دورانِ طواف میں آپ کے بالکل ہی قریب ہی تھا۔ جب آپ حجرِ اسود کے نزدیک پہنچے، تو میں اس خیال سے کہ آپ حجرِ اسود کو بآسانی بوسہ دے سکیں، میں نے آگے کھڑے ہوئے آدمیوں کو ہٹانا چاہا، تو آپ نے اشارہ سے مجھے روک دیا۔ جب آپ آگے بڑھے، تو لوگوں نے خود ہی جگہ خالی کر دی۔ اس طرح آپ نے حجرِ اسود کو بآسانی چوم لیا اور پھر میں نے بھی۔ اس طرح ہر چکر میں موقعہ ملتا رہا۔ بعدہٗ آپ نے فرمایا: اس سے قبل میں حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی طرف سے طواف کر رہا تھا۔ تو مجھے ہر چکر میں حجرِ اسود کو چومنے کا موقعہ ملتا رہا اور اب تو یہ طواف حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی طرف سے تھا اور مجھے پورا الیقین تھا کہ اب کیوں رکاوٹ ہوگی۔ آپ کا اشارہ حضرت ابوبکر

---

[1] روزنامہ سعادت، فیصل آباد، ۱۹ر جون ۱۹۸۳ء

نوٹ: مولانا محمد فضلِ رسول حیدر فرماتے ہیں "نلکوں پر یہ درج تھا، عین الزبیدیہ والعزیزیہ"

رضی اللہ عنہ کی حلیمی طبع اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے رعب و جلال کی طرف تھا۔ سبحان اللہ! اس کے بعد تو میں بھی آپ کے پیچھے پیچھے شامل رہتا اور حجر اسود کے بوسہ سے محظوظ ہوتا۔ یہ یقیناً آپ کی کرامتِ ظاہرہ تھی۔" [1]

ایک اور شریک سفر مولانا محمد معین الدین شافعی بیان کرتے ہیں:

"۱۹۵۶ء میں جب آپ دوبارہ زیارتِ حرمین طیبین تشریف لے گئے، تو حج سے فارغ ہونے کے بعد مکہ مکرمہ میں حضرت سید جمل اللیل کے صاحبزادہ نے مختلف ممالک کے علماء و مشائخ کے اعزاز میں جعرانہ میں دعوت کی اور وہاں صبح سے شام تک علماء و مشائخ کا قیام رہا اور تمام دن حسنِ قرات و نعت خوانی کی محفلیں سجی رہیں۔ اس محفل میں حضرت محدثِ حرم، جو مذہباً مالکی تھے اور حرم شریف میں روزانہ طلباء کو درسِ حدیث دیا کرتے تھے، بھی موجود تھے، یہاں پر بھی آپ نے تاریخ جعرانہ پر مختصر اور نفیس انداز میں تقریر فرمائی۔ آپ نے دورانِ گفتگو کئی مرتبہ حضرت کو محدثِ پاکستان کے خطاب سے یاد فرمایا۔ اسی طرح دوسرے ممالک مثلاً شام، عراق، مصر وغیرہ کے علماء و مشائخ نے آپ سے سندِ حدیث وسندِ خلافت بھی حاصل کی۔" [2]

اس مرتبہ بہت سے علماء و فضلاء نے آپ سے سندِ حدیث اور سندِ خلافت حاصل کی۔ اجازت پانے والوں میں سے درج ذیل اسماء گرامی دستیاب ہو سکے۔

- مولانا محمد علی حموی، حماہ، شام
- مولانا محمد نبیبر دمشقی، مدرس جامع مسجد دمشق [3]

---

[1] روزنامہ سعادت، فیصل آباد، ۱۹ر جون ۱۹۸۳ء

[2] قلمی یادداشت مولانا محمد معین الدین شافعی، فیصل آباد، مملوکہ فقیر قادری عفی عنہ

[3] ایضاً،

مولانا محمد منیر لطفی، امام جامع المسعود، حماہ، سوریا

مولانا محمد بدر الدین الحسنی الشہیر بالفلابنی مدرس وحضور رابطۃ العلماء، دمشق

مولانا حسین فہمی الترکی، شارع عینیہ الحرجی، المدینۃ المنورہ [۱]

مناسکِ حج کی ادائیگی کے چند روز بعد ۲۲ر ذی الحجہ ۱۳۷۵ھ / ۳۱ر جولائی ۱۹۵۶ء کو دوبارہ مدینہ طیبہ میں حاضر ہوئے۔ حج کے بعد مدینہ طیبہ کی یہ دوسری حاضری و حضوری تینتالیس روز رہی۔ گویا حج سے پہلے کے گیارہ روز ملا کر اس مرتبہ مدینہ طیبہ کی مجموعی حاضری چوّن دن رہی دوبارہ حاضری میں مدینہ منورہ کی کافی میلاد پاک کی محفلیں ہوئیں، جس میں دیگر ممالک کے علماء سے ملاقاتیں ہوئیں۔ ان ملاقاتوں میں علمی مباحث اور دینی مسائل پر تبصرہ رہتا۔ علماء کرام نے آپ کی علمی وسعت و تفقاہت کی داد دی۔ [۱]

مدینہ طیبہ میں ایک مہینے کی حاضری کی سعادت نصیب ہو چکی تھی۔ حضرت محدث اعظم قدس سرہ کو جامعہ رضویہ، لائل پور کے دورۂ حدیث کے طلباء کی فکر تھی کہ ان کی تعلیم میں حرج نہ ہو۔ آپ نے ارادہ فرمایا کہ جدّہ پہنچ کر بذریعہ ہوائی جہاز واپسی ہو۔ اس وقت وہاں کا معمول یہ تھا کہ ہوائی جہاز کے اڈا پر معلّم کا ایک وکیل ہوتا تھا کہ جہاز آنے پر معلوم کرتا کہ اس میں کوئی جگہ ہے یا نہیں۔ اگر کوئی سیٹ خالی ہوتی، تو معلّم کو بذریعہ ٹیلی فون اطلاع دیتا، لیکن اس کے لیے ٹکٹ پہلے سے خریدنا پڑتے۔ آپ نے اسی غرض کے لیے اپنے اور مولانا معین الدین کے لیے دو ٹکٹ خرید لیے۔ [۲]

حضرت مولانا ابراہیم سمان، حضرت محدثِ اعظم علیہ الرحمہ سے ملاقات کے لیے اکثر دوپہر دو بجے آیا کرتے تھے، ایک روز تشریف لائے۔ دیر تک محفل رہی۔ سیدی سمان نے حضرت شیخ الحدیث قدس سرہ سے فرمایا:

---

[۱] بیاض حضرت شیخ الحدیث قدس سرہ

[۲] قلمی یادداشت مولانا محمد معین الدین، شافعی، فیصل آباد

[۳] مکتوب مولانا محمد افضل کوٹلوی فیصل آباد، بنام فقیر قادری عفی عنہ، محررہ ۲۴ر مارچ ۱۹۸۶ء

"یامولانا! ہمارے ہاں دستور ہے کہ جب مہمان اپنے میزبان سے رخصت چاہتا ہے، تو میزبان اپنے مہمان سے کہتا ہے اِجْلِسْ شُوَیًا۔ یعنی تھوڑی دیر اور تشریف رکھیے۔ مولانا! آپ سرکارِ دو عالم نورِ مجسّم صلی اللہ علیہ وسلم کے مہمان ہیں۔ ہوسکتا ہے کہ حضور فرمائیں، اِجْلِسْ شُوَیًا۔ یعنی اے میرے مہمان! کچھ دیر اور رُکیے، لائل پور سے آئے ہو۔ واپسی کی اتنی جلدی بھی کیا ہے۔ کچھ وقت بعد چلے جانا ـــــــ" حضرت سیّدی ابراہیم نسمان کی اس بات میں جو سوز و گداز تھا، اُس نے عجیب کیف و سرور طاری کر دیا۔ حضرت محدّثِ اعظم علیہ الرحمہ کی آنکھوں سے بے ساختہ آنسو جاری ہوگئے اور دیر تک یہ کیف و سُرور کی حالت طاری رہی۔ [1]

مولانا محمد معین الدین شافعی اپنے بیان میں فرماتے ہیں کہ ہم معلّم حضرت حیدر الحیدری کی طرف سے اطلاع کے منتظر تھے۔ ایک روز مغرب کی نماز کے بعد حضرت محدّثِ اعظم پاکستان علیہ الرحمہ نے حضرت حیدر الحیدری کی خدمت میں مجھے معلومات حاصل کرنے کے لیے بھیجا۔ فقیر نے جب حیدر الحیدری کی خدمت میں حاضر ہو کر سلام عرض کیا، تو وہ سلام کا جواب دے کر خوب مسکرائے اور فرمایا، مولوی معین صاحب! ہم دوپہر کو ایک جگہ دعوت پر گئے تھے۔ ہمارا ٹیلی فون میرے کمرے میں بند تھا۔ ٹیلی فون کی گھنٹی بجتی رہی، ہم موجود نہیں تھے۔ جہاز آیا بھی اور چلا بھی گیا۔ اب کل جانا ہوگا ـــــــ فقیر نے واپس آکر حضرت محدّثِ اعظم علیہ الرحمہ کی خدمت میں تمام واقعہ معلّم کے انداز میں عرض کیا۔ جب میں عرض کرنے لگا کہ حضور اب کل۔۔۔ ۔۔۔ تو آپ نے فوراً فرمایا، مولوی معین! اب ہمارا یہ کل بے کل ہے اور اس کے بعد آنکھوں سے آنسو جاری ہوگئے۔ فرمایا، جاؤ ٹکٹ واپس کرا آؤ۔ جب حکم ہوگا تو چلیں گے۔ فقیر ٹکٹ واپس کرا آیا۔ اس کے بعد پندرہ دن مدینہ طیّبہ کی حاضری کا شرف حاصل رہا۔ اس طرح

[1] مکتوب مولانا محمد افضل کوٹلوی فیصل آباد، بنام فقیر قادری عفی عنہ۔ محررہ ۲۴ مارچ ۱۹۸۶ء

حضرت سمان کے ارشادِ اِجلِس نتویا کا عملی ظہور ہوا۔

اس موقعہ پر حضرت محدثِ اعظم علیہ الرحمہ نے فرمایا:

"بندۂ خدا! فقیر نے ساری عمر حدیث پڑھی بھی ہے اور پڑھائی بھی ہے کہ سرکارِ دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے قبضہ و اختیار میں اُمتیوں کے قلوب ہیں۔ جب چاہتے ہیں اجازت دیتے ہیں اور جب تک چاہتے ہیں روکے رکھتے ہیں۔ آج تو اس کا عملی مشاہدہ ہو گیا ہے۔" [1]

مدینہ طیبہ میں دوبارہ حاضری ۵ صفر المظفر ۱۳۷۶ھ/۱۱ ستمبر ۱۹۵۶ء تک ہی۔ ۶ صفر/ ۱۲ ستمبر کو آپ بذریعہ بس جدّہ پہنچے۔ پروگرام کے مطابق حرمین شریفین میں آپ کے قیام کی یہ آخری تاریخ تھی۔ مگر سرکارِ مدینہ کے کرم سے ابھی چند روز کا قیام کا موقعہ مل گیا۔ جدّہ پہنچ کر معلوم ہوا کہ جہاز کی روانگی میں ابھی چند روز کی تاخیر ہے۔ چنانچہ باقاعدہ اجازت حاصل کر کے آپ دوبارہ مکہ معظمہ حاضر ہوئے۔ جدّہ میں آپ کا قیام جناب شاہد علی ملک کے مکان پر رہا۔ مکہ شریف کی دوبارہ حاضری کا بیان آپ کے ہمسفر سے سنیے،

"۵ صفر المظفر مدینہ منورہ سے دوشنبہ مبارکہ کو بعد مغرب جدّہ کے لیے روانہ ہوئے اور منگل کی صبح نمازِ فجر کے وقت جدّہ پہنچے۔ بس نے بہت جلد پہنچایا، گویا ٹیکسی کی طرح جلدی آئی اور جو بسیں اس سے پہلے روانہ ہوئی تھیں، ان سے پہلے یہ بس جدّہ پہنچی۔ پھر اس دن مغرب تک جدّہ رہے۔ مکہ معظمہ کے لیے ورقہ (اجازت نامہ) حاصل کیا اور بعد مغرب مکہ مکرمہ کو روانگی ہوئی۔ تقریباً ڈیڑھ گھنٹے کے بعد کعبہ معظمہ حاضر ہوئے۔ مطاف میں چند آدمی تھے۔ باب السلام سے مسجد حرام میں داخل ہو کر پہلے حجرِ اسود کو بوسہ دیا۔ پھر نمازِ عشاء مقامِ مستجاب کے پاس، رُکنِ یمانی اور رُکنِ اسود کے درمیان ادا کی اور اطمینان سے کعبہ معظمہ کا طواف کیا۔

---

[1] مکتوب مولانا محمد افضل کوٹلوی، مشتمل بر بیان مولانا معین الدین، فیصل آباد بنام فقیر قادری عفی عنہ محررہ ۲۴ مارچ ۱۹۸۶ء

ہر پھیرے میں حجرِ اسود کو بوسہ دینے کا موقعہ ملا۔ پھر مقامِ ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام پر دو رکعت ادا کی۔ ملتزم اور بابِ کعبہ پر آکر دعا کی۔ پھر حطیم میں میزابِ رحمت کے نیچے نفل پڑھے۔ اس کے بعد حجرِ اسود کو بوسہ دیا اور باب الصفا سے سعی کے لیے نکلے۔ صفا مروہ میں صرف دو تین آدمی سعی کر رہے تھے۔ نہایت اطمینان سے صفا مروہ میں سعی کی حضرت صاحب نے جدّہ سے وضو کیا تھا۔ بحمدہٖ مولا تعالیٰ اُدس وضو سے نمازِ عشاء ادا فرمائی۔ طواف کیا، صفا و مروہ کی سعی فرمائی اور رات بھر کلامِ پاک کی تلاوت فرمائی۔ صبح کی اذان تک سوا آٹھ پارے پڑھے اور اسی وضو سے صبح کی نماز پڑھی اور دوبارہ پونے دو پارے پڑھے۔ اشراق ادا فرمائی۔ اشراق کے نوافل ادا فرمانے کے بعد تک وضو رہا۔ سرکارِ دو عالم نورِ مجسم علیہ الصلاۃ والسلام کی حاضری کی برکت ہے۔ مدینہ طیبہ کی حاضری سے پہلے کی نسبت اب صحت بہت اچھی ہے۔" [1]

مکہ مکرمہ کی دوبارہ حاضری چار روز رہی۔ ۹ صفر المظفر ۱۳۷۶ھ / ۱۴ ستمبر ۱۹۵۶ء جمعہ کا دن گزار کر بعد نمازِ عشاء آپ نے طوافِ وداع کیا اور عربی ٹائم کے حساب سے رات پانچ بجے مکہ معظمہ سے چل کر رات سات بجے جدّہ واپس پہنچے۔ تین روز جہاز کی انتظار میں جدّہ قیام فرمایا۔ ۱۲ صفر المظفر ۱۳۷۵ھ / ۱۷ ستمبر ۱۹۵۶ء پیر کو شام کے وقت جہاز پر سوار ہوئے۔ منگل کی صبح جہاز روانہ ہوا۔ جہاز کا سفر بحمدہٖ تعالیٰ نہایت خیر و خوبی سے گزرا۔ ۱۹ صفر المظفر / ۲۴ ستمبر دوشنبہ مبارکہ جہاز کراچی پہنچا۔ ۲ بجے کا وقت ہوگا۔ تقریباً مغرب کے وقت آرام باغ کراچی کی جامع مسجد میں پہنچے۔ احباب کی پُرزور فرمائش اور اصرار پر ۲۲ صفر المظفر / ۲۹ ستمبر تک کراچی قیام رہا۔ ۲۳ صفر / ۳۰ ستمبر بروز یک شنبہ صبح سات بج کر چالیس منٹ پر پاکستان ایکسپریس سے عازمِ لائل پور ہوئے۔ ۲۴ صفر المظفر ۱۳۷۵ھ / یکم اکتوبر ۱۹۵۶ء بروز دوشنبہ ایک بجے

---

[1] بیاض حضرت شیخ الحدیث قدس سرہ

کے قریب گاڑی لائل پور پہنچی۔ اسٹیشن پر زائرِ مدینہ حضرت شیخ الحدیث قدس سرہ کے مشتاقِ دید ہزاروں کی تعداد میں بے قراری سے آپ کا انتظار کر رہے تھے۔ زائرِ مدینہ کو دیکھ کر استقبالی مجمع نے نعرہ ہائے تکبیر، نعرہ رسالت، نعرہ غوثیہ، زائرِ مدینہ زندہ باد، قبلہ شیخ الحدیث زندہ باد کے پُرجوش نعروں سے آپ کا استقبال کیا۔ [1]

مخالفینِ اہلِ سنت نے انتظامیہ سے مل کر لائل پور میں ایک بار دفعہ ایک سو چوالیس نافذ کروادی تھی تاکہ آپ کے جاں نثار آپ کے جلوس میں شریک نہ ہوسکیں، مگر اس کے باوجود زائرِ مدینہ کا استقبالی جلوس فقید المثال تھا۔ یہ جلوس جب گھنٹہ گھر کے قریب پہنچا، تو اصرار ہونے لگا کہ حضرت شیخ الحدیث قدس سرہ زیارتِ حرمین شریفین کے چند واقعات بیان فرمائیں، چنانچہ آپ نے وہاں کے حالات اور آپ سے متعلق پھیلائے گئے بے سروپا پروپیگنڈا کی حقیقت بیان کی۔ حرمین طیبتین میں اہلِ سُنت کے موقف کی برتری سے احبابِ اہلِ سنت مسرت سے شاداں و فرحاں ہورہے تھے۔ گھنٹہ گھر خطاب کے دوران آپ نے گنبدِ خضرا کے سامنے حاضر ہوکر پنجاب کے دیہات کی ایک بوڑھی عورت کا واقعہ بھی بیان فرمایا۔ آپ نے فرمایا کہ جب اس بوڑھی عورت نے روضۂ انور کو بوسہ دیا۔ نجدی حکومت کی طرف سے متعین سپاہی (شرطہ) نے اسے منع کر دیا۔ بوڑھی عورت چونکہ عربی زبان سے ناواقف تھی۔ اُس نے اپنے جذبات کا اظہار جس انداز میں کیا، اُس نے حاضرین کو اپنی طرف متوجہ کیا۔ بوڑھی عورت اس سپاہی سے مخاطب ہوئی اور پنجابی زبان میں کہنے لگی،

"تینوں پیڑ پیندی اے"؟ [2]

یعنی اے شرطہ! میں نے محبتِ رسول کا اظہار کیا ہے۔ ہماری زندگی کا ماحصل تو یہی ہے۔ تو ہمیں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام پر نثار ہونے سے کیوں منع کرتا ہے، تجھے کیا تکلیف ہے؟

---

[1] جدہ سے لائل پور واپسی کے تمام احوال بیاض حضرت شیخ الحدیث علیہ الرحمہ سے ماخوذ ہیں۔

[2] روایت مولانا محمد عبدالحکیم شرف قادری، مدرس جامعہ نظامیہ رضویہ، لاہور

یہ بات قابلِ ذکر ہے کہ حضرت شیخ الحدیث قدس سرہ نے بغیر تصویر بنوائے دونوں حج کیے۔ تصویر بنانا، بنوانا خواہ عکسی ہو یا دستی ناجائز ہے۔ یہی وجہ ہے کہ تصویر کی پابندی کی وجہ سے آپ حضور غوث پاک رضی اللہ عنہ کے مزار پاک اور دوبارہ بریلی شریف نہ جا سکے۔

محدثِ اعظم پاکستان علیہ الرحمہ نے مسلکِ اہل سنت وجماعت کی جس طرح پاکستان میں پاسبانی فرمائی اور مخالفینِ اہل سنت کے بہروپ سے پردہ اٹھایا، اس کی مثال کم ہی ملتی ہے۔ جن لوگوں نے اہل سنت کے مقدس نام کو اپنے مذموم مقاصد کے لیے استعمال کر رکھا تھا۔ اب پاکستان میں اُن کی پہچان مشکل نہ رہی تھی۔ یہ حضرات اب بڑی مشکل میں تھے اور علمی سطح پر آپ کا مقابلہ کرنے کی طاقت نہ رکھتے تھے۔ پاکستان میں آپ کے خلاف ان کی تمام تدابیر ناکام ہو گئیں۔ ۱۳۷۵ھ/۱۹۵۶ء کے دوسرے حج کو ان لوگوں نے اپنے لیے بہترین موقعہ سمجھا کہ نجدی وہابی حکومت کی حمایت میں اپنا بدلہ لے سکیں گے۔ چونکہ آپ کا مسلک یہ تھا کہ کسی بد مذہب کی اقتدا جائز نہیں۔ آپ وہاں حرمین شریفین میں نجدی امام کے پیچھے نماز نہیں پڑھیں گے، لہٰذا ہم آپ کو وہاں پریشان کریں گے، مگر انہیں کیا معلوم کہ ؎

مٹانا چاہتا ہے جو میرے نقشِ تمنا کو
مجھے اُس کا نشاں مٹتا ہوا معلوم ہوتا ہے

لائل پور کے مخالف عناصر کو پتہ چلا کہ مولانا محمد سردار احمد حج پر جانے والے ہیں، وہ بڑی تیزی اور منصوبہ بندی کے ساتھ حرکت میں آ گئے اور آپ سے پہلے وہاں پہنچ گئے۔ مخالفینِ اہل سنت نے اپنی شر انگیزی کا کھل کر مظاہرہ کیا اور مکہ معظمہ میں آپ پر مقدمہ اور گرفتاری کی بے سروپا خبریں یہاں شائع کیں اور دل کھول کر اس جھوٹ کی ایسی تشہیر کی کہ شیطان بھی کان پکڑ کر رہ گیا۔ مخالفت نے لوگوں کو یہاں تک اندھا کر دیا کہ عین حرمین شریفین میں بھی اس جھوٹ کو پھیلانے میں کوئی کسر اٹھا نہ رکھی۔

میاں محمد محبوب الٰہی، انجینئر، چونیاں، ضلع لاہور نے اسی سال حج کیا۔ وہ ایک واقعہ بیان کرتے ہیں:

"ایک دن قبل دوپہر حرم شریف میں دو شخص علاقہ لائل پور (فیصل آباد) کے کھڑے آپس میں باتیں کر رہے تھے۔ ایک نے دوسرے کو بڑی خوشی کے لہجہ میں کہا کہ تمہیں پتہ چلا ہے کہ مولوی سردار کو حکومت نے گرفتار کر لیا ہے؟ میں یہ سُن رہا تھا اور مجھے یہ علم تھا کہ ان کی شرارت ناکام ہو چکی ہے اور حضرت صاحب اس وقت طواف کر رہے ہیں۔ میں نے اُن سے پوچھا کہ آپ کس کی بات کر رہے ہیں، کہنے لگے کہ لائل پور کے مولوی کی بات کر رہے ہیں۔ حکومت نے اُس کے خلاف مقدمہ قائم کیا تھا اور گرفتاری عمل میں آچکی ہے۔ ادھر میری نگاہ خانہ کعبہ کی طرف تھی کہ حضرت صاحب مجھے نظر آگئے۔ میں نے اُن کو کہا کیا وہ شخص سامنے طواف کرنے والا ہی مولانا سردار احمد نہیں ہے؟ اب دو ہی صورتیں ہیں کہ یا تم غلط بیانی کر رہے ہو یا دوسری صورت میں مولانا کی کرامت، ہر دو شخص بڑے کھسیانے ہو گئے۔" [1]

حضرت شیخ الحدیث علیہ الرحمہ نے حرمین طیبین میں بھی ہمیشہ اپنی الگ جماعت کرائی۔ مخالفین نے محکمہ امورِ شرعیہ میں درخواست کی کہ لائل پور کے مولانا محمد سردار احمد، امامِ حرم کے پیچھے نماز نہیں پڑھتے۔ اس پر قاضی صاحب نے آپ کو بُلا کر دریافت کیا کہ آپ کیوں اُن کے مقرر کردہ امام کے پیچھے نماز نہیں پڑھتے؟ اس پر آپ نے نہایت مضبوط دلائل سے ثابت کیا کہ مذہبی نظریات کے اختلاف کی بنا پر ان کی اقتدا کرنا درست نہیں۔ قاضی نے نہایت

---

[1] روزنامہ سعادت، فیصل آباد۔ ۱۹ جون ۱۹۸۳ء

عزت سے رخصت کر دیا۔ قاضی صاحب کے طلب کرنے کو یار لوگوں نے مقدمہ اور گرفتاری کا رنگ دیا جو حقیقت سے قطعاً مختلف ہے۔ مناسب معلوم ہوتا ہے کہ حضرت شیخ الحدیث قدس سرہ کی ہمراہی میں حج کرنے والے اور قاضی کی موجودگی میں دلائل سننے کے منظر کے چشم دید گواہ مولانا محمد معین الدین شافعی، مہتمم دار العلوم جامعہ قادریہ رضویہ، فیصل آباد کا ایک طویل بیان پیش کر دیا جائے جس میں انہوں نے نہایت وضاحت سے واقعات کا احاطہ کیا ہے۔ مولانا بیان فرماتے ہیں :

"ایک دن معمول کے مطابق نمازِ فجر کے بعد حنفی مصلّی کے پاس بیٹھ کر وظائف پڑھنے اور طوافِ کعبہ سے فارغ ہونے کے بعد فقیر زم زم شریف لینے گیا۔ جب زم زم شریف لے کر حاضر ہوا، تو نجدیوں وہابیوں کا ایجنٹ شریف دسوہہ (ضلع فیصل آباد) کا رہنے والا تھا، وہاں پہنچا۔ یہ شخص بڑا مکّار و عیّار تھا۔ اُس نے پروگرام بنا رکھا تھا کہ صبح کے وقت لوگ چونکہ کم ہوتے ہیں، اس لیے محدثِ اعظم پاکستان علیہ رحمۃ المنّان سے صبح کے وقت گفتگو کر کے انہیں گرفتار کروا دیا جائے۔ اسی منصوبہ کے تحت اُس نے اس انداز سے گفتگو کا آغاز کیا، گویا وہ حضرت صاحب قبلہ کی زیارت کا بہت مشتاق تھا، اور تلاشِ بسیار کے بعد اُسے آج زیارت کا موقعہ نصیب ہوا ہے۔ کہنے لگا حضور آپ کہاں رہتے ہیں؟ کئی مرتبہ ملاقات کی کوشش کی، لیکن ملاقات نہ ہو سکی۔ آپ نے فرمایا فقیر تو اکثر حرم شریف ہی میں رہتا ہے اور کبھی اپنے معلم جعفر اکبر کے ہاں بھی ہوتا ہوں۔ بظاہر عقیدت و محبت کا اظہار کرتے ہوئے کہنے لگا، حضور! آپ نجدیوں کے پیچھے نماز کیوں نہیں پڑھتے؟ حضرت صاحب اس کی مکّاری و عیاری کو بھانپ چکے تھے، لیکن حرم میں بحث سے گریز کرتے ہوئے فرمایا: میں حنفی ہوں، حنفی مذہب کے مطابق مستحب وقت میں ظہر ادا کرتا ہوں

نمازِ فجر بھی غلس میں نہیں پڑھتا، بلکہ خوب سفیدی پھیلنے کے بعد پڑھتا ہوں
اسی طرح مغرب اور عشاء بھی۔ حنفی مذہب کے مطابق نمازِ عصر کا ابھی
وقت ہوتا ہی نہیں، جس وقت نجدی نمازِ عصر ادا کرتے ہیں، اس لیے نمازِ عصر
بھی بعد میں پڑھتا ہوں۔ نجدی عصر مثلِ اوّل کے بعد ہی پڑھتے ہیں جب کہ
حنفی مذہب کے مطابق نمازِ عصر کا وقت دو مثلوں کے بعد شروع ہوتا ہے۔
جب عصر کا وقت ہی ہمارے نزدیک شروع نہیں ہوتا، تو میں اس وقت نمازِ عصر
کیسے ادا کر سکتا ہوں؟ حضرت صاحب کا یہ جواب انتہائی طور پر واضح اور مبنی
برحق تھا، لیکن نجدیوں کے اس نام نہاد محمد شریف کے دل میں چونکہ کھوٹ تھا
اس لیے پھر گربہ مسکین بن کر کہنے لگا: حضور کوئی تو اور وجہ ہوگی کہ آپ اُن کے
پیچھے نماز نہیں پڑھتے۔ وہ وجہ ضرور بتائیے۔ حضرت محدثِ اعظم پاکستان علیہ
رحمۃ المنّان نے نہایت متانت کے ساتھ دوسری وجہ بیان کرتے ہوئے فرمایا
کہ چونکہ یہاں لاؤڈ سپیکر پر نماز پڑھائی جاتی ہے اور فقیر نے نہ کبھی ہندوستان
میں لاؤڈ سپیکر میں نماز ادا کی، نہ پاکستان میں لاؤڈ سپیکر میں نماز ادا کی۔ اس
لیے یہاں بھی لاؤڈ سپیکر میں نماز نہیں پڑھتا۔ اس کے باوجود وہ اصرار کرتا رہا کہ
نجدیوں کے پیچھے نماز نہ پڑھنے کی وجہ کچھ اور ہے، وہ وجہ کچھ ضرور بتائی جائے۔
اس کے بار بار اصرار پر حضرت محدثِ اعظم نے فرمایا: سب سے بڑی بات یہ ہے
کہ یہ نجدی خود کو امام المومنین اور امام المسلمین کہلاتے ہیں اور اُن کے نزدیک
جو مسلمان یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کہے اور حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام سے مدد
طلب کرے یا کوئی سوال کرے، وہ مشرک ہے اور ہم الحمد للہ یارسول اللہ صلی اللہ
علیہ وسلم بھی کہتے ہیں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام سے استعانت کے بھی قائل ہیں۔
اس طرح ہم نجدیوں کے غلط عقیدہ کے مطابق مشرک ٹھہرتے ہیں، لہٰذا وہ

اس بنا پر ہمارے امام کس طرح ہو سکتے ہیں، جبکہ وہ خود کو امام المسلمین کہتے ہیں۔ وہ بزعم خویش امام المسلمین اور ہم اُن کے نزدیک مشرک۔ تو پھر ہمارا اُن کے پیچھے نماز ادا کرنا کیا معنی رکھتا ہے، لہٰذا ہم اُن کے پیچھے نماز نہیں پڑھ سکتے۔
حضرت محدثِ اعظم پاکستان علیہ رحمۃ المنان کا یہ جواب سُن کر وہ نام نہاد محمد شریف بہت جھنجلایا اور چلا چلا کر کہنے لگا۔ آپ ان کو مشرک کہتے ہیں۔ یقیناً یا رسول اللہ کہنا شرک ہے اور آپ سے سوال کرنا بھی شرک ہے۔ اس پر حضرت صاحب نے اسے مسلم شریف کی ایک حدیث سنائی جس میں ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ایک صحابی حضور کو وضو کے لیے پانی دیا کرتے تھے۔ ایک دن دریائے رحمت جوش پر آیا، تو حضور نے اس صحابی سے فرمایا سَلْ مانگ، کیا چاہتا ہے۔ صحابی نے جن کا نام ربیعہ تھا عرض کیا، اَسْئَلُکَ مُرَافَقَتَکَ فِی الْجَنَّۃِ۔ حضور، جنت میں آپ کی خدمت میں رہنے کا سوال کرتا ہوں۔ حضرت محدثِ اعظم نے یہ حدیث سُنا کر فرمایا، دیکھو میاں لفظ اَسْئَلُکَ ہے۔ میں سوال کرتا ہوں، آپ سے۔ اس پر اُس نے خبثِ باطنی کا اظہار کرتے ہوئے کہا کہ حدیث میں یہاں لفظ اَسْئَلُکَ نہیں ہے، بلکہ دُعا کا لفظ ہے کہ صحابی نے کہا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آپ دُعا کریں کہ اللہ تعالیٰ مجھے جنت میں آپ کے ساتھ رکھے۔
اس پر حضرت صاحب نے فرمایا، حدیث کی کتاب لاؤ۔ سوال کا لفظ میں دکھا دیتا ہوں، دُعا کا لفظ تم دکھا دو۔ اس پر اُس نے چلانا شروع کر دیا کہ تم ان کو مشرک کہتے ہو۔ اس کے چلانے کا مقصد یہ تھا، شور سن کر پولیس آجائے اور میں ان کو گرفتار کرا دوں، لیکن اس کا یہ ناپاک ارادہ خاک میں مل گیا۔ اس دوران میں ہمارے حج کے شریکِ سفر حاجی احمد میمن بیرسٹر تشریف لائے۔ انہیں حضرت بُرہان الحق والدین شاہ بُرہان الحق جبل پوری علیہ الرحمہ نے ہمیں اپنے ہاں لانے کے

لیے بھیجا تھا۔ اس دن ہمارے ناشتہ کا انتظام انہیں کے ہاں تھا۔ حضرت شاہ برہان الحق صاحب کا قیام باب السّلام کے سامنے ایک دو منزلہ مکان میں تھا۔ اُن کے ہمراہ جبل پور سے بے شمار افراد حج کے لیے آئے ہوئے تھے۔ انہوں نے اپنے مکان پر ایک بہت بڑے کپڑے پر یہ شعر لکھ کر آویزاں کر رکھا تھا ؎

حاجیو آؤ شہنشاہ کا روضہ دیکھو
کعبہ تو دیکھ چکے، اب کعبے کا کعبہ دیکھو

اس کتبے کے آویزاں کرنے کا ایک مقصد یہ بھی تھا کہ ان کے پاس آنے والے حضرات اس کتبے کو دیکھ کر آسانی سے مکان تک پہنچ سکیں اور راستہ نہ بھولیں۔ جب ہم حاجی احمد میمن کے ہمراہ چلے، تو یہ بدباطن بھی ہمارے پیچھے پیچھے چل پڑا۔ مکان پر پہنچ کر ہم تو بالائی منزل میں چلے گئے اور یہ نیچے کھڑا ہو کر غور سے اعلیٰ حضرت رضی اللہ عنہ کا شعر پڑھتا رہا۔ وہ یہ سمجھا کہ اس مکان میں حضرت محدّثِ اعظم پاکستان قیام پذیر ہیں۔ معلوم ہوتا ہے کہ دل کی طرح اس کی نظریں بھی ٹیڑھی تھیں۔ اُس نے بورڈ پر لکھے ہوئے الفاظ محلہ دارالسلام، جبل پور کو مولانا سردار احمد لائل پور پڑھا، فوراً نجدی حکام کے دفتر گیا اور رپورٹ دی کہ معلّم جعفر اکبر کا حاجی مولانا سردار احمد جو لائل پور سے آئے ہیں اور باب السّلام کے پاس رہتے ہیں، انہوں نے اپنے مکان پر مشرکانہ شعر لکھوا رکھا ہے۔ اس پر وہاں کے جج نے معلّم جعفر اکبر کو بلوایا اور سپاہیوں سے کہا کہ کتبہ بھی لے آئیں اور ساتھ ہی حضرت محدّثِ اعظم پاکستان کو بھی طلب کیا۔ اتفاق سے اسی دن جعفر اکبر کے کچھ حاجی ہوائی جہاز سے جا رہے تھے۔ انہوں نے بہت کہا کہ حضرت مولانا سردار احمد صاحب میرے حاجی ضرور ہیں، لیکن وہ باب السّلام کے سامنے نہیں رہتے، بلکہ میرے پاس ہی رہتے ہیں، لیکن وہ جج نہ مانا اور مجبور کیا کہ وہ ضرور حضرت صاحب کو لائیں۔ جب جعفر اکبر حضرت

مولانا شاہ بُرہان الحق صاحب علیہ الرحمہ کے مکان پر آئے، تو اوپر جانے کے سلسلہ میں پریشان کھڑے رہے۔ اتفاقاً مَیں (محمد معین الدین) وہاں پہنچ گیا۔ مجھے حضرت محدّثِ اعظم نے کسی کام کے لیے حضرت شاہ بُرہان الحق کے پاس بھیجا تھا۔ مجھے دیکھ کر معلّم جعفر اکبر نے فرمایا: مولوی معین صاحب! یہ کتبہ حضرت سے لے کر مجھے دیجیے۔ مجھے دفتر "الآمر بالمعروف والناہی عن المنکر" میں دکھانا ہے۔

میں نے وہ کتبہ معلّم صاحب کو حضرت شاہ بُرہان الحق علیہ الرحمہ سے لے کر دے دیا۔ معلّم جعفر اکبر نے جج کو دکھاتے ہوئے غصّہ سے کہا، اَیْنَ سردار احمد۔ اَیْنَ لائل فود۔ کہاں ہے سردار احمد اور کہاں ہے لائل پور۔ جج نے جب سردار احمد کی بجائے محلّہ دارالسّلام اور لائل پور کی بجائے جبل پور پڑھا، تو بڑا نادم ہوا اور معلّم سے معافی مانگی۔

دوسرے دن حضرت محدّثِ اعظم پاکستان علیہ الرحمہ کے ساتھ دوسرے علماء و مشائخ اور فقیر بھی جعرانہ گئے۔ شام کو وہاں سے عمرہ کا احرام باندھ کر مکہ مکرمہ آ کر طواف کیا۔ صفا و مروہ کی سعی کی اور محلّل ہوئے۔ اس دن نجدی جج نے حضرت مولانا شاہ بُرہان الحق صاحب علیہ الرحمہ کو اُن کے معلّم کے ہمراہ بلا کر گفتگو کی۔ حضرت نے بڑے فاضلانہ اور عالمانہ انداز میں گفتگو فرمائی۔ آپ کی گفتگو سے نجدی مبہوت رہ گئے۔ نجدی جج اتنا متاثر ہوا کہ اُس نے آپ کو تحائف بھی پیش کیے اور بڑی عزّت و احترام کے ساتھ رخصت کیا۔

نجدیوں کے ایجنٹ محمد شریف نے انتہائی ڈھٹائی کے ساتھ ناکامی کے باوجود اپنی کوشش جاری رکھی اور محدّث اعظم پاکستان کے خلاف ریشہ دوانیاں کرتا رہا۔ نجدی حکومت کو بھڑکانے میں اس نے کوئی کسر اُٹھا رکھی۔ ہم جب جعرانہ سے واپس آئے، تو معلّم جعفر اکبر آئے اور دفتر چلنے کے لیے

کہا۔ تقریباً چالیس پچاس علماء کرام اور پاک و ہند کے احباب حضرت محدثِ اعظم کے ساتھ جلوس کی شکل میں دفتر میں پہنچے۔ وہ وقت بھی عجیب تھا۔ حضرت کے چہرے پر ایک خاص قسم کی نورانیت ظاہر تھی۔ آپ کی باوقار شخصیت اور دل کش حسن و جمال کو دیکھ کر قاضی صاحب اتنے متاثر ہوئے کہ گفتگو کا اسلوب ہی بھول گئے اور بولے فرمایئے کہ آپ کس لیے عدالت میں تشریف لائے ہیں۔ آپ نے فرمایا: مجھے آنے کی ضرورت نہیں، آپ نے ہی بلایا ہے۔ آپ ہی بتائیں۔ قاضی کو اپنی غلطی کا احساس ہوا۔ دفتر بہت بڑا تھا۔ ہم سے پہلے نجدی ایجنٹ محمد شریف بھی وہاں پہنچ چکا تھا، جج کے ساتھ بیٹھا تھا، جیسے ہی حضرت کے ساتھ آنے والے علماء و خدام و احباب بھی جب کمرے میں داخل ہوئے تو کمرہ کھچا کھچ بھر گیا۔ جج یہ دیکھ کر پریشان ہوا اور معلّم سے کہنے لگا کہ اتنے آدمی کیوں لائے ہو؟ معلّم نے کہا میں نہیں لایا، بلکہ یہ تو حضرت کے شاگرد، مرید اور پاک و ہند کے عقیدت مند ہیں جو خود بخود ساتھ آ گئے ہیں۔ جج نے دفتر کے بغلی چھوٹے کمرہ میں جو غالباً اس کے پی۔ اے کا تھا، بیٹھ کر گفتگو کرنا مناسب سمجھی۔ حضرت محدثِ اعظم پاکستان کے ساتھ میں، معلّم اور حاجی احمد میمن بیرسٹر اور معلّم کا لڑکا یوسف تھے۔ وہابی ایجنٹ محمد شریف کے ساتھ لائل پور، گوجرانوالہ کے دو تین نجدی مولوی تھے۔

جج نے محدثِ اعظم پاکستان سے سوال کیا۔ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کہنا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے استعانت کرنا شرک ہے۔ اس بارے میں آپ کیا کہتے ہیں؟ حضرت محدثِ اعظم نے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ کا بندہ اور رسول سمجھ کر یا رسول اللہ کہنا اور مدد طلب کرنا بالکل جائز ہے۔

جج نے پوچھا، کس طرح؟ اس پر آپ نے حدیثِ پاک سے واقعہ سنایا کہ غزوہ ہوازن میں مسلمانوں کو فتح حاصل ہوئی اور مال غنیمت بھی ملا، تو وہ مالِ غنیمت حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے تقسیم فرمایا۔ ابھی یہ لشکر وہیں موجود تھا کہ قبیلہ ہوازن کے لوگ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی خدمتِ اقدس میں حاضر ہوکر ایمان لے آئے۔ حضور کے دستِ اقدس پر بیعت کی اور درخواست کی کہ اب وہ ایمان لا چکے ہیں۔ اب اُن کا مال اور قیدی واپس کر دیئے جائیں۔ تمام مال چونکہ غنیمت کے طور پر تقسیم ہو چکا تھا اور ایمان والوں کی تالیفِ قلوب بھی مقصود تھی اور آپ سامان بھی واپس کرنا چاہتے تھے۔ آپ نے قبیلہ ہوازن سے فرمایا کہ جب نمازِ عصر پڑھ چکیں، تو آپ لوگ کھڑے ہوکر ہماری خدمت میں عرض کریں۔ یارسول اللہ! ہم آپ سے استعانت کرتے ہیں اور سوال کرتے ہیں کہ آپ ہمارا مال وغیرہ واپس عنایت فرمائیں۔ چنانچہ نمازِ عصر سے فراغت کے بعد صحابہ کرام کی موجودگی میں قبیلہ ہوازن والوں نے حضور کے سکھائے ہوئے کلمات بارگاہِ رسالت میں عرض کیے کہ یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہم آپ سے سوال کرتے ہیں کہ آپ ہمارا مال وغیرہ واپس عنایت فرمادیں۔ ان کی اس درخواست پر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے حصّہ میں آیا ہوا مال اور کچھ اپنی طرف سے بھی عطا فرمایا۔ اس کے بعد صحابہ کرام نے بھی اُن کے مال کے ساتھ اپنی طرف سے بھی عطیات دیئے۔ اہلِ ہوازن خوش ہوکر واپس چلے گئے۔

یہ واقعہ سُن کر نجدی جج نے اپنی باطنی بدعقیدگی کا اظہار کرتے ہوئے کہا کہ یہ واقعہ تو اُس وقت کا ہے، جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حیات تھے۔ اب تو وہ معاذ اللہ ثم معاذ اللہ مر چکے ہیں۔ اس پر حضرت محدثِ اعظم علیہ الرحمہ نے تڑپ کر جواب دیا، اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ اَلْاٰنَ نَبِیُّنَا حَیٌّ اور برجستہ یہ حدیث سنائی

جس کے آخری الفاظ ہیں: فَنَبِیُّ اللّٰہِ حَیٌّ یُرْزَقُ اللہ کے نبی زندہ ہیں، اور انہیں رزق دیا جاتا ہے۔ پھر فرمایا: اللہ کے نبی کی شان تو بہت ارفع ہے، ان کے غلام جو اللہ کی راہ میں شہید ہوتے ہیں۔ ان کے متعلق میرا رب فرماتا ہے: وَلَا تَقُوْلُوْا لِمَنْ یُّقْتَلُ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ اَمْوَاتٌ بَلْ اَحْیَاءٌ وَّلٰکِنْ لَّا تَشْعُرُوْنَ اور دوسری جگہ فرماتا ہے: وَلَا تَحْسَبَنَّ الَّذِیْنَ قُتِلُوْا فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ اَمْوَاتًا بَلْ اَحْیَاءٌ عِنْدَ رَبِّھِمْ یُرْزَقُوْنَ ۝ جج یہ سن کر خاموش ہوگیا۔

یہ تمام گفتگو تحریر کرلی گئی تھی۔ گفتگو ختم ہونے پر جج نے کہا کہ اس تحریر پر دستخط فرمادیں۔ آپ نے فرمایا: دستخط اس شرط پر کروں گا کہ اس کی ایک نقل مجھے بھی دی جائے اور اس پر آپ کی مہر بھی ہو۔ اس نے کہا کہ ہم مجبور ہیں، اس کی نقل نہیں دے سکتے۔ آپ نے فرمایا کہ اس کی نقل کی ہمیں اس لیے ضرورت ہے کہ پاکستان کے نجدی وہابی دیوبندی وہاں دبے ہوئے ہیں، لیکن یہاں آپ لوگوں کی وجہ سے دلیر ہیں۔ اگرچہ یہاں بھی انہیں شکست اٹھانا پڑی ہے، لیکن میں جانتا ہوں جھوٹ بولنا ان کے نزدیک جائز ہے۔ جو شخص حرم پاک میں بھی جھوٹ بولنے سے باز نہیں آیا اور میرے متعلق جھوٹی باتیں پھیلاتا رہا۔ یہاں تک کہ اُس نے یہ افواہ بھی پھیلا دی کہ مولانا سردار احمد کو گرفتار کرلیا گیا ہے جب میرے احباب نے یہ افواہ سنی، تو سخت پریشان ہوئے۔ مناسکِ حج ادا ہوچکے ہیں اب یہ لوگ ہوائی جہاز سے پاکستان جائیں گے۔ خصوصاً لائل پور اور دوسرے علاقوں میں پروپیگنڈے کریں گے۔ اخبارات میں بیان دیں گے کہ سردار احمد کو سعودی حکومت نے گرفتار کرلیا ہے۔ اس طرح پاکستان کے عوام کو پریشان کریں گے۔ تحریر کی نقل حاصل کرنے کا مقصد یہی ہے کہ اس کی نقل پاکستان

کے اخبارات میں شائع کرا کے عوام کو پریشانی سے بچایا جائے اور انہیں بتایا جائے کہ یہ دیوبندی وہابی جھوٹے ہیں۔ الحمدللہ اب یہ لوگ خائب و خاسر ہو چکے ہیں۔ اب کے جھوٹ کا پول کھلنے پر عوام کو تسلی ہو گی۔

حضرت محدثِ اعظم (پاکستان) کے اس ارشاد کے باوجود جج نے معذرت کی اور یقین دلایا کہ یہ لوگ کچھ نہیں کریں گے۔ اس پر حضرت نے تحریر پر دستخط کر دیئے۔

اس کامیابی و کامرانی پر احباب اہلِ سنّت و جماعت کو بڑی خوشی ہوئی۔ اسی خوشی میں گیارھویں شریف کی نیاز بھی دلائی گئی۔ جج نے جو گفتگو قلمبند کرائی تھی اور جس پر محدثِ اعظم کے دستخط لیے تھے۔ جب یہ تحریر قاضی القضاۃ کے پاس پہنچی، تو اُس نے پڑھ کر داد دی اور معلّم جعفر اکبر کو بلا کر کہا کہ محدث اعظم پاکستان بہت ذہین فطین ہیں۔ میں اُن کی دعوت کرنا چاہتا ہوں اور انہیں اپنے گھر پر بلاؤں گا۔ لانے کے لیے اپنی کار بھیجوں گا اور نذرانہ بھی پیش کروں گا۔ اس کی عقیدت و محبت کا باعث یہی گفتگو بنی۔ معلّم جعفر اکبر نے جب یہ پیغام حضرت صاحب کو سنایا تو آپ نے فرمایا: فقیر یہاں نجدیوں کی دعوت کھانے اور تحائف وصول کرنے نہیں آیا۔ فقیر تو حرمین طیبین کی حاضری و زیارت کی نیّت سے یہاں حاضر ہوا ہے۔ آپ کی خواہش جلدی مدینہ طیبہ حاضری کی تھی، چنانچہ حسبِ خواہش اسی رات کو مدینہ طیبہ کی روانگی کا انتظام ہو گیا۔

حضرت شیخ الحدیث قدس سرہ زیارتِ مدینہ منورہ اور مناسکِ حج کی ادائیگی کے بعد جب بخیر و خوبی ۲۴ ر صفر المظفر ۱۳۷۵ھ / یکم اکتوبر ۱۹۵۶ء کو لائل پور جلوہ افروز ہوئے، تو آپ کی عدم موجودگی میں یہاں کے دیوبندیوں کے بے سروپا پروپیگنڈے سے آپ کے خلاف چند اخبارات میں کچھ ایسے بیان شائع ہوئے، جس سے عوام اہلِ سنّت

میں بددلی اور بے چینی پھیلی۔ لائل پور پہنچ کر حرمین شریفین میں ہونے والے واقعات خود بیان فرمائے جس سے جھوٹے پروپیگنڈے کرنے والے اب منہ چھپا رہے تھے۔

۲۹ صفر المظفر ۱۳۷۵ھ / ۷ اکتوبر ۱۹۵۶ء کو آپ کا ایک طویل بیان اخبارات میں شائع ہوا۔ روزنامہ سعادت لائل پور کے صفحہ اوّل پر سہ کالمی تین سطری جلی عنوان سے چند اقتباس ملاحظہ ہوں:

"نہ تو میری کسی غیر مقلد سے ذاتی دشمنی ہے اور نہ ہی کسی غیر مقلد نے میری ذات کو کچھ نقصان پہنچایا ہے جس کی وجہ سے میرے اور ان کے درمیان اختلافات ہیں۔ میرے اختلاف کی نوعیت خالص دینی ہے۔ میری تمام دوستی اور دشمنی سب کچھ خداوند کریم اور سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے ہے جو ان کا دوست ہے، میں ان کا دوست ہوں اور جو ان کا دشمن ہے اسی کے لیے میرے دل میں کوئی جگہ نہیں۔" [۱]

"بھارت سے کانگرسی مولویوں کا ایک وفد جس کی قیادت جمعیت العلماء ہند کے سیکرٹری کر رہے تھے، وہاں آیا ہوا تھا۔ اس وفد نے شاہ سعود کو یقین دلایا کہ بھارت کے مسلمان بڑے امن و سکون سے اپنی زندگیاں گزار رہے ہیں۔ پنڈت نہرو کی حکومت ان کے ساتھ بڑا اچھا سلوک کر رہی ہے۔ اسی وفد نے عرب میں اسی قسم کا پروپیگنڈا کیا، حالانکہ اس وقت تمام بھارت میں مسلمانوں پر ظلم و تشدد کی انتہا کی جا رہی تھی، ان کو قتل کیا جا رہا تھا۔ ان کے خون سے ہولی کھیلی جا رہی تھی۔ ہزاروں مسلمانوں کو توہین رسالت کے خلاف احتجاج کے جرم میں جیل میں ڈال دیا گیا اور مساجد کو مندروں میں تبدیل کیا جا رہا تھا اور پچاس ہزار مسلمانوں کو شدھی کرنے کا اعلان ہو چکا تھا۔" [۲]

---

[۱] روزنامہ سعادت، لائل پور۔ ۷ اکتوبر ۱۹۵۶ء، ص ۱

[۲] ایضاً، ص ۴

حضرت شیخ الحدیث علیہ الرحمہ کے حج کے رفیق و خادم مولانا محمد معین الدین شافعی سابق نائب ناظم جامعہ رضویہ، لائل پور نے حرم مکی میں ہونے والے واقعات تفصیل سے بتائے۔ اخبار مذکور نے مولانا معین الدین شافعی کے حوالہ سے وہی واقعات لکھے ہیں، جو آپ گزشتہ صفحات میں پڑھ چکے ہیں۔ اخبار مذکور کے چند مزید اقتباس ملاحظہ ہوں:

(اس واقعہ میں سب سے بڑا محرک محمد شریف، جس کا ذکر آپ پڑھ چکے ہیں اُس کے بارے میں مزید معلوم ہوا کہ)

"اس کی آواز پر صرف اس کے ساتھی آئے، جن کو پہلے ہی تیار کیا جا چکا تھا کہ اس کی آواز سنتے ہی جمع ہو جائیں۔ گوجرانوالہ، ڈیرہ غازی خاں، لاہور، لائل پور اور پاکستان کے دوسرے اضلاع کے غیر مقلد اور دیوبندی حضرات بھی آئے ہوئے تھے، ان میں ایک شخص نے کہا کہ محمد شریف کا کام ہی شرارت ہے اور یہ پہلے بھی شرارت کرتا رہا ہے، چھوڑو اس جھگڑے کو۔" [1]

"مکہ مکرمہ کے واقعات سناتے ہوئے کہا کہ مخالفین نے یہ افواہ بھی پھیلائی کہ حضرت مولانا کو گرفتار کر لیا گیا ہے۔ ان کا پاسپورٹ اور سامان ضبط کر لیا گیا ہے۔ پاسپورٹ ضبط کرنے کا تو سوال ہی پیدا نہیں ہوتا، کیونکہ پاسپورٹ تو جدہ ہی میں جمع کر لیا جاتا ہے۔" [2]

"انہوں نے ایک دلچسپ واقعہ سناتے ہوئے کہا کہ لائل پور کے ایک سنار نے ایک شخص فقیر محمد سے کہا کہ مولانا سردار احمد صاحب کو گرفتار کر لیا گیا ہے اور ان کا سامان ضبط کر لیا گیا ہے، حالانکہ وہ بیت اللہ کا طواف کر رہے تھے۔ اُس نے سنار کو اشارہ کرتے ہوئے کہا کہ دیکھو، وہ سامنے مولانا طواف

---

[1] روزنامہ سعادت، لائل پور۔ ۷ راکتوبر ۱۹۵۶ء، ص ۴

[2] ایضاً، نوٹ: آج کل آفاقی حاجی کا پاسپورٹ مکہ معظمہ میں معلم کے پاس جمع ہوتا ہے۔ فقیر قادری عفی عنہ

کر رہے ہیں۔" [1]

"قیامِ مکّہ کے دوران دمشق کی جامع مسجد کے ایک مدرّس مولانا محمد طیب دمشقی نے حضرت مولانا سردار احمد صاحب سے سند حدیث حاصل کی۔ ایک اور عالم مولانا محمد علی صاحب حموی نے بھی جناب محدّثِ پاکستان سے سندِ حدیث حاصل کی۔" [2]

"حضرت قبلہ محدّثِ پاکستان نے مدینہ منورہ میں ۴۵ دن قیام فرمایا، حالانکہ وہاں گیارہ دن سے زیادہ ٹھہرنے کی اجازت نہیں۔ وہاں کے حکام نے حضرت مولانا کی قابلیّت اور عظمت و تقدّس کا خیال کرتے ہوئے انہیں مقررہ میعاد سے زیادہ ٹھہرنے کی اجازت دے دی۔" [3]

---

[1] روزنامہ سعادت، لائل پور، ۷ راکتوبر ۱۹۵۶ء، ص ۴

[2] ایضاً، ص ۴ [3] ایضاً، ص ۴

اخلاق وسیرت

آئندہ سطور میں آپ حضرت شیخ الحدیث قدس سرہ کے اخلاق وشمائل، عادات واطوار اور گفتار وکردار کا اجمالی بیان پڑھیں گے۔ آپ کو معلوم ہوگا کہ خالق کائنات نے آپ کو ان صفاتِ حمیدہ میں بھی ممتاز مقام عطا فرمایا تھا جن میں انسان کی قدرت واختیار کو دخل نہیں، مثلاً کمالِ خلقت، جمالِ صورت، قوتِ عقل، صحتِ فہم، بالغ نظری، نورِ بصیرت، بے مثال ذہانت، لاجواب ذکاوت، علمی وثوق، حاضر جوابی، فصاحتِ لسان، قوتِ حواس، قوتِ اعضاء، اعتدالِ حرکات اور شرفِ نسب وغیرہ۔ چونکہ بطورِ مصلح ورہبر آپ کا تعلق عامۃ الناس سے لے کر خواصِ اُمت تک تھا، اس لیے اللہ تعالیٰ نے اپنی حکمت بالغہ سے آپ کو ان صفات میں بھی ممتاز فرمایا تاکہ کوئی امر باعثِ نفرت نہ رہے۔ علاوہ ازیں وہ اوصافِ حمیدہ اور فضائل جلیلہ جو اخلاقِ حسنہ کا لازمہ ہیں اور ان میں انسانی اختیار وقدرت کو دخل ہے ـــ ان میں بھی فیاضِ فطرت نے آپ کو وافر حصہ عطا فرمایا، مثلاً احسان، رفق، عدل، امانت، عفت، صدق، زہد فی الدنیا، شفقت، رأفت، رحمت، وفا، حُسنِ عہد، صلہ رحم، تواضع، عفو، صبر، جُود، کرم، سخاوت، سماحت، شجاعت، خوفِ رب، رغبتِ عبادت، ادب وعشقِ رسالت، رسوخ فی العقیدہ، اکابر کا احترام، اصاغر پر شفقت، استقامت واستقلال، خلوص وتقویٰ، عمل بالسنۃ، الحُبُّ فی اللہ والبُغض فی اللہ، مجاہدانہ ہمت، عزمِ راسخ، بلند ہمتی، تسلیم ورضا، امراء سے استغناء، حزم واتقاء، مدح وذم سے بے نیازی، بُردباری، یقین واعتماد، حسنِ تفہیم، تلقینِ صبر، طلباء کی حوصلہ افزائی، خندہ رُوئی، لطافتِ بیان، حاجت روائی، ایثار وقربانی، بے قرار تمنا اور اندازِ موعظت وغیرہا اوصافِ حمیدہ جلیلہ کثیرہ آپ کی سیرت کا ممتاز پہلو ہیں۔ آپ کی زندگی ان اوصاف سے عبارت ہے۔ رزائلِ باطن، جن کا بیان امام احمد رضا قدس سرہ کے ارشاد میں گزر چکا ہے، سے کمالِ تنقیہ و

تصفیہ حاصل تھا۔ غرضیکہ آپ کا اخلاقِ حمیدہ، فضائل مجیدہ اور خصائلِ کمال سے آراستہ تھا اور باطن عیوبِ نفس اور اوصافِ رزیلہ سے منزہ تھا۔ یہی کمالِ اخلاق ہے اور شمائل وخصائل کی معراج ہے۔

حضرت شیخ الحدیث قدس سرہٗ چونکہ بے باک مبلغ تھے، حق گوئی آپ کا شعار تھا۔ اللہ ورسول کی رضا کی خاطر کسی اور کی رضا کی مطلقاً پرواہ نہ تھی، اس لیے فطرتاً انہیں بے شمار معاندین وحاسدین سے واسطہ پڑا۔ ان معاندین وحاسدین نے آپ کی عداوت میں کوئی دقیقہ فروگزاشت نہیں ہونے دیا، مگر عناد اور فساد میں آپ کا کوئی ایک دشمن بھی ایسا نہیں جس نے آپ کی پوری زندگی میں آپ کے کردار واخلاق کی کوئی ادنیٰ سی کمزوری بھی دیکھی ہو۔ ذٰلِكَ فَضْلُ اللّٰهِ يُؤْتِيهِ مَنْ يَّشَاءُ وَاللّٰهُ ذُو الْفَضْلِ الْعَظِيمِ۔ آپ کے اخلاق اور معاندین وحاسدین کے کردار کو سامنے رکھ کر الفضل ما شهدت به الاعداء کی صداقت ملاحظہ کریں۔

حضرت شیخ الحدیث قدس سرہٗ آسمانِ فضیلت کے آفتاب و ماہتاب تھے۔ جامع کمالات تھے۔ کمال میں سمندر کی طرح بے کراں، مگر قلبِ انور میں تواضع کا وہ رنگ کہ خود کو قطرہ تصور فرماتے۔ آپ کی ذاتِ بابرکات قلزمِ علم، اقلیمِ ہنر تھی۔ آپ کا وجودِ مسعود ایک مکتب، ایک مدرسہ، ایک خانقاہ تھا۔ عظمت وکردار کا وہ درخشاں باب، جس کی ضیاء پاشیوں نے بہتوں کو راہِ ہدایت دکھائی۔ اُن کا اخلاق بجائے خود ایک نمونہ تھا ——— علماء کے لیے، طلباء کے لیے، پیرانِ عظام کے لیے، مریدانِ باصفا کے لیے ——— آپ کا حُسنِ سلوک سب کے ساتھ یکساں ہوتا، مگر آپ کے متعلقین میں ہر فرد یہی سمجھتا کہ جو خصوصی تعلق اور شفقت مجھ پر ہے، وہ شاید دوسروں پر نہیں۔ طریقت کی دُنیا میں اسے علامتِ ولایت وکرامت مانا گیا ہے۔

علماء اہل سنت اور مشائخ عظام سے آپ کا سلوک خصوصی ہوتا۔ آپؒ اپنے کردار سے ناظرین کو علماء ومشائخ کے آداب سکھاتے۔ چنانچہ جب بھی علماء ومشائخ حضرات میں سے

کوئی آپ کی ملاقات کے لیے تشریف لاتے، تو اُن کی آمد پر نہایت تزک و احتشام سے استقبال کا انتظام فرماتے۔ ایک مرتبہ کوئٹہ سے حضور سیدنا غوث پاک رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی اولاد سے حضرت پیر سید طاہر علاء الدین گیلانی، لائل پور تشریف فرما ہوئے۔ آپ نے اُن کے استقبال کے لیے شاندار پروگرام ترتیب دیا۔ شہر بھر میں حضرت پیر صاحب کی آمد کا اعلان کرایا، جس کا اثر یہ ہوا کہ لوگ کثیر تعداد میں اسٹیشن پر جمع ہو گئے۔ حضرت پیر صاحب کو ایک ایک بڑے جلوس کی شکل میں جامعہ رضویہ لایا گیا۔ ریل گاڑی سے موٹر کار تک اور جامعہ رضویہ کے قریب جھنگ بازار سے جامعہ رضویہ تک حضرت پیر صاحب کی گزرگاہ پر کپڑا بچھایا گیا۔ خود حضرت شیخ الحدیث قدس سرہ دست بستہ پیچھے پیچھے چل رہے تھے اسی طرح نبیرۂ امام احمد رضا، مولانا محمد ابراہیم رضا جیلانی میاں قادری علیہ الرحمہ (م ۱۳۸۵ھ / ۱۹۶۵ء) جب بریلی شریف سے لائل پور تشریف فرما ہوئے تو اُن کے استقبال کے لیے بھی ایسا ہی انتظام کیا۔ لاہور سے مفتی پاکستان حضرت مولانا ابوالبرکات سید احمد، کراچی سے جگر گوشۂ صدر الشریعہ مولانا علامہ عبد المصطفٰے ازہری یا کوئی اور عالم یا شیخِ طریقت کی لائل پور میں جلوہ گری ہوتی، تو اُن کے استقبال کے لیے ہی شاندار اہتمام فرماتے۔ اپنے استاد زادہ علامہ ازہری صاحب کو دیگر تحائف سمیت شیروانی اور اعلیٰ قیمتی لباس پیش کرتے۔ [1]

علماء و مشائخ کے احترام میں آپ کے کردار کو دیکھ کر لوگوں کے دلوں میں وقار علم و فضل قائم ہو جاتا۔ ادب و احترام کا یہ برتاؤ سادات کرام کے حق میں اور بڑھ جاتا۔ ہر معاملہ میں آپ سادات کرام کو مقدم رکھتے اور انہیں تقسیم میں دوگنا حصہ عطا فرماتے۔ سُنّی علماء سے غایت درجہ محبت فرماتے۔ ایک مرتبہ مولانا ابوالنور محمد بشیر، کوٹلی لوہاراں ضلع سیالکوٹ سے فرمایا:

---

[1] قلمی یادداشت مولانا مفتی محمد عبد القیوم ہزاروی، مخزونہ جامعہ نظامیہ رضویہ، لاہور

"مولانا! میں آپ سے اس قدر خوش ہوں کہ اگر آپ مجھ سے ناراض بھی ہو جائیں، پھر بھی میں آپ سے راضی ہی رہوں گا۔"[۱]

کسی کے خلاف کہی ہوئی بات کو بغیر تحقیق کے کبھی تسلیم نہ فرماتے۔ بالخصوص علماء کے بارے میں کسی بیان کو اس وقت تک قبول نہ فرماتے، جب تک کہ اس کی پوری تصدیق نہ کر لیتے۔ ایک مرتبہ مناظرِ اہلِ سنت حضرت مولانا محمد عمر اچھروی علیہ الرحمہ (م ۱۳۹۱ھ / ۱۹۷۱ء) کے متعلق اخبارات میں شائع ہوا کہ آپ نے سُنّی اور شیعہ کے اختلاف کو معمولی اور فروعی قرار دیتے ہوئے فرمایا کہ ان کا اختلاف صرف "س" اور "ش" کا ہے۔ علماء اہلِ سنت بالخصوص مناظرِ اسلام سے منسوب ایسا بیان ایک بڑے فتنہ کا باعث بن سکتا ہے۔ اخبارات میں شائع شدہ یہ بیان عوام و خواص میں زیرِ بحث آگیا۔ ایک طالبِ علم نے دورانِ تدریس آپ سے مولانا محمد عمر اچھروی علیہ الرحمہ سے منسوب اس بیان پر تبصرہ کرنے اور اس کے قائل سے متعلق حکمِ شرعی بیان کرنے کے لیے عرض کیا۔ آپ نے فرمایا:

"مولانا محمد عمر صاحب سے پوچھے بغیر ان سے منسوب اس بے بنیاد بیان پر فقیر کچھ نہیں کہنا چاہتا۔"[۲]

حضرت شیخ الحدیث قدس سرہ کی عادتِ مبارکہ یہ تھی کہ اکابر علماء و مشائخ اور سادات کرام کو حسبِ دستورِ طریقت نذرانہ پیش کرتے۔ یہ نذرانہ ان کے وقار و احترام کے اظہار کی خاطر ہوتا۔ جناب سید حسین علی رضوی وکیل جاورہ کلید بردار حضرت خواجہ غریب نواز اجمیر شریف حضور اعلیٰ حضرت امام احمد رضا بریلوی قدس سرہ سے بیعت تھے۔ ۱۳۷۸ھ / ۱۹۵۹ء کو وہ پاکستان آئے۔ پیر کوٹھ ضلع خیر پور میں حضرت مولانا مفتی تقدس علی خاں بریلوی کے ہاں حضرت شیخ الحدیث قدس سرہ سے ان کی ملاقات

---

[۱] ہفت روزہ رضائے مصطفیٰ، گوجرانوالہ۔ ۱۳ شعبان المعظم ۱۳۸۵ھ، ص ۳

[۲] روایت مولانا قاضی محمد فضلِ رسول حیدر رضوی، فیصل آباد، ۹ محرم الحرام ۱۴۰۷ھ

ہوئی۔ حسبِ قاعدہ آپ نے حضرت وکیل جادرہ کو نذرانہ پیش کیا۔ حضرت وکیل جادرہ لکھتے ہیں :

"پاکستان سے ہر سال میرے پاس آنے والوں کے ہاتھ نذرانہ بھیجتے تھے اور جب میں پاکستان گیا اور پیر صاحب پاگارہ کا میں مہمان تھا۔ اس وقت تقدس میاں صاحب بھی وہیں تھے۔ ان کے لڑکے کا انتقال ہوگیا تھا' اُن سے ملنے تشریف لاتے، تو مجھ سے وہاں ملاقات ہوگئی۔ حسبِ قاعدۂ عادت جاریہ نذرانہ دیا۔ . . . ." [1]

علماء سے محبت کا یہ عالم تھا کہ دورانِ تدریس جب بھی اوصافِ جمیلہ کا تذکرہ ہوتا آپ بڑی محبت سے علماء اہلِ سنّت کے اوصاف بیان کرنا شروع فرما دیتے۔ فرماتے کہ فلاں مولانا صاحب بہت اچھے مدرس ہیں، فلاں مولانا اچھے مناظر ہیں، فلاں مولانا اچھے مقرر ہیں۔ علیٰ ہذا القیاس اکثر علماء کے فضائل بیان فرماتے۔ اس وقت آپ کا لہجہ انتہائی محبت آمیز ہوتا۔ طلباء اور حاضرین کے دلوں میں احترام اور وقار علماء ہو جاتا۔ [2]

مولانا سید محمد حسن گیلانی، مالک نوری کتب خانہ، لاہور فرماتے ہیں کہ مجھے میرے والد علیہ الرحمہ نے لائل پور بھیجا تاکہ میں آپ کے درسِ حدیث میں شرکت کروں، چنانچہ تین چار ماہ تک میں آپ کے درسِ حدیث میں شریک ہوتا رہا۔ اس دوران میرا کھانا آپ کے گھر سے آتا تھا، جبکہ دیگر طلباء جامعہ رضویہ کے لنگر سے کھانا حاصل کرتے۔ [3]

ایک مرتبہ لائل پور میں موسم پر بارش نہ ہوئی۔ لوگ بارش نہ ہونے سے پریشان تھے اور اپنے طور پر دُعائیں مانگ رہے تھے اور نمازِ استسقاء پڑھ رہے تھے، مگر ہنوز بارش کے

---

[1] ہفت روزہ محبوب حق، لائل پور، ۲ر جنوری ۱۹۶۴ء، ص ۳

[2] قلمی روایت مولانا حافظ احسان الحق، فیصل آباد

[3] قلمی روایت مولانا سید محمد حسن گیلانی، لاہور

ناپید تھے۔ لوگ آپ کے پاس حاضر ہوئے اور اپنی مشکل پیش کر کے طالبِ دعا ہوئے۔ آپ نے فرمایا کہ نمازِ استسقاء کے لیے چند شرائط ہیں، جن کا بیان کتبِ حدیث اور فقہ میں موجود ہے۔ ان میں سے چند ایک یہ ہیں:

- شہر سے باہر کھلے میدان میں، دھوپ میں ادا کی جائے۔
- بچے اور بوڑھے بھی دعائیں مانگیں اور گرمی کی شدت برداشت کریں۔
- اگر ممکن ہو تو جانوروں کو بھی میدان میں کھڑا کیا جائے۔
- نمازِ استسقاء سے پہلے تین دن روزہ رکھا جائے اور خیرات کی جائے۔

چنانچہ نمازِ جمعہ کے بعد آپ نے فرمایا کہ حاضرین میں سے جو سادات کرام ہیں، وہ آگے تشریف لے آئیں۔ چند حضرات آگے آ گئے۔ آپ نے ان میں ہر ایک کا دامن تھام کر بارگاہِ الٰہی میں دعا مانگی کہ اے اللہ! اپنے حبیب پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی اولادِ پاک کے صدقے بارانِ رحمت نازل فرما۔ دعا کے بعد لوگ ابھی اپنے گھروں کو پہنچنے ہی نہ پائے تھے کہ موسلا دھار بارش شروع ہو گئی۔ پورا شہر جل تھل ہو گیا، حالانکہ دعا کے وقت آسمان پر بادل کا کوئی ٹکڑا بھی موجود نہ تھا۔ [۱]

علماءِ کرام کا وقار اور ان کی عزت افزائی کس قدر ملحوظ تھی؟ اس سلسلہ میں آپ کی سیرت سے ایک واقعہ مولانا حافظ اسد احمد خطیب چک جھمرہ، ضلع فیصل آباد کی روایت سے حاضر ہے۔ مولانا موصوف لکھتے ہیں:

"مولانا حافظ سیف الدین صاحب ضلع سرگودھا والے جامعہ رضویہ میں اُستاد تھے۔ کچھ عرصہ بعد وہ یہاں سے جانے کے بعد دوبارہ ملنے کے لیے تشریف لائے۔ میں استاد مولانا سیف الدین صاحب کے پاس بیٹھا تھا۔ مولانا محمد ابراہیم خوشتر آئے تو انہوں نے آکر مولانا سیف الدین صاحب سے

---

[۱] قلمی روایت مولانا رشید احمد، مکتبہ معین الاسلام، فیصل آباد

پوچھا: مولانا! آپ چائے پئیں گے؟ تو انہوں نے کہا کہ نہیں۔ پھر خوشتر صاحب نے پوچھا، کھانا کھائیں گے؟ انہوں نے فرمایا، نہیں۔ پھر پوچھا پانی پئیں گے؟ انہوں نے کہا، نہیں۔ جب مولانا سیف الدین جانے لگے، تو میں انہیں بس تک چھوڑنے کے لیے ساتھ گیا۔ وہاں انہوں نے خود بھی کھانا کھایا اور مجھے بھی کھلایا۔ میں واپس جامعہ رضویہ پہنچا تو حضرت صاحب قبلہ نے مجھے طلب فرمایا اور ارشاد فرمایا: مولانا سیف الدین صاحب نے کھانا کہاں سے کھایا؟ میں نے عرض کی، ہوٹل سے۔ آپ نے مولانا خوشتر صاحب کو بلایا۔ جب وہ حاضر ہوئے، تو آپ نے فرمایا کہ مولانا! یہ کونسا طریقہ ہے کہ مہمان آتے اور آپ اُس سے پوچھیں کہ کھانا کھائیں گے؟ یا چائے پئیں گے؟ کھانے کا وقت ہو تو کھانا کھلائیں، پانی کا وقت ہو تو پانی پلائیں، چائے کا وقت ہو تو چائے پلائیں۔" [1]

---

[1] مکتوب مولانا حافظ اسد احمد، چک جھمرہ، بنام فقیر قادری عفی عنہ ۸ جولائی ۱۹۸۶ء

طلباء سے محبّت

طالبانِ علمِ دین پر بڑی مہربانی اور شفقت فرماتے۔ دینی مدارس اور دینی مدارس کے طلباء کو دیکھ کر آپ بہت خوش ہوتے اور جتنی زیادہ محنت، دینی خدمت اور مذاہبِ باطلہ کا رد کرتا۔ آپ اتنا ہی اس سے خوشنودی کا اظہار فرماتے۔ بعض اوقات طلباء کی مالی خدمت اور اُن کی دعوت بھی فرماتے اور علماء اہلِ سنّت کی ضروری تصانیف ان میں تقسیم فرماتے۔ آپ کو کبھی کسی طالب علم کو جھڑکتے اور مارتے نہیں دیکھا گیا۔ آپ طلباء کے ساتھ بالخصوص بڑے اخلاص و اخلاق سے پیش آتے۔ چھوٹے چھوٹے طالب علموں کو "مولوی صاحب" "حافظ صاحب"۔ "مولانا صاحب" کے معزز الفاظ سے یاد فرماتے، ان کی ڈھارس بندھاتے محنت کے ساتھ علمِ دین حاصل کرنے اور خلوص کے ساتھ خدمتِ دین کی تلقین فرماتے۔ مذہبِ حق اہلِ سنّت پر مضبوطی سے قائم رہنے اور باطل کے مقابل ڈٹے رہنے کی نصیحت کرتے طلباء میں آپ کی نصیحت آمیز شفقت بھری باتوں سے خود بخود علمِ دین حاصل کرنے کا شوق اور خدمتِ دین کا جذبہ پیدا ہو جاتا۔ آپ کی گفتگو اور زیارت سے کئی "دنیا دار" "دین دار" بن جاتے اور دنیوی تعلیم اور کاروبار چھوڑ کر علمِ دین اور خدمتِ اسلام کو اپنا نصب العین بنا لیتے آپ نے کئی طلباء کو علم پڑھانے کے علاوہ انہیں حرمین طیبین میں حاضری کی سہولت بہم پہنچائی اُن کی شادی اور نکاح کا اہتمام فرمایا۔[1]

مولانا ابو داؤد محمد صادق، گوجرانوالہ لکھتے ہیں؛

"خود راقم الحروف پر آپ بڑی شفقت و نوازش فرماتے، حج و زیارت کی سعادت سے مشرف ہونے کے موقعہ پر آپ نے بڑی حوصلہ افزائی فرمائی۔ روانگی

---

[1] پندرہ روزہ رضائے مصطفیٰ، گوجرانوالہ: ۱۲ شعبان المعظم ۱۳۸۵ھ، ص ۷

سے قبل شاہی مسجد (فیصل آباد) میں تقریر کروائی اور آپ خود اور دیگر احباب سے امداد دلوائی ـــــ اور جب فقیر مع والدہ وہمشیرہ حج وزیارت کی سعادت کے حصول کے بعد واپس ہوا تو لاہور ریلوے اسٹیشن پر آپ کو استقبال کے لیے موجود پایا۔ پھر آپ نے لائل پور بُلایا۔ شاہی مسجد میں تقریر کرائی اور حرمین طیبتین کی حاضری کے واقعات سُن کر بڑی مسرت کا اظہار فرمایا۔ مختلف اوقات میں مقدمات وگرفتاری کے مواقع پر بھی آپ بڑی ہمدردی وخیر خواہی فرماتے رہے اور نکاح کے موقعہ پر بھی بنفسِ نفیس شرکت فرما کر شفقت کا بھرپور مظاہرہ فرمایا۔"[1]

ایک موقعہ پر حضرت مولانا محمد عبدالغفور ہزاروی علیہ الرحمہ نے آپ سے پوچھا کہ آپ چھوٹے چھوٹے طالب علموں کو بھی "مولانا" کیوں کہہ دیتے ہیں؟ آپ نے فرمایا:

"مولانا! ان طالب علموں کو قریب لانے کی ضرورت ہے۔ اگر ان پر شفقت نہ کی جائے تو یہ بھاگ جائیں گے۔"[2]

مولانا مجیب الاسلام اعظمی (بھارت) آپ کے تلامذہ میں سے ہیں، وہ اپنا ایک واقعہ بیان کرتے ہیں:

"طلبہ کے ساتھ کمالِ شفقت کا ایک واقعہ حاضر ہے۔ جاگیر سے فقیر کو جو کھانا ملتا، وہ کچھ اچھا نہ ہوتا۔ حضرت کی قیام گاہ مسجد بی بی جی کا کمرہ تھا۔ فقیر بھی حضرت کی خدمت میں رہا کرتا تھا۔ اکثر و بیشتر کھانا دیکھ کر فرماتے کہ مجھے بھوک لگ رہی ہے، اپنا کھانا دے دو۔ میں اس وقت کھالوں، میرا کھانا تم کھالینا۔ بہت دنوں کے بعد معلوم ہوا کہ حضرت جب ملاحظہ فرماتے کہ کھانا کہ اس کے مزاج کے مطابق نہیں تو خود تناول فرما لیتے اور اپنا کھانا

---

[1] پندرہ روزہ رضائے مصطفےٰ گوجرانوالہ: ۱۳ شعبان المعظم ۱۳۸۵ھ، ص ۷، ۹

[2] قلمی یادداشت: مولانا محمد عبدالحکیم شرف قادری، مخزونہ جامعہ نظامیہ رضویہ، لاہور

ہمارے لیے چھوڑ دیتے۔" [1]

مولانا مفتی محمد حسین نعیمی، مہتمم جامعہ نعیمیہ گڑھی شاہو، لاہور آپ کے طلباء پر شفقت کے بارے میں فرماتے ہیں:

"آپ طلباء کی اکثر خفیہ طور پر امداد فرماتے تاکہ اُن کی عزت نفس مجروح نہ ہو۔" [2]

حافظ الحدیث حضرت مولانا حافظ عبدالعزیز مبارک پوری، شیخ الحدیث دارالعلوم اشرفیہ مبارک پور (انڈیا) آپ کی سیرت سے متعلق وہ ایک واقعہ لکھتے ہیں:

" ترمذی شریف کی حدیث ہے: طعام الواحد یکفی الاثنین وطعام الاثنین یکفی الثلاثۃ (الحدیث) یعنی ایک شخص کا کھانا دو کے لیے کافی ہو سکتا ہے اور دو کا تین کے لیے کافی ہو سکتا ہے۔ اس حدیث پر حضرت علامہ موصوف (شیخ الحدیث قدس سرہ) نے پورا عمل کیا۔ واقعہ یہ ہے کہ جب آپ دارالعلوم منظر اسلام بریلی شریف کے شیخ الحدیث تھے، تو میں نے آپ کی خدمت میں ایک طالب علم حافظ محمد صدیق مرادآبادی کو تحصیل علم کے لیے روانہ کیا۔ حضرت موصوف نے اس کو دارالعلوم منظر اسلام میں داخل کر لیا، مگر اس کے لیے کھانے کا انتظام نہ ہو سکا۔ حضرت کا جو کھانا معمولاً آیا کرتا تھا، اسی کھانے میں اپنے ساتھ کھلانا شروع کر دیا۔ دو چار، دس بیس روز تک نہیں، بلکہ جب تک حافظ محمد صدیق بریلی شریف رہے، برابر اُن کو اپنے ساتھ اسی ایک کھانے میں شریک رکھا۔ ان سے فرمایا کرتے تھے: "کھاؤ، بسم اللہ پڑھ کر کھاؤ، ان شاء اللہ دونوں کو کافی ہوگا۔" حافظ محمد صدیق کا بیان ہے کہ میرا پیٹ تو بھر جاتا تھا، حضرت مولانا کے متعلق

---

[1] ماہنامہ نوری کرن، بریلی۔ مارچ، اپریل ۱۹۶۳ء، ص ۱۳

[2] قلمی یادداشت مولانا مفتی محمد حسین نعیمی، لاہور، مخزونہ جامعہ نظامیہ رضویہ، لاہور

میں کچھ نہیں کہہ سکتا۔ حضرت مولانا موصوف علیہ الرحمہ کا یہ وہ عمل ہے جو فی زمانہ اپنی آپ ہی نظیر ہے۔" [1]

فرمانِ رسول پر وثوق، سنتِ مصطفےٰ پر عمل، طلباء پر شفقت، اپنے معاصر علماء کی دل جوئی، استقلال اور دیگر اوصاف اس ایک ہی واقعہ سے عیاں ہیں۔

جامعہ رضویہ میں دیگر عطیات کے علاوہ زکوٰۃ و صدقات بھی جمع ہوتے۔ چونکہ جامعہ میں سیّد طالب علم بھی ہوتے تھے۔ ان کے اخراجات کا کفیل جامعہ رضویہ ہی ہوتا تھا، لیکن مسئلہ کی رُو سے زکوٰۃ کی رقم سادات پر خرچ نہیں کی جا سکتی۔ اس صورتِ حال کے پیش نظر آپ نے ناظمِ مالیات کو ہدایت کر رکھی تھی کہ زکوٰۃ کی رقم کسی غریب غیر سیّد طالب علم کو دے کر اس کا مالک بنا دیا کریں، وہ طالب علم اپنی رضا سے وہی رقم جامعہ کو ہبہ کر دے اس رقم کی حیثیت زکوٰۃ سے بدل کر ہبہ کی بن چکی ہوتی ہے، لہٰذا اس کا سادات کرام پر صرف کرنا جائز ہو جاتا ہے۔ شریعت میں اسے "حیلہ" کہتے ہیں۔ قرآن و حدیث اس قسم کے صحیح حیلہ کی اجازت دیتے ہیں۔

ایک مرتبہ ناظمِ مالیات نے آمدہ زکوٰۃ کی رقم ایک غریب طالب علم کی مِلک میں دی تاکہ وہ اپنی رضا سے ہبہ کر دے۔ مگر خلافِ توقع اس طالب علم نے وہ رقم واپس ہبہ نہ کی۔ جب حضرت شیخ الحدیث علیہ الرحمہ کو اس واقعہ کی اطلاع ملی تو آپ نے فرمایا، "آپ اسے مجبور نہ کریں، وہ اس رقم کا مالک ہے۔ ہبہ کرنا یا نہ کرنا اس کی رضا پر موقوف ہے۔" چنانچہ کارکنانِ جامعہ رضویہ کی طرف سے اس سے باز پُرس نہ کی گئی [2]

جامعہ رضویہ کے عطیات کے بارے میں آپ کی عادت اور اتقاء کا یہ عالم تھا کہ ایک مرتبہ دفتر جامعہ میں روپے پیسے کی گنتی ہو رہی تھی۔ اسی اثناء میں آپ کے

---

[1] ماہنامہ نوری کرن، بریلی (محدثِ اعظم پاکستان نمبر) مارچ، اپریل ۱۹۶۳ء، ص ۲۷، ۲۸

[2] قلمی یادداشت مولانا محمد معراج الاسلام، صدر مدرس دار العلوم محمدیہ غوثیہ، بھیرہ ضلع سرگودھا

چھوٹے صاحبزادہ صاحب، جو ابھی بچے تھے، آ گئے اور کھیلنے لگے۔ آپ نے کارکنوں کو تاکیدًا سمجھا دیا کہ بچے کو ان پیسوں سے کچھ نہ لینے دیا جائے۔ اگر وہ نادانی کی بنا پر کوئی روپیہ پیسہ اُٹھائے گا تو اس کا ذمہ دار کون ہو گا؟ [۱]

ایک مرتبہ ایک طالب علم نے کھانا کھانے کے بعد روٹی کا بچا ہوا ٹکڑا حضرت شیخ الحدیث قدس سرہ کی بھینس کو کھلانا چاہا۔ آپ کی نظر پڑ گئی۔ فرمایا "کیا کر رہے ہو؟ طالب علم نے عرض کی "حضور روٹی کھانے سے ٹکڑا بچ گیا ہے، وہ بھینس کو دینے لگا ہوں" فرمایا، لنگر کی روٹیاں طلباء کا حق ہے، میری بھینس کا حق نہیں۔ اس بچے ہوئے ٹکڑے کو لنگر میں رکھ آؤ۔ ٹکڑے جمع ہو کر فروخت ہو جائیں گے، پھر طلباء کے کام آ سکتے ہیں۔" [۲]

طلباء پر شفقت کا یہ عالم تھا کہ ان سے پوچھے اور بتائے بغیر کہیں تشریف نہ لے جاتے۔ جہاں کہیں وعظ و تبلیغ کے لیے جانا ہوتا یا کسی کے ہاں کھانے کی دعوت پر جانا ہوتا تو طلباء کو بتا لیتے ——— اور طلباء کو مطلع کرنے کا انداز یہ ہوتا گویا اُن سے اجازت لے رہے ہیں۔ حالانکہ اس کی حاجت نہ تھی اور نہ ہی متصور تھا کہ آپ اگر انہیں بتائے بغیر کہیں تشریف لے جائیں تو طلباء کبیدگی محسوس کریں گے تاہم جہاں بھی تشریف لے جاتے، کام ختم ہونے کے بعد فوراً واپس ہوتے تاکہ اسباق پڑھانے میں تاخیر یا وقفہ نہ ہونے پائے۔ یہی وجہ ہے اکثر موقعوں پر تقریر ختم ہونے پر آپ رات ہی کو سفر کرتے تاکہ صبح دار الحدیث کے اسباق کا ناغہ نہ ہو۔

ایک مرتبہ ایک نیازمند حاضرِ خدمت ہوا اور عرض کی حضور! میں آپ کو اپنے ہاں کھانے کی دعوت دینا چاہتا ہوں۔ فرمانے لگے: ارے بندۂ خدا! یہ طلباء بیچارے کہاں کہاں سے پڑھنے کے لیے آتے ہیں۔ ان کو چھوڑ کر میں دعوتیں کھاتا پھروں۔ یہ مناسب نہیں۔ میں تو ان کا

---

[۱] قلمی یادداشت مولانا محمد معراج الاسلام صدر مدرس دار العلوم محمدیہ غوثیہ، بھیرہ، ضلع سرگودھا

[۲] مکتوب صوفی فرزند علی، حال مقیم اڈہ بنواں ضلع شیخوپورہ بنام فقیر قادری عفی عنہ محررہ مئی ۱۹۸۵ء

خادم ہوں۔ ان کی اجازت کے بغیر کہیں نہیں آجا سکتا۔" نیازمند نے عرض کی "سرکار اجازت فرمائیں، تو میں درِ دولت پر ہی کھانا پکوالیتا ہوں۔" فرمایا: "وہ آپ کی مرضی، اگر ایسا کرلیں، تو ٹھیک ہے۔" دعوت تیار ہوگئی۔ کچھ احباب باہر سے ملاقات کے لیے آئے ہوئے تھے۔

آپ نے حجرہ میں ایک بہترین دسترخوان بچھایا اور فرمایا: "یہ دسترخوان مدینہ پاک سے لایا ہوں۔" احباب کے ساتھ مل کر خود کھانا تناول فرمایا۔ پھر خدام حاضرین سے کھانا کھانے کے متعلق ارشاد فرمایا اور ویسے ہی پھر دسترخوان کی تعریف فرمائی۔ خدام کھانا کھا چکے۔ آپ نے فرمایا: "مولانا خوب کھائیں، خوب کھائیں۔" خدام نے آپ کے ارشاد پر دوبارہ کھانا کھایا۔ پھر فرمایا: "آج میں نے نبی پاک علیہ الصلوٰۃ والسلام کی سرکار حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ والی سنّت ادا کی ہے جس کے متعلق سرکارِ اعلیٰ حضرت مجدد دین و ملت رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ارشاد فرمایا ہے ؎

کیوں جنابِ بوہریرہ کیسا تھا وہ جامِ شیر
جس سے سَتّر صاحبوں کا دُودھ سے منہ پھر گیا" [1]

طلباء سے خصوصی محبّت کا یہ عالم تھا کہ دوسری مرتبہ جب آپ زیارت حرمین طیبین اور حج کے لیے تشریف لے گئے، تو واپسی پر درجہ حدیث کے طلباء کے لیے مدینہ منورہ سے ٹوپیاں خرید کر لائے۔ فرماتے تھے اس مرتبہ فارغ التحصیل علماء کو دستار بندی کے موقعہ پر مدنی ٹوپی بھی ملے گی۔ چنانچہ سالانہ جلسہ دستارِ فضیلت کے موقعہ پر ساٹھ کے قریب فضلاء کو مدنی ٹوپی پہنائی گئی۔ [2]

طلباء کی تعلیم کے ساتھ ساتھ اُن کی تربیت کا بہت لحاظ رکھتے۔ تدریس کے دوران اکثر فرمایا کرتے: "مولانا! فارغ ہونے کے بعد پیسوں کے لیے تقریریں نہ کرنا۔ دین کی خدمت،

---

[1] مکتوب صوفی فرزند علی، پنواں ضلع شیخوپورہ بنام فقیر قادری عفی عنہ۔ محررہ مئی ۱۹۸۵ء

[2] قلمی یادداشت مولانا مفتی محمد عبدالقیوم ہزاروی، مخزونہ جامعہ نظامیہ رضویہ، لاہور

خدا اور رسول کی رضا کے لیے وعظ کرنا۔ اگر تم اللہ تعالیٰ کی رضاجوئی کے لیے دین کی خدمت کرو گے تو اللہ تعالیٰ تمہیں وہاں سے روزی دے گا، جہاں سے وہم و گمان بھی نہ ہو گا۔"

اسی سلسلہ میں اپنا ایک واقعہ بیان فرمایا:

ارشاد ہوا "میں نے بہت جگہوں پر تقریریں کی ہیں۔ کہیں سے پانچ روپے ملے، کہیں سے دس روپے ـــــ اور بعض دفعہ کہیں سے بظاہر کچھ نہ ملا۔ میں بہت خوش ہوتا کہ آج کا بیان خالص اللہ تعالیٰ کی رضا کے لیے ہو گیا۔ ایک مرتبہ فلاں جگہ میں نے تقریر کی۔ ان لوگوں نے مجھے کچھ نہ دیا۔ میں بہت خوش گھر لوٹا۔ ابھی گھر پہنچا ہی تھا کہ ایک شخص حاضر ہوا اور عرض کرنے لگا، حضور! میرے ہاں کراچی سے برات آئی ہے۔ کرم فرمائیں اور نکاح آپ پڑھائیں ـــ میں نے نکاح پڑھایا۔ ان لوگوں نے دو سو روپے میری نذر کیے۔ میں نے دل میں سوچا کہ حبیب پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ذکرِ پاک کی برکت اور انہی کا صدقہ ہے اتنا دلوایا کہ کئی تقریروں سے بھی نہیں مل سکتا۔" واقعہ بیان کرنے کے بعد فرمایا:

"مولانا! اللہ تعالیٰ کی رضا کے لیے دین کی خدمت کرنا بہت بڑی بات ہے

او ... نہ روزی ملتی ہے۔" [1]

...قعہ پر آپ نے طلباء کو نصیحت کرتے ہوئے فرمایا:

...یں آپ کو ایک وظیفہ بتاتا ہوں۔ آپ پتھر پر بیٹھ کر دین کی خدمت کریں گے

اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے پتھر سے آپ کے لیے روزی اُگے گی۔" [2]

حضرت شیخ الحدیث قدس سرہ طلباء کی مالی ضروریات کو بھی پورا کرتے اور پھر ان کے بدلہ کا تصور بھی نہ فرماتے۔ مالی خدمات اس انداز سے فرماتے کہ طالب علم کی عزتِ نفس بھی مجروح نہ ہونے پائے۔ حضرت مولانا پیر محمد فاضل ڈھانگری (آزاد کشمیر) اپنے طالب علمی کے دَور کا ایک واقعہ یُوں بیان کرتے ہیں:

---

[1] مکتوب صوفی فرزند علی، بعنوان بنام فقیر قادری عفی عنہ، محررہ مئی ۱۹۸۵ء
[2] ایضاً:

"سنہ ۱۳۵۸ھ / سنہ ۱۹۳۹ء کی بات ہے۔ حزب الاحناف لاہور کا سالانہ جلسہ جامع مسجد وزیر خاں میں منعقد ہوا۔ اس جلسہ میں مولانا سید محمد نعیم الدین مرادآبادی، مولانا حشمت علی لکھنوی اور دیگر اعاظم فضلا کے علاوہ حضرت مولانا محمد سردار احمد شیخ الحدیث، بریلی شریف سے جلوہ فرما ہوئے۔ میں ان دنوں دارالعلوم حزب الاحناف لاہور میں درسِ حدیث میں شامل تھا۔ حضرت شیخ الحدیث قدس سرہ کے زہد و تقویٰ اور علم و فضل سے میں بہت متاثر ہوا۔ حاضرِ خدمت ہو کر میں نے عرض کی کہ بریلی شریف میں دورۂ حدیث میں داخلہ کے کوائف کیا ہیں؟ آپ نے فرمایا کہ اگر کوئی طالب علم دیگر علوم و فنون سے فراغت حاصل کر لے تو اسے دورۂ حدیث میں داخلہ مل جاتا ہے۔ میں نے عرض کی کہ میں دورۂ حدیث کے لیے بریلی شریف حاضر ہو جاؤں گا۔ اس وقت میرے پاس بریلی شریف پہنچنے کے لیے زادِ راہ نہ تھا۔ آپ نے اسے بھانپ لیا اور فرمایا کہ آپ صبح سامان لے کر آجائیں، زادِ راہ ہم پیش کر دیں گے۔ رات کو آپ کا بیان ہوا، موضوع تھا "نورانیتِ مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم" حسبِ پروگرام میں صبح حاضر ہوا۔ آپ نے مجھے ساتھ لیا اور لاہور سے براستہ امرتسر بریلی پہنچ گئے۔ چند دنوں کے بعد میں نے خط لکھ کر گھر سے پیسے منگوا لیے اور سفر خرچ کے جتنے پیسے بنتے تھے، وہ حضرت شیخ الحدیث قدس سرہٗ کی خدمت میں پیش کیے۔ آپ نے فرمایا: "ارے بندۂ خدا! ہم نے تو یہ کام للہ کیا تھا، یہ قرض نہیں۔ اللہ رسول کی رضا کے لیے آپ سے تعاون کیا تھا، اللہ تعالیٰ اسے قبول فرمائے۔" [1]

---

[1] (ا) قلمی یادداشت حضرت مولانا پیر محمد فاضل ڈھانگری، مملوکہ فقیر قادری عفی عنہ
محررہ ۱۲ رمضان المبارک سنہ ۱۴۰۶ھ

(ب) مکتوب مولانا محمد گل احمد خاں عتیقی صدر مدرس انجمن نعمانیہ لاہور، بنام فقیر قادری عفی عنہ
محررہ ۹ دسمبر سنہ ۱۹۸۵ء

موصوف مذکور فرماتے ہیں کہ میرے دل میں یہ چاہت رہتی تھی کہ آپ کی خدمت میں کچھ تحفہ پیش کروں، مگر مجھے موقعہ میسّر نہ آتا تھا۔ ایک دن صبح سویرے باہر تشریف لاتے۔ میں سامنے کھڑا تھا۔ مجھے فرمایا کہ بازار سے فلاں فلاں چیز لے آؤ۔ میں نے موقعہ کو غنیمت جانا۔ بڑی مسرّت سے بازار سے مطلوبہ اشیاء خرید کر حاضر کیں۔ آپ اندر تشریف لے گئے اور مجھے فرمایا کہ تم یہاں ٹھہرو، جتنے پیسے سودے کے بنتے تھے، وہ لا کر دیئے، مگر میں نے لینے سے معذرت کر دی۔ آپ نے فرمایا کہ مولانا جو چیز میں بازار سے لانے کے لیے کہتا ہوں، اس کے پیسے میں نے بہر حال دینے ہوتے ہیں۔ میں نے بڑی حکمت اور لجاجت سے کام لیتے ہوئے عرض کی حضرت آپ کی کرم نوازی اور شفقت ہوگی۔ آپ دوبارہ اندر تشریف لے گئے۔ جب واپس تشریف لائے، تو آپ کے دستِ اقدس میں تفسیرِ عزیزی کا انتیسواں پارہ تھا۔ مجھے عطا کرتے ہوئے فرمایا کہ میری طرف سے یہ بطورِ تبرک ہے۔ اس کا مطالعہ کیا کرو۔ میں نے لینے سے انکار کیا اور سوچا کہ آپ نے جو سودا منگوایا ہے، اس کا بدلہ ادا کرنا چاہتے ہیں۔ بہر حال آپ کے اصرار پر میں خاموش ہوگیا اور وہ کتاب لے لی۔[1]

آپ کی محبّت، شفقت، رأفت اور طالب علموں کی حوصلہ افزائی کے لیے مولانا حافظ اسد احمد، خطیب چک جھمرہ، ضلع فیصل آباد کی زبانی ایک واقعہ سنیئے۔ مولانا فرماتے ہیں:

> "ایک دفعہ دورانِ تعلیم حضرت قبلہ شیخ الحدیث قدس سرہ نے مجھے ارشاد فرمایا کہ مولانا محمد شریف کو بلائیں۔ میں نے سوچا کہ محمد شریف نام کے ایک استاذ جامعہ رضویہ ہیں اور جبکہ ایک طالب علم کا نام بھی محمد شریف ہے۔ میں تردّد میں پڑ گیا کہ استاد مولانا محمد شریف کو بلاؤں یا طالب علم محمد شریف کو۔ میں نے عرض کی حضور! مولانا محمد شریف کو بُلاؤں یا طالب علم محمد شریف کو۔ آپ نے فرمایا: "ارے طالب علم مولانا نہیں ہوتے۔"[2]

---

[1] قلمی یادداشت مولانا پیر محمد فاضل ڈھانگری، محررہ ۱۲ رمضان المبارک ۱۴۰۶ھ

[2] مکتوب مولانا حافظ اسد احمد، چک جھمرہ، بنام فقیر قادری عفی عنہ، محررہ ۸ جولائی ۱۹۸۶ء

طلباء کی تربیت میں انتہائی ملائم پہلو اختیار فرماتے۔ کبھی سختی نہیں کی۔ حسبِ حال درست پہلو ارشاد فرما دیتے۔ مولانا حافظ اسد احمد خطیب چک جھمرہ، ضلع فیصل آباد، جامعہ رضویہ کے طالب علم رہے ہیں، وہ اپنا واقعہ یوں بیان کرتے ہیں:

"جامعہ رضویہ میں دورانِ تعلیم ایک دفعہ صوفی اللہ رکھا خادم جامعہ سے میرا جھگڑا ہو گیا۔ میں نے صوفی اللہ رکھا سے بہت باتیں کیں۔ حضرت صاحب میرے نام کی مناسبت سے مجھے فرمایا کرتے تھے کہ یہ ہمارا شیر ہے۔ دوسرے روز جب حضرت سلمہ بن اکوع رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا واقعہ بیان فرمایا کہ انہوں نے بڑی بہادری سے اکیلے ہی منافقین کا مقابلہ کیا۔ پھر فرمانے لگے "ارے شیر اپنوں پر تو بپھرا نہیں کرتے" اس سے میری اصلاح مقصود تھی۔ اس ارشاد سے میں بہت متاثر ہوا اور آئندہ کے لیے مزید محتاط ہو گیا۔"[1]

آپ کی مساعی تبلیغ و اشاعت سے مسلکِ اہل سنّت کا تعارف عام ہوا۔ دور دراز علاقوں بلکہ دیہات کے لوگ اپنی دینی ضروریات کے لیے آپ کی طرف متوجہ ہونے لگے۔ اپنی مساجد میں ائمہ و خطباء حضرات کے لیے آپ سے درخواست کرتے۔ اس ضرورت کو پورا کرنے کے لیے آپ نے طلباء کرام پر خصوصی توجہ دی اور ان کے لیے مختلف علاقوں میں مدارس کے قیام کا اہتمام فرمایا۔ اساتذہ کرام کو محنت اور لگن سے طلباء کی تعلیم و تربیت کے لیے فرماتے ادھر عوام الناس کو اپنے بچوں کی دینی تعلیم و تربیت کے لیے تیار کرتے، ان کی حوصلہ افزائی فرماتے۔ زیرِ تربیت طلباء کو محنت کر کے جلد از جلد تعلیم سے فراغت کی رغبت دلاتے ـــــ عوام الناس کو علماء اور طلباء کی عزّت و وقار اور علماء و طلباء کو عزّتِ نفس اور استغناءِ طبع کی ہدایات فرماتے، چنانچہ جب بھی کوئی طالب علم یا عالم آپ کی خدمتِ اقدس میں حاضر ہوتا تو آپ اس سے کارکردگی اور خدماتِ دینیہ سے متعلق ضرور سوال فرماتے۔ اگر مخاطب عالم

---

[1] مکتوب مولانا حافظ اسد احمد، چک جھمرہ، بنام فقیر قادری عفی عنہ، محررہ ۸ جولائی ۱۹۸۶ء

یا طالب علم اپنی بہتر کارکردگی سے مطلع کرتا، تو آپ نہایت خوش ہوتے، دعائیں دیتے اور فرماتے: مولانا! خوب محنت سے مسلکِ حقّہ کی خدمت کرو اور جم کر کام کرو اور اگر حاضر ہونے والا عالم یا طالب علم اپنی خاطر خواہ کارکردگی کا اظہار نہ کرتا، تو آپ اظہارِ تاسف فرماتے اور اسے خدمتِ دین کی رغبت دلاتے۔ اگر کسی مطلوبہ جگہ کے لیے اس کو موزوں پاتے تو فوراً آپ رغبت اور احساس دلا کر اس جگہ کام کے لیے متعین فرما دیتے۔ آپ کے اس طرزِ عمل سے ایک طرف علماء کرام میں برتری اور خود شناسی کا جذبہ بیدار ہوگیا، جس سے وہ اپنے آپ کو دینی خدمات کا اہل ثابت کرنے کی کوشش کرتے۔ دوسری طرف عوام النّاس میں علماء کی قدر شناسی کا جذبہ پیدا ہوگیا، جس کی بناء پر لوگ ایک عالم کو گراں قدر تحفہ سمجھ کر حاصل کرتے۔ آپ کے اس طریق کار سے علماء کا وقار بحال ہوگیا اور عوام النّاس کی ضرورت پوری ہو جاتی۔ آپ کے اس طریق کار سے جامعہ رضویہ، علماء کرام اور عوام النّاس دونوں کے لیے مرجع بن گیا، جس کی وجہ، آپ کا جذبہ، تڑپ، خلوص، محنت اور بے قرار تمنا تھی ——— چنانچہ جامعہ رضویہ نے ایک عظیم روحانی انقلاب برپا کر دیا۔ [1]

رمضان المبارک کی آمد پر پاکستان کے مختلف علاقوں کے حفاظ کرام جامعہ رضویہ میں آنے شروع ہو جاتے۔ ایک مرتبہ حفاظ کرام کو دیکھ کر اظہارِ مسرت فرمایا اور تحدیثِ نعمت کے طور پر فرمایا:

> "لائل پور میں بہت سی منڈیاں ہیں۔ گھوڑوں کی منڈی، بھینسوں کی منڈی، غلّہ کی منڈی (دیگر چند قسم کی منڈیوں کا ذکر کر کے فرمایا) جامعہ رضویہ بھی طلباء، علماء، ائمہ، خطباء اور حفاظ کی منڈی ہے۔ لوگ آتے ہیں اور اپنی دینی ضروریات کے پیشِ نظر کوئی حافظ لے جاتا ہے۔ کوئی حافظ عالم کا

---

[1] قلمی یادداشت مولانا محمد عبدالقیوم ہزاروی، مخزونہ جامعہ نظامیہ رضویہ، لاہور

نوٹ: "جامعہ رضویہ" کے ہمہ گیر روحانی انقلاب سے واقفیت کے لیے کتاب ہذا کا جامعہ رضویہ کا باب پڑھیں

سوال کرتا ہے۔ کوئی حافظ واعظ مانگتا ہے۔ کسی کو حافظ مناظر کی ضرورت ہوتی ہے۔ ہماری منڈی میں ہر قسم کا حافظ، عالم، امام اور خطیب دستیاب ہوسکتا ہے۔ الحمد للہ رب العالمین۔" [1]

علماء کے کسی جگہ تقرر میں آپ کی عادت مبارکہ یہ تھی کہ عالم کو وہاں کام کرنے کا مشورہ دے کر راجح پہلو واضح کر دیتے، مگر فیصلہ مخاطب پر چھوڑ دیتے۔ کسی عالم پر خواہ مخواہ اپنا حکم مسلط نہ فرماتے۔ اس سلسلہ کا ایک واقعہ مولانا مفتی محمد عبد القیوم ہزاروی مہتمم جامعہ نظامیہ رضویہ، لاہور سے سُنیئے:

موصوف بیان کرتے ہیں کہ ۱۹۵۵ء/ ۱۳۷۵ھ کا واقعہ ہے کہ میں دار العلوم حزب الاحناف لاہور سے فارغ ہونے کے بعد جامعہ حنفیہ قصور میں تدریس کے فرائض سرانجام دیتے ہوئے بیمار ہو گیا جس کی بنا پر مجھے وہاں سے مستعفی ہونا پڑا۔ علالت کے دوران میں چک نمبر ۱۲۶ اگ۔ب جڑانوالہ اپنے گھر میں تھا کہ آپ کو میری علالت کا علم ہوا۔ آپ نے مولانا انوار الاسلام صاحب کو، جو اس وقت جامعہ رضویہ لائل پور کے طالب علم تھے، میری تیمارداری کے لیے بھیجا۔ جب مولانا تشریف لائے، تو میں صحت یاب ہو چکا تھا۔ مولانا موصوف نے لائل پور واپس جا کر میری صحت کی اطلاع دی۔ پھر آپ نے مولانا کو بھیج کر مجھے طلب فرمایا۔ میں حاضر ہوا۔ آپ نے مجھے فرمایا کہ مولانا! سمندری میں ایک مسجد کے لیے خطیب و امام کی ضرورت ہے۔ آپ کا وہاں جانا مناسب ہے اور چونکہ سمندری میں اہل سنت کا کوئی مدرسہ نہیں، اس لیے آپ وہاں مدرسہ قائم کریں۔ میں اگرچہ خطابت و امامت کا تجربہ نہیں رکھتا تھا اور نہ ہی اس طرف طبعی میلان تھا، مگر چونکہ آپ نے مدرسہ کے قیام کا بھی ارشاد فرمایا تھا، اس لیے میں نے ادباً آپ کے ارشاد پر عمل کیا، چنانچہ میں سمندری پہنچا۔ وہاں کے عوام میں صرف امامت و خطابت

---

[1] مکتوب صوفی فرزند علی ہنوال، ضلع شیخوپورہ، بنام فقیر قادری عفی عنہ۔ محررہ ۱۸ مئی ۱۹۸۶ء

ہی کی دلچسپی محسوس کی۔ مدرسہ سے بے رغبتی پاکر ایک ہفتہ بعد واپس لائل پور آکر رپورٹ پیش کر دی اور ساتھ ہی عرض کر دیا کہ حضور میری بجائے وہاں خطابت کے لیے کسی اور صاحب کا تقرر فرمائیں، تو بہتر ہے، کیونکہ خطابت میرا طبعی لگاؤ نہیں۔ نیز میرا دیرینہ شوق ہے کہ میں آپ سے شرفِ تلمذ حاصل کر لوں۔ اگر اجازت ہو تو میں جامعہ رضویہ میں دورۂ حدیث میں شریک ہو جاؤں۔ آپ نے میری درخواست کو قبول فرماتے ہوئے دورۂ حدیث میں شریک ہونے کی اجازت دے دی۔

دورۂ حدیث میں شرکت کے بعد اختتامِ سال پر آپ نے مجھے مولانا عبدالغفور صاحب کی درخواست پر پیر محل کے مدرسہ میں صدر مدرس مقرر کر کے بھیج دیا۔ چونکہ رمضان المبارک میں سالانہ تعطیلات کا موقعہ تھا۔ صرف تعارف کے لیے مولانا عبدالغفور صاحب مجھے ہمراہ لے گئے۔ تعطیلات میں واپس گھر آگیا۔ رمضان المبارک میں آپ نے مجھے اپنے گاؤں سے طلب کیا اور فرمایا کہ آپ کے استاد مولانا غلام رسول صاحب کا لاہور سے خط آیا ہے کہ مولوی محمد عبدالقیوم کو لاہور میرے پاس بھیج دیں، کیونکہ یہاں مسجد خراسیاں (اندرون لوہاری دروازہ) میں مدرسہ کا اجراء کرنا ہے۔ اطلاع کے بعد آپ نے مجھے فرمایا کہ کیا خیال ہے؟ پیر محل میں مشاہرہ کافی ہے اور آرام ہے، جبکہ لاہور میں مدرسہ کا ابتدائی دور ہے، تکالیف کا پیش آنا ممکن ہے۔ مشاہرہ بھی کم ہوگا، مگر لاہور میں آپ کا ذوق پورا ہوگا۔ جبکہ پیر محل میں آپ کا یہ ذوق کم پورا ہوگا — آپ نے حسبِ عادت مجھ سے رائے طلب فرمائی۔ کیونکہ آپ کی عادتِ مبارکہ یہ تھی کہ مشورہ دینے اور راجح پہلو کو واضح کر کے پھر فیصلہ مخاطب پر چھوڑ دیتے، مگر میں نے بار بار یہی اصرار کیا کہ جیسے آپ کا حکم ہوگا، عمل کروں گا۔ آخر تیسرے روز آپ نے مجھے لاہور جانے کا حکم فرمایا اور پیر محل کے لیے اور انتظام کر دیا۔[1]

آپ کی عادتِ کریمہ یہ تھی کہ حتی الامکان کسی عالم کو اس کے آبائی گاؤں، شہر یا برادری میں مقرر نہیں فرمایا کرتے تھے۔ آپ فرمایا کرتے تھے کہ اس طرح لوگ سابقہ حیثیت کو پیشِ نظر رکھتے

---

[1] قلمی یادداشت مولانا مفتی محمد عبدالقیوم ہزاروی، لاہور

ہوئے برتاؤ کرتے ہیں اور عالم کی موجودہ علمی حیثیت کو نظر انداز کرتے ہوئے گفتگو یا معاملہ کرتے ہیں، جس سے اس عالم کی کما حقہٗ عزت نہیں ہوتی۔

اخلاق کے اس پہلو سے متعلق چند واقعات مولانا مفتی محمد عبدالقیوم ہزاروی، لاہور نے یوں بیان کیے ہیں:

"میری موجودگی میں مولانا محمد حسین صاحب سکھروی کے برادری کے لوگ سکھر سے آئے اور انہوں نے مطالبہ کیا کہ مولانا محمد حسین صاحب کو ہی سکھر میں مقرر کیا جائے، کیونکہ ہمیں ان کی ضرورت ہے، مگر آپ نے بڑی سختی سے ان کے مطالبہ کو بار بار رد فرمایا، مگر جب انہوں نے بار بار مراجعت کی، تو آپ نے ان کے اصرار پر اُن کے مطالبہ کو تسلیم کرتے ہوئے فرمایا کہ کسی عالم کا اپنے شہر یا برادری میں رہنا مناسب نہیں ہوتا۔ اس طرح تبلیغ دین میں رکاوٹ پیدا ہوتی ہے۔ لوگ عالم کی عالمانہ حیثیت کو نظر انداز کر دیتے ہیں اور انہیں بھی برادری اور شہریت کے مسائل میں الجھا دیتے ہیں، مگر آپ لوگوں کے بار بار اصرار پر مولانا محمد حسین کو آپ کے ہاں بھیجتا ہوں۔"

"اسی طرح جامعہ نظامیہ رضویہ، لاہور کے مدرس مولانا ابوالفتح محمد اللہ بخش مرحوم کے متعلق جب اُن کے علاقہ واں بھچراں کے ملک مظفر صاحب کے لڑکے، جو کہ ڈی۔سی بھی تھے، اُن کو واں بھچراں لے جانے کا اصرار کر رہے تھے۔ آپ نے متعدد بار اُن کے مطالبہ کو اسی مصلحت کے تحت مسترد کر دیا اور یہی فرمایا کہ کسی عالم کا آبائی وطن یا برادری میں رہنا مناسب خیال نہیں کرتا، اس سے عالم کی علمی حیثیت مجروح ہونے کا امکان ہوتا ہے، مگر ملک مظفر صاحب کے لڑکے نے بار بار اصرار اور مراجعت کی اور مولانا کے منصب کے تحفظات پیش کرنے پر جب آپ نے اطمینان حاصل کر لیا، تو آپ نے مولانا محمد اللہ بخش مرحوم کی وہاں تقرر کی منظوری فرمائی۔"[1]

---

[1] قلمی یادداشت مولانا مفتی محمد عبدالقیوم ہزاروی، لاہور

میاں غلام رسول مرحوم سیکرٹری انجمن ارشاد الاسلام بیگہ، تحصیل کھاریاں ضلع گجرات ہر سال بڑے تزک و احتشام سے میلاد النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا دو روزہ اجلاس کرواتے، جس میں برِ صغیر کے ممتاز علماء کو دعوت دی جاتی۔ حضرت شیخ الحدیث قدس سرہ نے بھی بریلی سے ان اجلاس میں شرکت فرمائی۔ جناب میاں غلام رسول نے ایک موقعہ پر فرمایا کہ سنہ ۱۹۴۸ء / ۱۳۶۷ھ میں آپ ہمارے جلسہ میں تشریف لائے۔ ہمارا گاؤں پختہ سڑک سے دو میل کے قریب دُور واقع ہے۔ سڑک سے ہی کسی سواری کا انتظام ممکن ہوتا ہے۔ جلسہ سے فراغت کے بعد جب آپ واپس ہونے لگے، تو آپ کے ہمراہ مولانا قاری احمد حسین فیروز پوری گجرات اور مولانا غلام قادر اشرفی لالہ موسیٰ بھی تھے۔ اس وقت گاؤں سے صرف دو گھوڑیاں مہیا ہو سکیں تاکہ علماء حضرات کو پختہ سڑک تک پہنچائیں۔ مولانا قاری احمد حسین اور مولانا غلام قادر اشرفی لالہ موسیٰ نے عرض کیا کہ ایک گھوڑی پر آپ سوار ہو جائیں۔ دوسری پر ہم میں سے ایک سوار ہو جائیں گے، مگر آپ کا اصرار تھا کہ آپ دونوں سوار ہوں۔ میں پیدل چلتا ہوں۔ یہ دونوں بھی اس پر راضی نہ ہوئے۔ اس طرح تینوں حضرات پیدل ہی پختہ سڑک تک پہنچے۔ وقار و احترامِ علماء کی خاطر آپ نے گوارا نہ فرمایا کہ میں سوار ہو جاؤں اور علماء پیدل چل رہے ہوں۔

حضرت شیخ الحدیث قدس سرہ کی عادتِ مبارکہ یہ تھی کہ اپنی ذات سے متعلق کسی الزام کا جواب خود نہ دیتے اور معاصرین علماء اہل سنت سے کبھی کسی علمی مسئلہ پر اختلاف رائے ہو گیا تو عوامی سطح کے اجلاس میں کبھی اس کا تذکرہ نہ فرماتے۔ ایک مرتبہ کسی نے عرض کیا کہ فلاں صاحب نے آپ سے اختلاف کرتے ہوئے کئی مضامین لکھے ہیں۔ آپ بھی ان کا جواب دیں۔ فرمایا،

"مولانا! میں اپنوں سے اُلجھ کر اپنا وقت ضائع کرنا نہیں چاہتا۔ جتنا وقت اپنوں کی تردید میں لگے گا، وہ وقت مخالفین اہل سنت کی تردید میں کیوں نہ صرف کروں۔"[1]

---

[1] قلمی یادداشت مولانا محمد عبدالحکیم شرف قادری، مخزونہ جامعہ نظامیہ رضویہ، لاہور

اپنے ملنے والے علماء میں سے اگر کسی عالم سے کوئی ایسی حرکت محسوس فرماتے جو قابلِ اصلاح ہوتی، تو اس عالم کی اصلاح اس طرح فرماتے کہ ان کا وقارِ علم مجروح نہ ہونے پاتا، اور وہ صاحب اپنی اصلاح کر کے آپ کے شکر گزار ہوتے۔ اس سلسلہ کا ایک واقعہ مولانا حافظ محمد احسان الحق، فیصل آباد کی زبانی سُنیئے:

مولانا موصوف فرماتے ہیں کہ ہر سال کی طرح شعبان ۱۳۷۸ھ / مارچ ۱۹۵۸ء میں حضرت شیخ الحدیث قدس سرہ نواب شاہ جلسہ میں تشریف فرما ہوئے۔ آپ کے ہمراہ مولانا سید غلام محی الدین گیلانی اوکاڑوی اور میں بھی تھا۔ ہمارے میزبان حاجی عبدالرحیم اجمیری تھے۔ جلسہ سے فارغ ہو کر بذریعہ گاڑی ہم واپس ہوتے۔ حسبِ معمول حاجی عبدالرحیم اجمیری نے ہماری نقدی کوئی خدمت نہ کی۔ خانیوال سے جب مولانا سید غلام محی الدین گیلانی گاڑی بدلنے کے باعث آپ کے پاس ڈبہ میں الوداعی ملاقات کے لیے حاضر ہوئے تو آپ نے مولانا موصوف کے چہرہ سے محسوس کیا کہ نواب شاہ سے نقدی خدمت نہ ہونے کی وجہ سے کبیدہ خاطر ہیں۔ اس سلسلہ میں آپ کی عادتِ مبارکہ بڑی واضح اور متعارف تھی۔ آپ نے جو کچھ ارشاد فرمایا اس کا مفہوم یہ تھا کہ شاہ صاحب! علماء پر تبلیغ کرنا فرض ہے۔ لوگ جلسوں کا انتظام کر کے علماء کرام کو تبلیغ کی دعوت دیتے ہیں۔ اگر عوام جلسوں کا انتظام نہ کریں، تو بھی خود علماء پر جلسوں کا اہتمام کر کے تبلیغ کرنا ضروری ہے۔ عوام کا یہ تھوڑا کام ہے کہ جلسوں کے انتظام کی ذمہ داری ادا کرتے ہیں۔ ان سے خدمت کی توقع نہ رکھیں، بلکہ غنیمت جانو کہ وہ ایک گونہ آپ کا بار اٹھائے ہوئے ہیں۔ ہاں اگر وہ بطیبِ خاطر آپ کی کچھ نذر کریں، تو قبول کرنے میں حرج نہیں۔" [1]

علماء اور طلباء کی حوصلہ افزائی اس انداز سے کرتے کہ مخاطب بڑی مسرت محسوس کرتا وہ یہ بھی محسوس کرتا کہ میرا خدمتِ دین کا معمولی سا کام بھی اللہ و رسول کے ہاں بڑا مقبول

[1] روایت مولانا حافظ محمد احسان الحق، فیصل آباد۔ ۲۲ صفر المظفر ۱۳۹۱ھ

ہے۔ آپ کی حوصلہ افزائی اس کے لیے مزید خدمتِ دین کا جذبہ پیدا کرنے کا باعث بنتی اور وہ آپ کے کلمات کو حرزِ جاں بنا کر ان پر عمل کرتا۔

مولانا الٰہی بخش قادری، لاہور بیان کرتے ہیں کہ ایک مرتبہ میں حاضر ہوا۔ آپ نے میرا نام پوچھا۔ میں نے عرض کیا، الٰہی بخش۔ فرمانے لگے، کیا خوب نام ہے۔ یہ نام کا نام اور دُعا کی دُعا ہے، یعنی الٰہی! بخش دے۔

مولانا محمد عبدالحکیم شرف قادری، لاہور بیان کرتے ہیں کہ ۱۳۷۹ھ/۱۹۵۹ء کو میں آپ کی زیارت کے لیے حاضر ہوا۔ ان دنوں میں بندیال ضلع سرگودھا میں اُستاذ العلماء حضرت مولانا عطا محمد بندیالوی سے پڑھتا تھا۔ آپ نے پوچھا، کیا پڑھتے ہو۔ میں نے عرض کیا، شرح جامی، مختصر معانی، تکملہ فرمایا! منطق کے گھر میں رہ کر منطق کا کوئی سبق نہیں پڑھتے ہو؟" [1]

آپ کا اشارہ اس طرف تھا کہ بندیال شریف کے مدرسہ میں معقولات کی تعلیم ایک امتیازی حیثیت رکھتی ہے۔

حضرت شیخ الحدیث قدس سرہ کی عادتِ مبارکہ تھی کہ طلباء کو مختلف کتابیں عطا فرماتے، مثلاً کنزالایمان، حدائقِ بخشش، الدولۃ المکیہ، الامن والعلیٰ اور فتاویٰ رضویہ وغیرہ اور درجہ حدیث کے اکثر طلباء کو کُتبِ صحاح بھی خرید کر عطا فرماتے اور ساتھ ہی یہ ترغیب دیتے کہ کتابیں پڑھو، تحقیق کے بغیر کوئی بات نہ کرو۔ موقعہ ملے تو کتابیں مزید خریدو اور اُن سے ضرور استفادہ کرو۔

مولانا حافظ محمد فضل احمد، ضلعی خطیب محکمہ اوقاف، فیصل آباد بیان فرماتے ہیں کہ میں ابتدائی کتابیں بھکھی، ضلع گجرات میں پڑھتا تھا، لیکن رمضان المبارک میں تراویح میں قرآن مجید میں آپ کے ہاں سنی رضوی جامع مسجد میں سنایا کرتا تھا۔ متواتر چھ سال

---

[1] روایت مولانا محمد عبدالحکیم شرف قادری، لاہور

تک میں نے وہاں قرآن سُنایا، حالانکہ اس عرصہ میں، میں وہاں نہیں پڑھتا تھا۔ پہلے سال ختم قرآن مجید کے موقعہ پر آپ نے نمازیوں کی توجہ اس طرف دلائی کہ یہ ہمارے حافظ صاحب ہیں، انہوں نے ہمیں قرآن مجید سُنایا ہے۔ ہمیں بھی ان کی خدمت کرنی چاہیے۔ نمازیوں نے کچھ رقم اکٹھی کی۔ آپ نے اپنی طرف سے اس میں مزید رقم شامل کر کے مجھے عطا کرتے ہوئے فرمایا، مولانا! یہ حقیر نذرانہ ہے، آپ اسے قبول فرمائیں۔ [۱]

مولانا موصوف فرماتے ہیں کہ آپ کے دوسرے حج کے موقعہ پر میرے والد صاحب آپ کے ہمراہ حج پر گئے تھے۔ میرے والد صاحب کو میرے متعلق ارشاد فرمایا:

"آپ کا صاحبزادہ خوب چمکے گا۔"

مولانا موصوف فرماتے ہیں کہ مولا تعالیٰ نے آپ کی برکت سے مجھے خوب عزت و وقار نصیب ہوا ہے۔ [۲]

صوفی محمد عمر دراز، نائب صدر انجمن فدایانِ رسول، فیصل آباد، خالد آباد فیصل آباد بیان کرتے ہیں کہ میں نے آپ کی مجلس میں ابتداءً جب نعت شریف پڑھی، تو آپ نے بڑی مسرت کا اظہار فرمایا۔ دیر تک میری حوصلہ افزائی فرمائی اور فرمایا اعلیٰ حضرت قدس سرہ کا کلام پڑھا کرو آپ مشہور نعت خوان بنیں گے۔ میری اصلاح اور حوصلہ افزائی کے لیے خود اپنا واقعہ بیان فرمایا کہ ابتدا میں، مَیں بریلی شریف میں اعلیٰ حضرت قدس سرہ کا کلام پڑھ رہا تھا۔ ایک موقعہ پر حضور مفتیٔ اعظم مدظلہ العالی نے میری اصلاح فرمائی۔ اس واقعہ کے بیان سے میری حوصلہ افزائی مقصود تھی۔ نعت کے بعد صوفی عبدالخالق، خانیوال کے ہاتھ سے میرے لیے ایک روپیہ بھیجا اور کہلا بھیجا کہ "یہ نذرانہ ہے اسے قبول فرمائیں"۔ [۳]

---

[۱] روایت مولانا حافظ محمد فضل احمد، فیصل آباد۔ ۷ رجب المرجب ۱۴۰۵ھ

[۲] ایضاً:

[۳] صوفی محمد عمر دراز، خالد آباد، فیصل آباد۔ ۱۴ ربیع الآخر ۱۴۰۶ھ

عام عادات

حضرت شیخ الحدیث قدس سرہ کھانا سادہ اور قلیل مقدار میں کھاتے۔ عموماً ایک چپاتی سالن کے ہمراہ ایک وقت کی غذا ہوتی۔ کھانا خوب چبا چبا کر کھاتے۔ فرماتے کہ کھانا خوب چبا کر کھاؤ۔ دانتوں کا کام معدہ سے نہ لو۔ معمول کے بغیر تناول نہ فرماتے۔ یہی وجہ ہے کہ پیٹ کبھی خراب نہ ہوا۔

گرمیوں میں ٹھنڈا پانی استعمال فرماتے۔ سردیوں میں بھی پانی کی صراحی رات کو باہر صحن میں رکھوا دیتے اور اسی ٹھنڈے پانی کو پیتے۔ حتیٰ کہ ایک وقت دانتوں میں تکلیف ہو گئی، تو پائپ سے ٹھنڈا پانی پی لیتے۔

برتن نہایت صاف استعمال فرماتے۔ گھر میں کھانے پینے کے لیے مٹی کے برتن استعمال فرماتے۔ بارش میں بڑے شوق سے نہاتے، حتیٰ کہ سردیوں میں بھی رات کو بارش ہوتی، تو بھی بارش میں نہا لیتے۔

گھر میں جو کھانا پک جاتا، وہی کھا لیتے۔ کسی خاص کھانے کی فرمائش کبھی نہ کی۔ روٹی اوپر والی ہی کھاتے۔ اوپر والی روٹی چھوڑ کر نیچے والی گرم روٹی نہ کھاتے۔ ویسے سردیوں میں شلجم اور گرمیوں میں کدو رغبت سے تناول فرماتے۔

پانی، کھانا کھانے کے درمیان پیتے۔ اگر کھانے کے بعد پانی کی ضرورت ہوتی، تو پانی پینے کے بعد سادہ لقمہ کھا لیتے۔ کبھی کبھی چائے پی لیتے۔

سردیوں میں گنے کا رس مرغوب تھا۔

خرید و فروخت کے لیے بازار کبھی نہ جاتے۔

آپ کی نشست دوزانو یا مربعہ ہوتی۔

گرمیوں میں بغیر بچھونے کے چارپائی پر لیٹتے۔ یہ چارپائی عموماً مونج کی ہوتی تھی۔

سردیوں میں کمرے کی کھڑکیاں کھول کر رات کو سوتے۔ سونے میں لحاف سینے تک رکھتے۔ چند لمحوں سے زیادہ نہ سوتے۔ آپ کے بازو یا جیب میں گھڑی نہ ہوتی۔ نہ ہی کمرے میں ہوتی۔ اس کے باوجود ہر کام اپنے مقررہ وقت پر ادا فرماتے۔ نیز فرمایا کرتے کہ زندگی کے امور کے لیے اوقات متعین کر لو اور پھر ان پر عمل کرو۔

اخبار بینی نہ کرتے۔ اگر کسی خاص وجہ سے اخبار دیکھنا ہوتا، تو اخبار پڑھنے سے پہلے وہاں پر موجود جانداروں لوگوں کی تصاویر کو سیاہی پھیر کر مسخ کر لیتے۔

لکھنے میں بالعموم سیاہ روشنائی استعمال کرتے۔

کسی کتاب پر کاغذ رکھ کر نہ لکھتے۔ کارڈ وغیرہ تو عموماً ہاتھ پر رکھ کر لکھ لیتے۔

سنتِ تیامن کی پاسداری کا یہ عالم تھا کہ شعوری اور غیر شعوری طور پر بھی اس کا خلاف نہ کرتے[1] بلکہ اپنے متعلقین کو اس کی بار بار تاکید فرماتے۔ ایک موقعہ پر فرمایا کہ لینے اور دینے میں دائیں ہاتھ کو استعمال کرو۔ یہ عادت ایسی پختہ ہو جائے کہ کل قیامت کو جب نامۂ اعمال پیش ہو تو اسی عادت کے موافق دایاں ہاتھ آگے بڑھ جائے، تب تو کام بن جائے گا۔

جوتا پہننے، اتارنے، مسجد میں داخل ہونے اور نکلنے کے آداب کا خود بڑا لحاظ رکھتے اور دوسروں کو بھی ان کی پابندی کی تاکید فرماتے۔

جب سواری پر سوار ہوتے تو ادعیۂ ماثورہ کے علاوہ اللہ اکبر کہتے اور جب اترتے تو کہتے سُبحان اللہ۔

مزارات پر حاضری کے لئے سفر میں ہدیہ قبول نہ کرتے، بلکہ اپنی جیب سے خرچ کرتے۔

---

[1] حدیث پاک میں ہے، کان یحب التیامن ما استطاع فی طھورہ وتنعلہ وترجلہ وفی شانہ کلہ۔ عن عائشۃ۔ رواہ البخاری ومسلم والترمذی وابن ماجہ وابوداود والنسائی، جامع صغیر ج ۲، ص ۱۹۵

مزارات پر حاضر ہو کر ایصالِ ثواب کھڑے ہو کر کرتے۔

گفتگو میں اکثر نعتیں اور طیبات استعمال کرتے، جس سے کلام کا لطف دوبالا ہو جاتا۔

تبلیغی اجلاس میں شامل ہوتے وقت اکثر اپنی جیب سے کرایہ خرچ کرتے جو طالب علم آپ کے ساتھ ہوتا، اس کا کرایہ بھی آپ ادا کرتے۔

طلبا اور علما جو آپ کے پاس حاضر ہوتے، آپ ان کو بڑی فراخ دلی سے ہدایا عطا فرماتے مسائل اور فتاوی وغیرہ پر نذرانہ ہرگز قبول نہ فرماتے۔

دیگر مدارسِ اہل سنت وجماعت کو اپنی طرف سے عطیہ دیتے۔ [1]

حوالہ پیش کرنے کے لیے ہمیشہ اصل کتاب کو دیکھ کر پیش کرتے اور اپنے تلامذہ کو بھی یہی تاکید فرماتے کہ جب تک اصل کتاب خود اپنی آنکھوں سے نہ دیکھ لو، اس کا حوالہ نہ دو۔ ایسا نہ ہو کہ تمہارا زبانی حوالہ دیا ہوا اصل سے مختلف ہو یا اگر تم سے اصل کتاب کا مطالبہ کیا جائے، تو تم وقت پر نہ دکھا سکو۔ اس سے علما کی سبکی ہوگی۔ اس سلسلہ کے دو واقعات پیشِ خدمت ہیں:

ایک مرتبہ آپ جمعہ کے خطبہ میں اختیاراتِ مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کا بیان فرما رہے تھے۔ یہ مضمون چند جمعوں تک مسلسل جاری رہا۔ اس سلسلہ میں آپ ایک حدیث کا حوالہ پیش کرنا چاہتے تھے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ایک صحابی سے اس شرط پر ایمان قبول فرما لیا کہ وہ صرف دو نمازیں پڑھے گا۔ یہ حدیث حضور امام احمد رضا بریلوی قدس سرہ نے اپنی کتاب الامن والعلیٰ میں مسندِ امام احمد کے حوالہ سے لکھی ہے۔ حدیث کے کلمات یوں ہیں:

۔۔۔ عن نصر بن عاصم عن رجل منهم رضی اللہ عنہ انہ اتی النبی صلی اللہ علیہ وسلم فاسلم علی انہ لا یصلی الا صلاتین فقبل ذلک منہ۔ [2]

---

[1] ملاحظہ ہو، مدرسہ نیازیہ رضویہ، محلہ ہرچرنپورہ، لائل پور کی رسید نمبر ا، مجریہ ۲۵ رمضان المبارک سن ندارد

[2] الامن والعلیٰ، مطبوعہ مکتبہ نوریہ رضویہ، سکھر، ص ۱۸۹

امام احمد رضا قدس سرہ کی دیانت و تقوی پر اعتماد کرکے اگر اس حدیث کا حوالہ دیا جاتا، تو اس میں عیب کی بات نہ تھی، مگر امام احمد رضا قدس سرہ پر کلی اعتماد کے باوجود آپ نے اصل کتاب مسند امام احمد کو دیکھنا ضروری خیال فرمایا۔ چونکہ ان دنوں جامعہ رضویہ اور آپ کے ذاتی کتب خانہ میں مسند امام احمد موجود نہ تھی۔ آپ نے جامعہ رضویہ کے طالب علم مولانا سید حبیب الرحمٰن، حال ضلع قاضی راولاکوٹ، آزاد کشمیر کو حضرت مولانا محمد بشیر مدیر ماہنامہ ماہ طیبہ کے پاس کوٹلی لوہاراں ضلع سیالکوٹ بھیجا۔ وہاں سے اصل کتاب مسند امام احمد منگوا کر حوالہ دیکھا، پڑھا اور پھر جمعہ کے خطبہ میں بیان فرمایا[1]

ایک مرتبہ مناظرہ کے لیے جامعہ رضویہ کے طالب علم مولانا سید حبیب الرحمٰن موصوف کو فرمایا کہ تیاری کرلو۔ فلاں دن، فلاں جگہ آپ سنیوں کی طرف سے مناظر بن کر جائیں گے۔ شاہ صاحب نے دیگر کتابوں کے علاوہ امام احمد رضا قدس سرہ کی تجلی الیقین کو بھی پڑھا اور حوالہ جات نوٹ فرمائے مناظرہ سے پہلے آپ نے شاہ صاحب سے دریافت فرمایا کون کونسی کتابوں سے تیاری کر رہے ہو؟ انہوں نے کتابوں کے نام بتائے، ان میں تجلی الیقین کا بھی تذکرہ فرمایا۔ آپ نے فرمایا کہ شاہ صاحب آپ مخالف اہلِ سنت کے سامنے تجلی الیقین کو بطورِ حوالہ پیش نہیں کرسکتے۔ آپ تجلی الیقین کے مآخذ کتب کا مطالعہ فرمائیں، چنانچہ آپ نے اپنی ذاتی کتب عاریۃً دیں تاکہ شاہ صاحب ان سے تیاری کرکے مناظرہ کرسکیں۔ بحمدہ تعالیٰ شاہ صاحب موصوف کو اس مناظرہ میں کامیابی ہوئی۔[2]

ان واقعات سے صرف یہ دکھانا مقصود ہے کہ آپ اپنی ثقاہت کے پیشِ نظر سُنی سنائی یا کہیں پڑھی ہوئی بات کو بطورِ حوالہ اس وقت تک پیش نہ فرماتے، جب تک کہ اصل مآخذ سے اس کی تصدیق نہ فرما لیتے۔

حضرت شیخ الحدیث قدس سرہ کی سخاوت سے عام حاجت مندوں کے علاوہ طلباء اور

---

[1] روایت حکیم اہلِ سنت الحاج حکیم محمد موسیٰ ضیائی امرتسری، لاہور۔ ۲۸ ذی قعدہ ۱۴۰۳ھ

[2] تفصیل کے لیے ملاحظہ ہو، کتاب ہذا کا مناظرہ کا باب

علماء بھی بہرہ ور ہوتے۔ علماء آپ کے حضور حاضر ہوتے اور مشائخ کرام تشریف لاتے۔ آپ ان کی خوب خاطر مدارات فرماتے اور نقدی کی صورت میں ان کو کثیر عطایا اور نذرانہ پیش کرتے[1]

مہمانوں کو کھانا اپنے ہاتھ سے کھلاتے۔ ان کے قیام وغیرہ امور کی ذاتی نگرانی فرماتے۔ بریلی اور لائل پور میں جامعہ رضویہ کے سالانہ اجلاس اور عرس قادری رضوی پر آئے ہوئے مہمانوں کو حتی الوسع خود کھانا کھلاتے۔[2]

صدر محمد ایوب خاں کے مارشل لاء کے دوران ایک فوجی افسر جامعہ رضویہ کے حسابات کی پڑتال کے لیے آیا۔ مارشل لاء کی دہشت اور فوجی افسر کا متکبرانہ لہجہ ـــــــ خدام جامعہ رضویہ کے لیے یہ ایک نیا تجربہ تھا۔ حضرت شیخ الحدیث قدس سرہ کو جب فوجی افسر کی آمد اور آمد کا مدعا معلوم ہوا، تو آپ نے خدام جامعہ رضویہ سے فرمایا کہ تمام حسابات بلا خوف اس افسر کے سامنے پیش کر دو۔ فوجی افسر دو روز تک حسابات کی پڑتال کرتا رہا، مگر اسے ایک پیسہ کی بھی کمی بیشی نظر نہ آئی۔ تمام حسابات قواعد کی رو سے مکمل اور درست تھے۔ جب وہ پڑتال کا کام مکمل کر چکا تھا، تو حضرت شیخ الحدیث قدس سرہ کے حضور حاضر ہوا اور اپنی رائے پیش کی۔ آپ نے اس فوجی افسر سے فرمایا کہ ہماری عادت یہ ہے کہ مہمان کی حسب موقعہ گرم یا سرد مشروب سے تواضع کرتے ہیں، مگر ان دو دنوں میں ہم نے آپ کو کچھ بھی کھانے پینے کو نہ دیا، تاکہ یہ رشوت نہ سمجھ لی جائے۔ فوجی افسر آپ کی علمی وجاہت اور دیانت سے انتہائی متاثر ہوا۔ اصرار کرنے لگا کہ آپ کے ہاں سے خالی ہاتھ نہیں جاؤں گا۔ کچھ نہ کچھ تبرک چاہتا ہوں۔ آپ نے اسے قریب پڑے ہوئے دو لڈو دیئے۔[3]

---

[1] روایت حضرت مولانا الٰہی بخش، ضیائی، لاہور

[2] (ا) ہفت روزہ الفقیہ، امرتسر، ۷ اگست ۱۹۴۴ء ۔ ص ۸

(ب) روایت سید امیر علی، مریدوالا، ضلع فیصل آباد

(ج) روایت مولانا محمد دین مسکین، خطیب فیصل آباد۔

[3] روایت حضرت مولانا حافظ محمد احسان الحق، فیصل آباد

امانت و دیانت کا یہ عالم تھا کہ جامعہ رضویہ کی خطیر رقم جو آپ کی نگرانی میں خدام دارالعلوم جامعہ رضویہ کے پاس تھی۔ وصال شریف سے پہلے عمائدین اور معاونین جامعہ کے سپرد کر دی [1]

اَوراد و اشغال

درسِ قرآن، تدریسِ حدیث و فقہ، تبلیغ و اشاعتِ دین اور دعوت و ارشاد حضرت شیخ الحدیث قدس سرہ کا سب سے بڑا وظیفہ تھا۔ علماء و مدرسین کے لیے آپ اسی عمل کو بہترین وظیفہ قرار دیتے۔ تاہم آپ اپنے اس منصب کے علاوہ سلسلہ عالیہ قادریہ اور سلسلہ عالیہ چشتیہ کے اوراد و اشغال بالخصوص بڑی پابندی سے ادا فرماتے۔ تلاوتِ قرآنِ مجید، دلائل الخیرات، حزب البحر، قصیدہ غوثیہ، پنج گنج قادریہ اور ادعیہ ماثورہ کی پابندی روزانہ کا معمول تھا۔ علاوہ ازیں درود شریف کثرت سے پڑھتے۔ [2]

---

[1] قلمی یادداشت چوہدری مختار احمد انور، ایڈووکیٹ، حال مقیم اسلام آباد

[2] (ا) روایت صاحبزادہ محمد فضلِ رسول حیدر رضوی، فیصل آباد

(ب) روایت مولانا پیر محمد فاضل، جامعہ رضویہ، بریلی، ڈھانگری، آزاد کشمیر

(ج) قلمی یادداشت حضرت مولانا مفتی محمد عبدالقیوم قادری، ہزاروی، لاہور

پَرتوِ تجلّیاتِ سیرتِ مُصطفٰے صلی اللہ علیہ وسلم

حضرت شیخ الحدیث قدس سرہ کی سیرت و سوانح پر صاحب خُلقِ عظیم، محبوبِ ربِ کریم، حضور نبی رؤف و رحیم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کی سیرتِ طیبہ کی بے شمار تجلیات پڑیں اور انہیں اپنے رنگ سے منور فرمایا۔ حضرت شیخ الحدیث قدس سرہ نے زندگی بھر حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادات، افعال و اعمال پر اس طرح عمل کیا کہ گویا وہ آپ کی عادات کریمہ بن گئیں۔ اسی کمالِ اتباع کی برکت سے مولا کریم جلّ وعلا نے حضرت شیخ الحدیث قدس سرہ کے سوانح کو ایسا شرف بخشا کہ وہ احوال رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے مستنیر ہو گئے، مثلاً:

۱۔ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا شباب کا دور ایسا پاکیزہ تھا کہ دوست و دشمن اس کی طہارت و عظمت کے قائل تھے۔ دورِ جاہلیت میں ہر طرف اخلاقی گراوٹ کے باوجود آپ کی طہارت، شرافت اور امانت و دیانت اعلانِ نبوت کے بعد آپ کی صداقت و عدالت کی علامت ٹھہری۔ حضرت شیخ الحدیث قدس سرہ کا بچپن اور جوانی ایسا حُسنِ اخلاق سے گزرا کہ دوست و دشمن سبھی آپ کی اخلاقی طہارت اور نفاست کے معترف ہیں۔

۲۔ اعلانِ نبوت سے کچھ عرصہ قبل حضور نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اپنے ماحول سے خلوت اختیار فرمائی۔ غارِ حرا کا کئی کئی دنوں بلکہ ہفتوں کا قیام، اسی خلوت گزینی کے لیے تھا۔ یہ خلوت گزینی توجہ الی اللہ اور یکسوئی سے اپنے مقاصدِ عالیہ کے حصول کی ایک صورت تھی۔ حضرت شیخ الحدیث قدس سرہ نے حضرت حجۃ الاسلام قدس سرہ کی زیارت کے بعد رسوخِ علم و عمل کی اعلیٰ منزل کے حصول کے لیے اپنے خاندان اور ماحول اس طرح خلوت اختیار فرمائی کہ کئی سال مرکزِ عشق و محبت بریلی اور دار الخیر اجمیر میں کمال یکسوئی سے علم و فضل

کے حصول میں صرف فرمائے تاآنکہ باوجود عالمِ شباب کے علم وفضل میں آپ اپنے دور کے اکابرِ علماء میں محسوب ہونے لگے۔

۳ - طائف کے ناسمجھ کفار نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر اس وقت پتھر برسائے، جب آپ انہیں دینِ حق کی تبلیغ کے لیے تشریف لے گئے تھے۔ پتھر کھا کر بھی آپ نے ان کے لیے دُعائے ہدایت فرمائی ——— لائل پور کے قیام کے ابتدائی دور میں بعض مقامات پر حضرت شیخ الحدیث قدس سرہ پر عین اُس وقت پتھر برسائے گئے، جب آپ اُن کے سامنے عظمت ومحبوبیتِ مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کا بیان فرما رہے تھے۔ اغیار کی اس انتہائی نازیبا اور ناروا حرکت کے باوجود حضرت شیخ الحدیث قدس سرہ نے ان کے لیے دعائے ہدایت فرمائی۔ زبان سے بددُعا کا کوئی کلمہ نہ نکلا اور نہ ہی ان سے بدلہ کا تصور پیدا ہوا۔ بالآخر آپ کی برکت سے گرد آلود ابر سے حق وصداقت کا آفتاب جب طلوع ہوا، تو ہر طرف عشق ومحبت کی لہر پھیل گئی۔

۴ - غزوۂ احد میں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا چہرۂ مبارک زخمی ہو گیا اور دندانِ مبارک شہید ہوئے ——— قیامِ بریلی کے دوران ایک مرتبہ آپ کے چہرۂ انور پر زخم آگیا، جس سے خون بہہ گیا۔ حضرت شیخ الحدیث قدس سرہ نے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی یہ سنّت بھی پوری کر لی۔ اس طرح آپ شانِ اویسی کا مظہر بن گئے۔

۵ - کفار کے حملہ کی شدت اور صحابہ کرام کے منتشر ہو جانے سے احد ہی میں ایک لمحہ ایسا بھی آگیا کہ جس میں حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خبرِ شہادت غلط طور پر مشہور ہو گئی۔ مگر تھوڑے ہی عرصہ بعد حقیقتِ حال واضح ہو گئی اور خبرِ شہادت کی تردید ہو گئی ——— تحریک قیام ریاستِ الٰہیہ (تحریک قیامِ پاکستان) کے دوران بریلی میں ہندوؤں کے فسادات اور حملوں کی وجہ سے یہ خبر بھی بطورِ غلط مشہور ہو گئی کہ حضرت شیخ الحدیث قدس سرہ شہید ہو گئے ہیں، مگر چند روز بعد اخبارات کو خبرِ شہادت کی تردید

کرنا پڑی۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی خبرِ شہادت اور پھر تردید نے آپ پر ایسی تجلی فرمائی کہ اسی نوعیت کا واقعہ آپ کی سوانح میں موجود ہے۔

۶۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ہجرت کی سنّت بھی حضرت شیخ الحدیث قدس سرہ نے قیامِ پاکستان کے وقت ہجرت کر کے پوری کر لی۔

۷۔ ہجرت کے بعد حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک مدت بعد مکہ معظمہ میں نزولِ اجلال فرمایا، مگر مکہ معظمہ میں یہ قیامِ ثانی چند روزہ کا تھا ــــــــــ حضرت شیخ الحدیث قدس سرہ گورداسپور سے ہجرت کے بعد پاکستان سے دوبارہ بریلی تشریف لے گئے۔ ارادہ تھا کہ بریلی ہی میں قیام کریں گے، مگر حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت یوں پوری ہوئی کہ آپ کا بریلی کا یہ قیامِ ثانی قلیل عرصہ رہا۔ پاسپورٹ اور ویزا کی پابندی کے باعث آپ کو پاکستان آنا پڑا اور پھر یہیں قیام رہا۔

۸۔ غزوۂ بدر کے بعد قریشِ مکہ نے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے قتل کے لیے صفوان بن امیہ نے عمیر بن وہب کو زہر آلود تلوار دے کر روانہ کیا۔ دربارِ رسالت میں حاضری کے بعد ہی عمیر مسلمان ہو گئے ــــــــــ ایک رات حضرت شیخ الحدیث قدس سرہ مطالعۂ کتبِ حدیث میں مصروف تھے کہ مخالفینِ اہلِ سنّت نے ایک شخص کو آپ کے قتل پر آمادہ کیا۔ یہ شخص خنجر چادر میں چھپائے آپ پر قاتلانہ حملہ کے لیے آیا، مگر آپ کی صورت دیکھتے ہی کانپ گیا۔ قدموں میں گر کر معافی کا طالب ہوا۔ بالآخر آپ سے بیعت ہوا۔ اس طرح سیرتِ مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ سنّت بھی آپ نے پوری کر لی۔

۹۔ فتحِ خیبر میں نبی اکرم رسولِ معظم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو ہدیہ کے روپ میں زہر کھلانے کی کوشش کی گئی۔ آپ نے زہر آلود گوشت چکھ کر چھوڑ دیا اور زہر دینے والی یہودی عورت کو معاف کر دیا ــــــــــ ایسی نوعیت کا ایک واقعہ حضرت شیخ الحدیث قدس سرہ سے پیش آیا۔ مخالفین نے دوستی کے بہروپ میں آپ کو چائے میں زہر ڈال کر دیا، لیکن

بحمدہٖ تعالیٰ اللہ تعالیٰ جل وعلا نے آپ کو محفوظ رکھا۔

۱۰۔ حضور اکرم شفیعِ اعظم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے وصال کے وقت خیبر کا زہر عود کر آیا۔ اس طرح آپ کا وصال شہادتِ سرّی کا درجہ رکھتا ہے ـــــــــــــــ حضرت شیخ الحدیث قدس سرہ نے اپنے وطن سے دور کراچی میں (غریب الوطنی کی حالت میں) وصال فرمایا۔ بمصداق حدیث موت الغریب شہادۃٌ (ابن ماجہ وطبرانی عن ابن عباس رضی اللہ عنہ) آپ کا وصال بھی شہادتِ سری تھا۔

۱۱۔ قریشِ مکہ نے اسلام دشمنی میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے قتل کے بارہا منصوبے بنائے، مگر ناکام رہے ـــــــــــــــ مولوی عبدالرحمٰن دیوبندی، فیصل آباد نے اعتراف کیا کہ ہمارے ہاں مولوی غلام غوث ہزاروی نے حضرت شیخ الحدیث قدس سرہ کے قتل کا ناپاک منصوبہ بنایا۔ (منصوبہ کی تفصیل کے لیے روزنامہ رہبرِ تجارتی، فیصل آباد کی ۶ر نومبر ۱۹۸۵ء کی اشاعتِ خاص "علامہ کا ئناتی نمبر" کا صفحہ ۲ ملاحظہ فرمائیں)

۱۲۔ حضور اکرم سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال کے موقعہ پر صحابہ کرام آخری زیارت اور صلوٰۃ وسلام پیش کرنے میں مصروف ہوئے۔ یہ سلسلہ تین روز تک جاری رہا۔ تیسرے روز حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی تدفین عمل میں آئی ـــــــــــــــ حضرت شیخ الحدیث قدس سرہ نے کراچی میں وصال فرمایا۔ آپ کے جنازہ کو لائل پور لایا گیا ـــــــ نماز جنازہ کے بعد تیسرے روز آپ کو لحد میں رکھا گیا۔ اس طرح آپ نے زندگی بھر اور بعد وصال بھی حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی سنتوں کو ادا فرمایا،

رحمۃ اللہ علیہ رحمۃ واسعۃ کاملۃ

جس کی ہر ہر ادا، سنتِ مصطفےٰ
ایسے پیرِ طریقت پہ لاکھوں سلام

ذوقِ مُطالعہ

حضرت شیخ الحدیث قدس سرہ کو دورِ طالب علمی سے ہی مطالعہ کا ذوق تھا۔ یہ ذوق آخر عمر تک قائم رہا۔ تدریس کے زمانہ میں آپ بغیر مطالعہ کے اسباق نہ پڑھاتے۔ اگرچہ کثرتِ مطالعہ سے آپ کو اتنی عبارات یاد تھیں کہ معاصرینِ علماء آپ کو "عدل العلم" یعنی علم کی گٹھڑی کہتے اور تلامذہ آپ کو "کتب خانہ" سے موسوم کرتے۔

آپ کے ذوقِ مطالعہ سے متعلق چند شواہد پیش خدمت ہیں؛

مولانا علامہ عبدالمصطفٰے الازہری دورانِ تعلیم اجمیر مقدس آپ کی مصروفیات کو یوں بیان فرماتے ہیں؛

"اجمیر شریف کا دورِ طالب علمی بھی عجیب و غریب دور تھا، لیکن حضرت شیخ الحدیث کو وہاں طلبِ علم اور مطالعہ کے اور کسی کھیل کود تفریح سے کوئی رغبت نہ تھی۔ اسی زمانہ کا واقعہ ہے کہ دارالعلوم معینیہ عثمانیہ کے دارالاقامہ سے، جو تین منزلہ عمارت بازار میں تھی، اس کی سیڑھی سے اُترتے ہوئے حضرت شیخ الحدیث کا قدم پھسل گیا۔ غالباً نمازِ ظہر کے لیے جا رہے تھے اور جانے میں جلدی تھی۔ پیر پھسلنے سے زمین پر گر گئے اور سر میں سخت چوٹ لگی، جس کی وجہ سے بے ہوش ہو گئے اور بہت سا خون سر سے بہ گیا۔ طلباء جب نماز سے فارغ ہو کر لوٹے تو آپ کو سیڑھیوں میں بے ہوش پایا۔ مرہم پٹی ہوئی۔ تین چار دن کے بعد کا واقعہ ہے کہ میں اور دوسرے احباب بیٹھے تھے اور سیب کا ذکر آیا کہ آپ سیب کھائیں، تو فرمانے لگے کہ سیب حافظہ کو کمزور کرتا ہے۔ شامی نے ردالمحتار میں ایسا لکھا ہے لہٰذا میں سیب نہیں کھاؤں گا۔ فوراً اوپر سے کتاب منگوائی اور وہ مقام نکال کر دکھا یا

یہ زمانہ طالب علمی کا واقعہ ہے کہ دُرِ مختار و ردالمحتار اور دوسری بڑی کتابیں ہمیشہ مطالعہ میں رہا کرتی تھیں۔" [1]

مولانا مفتی ابوسعید محمد امین سابق مفتی و مدرس جامعہ رضویہ، فیصل آباد اپنے ایک مضمون میں لکھتے ہیں:

"تقریباً بارہ تیرہ سال کی بات ہے (سنہ ۱۳۷۰ھ / سنہ ۱۹۵۰ء) کہ ملتان شریف سے شائع ہونے والے ایک ماہنامہ میں ایک مضمون شائع ہوا تھا جس میں حضرت سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر اعتراضات کیے گئے تھے۔ حضرت مولانا الحاج ابوداؤد محمد صادق صاحب مدظلہ خطیب زینت المساجد گوجرانوالہ نے (جو کہ اُس وقت جامعہ رضویہ، لائل پور میں مدرس تھے) وہ مضمون حضرت سیدنا محدثِ اعظم رحمۃ اللہ علیہ کو دکھایا۔ آپ نے دیکھ کر مولانا موصوف مدظلہ اور فقیر کو فرمایا کہ اس کے متعلق مضمون تیار کرو۔ مولانا موصوف نے کچھ مضمون لکھا اور دکھایا۔ فرمایا: اور لکھو اور فلاں کتاب کتب خانہ سے نکال کر مجھے دے جاؤ، میں بھی رات کو دیکھوں گا۔ صبح حاضر ہوئے تو آپ نے فرمایا: یہ کتاب میں نے دیکھ لی ہے، نشانات بھی لگا دیئے ہیں۔ آج مجھے فلاں کتاب نکال کر دے جانا۔ ہم دونوں نے جب کتاب کو دیکھا، تو ہم پر حیرت سی چھا گئی۔ وہ کتاب کئی سو صفحات پر مشتمل تھی۔ پوری کتاب پر جگہ جگہ نشانات لگے ہوئے تھے۔ ہم نے استفسار کیا، تو فرمایا: اس ساری کتاب کا میں نے آج رات میں ہی مطالعہ کیا ہے اور یہ سارے نشانات آج رات میں ہی لگائے گئے ہیں۔ اسی طرح روزانہ رات کو ایک دو کتابیں بالاستیعاب دیکھتے تھے اور حسبِ معمول دورۂ حدیث پاک کے طلباء کو دن بھر درس دیتے تھے جو کہ موسمِ گرما میں صبح سے تقریباً ایک بجے

---

[1] ہفت روزہ محبوبِ حق، لائل پور، مجریہ ۱۳ر دسمبر سنہ ۱۹۶۳ء، ص ۳۲

تک ہوتا اور نمازِ ظہر کے بعد بھی عصر تک حدیثِ پاک کا درس دیتے اور بعض اوقات رات کو عشاء کے بعد بھی طلبہ کو پڑھاتے تھے اور پھر رات کو کتب بینی کا یہ عالم تھا کہ ایک رات میں اتنی اتنی ضخیم کتابوں کا بالاستیعاب مطالعہ کرنا، جو کہ ہم کئی ہفتوں میں بھی اتنا مطالعہ نہ کر سکتے اور وہ مضمون ایک رسالے کی صورت اختیار کر گیا۔ اس میں سے ایک قسط اسی ماہنامے کے ایڈیٹر کو برائے اشاعت بھیجی، تو انہوں نے اس کو شائع کرنے کے ساتھ ساتھ اپنے مضمون سے توبہ نامہ بھی شائع کر دیا اور وہ مضمون فقیر کے پاس مسودہ کی صورت میں موجود ہے[1] یہ کیا تھا، وہ کون سی طاقت تھی کہ جس کے ذریعہ اتنا کام ہوتا تھا، وہ عشقِ مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی طاقت تھی۔ آپ نے ایک مرتبہ فرمایا کہ جب میں "منیۃ المصلی" پڑھتا تھا، تو اس کے ساتھ رات کو شامی شریف کا مطالعہ کیا کرتا تھا اور عموماً یہ بات فرمایا کرتے تھے کہ جب لوگ بیمار ہوتے ہیں، بخار ہوتا ہے یا سر درد ہوتا ہے، تو دوائی کھاتے ہیں، لیکن مجھے تکلیف ہوتی ہے تو میں حدیثِ مصطفےٰ پڑھاتا ہوں، مجھے آرام ہو جاتا ہے . . . ."[2]

حضرت شیخ الحدیث کے استادِ گرامی مفتیٔ اعظم مولانا محمد مصطفےٰ رضا نوری قدس سرہما کا بیان ہے کہ جب میں اُن کو دیکھتا، پڑھتے دیکھتا۔ مدرسہ میں، قیام گاہ پر، حتیٰ کہ مسجد میں آتے، تو بھی کتاب ہاتھ میں ہوتی اور اگر جماعت میں تاخیر رہتی تو بجائے دیگر اذکار و اوراد کے، مطالعہ میں

---

[1] حضرت شیخ الحدیث کے وصال کے بعد اس مضمون کی چند اقساط ہفت روزہ محبوبِ حق، لائل پور میں شائع ہوئیں۔ پورا مقالہ آپ کے فتاویٰ کے مجموعہ میں سنی دارالاشاعت علویہ رضویہ، ڈجکوٹ روڈ فیصل آباد نے شائع کر دیا ہے۔ ملاحظہ ہو: جامع الفتاویٰ جلد ششم، ص ۵۸۰ تا ۶۰۰

[2] ہفت روزہ محبوبِ حق، لائل پور۔ مجریہ ۱۳ دسمبر ۱۹۶۳ء - ص ۳۲

مصروف ہو جاتے۔ حضرت مفتیٔ اعظم قدس سرہ فرماتے ہیں کہ ان کے اس والہانہ ذوقِ تحصیلِ علم سے میں بہت متاثر ہوا۔ [1]

مجاہدِ ملت مولانا حبیب الرحمٰن دھام نگری، ضلع بالیسر (بھارت) حضرت شیخ الحدیث قدس سرہما کی وقت کی پابندی اور ذوقِ مطالعہ کا ذکر ان الفاظ میں کرتے ہیں:

"ان کی سلامت روی، دینداری اور ذوق و شوق کا یہ عالم تھا کہ چند لمحات کے لیے بھی اپنا کوئی وقت بیکار جانے دینا نہیں چاہتے تھے۔ چند منٹ اگر کوئی کسی اور بات میں مشغول کر لیتا، تو پریشان ہو جاتے۔ فرماتے، بھئی! بہت وقت ضائع ہو گیا۔ ایک دفعہ ایسے موقع پر کسی نے کہا تھا کہ آپ کے یہاں تھوڑی دیر جو بہت وقت قرار پاتا ہے، تو گھنٹہ کتنی دیر کا ہوتا ہے؟ تو آپ نے مسکرا کر فرمایا کہ ۱۵ منٹ کا گھنٹہ سمجھ لیجیے۔ یہ بہت ہے۔ پنجگانہ نماز کے لیے مسجد جا کر کبھی جماعت میں تاخیر پاتے، تو وظیفہ پڑھتے رہتے یا کتاب کے مضامین کو غور کرتے رہتے۔ کتاب دیکھنے کے لیے بے چینی ہوتی تو ٹہلنے لگتے۔ اس قدر کتب بینی کرتے تھے اور اتنی عبارتیں یاد تھیں کہ ہم لوگوں نے ان کا نام کتب خانہ رکھ دیا تھا۔ ذہانت و متانت سے اُن کی کدو کاوش از حد بڑھی ہوئی تھی۔" [2]

حضرت شیخ الحدیث کے تلمیذ اور مولانا حسن رضا بریلوی کے پوتے مولانا تحسین رضا بریلوی، آپ کے ذوقِ مطالعہ اور ذوقِ تدریس سے متعلق لکھتے ہیں،

"صبح سے دوپہر تک پڑھاتے رہتے، ظہر سے عصر تک پڑھاتے، رات کو بعد مغرب پڑھاتے اور عشاء کے بعد مطالعہ کے لیے بیٹھتے، تو ۱۲، ۱ بجے تک مطالعہ کرتے۔ بغیر مطالعہ کے کبھی نہ پڑھاتے۔ ایک دفعہ آنکھوں میں،

---

[1] ماہنامہ نوری کرن، بریلی (محدثِ اعظم پاکستان نمبر)، مارچ، اپریل ۱۹۶۳ء ص ۳۵، ۳۶

[2] ایضاً، ص ۱۹، ۲۰

بڑی تکلیف تھی۔ ڈاکٹر نے ہر چند منع کیا کہ آپ آنکھوں پر زور نہ دیں۔ آپ نے چاہا کہ کچھ دن کے لیے کتب بینی ترک کر دیں، مگر ایسا نہ کر سکے۔ بھلا کتابیں سامنے موجود ہوں اور آپ فرصت میں ہوں، پھر مطالعہ نہ کریں، ناممکن ہے۔ فرمایا کرتے تھے "جس طرح تازی روٹی اور تازہ سالن مزا دیتا ہے، اسی طرح تازہ سبق اور تازہ مطالعہ مزیدار ہوتا ہے۔" [1]

وصال سے کچھ عرصہ پہلے ایامِ علالت میں بغرضِ تبدیلی آب و ہوا اور آرام کے لیے ہری پور ہزارہ اور مری تشریف لے گئے۔ ان دنوں آپ کی علالت اور نقاہت بڑھی ہوئی تھی۔ مدرسہ رحمانیہ ہری پور میں آپ کا معمول یہ تھا کہ آپ کی مجلس میں اگر کوئی نعت خواں موجود ہوتا، تو اس سے نعت شریف سنتے۔ عمومی طور پر آپ کی مجلس دعوت و ارشاد پر مشتمل ہوتی اور مدرسہ کے کتب خانہ سے کتابیں منگوا کر ان کا مطالعہ فرماتے۔ مختلف مسائل میں دلائل کے طور پر پیش ہونے والی عبارت کو نشان لگاتے اور بعد عصر مدرسہ کے مدرسین مولانا سید محمد زبیر شاہ، اور مولانا محمد ریاض الدین سے ان کا تذکرہ فرماتے اور انہیں تاکید فرماتے کہ انہیں نوٹ کر لیں تاکہ حوالہ میں کام آسکیں [2]

مولانا ابوصالح فیض احمد اویسی، بہاول پوری حضرت شیخ الحدیث قدس سرہ کے تلامذہ میں سے ہیں۔ آپ نے کثیر تعداد میں تصانیف تحریر فرمائی ہیں۔ انہی تصانیف کی کثرت کا راز وہ یوں لکھتے ہیں:

"اثنائے عبارت (صحاح ستہ کی قرأت) میں حضرت صاحب علیہ الرحمہ بعض احادیث پر بہترین تقریر اور تبصرہ فرماتے، جنہیں فقیر نے بھی نوٹ کیا، جس سے ایک مجموعہ تیار ہوا (ان شاء اللہ کبھی منظرِ عام پر آئے گا) کبھی یوں

---

[1] ماہنامہ نوری کرن، بریلی۔ مارچ، اپریل ۱۹۶۳ء، ص ۲۴

[2] بروایت مولانا سید محمد زبیر شاہ، چکوال۔ یکم شعبان ۱۴۰۶ھ

ہوتا کہ بعد نماز عشاء ہم چند فقیروں کو خصوصی مجلس میں بلوا کر حوالہ جات کے لیے کتابیں اپنے کتب خانہ سے اُٹھوا کر نشان لگواتے اور پھر کبھی یوں بھی ہوتا کہ اسی وقت چند حوالہ جات کاپیوں پر لکھوا دیتے۔ اسی مردِ خدا کی برکت ہے، جو آج فقیر ہزاروں صفحات پُر کر جاتا ہے جن کے لیے جدید محنت نہیں کرنی پڑتی۔"[1]

گویا ہزاروں صفحات پر مشتمل تصانیف حضرت شیخ الحدیث قدس سرہ کا حاصلِ مطالعہ ہے جسے آپ نے نہایت فراخ دلی سے اپنے تلامذہ تک پہنچا دیا ہے۔ یا یُوں کہہ لیجئے کہ آپ کے تلامذہ کی کثیر تصانیف آپ کے تقریری فوائد ہیں۔

---

[1] قلمی یادداشت مولانا فیض احمد اویسی، بہاول پور، محررہ ربیع الثانی ۱۳۹۷ھ

مقبولیتِ عامہ

حضرت شیخ الحدیث قدس سرہ کی مقبولیتِ عامہ کا یہ عالم تھا کہ جب بھی آپ اپنے کمرے سے باہر نکلتے، تو لوگوں کا ہجوم ہو جاتا۔ جمعہ کے روز نمازِ جمعہ کے بعد سُنّی رضوی جامع مسجد سے جب آپ واپس دولت کدہ تک آتے، تو راستہ میں دو رویہ قطار میں کھڑے عقیدت مند مصافحہ کرنے میں مسابقت کرتے ــــــــــــ لوگ اس کثرت سے جمع ہو جاتے کہ چند گزوں کا یہ فاصلہ آپ کم و بیش ایک گھنٹہ میں طے کرتے۔ سفر و حضر میں مقبولیت کا یہی عالم ہوتا تھا۔ سفر میں ناواقف حضرات بھی آپ کے مقدّس چہرہ کو دیکھ کر آپ کے گرد جمع ہو جاتے اور بغیر کسی ظاہر تعلق کے یہ حضرات بھی آپ کی طرف کھچے چلے آتے۔ لاہور حضور داتا گنج بخش علیہ الرحمہ کی حاضری کے لیے جب آپ تشریف لاتے، تو ریلوے اسٹیشن اور دربار پر لوگ پروانہ وار ہجوم کی صورت میں آپ کے گرد جمع ہو جاتے تھے۔ دیکھنے والوں کو یُوں محسوس ہوتا تھا کہ لوگ دیوانہ وار بلا تکلف آپ کے گرد، صرف زیارت اور حصولِ برکت کے لیے جمع ہوتے ہیں، مگر درحقیقت اللہ تعالیٰ ان کے دلوں میں آپ کی محبت ڈال دیتا ہے۔ غرضیکہ آپ کے چہرۂ انور کو دیکھ کر لوگ اپنی مصروفیات کو بھول جاتے تھے ــــــــــــ جب آپ کو احباب و مخلصین کی دعوت پر کراچی، حیدر آباد، نواب شاہ، سکھر وغیرہ کے لیے سفر کرنا پڑتا۔ چونکہ ان علاقوں میں آپ کے عقیدت مند اور مرید کثیر تعداد میں تھے۔ ان کے اصرار پر آپ کو کسی نہ کسی تبلیغی پروگرام میں شریک ہونا پڑتا، تو فیصل آباد سے کراچی تک اسٹیشنوں پر ہزاروں کی تعداد میں لوگ آپ کی زیارت کے لیے منتظر ہوتے۔ خصوصاً خانیوال، ملتان کے علاقوں میں تو اکثر گاڑی لیٹ ہو جایا کرتی تھی، کیونکہ یہاں پر لوگ زبردستی گاڑی کو رُکوا لیتے تاکہ آپ کی زیارت سے مستفید ہو سکیں۔ کراچی کے میمن حضرات بھی آپ کے عقیدت مند

تھے۔ ان کی عقیدت کا یہ حال تھا کہ آپ کا پیغام بھی ان کو مل جاتا، تو اسے سر آنکھوں پر جگہ دیتے۔

مولانا مفتی محمد عبدالقیوم ہزاروی، لاہور فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ مجھے جامعہ نظامیہ رضویہ لاہور کی امداد کے لیے کراچی جانا پڑا۔ میں نے اپنے پروگرام کی اطلاع حضرت شیخ الحدیث قدس سرہ کو دی۔ آپ نے مجھے جناب حاجی عبدالشکور میمن کے نام ایک چٹھی دی۔ جب میں نے وہ چٹھی کراچی میں حاجی صاحب کو دی، تو انہوں نے اس چٹھی کو نہایت عقیدت و احترام سے بوسہ دیا، آنکھوں سے لگایا اور پھر اپنے سر پر رکھا۔ اس وقت اُن کی آنکھوں سے آنسو بہہ رہے تھے۔ حضرت شیخ الحدیث قدس سرہ کے پیغام کا یہ ادب و احترام دیکھ کر میں بہت متاثر ہوا۔ [۱]

قبولیتِ عامہ کی یہ کیفیت مولا کریم نے آپ کو عنفوانِ شباب میں ہی عطا فرما دی تھی۔ جامعہ رضویہ بریلی شریف کا یہ فاضل نوجوان مدرس اپنے وقت کے اکابر علماء کی صف میں شمار ہوتا تھا۔ پورے برصغیر میں اس کی مقبولیت و محبوبیت یکساں تھی۔ جہاں کہیں بھی تبلیغ کے لیے یہ فاضل نوجوان تشریف لے جاتا، استقبالی جلوس اپنی آنکھیں بچھا دیتا [۲] ظاہر ہے کہ عمر کے ساتھ ساتھ عقیدت و محبت بھی بڑھتی رہی۔

جامعہ رضویہ مظہرِ اسلام، فیصل آباد کے سالانہ اجلاس میں شرکاء کی کثرت و عقیدت حضرت شیخ الحدیث قدس سرہ کی مقبولیت و محبوبیت کا نظارہ پیش کرتے تھے۔ علماء، فضلاء، مشائخ عظام، طلباء اور زندگی کے ہر شعبے سے متعلق عامۃ الناس آپ کے گرد یوں جمع ہوتے جیسے شمع کے گرد پروانے۔ ۱۳۷۹ھ / ۱۹۶۰ء جامعہ رضویہ کے سالانہ جلسہ دستارِ فضیلت میں نبیرۂ امام احمد رضا، حضرت مولانا محمد ابراہیم رضا جیلانی میاں نوری قدس سرہ (م ۱۱ صفر ۱۳۸۵ھ / ۱۱ مئی ۱۹۶۵ء) زیبِ آستانہ عالیہ قادریہ رضویہ و مہتمم منظرِ اسلام بریلی شریف

---

[۱] قلمی یادداشت مولانا محمد عبدالقیوم ہزاروی، مہتمم جامعہ نظامیہ رضویہ، لاہور

[۲] مولانا سید محمد مرغوب اختر الحامدی، حیدر آباد نے تقسیم ہند سے قبل جودھپور (بھارت) میں ایک جلسہ میں آپ کی تشریف آوری پر استقبالی جلوس کا خوبصورت الفاظ میں نقشہ کھینچا ہے تفصیل کے لیے ملاحظہ ہو: ہفت روزہ محبوبِ حق، لائل پور۔ ۱۳ دسمبر ۱۹۶۳ء، ص ۱۹، ۲۰

جلوہ فرما ہوئے۔ آپ نے جو کچھ دیکھا، اسے لکھا۔ آپ کی تحریر کا ایک اقتباس ملاحظہ ہو:

"امابعد۔ فقیر بے بضاعت نے اس سال ۱۳۷۹ھ میں جامعہ رضویہ لائل پور کے جلسہ دستارِ فضیلت میں شرکت کی۔ سبحان اللہ۔ ماشاء اللہ۔ ولا حول ولا قوۃ الا باللہ۔ بریلی کے ایک لعلِ بے بہا کو لائل پور میں درخشاں دیکھا جس کی آب و تاب سے پنجاب کو چمکتا ہوا اور جس شمعِ ہدایت کے گرد ہزاروں پروانوں کو تصدق ہوتے ہوئے دیکھا۔ وہ عظیم الشان مجمع، اہلِ حق کا، اہلِ سنت کا دیکھا۔ جس کی مثال اعلیٰ حضرت رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے عرس شریف میں دیکھتا ہوں اور حضرت حجۃ الاسلام رحمۃ اللہ علیہ کے عرس مبارک میں نظر آتی ہے، ویسا ہی یا اس سے بدرجہا زائد۔

علماء، فضلاء، مشائخ، عوام و خواص، محبانِ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور فدایانِ حضرت غوث الاعظم رضی اللہ عنہ اُس نائبِ اعلیٰ حضرت خلیفہ حضرت حجۃ الاسلام، شمعِ ہدایت، فخرِ اہلِ بریلی، محدثِ بے مثال، فقیہِ باکمال کے گرداگرد مجتمع ہیں۔

یہ ثمرہ اخلاص کا ہے، یہ ثمرہ محبتِ اعلیٰ حضرت کا ہے۔ یہ نتیجہ ان تھک دینی خدمت کا ہے کہ شیخ الحدیث حضرت مولانا سردار احمد صاحب اطال اللہ عمرہ وعافاہ اللہ من جمیع المحن کو دُنیائے رضویت وسنیت میں وہ مقام حاصل ہوگیا، جس میں کوئی اُن کا ہمسر و مقابل نہیں۔" [1]

نمازِ پنجگانہ کے بعد جب آپ اپنے وظائف سے فارغ ہوتے۔ پروانوں کا اردگرد جمگھٹا لگ جاتا۔ ہر کوئی زیارت کا مشتاق ہوتا، حالانکہ آپ باقاعدہ جماعت میں شامل ہوتے۔ پانچوں وقت نمازی اور حاضرین آپ کی زیارت سے مشرف ہوتے۔ پھر بھی ان

---

[1] قلمی تحریر مولانا محمد ابراہیم رضا جیلانی میاں بریلوی۔ محررہ ۲۲ر شعبان المعظم ۱۳۷۹ھ مخزونہ کتب خانہ حضرت شیخ الحدیث قدس سرہ

کی سیری نہ ہوتی۔ مقبولیت و محبوبیت کا یہ عالم تھا کہ دورۂ حدیث کے طلباء، ہر روز آپ کی زیارت کرتے اور آپ سے اسباق پڑھتے۔ دن رات کا معتد بہ حصہ آپ ان کے ساتھ گزارتے، مگر پھر بھی وہ پنجگانہ نماز کے بعد آپ سے اسی طرح اشتیاق کے ساتھ ملاقات کرتے، گویا پہلی بار ملاقات کر رہے ہیں۔

بارہا مشاہدہ میں آیا کہ آپ جمعہ کے لیے مسجد میں تشریف لا رہے ہیں اور عقیدتمندوں نے بھی اپنی چادریں، رومال اور دستاریں آپ کے راستہ میں بچھا دی ہیں۔ اس طرح یہ لوگ آپ سے نیاز حاصل کر رہے ہیں۔

حضرت شیخ الحدیث قدس سرہ کی مقبولیتِ عامہ کا اندازہ آپ کے وصال اور جلوسِ جنازہ میں ہوا۔ برصغیر اور حرمین طیبین میں آپ کے وصال کا صدمہ محسوس کیا گیا۔ لاکھوں آنکھیں اشکبار ہوئیں۔ [1]

[1] مکمل تفصیل آپ کے وصال کے باب میں موجود ہے۔ فقیر قادری عفی عنہ

امراء وغرباء سے سلوک

اعزازِ علم وفضل نے حضرت شیخ الحدیث قدس سرہ کی خودداری کو امتیازی شان عطا کی۔ امراء کی صحبت سے آپ ہمیشہ مجتنب اور نفور رہے۔ دنیا داروں، امراء اور اعلیٰ افسروں کے دروازوں پر جانا اور اُن کے آستانوں کا طواف کرنا آپ کے نزدیک انتہائی مبغوض ومعیوب تھا۔ امراء کی دعوت قبول کرنے سے حتی الامکان اجتناب فرماتے اس کے برعکس کوئی غریب سنی دعوت کی پیش کش کرتا، تو حتی المقدور اسے قبول فرماتے اور اس کے معمولی اور سادہ سے کھانے پر بھی اس کی تحسین کرتے اور خوشنودی کا اظہار کرتے غرباء سے مل کر بہت مسرور ہوتے۔ طلباء پر والدین سے بھی زیادہ شفیق تھے۔

۱۳۷۵ھ / ۱۹۵۶ء حج کے موقعہ پر امیر امورِ شرعیہ مکہ معظمہ کے سامنے آپ نے حرم پاک میں نجدی امام کی اقتداء نہ کرنے کے شرعی دلائل کا انبار لگا دیا۔ امیر آپ کے علمی کمالات کا معترف ہو گیا اور اُس نے اعزازِ علم کی خاطر چاہا کہ آپ کی دعوت کرے، چنانچہ بذریعہ معلّم اُس نے آپ کو پیغام بھیجا کہ وہ آپ کی دعوت کرنا چاہتا ہے۔ آپ کے آنے جانے کے لیے وہ اپنی کار پیش کرے گا اور گراں قدر تحائف بھی پیش کرے گا۔ آپ نے یہ کہہ کر اُس کی دعوت مسترد کر دی کہ حرمین طیبین میں وہ اللہ ورسول کا مہمان ہے، کسی دنیا دار یا امیر کی دعوت کیسے قبول کر لے۔ [1]

قیامِ بریلی کے دوران ایک دفعہ ریاست بہاولپور کے نواب نے آپ کو اپنے ہاں قیام کی دعوت دی اور ساتھ ہی دس مربعہ زمین کی پیش کش کی۔ آپ نے نواب کی دعوت قبول نہ کی۔ بھائیوں کو جب معلوم ہوا کہ نواب علاوہ دیگر مراعات کے دس مربعہ زمین

---

[1] روایت مولانا محمد معین الدین شافعی، فیصل آباد۔ ۹ ربیع النور ۱۴۰۵ھ

بھی دے رہا ہے، تو انہوں نے آپ سے کہا کہ اس کی پیش کش قبول کر لینی چاہیئے۔ دس مربعہ زمین کے حصول سے ہماری معاشی حالت کافی بہتر ہو سکتی ہے۔ آپ نے بھائیوں سے کہا کہ روزی رب تعالیٰ کے پاس ہے۔ [1]

خواجہ ناظم الدین نے اپنے دورِ اقتدار میں آپ کو پیغام بھیجا کہ آپ کراچی سیکرٹریٹ کی جامع مسجد میں خطابت کے لیے مستقل طور پر یہاں تشریف لے آئیں، مگر آپ نے انکار کر دیا۔ [2]

ایک مرتبہ ایک دیہاتی نے آپ کو دعوت دی۔ غریب آدمی تھا۔ کھانے میں اُس نے موٹے چاول گنے کے رس ڈال کر پکائے۔ اگرچہ حکماء کی ہدایت کے پیشِ نظر آپ ان دنوں چاول استعمال نہ کرتے تھے، مگر آپ نے اُس غریب آدمی کے ہاں چاول خوب سیر ہو کر کھائے اور ساتھ ہی اُس کی تحسین بھی فرمائی تاکہ اُس غریب دیہاتی کی دل جوئی ہو جائے۔ [3]

ایک مرتبہ ایک غریب آدمی نے آپ کو کھانے کی دعوت دی۔ جب آپ اس کے گھر پہنچے، تو معلوم ہوا کہ اُس کا مکان چھپر نما ہے اور بدبودار علاقہ میں واقع ہے۔ آپ نے اُس کی دل جوئی کے لیے اُس کے ہاں کھانا تناول فرمایا۔ اپنے کسی عمل سے اس غریب کو محسوس نہ ہونے دیا کہ آپ بدبو محسوس کر رہے ہیں، حالانکہ عام حالات میں معمولی سی بدبو بھی آپ کے لیے ناگوار ہوتی۔ [4]

غریب آدمی اپنی غربت کا علاج یوُں کرتے کہ حضرت شیخ الحدیث قدس سرہ کو اپنے ہاں

---

[1] روایت چوہدری محمد اسمٰعیل برادرِ خورد حضرت شیخ الحدیث علیہ الرحمہ، ۱۰ ربیع الاوّل ۱۴۰۵ھ

[2] روایت چوہدری بشیر احمد پھوپھی زاد حضرت شیخ الحدیث، بٹالہ کالونی فیصل آباد، ۲۹ رجب ۱۴۰۵ھ

[3] قلمی یادداشت مولانا منظور حسین خطیب فیصل آباد، مخزونہ جامعہ نظامیہ رضویہ، لاہور

[4] روایت مولانا صاحبزادہ محمد فضلِ رسول حیدر رضوی، فیصل آباد۔ ۹ ربیع الاوّل ۱۴۰۵ھ

دعوت پر بُلاتے اور آپ سے دُعا کراتے۔ بہت سے غریب مسلمان آپ کی دُعا کی برکت سے خوش حال بن گئے۔ ایامِ غربت میں جب وہ آپ کو اپنے ہاں بُلاتے، تو حسبِ استطاعت کھانا پیش کرتے۔ بعض اوقات وہ کھانا آپ کی صحت کے خلاف ہوتا اور اطبّا نے ایسا کھانا کھانے سے منع کر رکھا ہوتا، مگر آپ اس غریب کی دل جوئی کی خاطر وہ کھانا رغبت سے کھا لیتے۔

ایک مرتبہ شہر کے ایک غریب عقیدت مند نے آپ کو کھانے پر بُلایا۔ اُس کے ہاں آپ تشریف فرما ہوئے۔ کھانا سامنے آیا تو محسوس ہوا کہ دال میں مرچیں معمول سے زیادہ ہیں۔ ڈاکٹروں نے زیادہ مرچ استعمال کرنے سے آپ کو منع کر رکھا تھا، لیکن اس کے باوجود آپ نے وہ کھانا سیر ہو کر کھایا تاکہ غریب میزبان یہ محسوس نہ کرے کہ آپ نے اس کا پیش کیا ہوا کھانا ناپسند فرمایا ہے۔ [1]

---

[1] روایت مولانا محمد عبدالغفار ظفر صابری، فیصل آباد، ۱۴ ربیع الثانی ۱۴۰۶ھ

شجاعت

عشقِ مصطفےٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی دولتِ بے کراں نے حضرت شیخ الحدیث قدس سرہٗ کو دُنیا کے ہر غم اور حزن و ملال سے بے نیاز کر رکھا تھا اور پھر شریعتِ مطہرہ پر استقامت نے آپ کی ذات میں شجاعت کی وہ صفت پیدا کر رکھی تھی، جو اخلاقِ کریمانہ کی زینت ہے۔ وعدۂ ربّانی، لَاخَوْفٌ عَلَیْهِمْ وَلَاهُمْ یَحْزَنُوْنَ کے جلوے آپ کی سیرت میں جا بجا ملاحظہ کیے جاتے رہے۔ آپ جس مقصد کی خاطر مصروفِ عمل رہے، اس کی راہ میں بیشمار مشکلات آئیں، مگر بڑی سے بڑی کوئی مشکل آپ کے پائے استقامت میں لغزش کیا جنبش بھی پیدا نہ کر سکی۔ کوئی خوف آپ کو ہراساں تو کیا پریشان بھی نہ کر سکا۔ جسمانی شجاعت کے ساتھ قلبی شجاعت سے بھی بہرہ ور ہوتے۔ کوئی ناگواری ایسی نہ آئی جس نے آپ کو بے قابو کر دیا ہو۔ زیادہ سے زیادہ ناراض ہوتے، تو فرماتے؛ ارے بندۂ خدا!

حضور علیہ الصّلوٰۃ والسّلام کا یہ ارشاد؛

لَیْسَ الشَّدِیْدُ بِالصُّرَعَةِ اِنَّمَا الشَّدِیْدُ الَّذِیْ یَمْلِكُ نَفْسَهٗ عِنْدَ الْغَضَبِ [1]

(یعنی طاقتور وہ نہیں جو کسی کو پچھاڑ دے، بلکہ طاقت ور وہ ہے جو غضب کے وقت اپنے آپ کو قابو میں رکھے)

آپ کی سیرت پر خوب صادق آتا ہے۔

ان سطور میں آپ کی سیرتِ مبارکہ سے چند ان واقعات کا تذکرہ ہو رہا ہے جن میں آپ کی شجاعت کے مظاہرے ہوئے۔

---

[1] رواہ البخاری ومسلم واحمد عن ابی ہریرۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ، جامع صغیر ج ۲، ص ۲۲۷

۱۳۶۵ھ / ۱۹۴۶ء کے ہندو مسلم فسادات نے پورے متحدہ ہندوستان کو اپنی لپیٹ میں لے لیا۔ بریلی بھی ہندوؤں کے فساد کی زد میں تھا۔ دیگر مسلمان اہلِ بریلی کے علاوہ منظرِ اسلام مسجد بی بی جی صاحبہ کے طلباء بھی متاثر ہوتے۔ ایک موقعہ ایسا بھی آیا کہ منظرِ اسلام کا ایک طالب علم ہندوؤں کے نرغہ میں پھنس گیا۔ بہت سے ہندو اُس پر حملہ آور ہو رہے تھے۔ حضرت شیخ الحدیث قدس سرہ نے خطرات سے بے نیاز ہو کر اکیلے ان ہندو حملہ آوروں کو للکارا اور طالب علم کو شر پسندوں کے نرغے سے نکال لائے۔[۱]

کانگریس کے ایماء پر انتہا پسند ہندوؤں نے دیگر علاقوں کی طرح بریلی میں بھی اودھم مچا رکھا تھا۔ مسلمانوں کی جانیں اور املاک محفوظ نہ رہی تھیں، لیکن اس افراتفری کے عالم میں بھی آپ نے بریلی کو نہ چھوڑا، بلکہ مسلمانوں کا آپ بہ نفسِ نفیس پہرہ دیتے۔[۲]

۱۳۶۶ھ / ۱۹۴۷ء رمضان المبارک میں آپ حسبِ معمول اپنے آبائی وطن دیال گڑھ میں تشریف لائے۔ متحدہ پنجاب ان دنوں ہندوؤں اور سکھوں کے قتل و غارت سے قیامتِ صغریٰ کا منظر پیش کر رہا تھا۔ آپ بلا خوف و خطر اپنے گاؤں کے گرد گھوڑی پر سوار ہو کر پہرہ دیتے۔ آپ نے اپنے گاؤں کو کلماتِ طیبات پڑھ کر حصار کر دیا تھا جس کی برکت سے سکھ اور ہندو اس گاؤں کا کوئی نقصان نہ کر سکے۔[۳]

بریلی شریف سے آپ جب بھی اپنے گاؤں آتے تو گرد و نواح کے دیہات میں آپ بغرض وعظ و تبلیغ تشریف لے جاتے۔ راستہ میں سکھوں کی آبادیاں بھی آتیں۔ وہ مزاحم ہونے کی کوشش کرتے، مگر آپ کی شجاعت و ہیبت ان پر غالب آجاتی اور وہ اپنے ناپاک عزائم میں نامراد رہتے۔[۴]

---

[۱] قلمی یادداشت مولانا محمد معین الدین شافعی، فیصل آباد، مخزونہ جامعہ نظامیہ رضویہ، لاہور

[۲] ایضاً، [۳] روایت قاری غلام نبی، دیال گڑھی، حال مقیم فیصل آباد

[۴] ایضاً،

۱۳۷۵ھ / ۱۹۵۵ء کو جب آپ نے پہلی مرتبہ سرگودھا میں تقریر کی۔ مخالفین
اہل سنت کو یہ بات قطعاً ناگوار تھی کہ آپ سرگودھا میں تقریر کریں۔ آپ کی تقریر سے اُن
کی مصنوعی سُنیت کا پول کُھل جاتا تھا۔ آپ کے جلسہ میں دنگا فساد کرنے کے ان کے ناپاک
عزائم کی خبریں برابر آپ تک پہنچ رہی تھیں، مگر آوازۂ حق بلند کرنے کے لیے آپ نے تہیہ
کر رکھا تھا۔ چنانچہ حضرت شیخ الاسلام خواجہ محمد قمر الدین سیالوی کی زیرِ صدارت آپ کی
تقریر جب شروع ہوئی تو مخالفینِ اہلِ سنت مسلح ہو کر حملہ آور ہوئے
تھوڑی دیر کے لیے جلسہ گاہ میں افراتفری پھیل گئی، مگر حضرت شیخ الحدیث قدس سرہ
نہایت جرأت اور دلیری سے سٹیج پر جلوہ افروز رہے۔ بالآخر سُنی مسلمانوں نے مخالفین
بھاگنے پر مجبور کر دیا۔ اس طرح آپ کی جرأت اور شجاعت سے سرگودھا اہل سنت و جماعت
کے لیے سر ہو گیا۔ [1]

لائل پور میں آپ کے قیام کے ابتدائی دنوں میں آپ نے حسبِ معمول محلہ گورونانک
کی گلی نمبر ۹ میں رات کو جلسہ سے خطاب کرنا تھا۔ سردیوں کی رات تھی۔ اسی محلہ میں قریب
ہی گلی نمبر ۱۱ میں مخالفینِ اہلِ سُنت کا مدرسہ تھا۔ مدرسہ کے مہتمم نے جلسہ سے پہلے ہی کہہ
بھیجا کہ اس طرف جلسہ میں نہ آنا، ورنہ فساد ہو جائے گا۔ محبتِ مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم
کے ترانے ان کو ناگوار تھے۔ مخالفینِ اہلِ سنت کے محلہ میں مجوزہ جلسہ میں متوقع فساد
سے آپ بالکل نہ گھبرائے۔ نتائج سے بے خطر آپ پیارے حبیب کی پیاری باتیں سنانے
جلسہ گاہ میں پہنچ گئے۔ نعت خوانی ہوئی۔ آپ نے عربی خطبہ
کے بعد اپنے پیارے انداز میں آیتِ کریمہ وَمَا اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا رَحْمَةً لِّلْعٰلَمِيْنَ
ابھی پڑھی ہی تھی کہ مخالفین حسبِ پروگرام حملہ آور ہو گئے۔ ان کے ہاتھوں میں ڈنڈے تھے

[1] قلمی یادداشت: مولانا منظور حسین، خطیب فیصل آباد

سٹیج پر اس وقت مولانا محمد سلیم نقشبندی (طالب علم جامعہ رضویہ) خطیب جھال خانوآنہ، حوالدار محمد حسین، تاج الدین بٹ، امیر محمد پہلوان اور حاجی عبدالغنی موجود تھے ـــ تین اطراف سے یکبارگی حملہ سٹیج پر تھا، جس سے مخالفین کا ارادہ آپ کو گزند پہنچانا تھا، مگر یہ حملہ درحقیقت حضرت شیخ الحدیث قدس سرہ پر نہ تھا، بلکہ مخالفین اہلِ سنت کا خود اپنے اوپر تھا۔ سُنیوں کی مدافعت سے وہ ایسے فرار ہوئے کہ اپنے گھروں میں جا کر سانس لیا۔ اس ہنگامی صورت اور افراتفری کے عالم میں آپ کا کردار انتہائی مضبوط رہا۔ انتشار ختم ہونے پر آپ نے تقریر شروع کی۔ دورانِ تقریر آپ نے حملہ آوروں کے بارے میں ایک لفظ تک نہ کہا۔ آپ کی شجاعت کے علاوہ عفو و درگزر کی عادت سے بے شمار جادۂ حق سے ہٹے ہوئے مسلمان صحیح العقیدہ مسلمان بن گئے اور آپ کے دامن سے وابستہ ہو گئے۔

اس واقعہ کے بعد چوہدری سردار علی تھانیدار نے خود عرض پیش کی کہ آپ مخالفین کے خلاف تھانہ میں رپٹ درج کرائیں۔ مگر آپ نے فرمایا ہم نے جہاں درخواست دینا تھی، دے دی ہے۔ ہم نے حضور داتا علیہ الرحمہ رپٹ درج کرادی ہے [۱]

---

[۱] روایت مولانا محمد سلیم، خطیب جھال خانوآنہ، فیصل آباد۔ ۱۶ ر جمادی الاولیٰ ۱۴۰۶ھ

بحضور داتا گنج بخش قدس سرہ العزیز

سیدالعارفین، سندالمحققین، زبدۃ الکاملین حضرت سید علی ہجویری معروف بہ حضور داتا گنج بخش قدس سرہ العزیز کے مزار پُرانوار پر آپ ہر ماہ بالالتزام حاضر ہوتے۔ اسی حاضری کے لیے بالقصد سفر فرماتے۔ اگر کسی اور وجہ سے لاہور کا سفر کرنا ہوتا تو بھی دربار شریف پر حاضری دیتے، مگر اس حاضری کو معمول کی حاضری پر محمول نہ فرماتے۔ معمول کی حاضری بالعموم پیر یا بدھ کو ہوتی۔ حاضری کا طریقہ یہ تھا کہ لاہور پہنچ کر، اگر تازہ وضو کی ضرورت ہوتی تو وضو فرماتے۔ دربار میں حاضری سے پہلے وضو کا التزام اس لیے ہوتا کہ احاطۂ دربار میں داخل ہو کر سیدھے مزار شریف پر حاضری ہو۔

آپ اپنے تلامذہ، مُریدین اور متعلقین سے فرمایا کرتے تھے کہ مزار داتا صاحب پر پابندی سے حاضری دیا کرو۔ کچھ زیادہ دیر وہاں پڑھنا یا لمبی دُعا ضروری نہیں، کیونکہ حاضری دینے والے کی طرف کسی نہ کسی روز صاحبِ مزار کی توجہ ضرور ہو جاتی ہے۔ مثال دے کر سمجھایا کرتے کہ بادشاہ کے دربار میں ایک شخص روزانہ صرف حاضری دے کر واپس چلا جائے تو بادشاہ کو خود بخود خیال آجاتا ہے کہ یہ شخص روزانہ حاضری دیتا ہے اور چلا جاتا ہے۔ یہ خیال کر کے بادشاہ خود اُس کو پوچھ لیتا ہے کہ تم کس مقصد کے لیے آتے ہو؟

مولانا مفتی محمد عبدالقیوم ہزاروی، لاہور بیان کرتے ہیں کہ ایک روز آپ نے مجھے مخاطب کر کے اسی نوعیت کی ہدایت فرمائی۔ میں نے غور کیا کہ آج حضرت نے مجھے ہی کیوں خطاب فرمایا ہے؟ میں نے غور کیا، تو احساس ہوا کہ یہ میری ایک کمزوری پر تنبیہ تھی۔ میری کمزوری یہ تھی کہ جب میں دربار داتا صاحب میں حاضر ہوتا، تو تلاوت اور دُعا میں زیادہ وقت صرف کرتا مگر دوبارہ حاضری کے لیے جلد زیادہ وقت نہ نکال سکتا، اس لیے تاخیر ہو جاتی۔ [1]

---

[1] قلمی یادداشت مولانا مفتی محمد عبدالقیوم ہزاروی، مہتمم جامعہ نظامیہ رضویہ، لاہور

لاہور میں حضرت شاہ ابوالمعالی، حضرت میاں میر، حضرت شاہ محمد غوث قادری قدس سرہم کے مزارات پر بھی حاضری دیتے۔

دربار داتا صاحب میں آپ کی حاضری کا معمول یہ تھا کہ مزار شریف کے سامنے مغربی جانب مزار شریف کی طرف منہ کر کے چند منٹ کھڑے ہوتے۔ کچھ کلمات پڑھتے اور دعا فرماتے۔ آپ کی دعا میں یہ جملے ضرور ہوتے:

اَللّٰھُمَّ ارْحَمْ اُمَّۃَ مُحَمَّدٍ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

اَللّٰھُمَّ اغْفِرْ اُمَّۃَ مُحَمَّدٍ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

دعا کے بعد آپ سید محمد معصوم شاہ نوری کے حجرہ میں تشریف لے جاتے۔ یہ حجرہ مسجد کے شمال میں دربار کے احاطہ میں واقع تھا۔ اگر حجرہ بند ہوتا یا شاہ صاحب حجرہ میں نہ ہوتے، تو مسجد میں مزار شریف کی طرف منہ کر کے بیٹھتے۔ حجرہ میں بھی آپ مزار شریف کی طرف متوجہ ہو کر بیٹھتے۔

احاطۂ مزار میں داخل ہونے کے لیے آپ مزار کے قدموں کی طرف سے یعنی جنوبی طرف سے سیڑھیوں سے ہوتے ہوئے سیدھے مزار شریف کے برآمدے میں پہنچتے۔ مسجد کے صحن میں سے آپ نہیں گزرتے تھے، کیونکہ مسجد کے صحن کو گزرگاہ بنانا جائز نہیں۔

ایک مرتبہ آپ دربار شریف میں حاضر ہوئے۔ مولوی غلام رسول مجاور دربار اور بعض دیگر مجاورین نے حضور داتا صاحب کی قدیم مسجد کے آثار کا تعارف کرایا۔ مسجد میں نصب شدہ سنگ مرمر کی طرف اشارہ کر کے بتایا کہ یہاں قدیم مسجد کا محراب تھا اور اس نشانی کے لیے سنگِ مرمر کا مصلّٰی نصب کیا گیا ہے۔ اس پر آپ نے اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ پڑھا۔ پھر فرمایا کہ فقیر مسجد کے صحن سے گزرنے سے پرہیز کرتا ہے، اس لیے سیڑھیوں سے سیدھا مزار شریف کی طرف جاتا ہے کہ یہ جگہ مسجد نہیں۔ اب آپ کے بتانے سے معلوم ہوا ہے کہ مسجد کے موجودہ بالائی صحن سے نیچے مشرقی جانب بھی صحنِ مسجد ہے کیونکہ جب یہ پتھر قدیم مسجد کا محراب ہے، تو بالائی صحن سے نیچے بھی قدیم مسجد ہے حالانکہ

بس اس حصّہ کو غیر مسجد سمجھ گزرتا تھا۔ اس وقت دیگر خدام کے علاوہ مولانا مفتی محمد عبد القیوم قادری ہزاروی مہتمم جامعہ نظامیہ رضویہ۔ لاہور بھی تھے۔

آپ نے مفتی صاحب سے مخاطب ہو کر فرمایا کہ مولانا! ناواقفیت بھی کبھی کبھی رحمت ہوتی ہے۔ جب تک معلوم نہ تھا کہ یہ حصّہ مسجد کا ہے، میں آزادی سے گزرتا تھا۔ اب جبکہ مجھے معلوم ہو گیا ہے کہ یہ حصّہ مسجد ہے تو پابندی ہو گئی کہ اب نیتِ اعتکاف کے بغیر نہیں گزر سکوں گا۔ [1]

یاد رہے کہ موجودہ صحنِ مسجد بالائی کے آخر میں چلّہ گاہ حضرت خواجہ معین الدین اجمیری قدس سرہ کے برآمدہ سے متصل مغرب میں واقع حصّہ صحن میں لگا ہوا ہے۔ حصّہ بالائی کے انتہا مشرق پر اس پتھر کے قریب ایک نیم کا درخت تھا۔ یہ سنگِ مرمر اس درخت کے سایہ میں واقع تھا، اب وہ درخت کاٹ دیا گیا ہے۔

---

[1] قلمی یادداشت مولانا مفتی محمد عبد القیوم قادری ہزاروی، لاہور

وعظ و ارشاد

مسلکِ اہل سنت کے ایک درد مند اور متحرک فرد کی حیثیت سے آپ حاضرین کو وعظ و نصیحت فرماتے۔ آپ کی کوئی مجلس وعظ و ارشاد سے خالی نہ ہوتی۔ مجلس میں حاضرین کی حیثیت کو مدِ نظر رکھتے۔ اگر علماء اور طلباء کرام ہوتے تو تدریس کے علاوہ تبلیغِ دین کی اہمیت اور ضرورت کو واضح فرماتے اور اُن کو مسائلِ حاضرہ اور مختلف فیہ مسائل کے دلائل کی طرف توجہ دلاتے۔ مخالفینِ اہلِ سنّت کے دلائل اور اُن کا رد بیان فرماتے۔ اگر مجلس میں عامۃ الناس ہوتے، تو اُن کو مسلکِ اہل سنّت کی حقانیت سے آگاہ فرماتے۔۔۔ اور عشقِ رسول سے ان کے دلوں کو لبریز فرماتے۔ اللہ تعالیٰ، حبیبِ پاک اور بزرگانِ دین کے گستاخوں سے بچنے اور دُور رہنے کی تلقین فرماتے۔ علماء و مشائخ کی خدمت میں حاضری کا شوق دلاتے۔ غرضیکہ آپ کا ہر لمحہ دعوت و ارشاد میں گزرتا۔

درس و تدریس، افتاء نویسی، خطوط کے جوابات لکھنے یا لکھوانے، مہمان علماء کی ملاقات، تصنیف و تالیف اور اسی نوعیت کی شدید مصروفیات کے باوجود آپ روزانہ عصر کی نماز کے بعد کھلی جگہ تشریف رکھتے تاکہ زیارت کے لیے آنے والے ہر شخص کو موقعہ مل سکے اور عوام الناس اپنے مسائل آپ سے حل کروائیں، چنانچہ نمازِ عصر کے بعد عوام و خواص کا کثیر اجتماع ہوتا، جس میں آپ مغرب کی اذان تک تشریف فرما ہوتے۔ اس مجلس میں بھی وعظ و ارشاد کا ہی غلبہ ہوتا۔ آپ کسی مسئلہ پر گفتگو فرماتے اور حاضرین مستفید ہوتے۔

ایسی ہی ایک مجلس میں جناب چوہدری مختار احمد انور ایڈووکیٹ اور ان کے ایک وکیل ساتھی موجود تھے۔ جناب مختار احمد انور نے شجرہ قادریہ میں امام احمد رضا قدس سرہٗ

کے ایک شعر کے متعلق دریافت فرمایا ؎

قادری کر، قادری رکھ، قادریوں میں اُٹھا
قدرِ عبدالقادرِ قدرت نما کے واسطے

کہ قادری کرنے اور قادری رکھنے کی دُعا کا مطلب یہ ہوسکتا ہے کہ باقی سلاسل ہائے طریقت امام احمد رضا قدس سرہ کو پسند نہیں۔ اس کے جواب میں آپ نے فرمایا کہ قادری سے مراد یہاں طریقت کا سلسلۂ قادریہ مراد نہیں، بلکہ غوث پاک حضرت شیخ سید عبدالقادر جیلانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو ماننے والا ہر ایک قادری ہے۔ اگرچہ وہ مشربًا چشتی ہو یا نقشبندی ہو یا سہروردی۔ [1]

علاوہ ازیں آپ جمعہ کے خطبہ میں مبسوط تقریر فرماتے تھے۔ جمعۃ المبارک کے وعظ کی اہمیت کے پیشِ نظر آپ نے پاکستان میں ہوتے ہوئے لائل پور میں جمعہ کے خطبہ کا کبھی ناغہ نہیں کیا، بلکہ عمر کے آخری ایام میں جب آپ شدید علیل تھے، اس وقت بھی حسبِ استطاعت جمعہ میں ضرور حاضری دی۔ جمعہ کے روز آپ کے خطبہ اور وعظ و ارشاد کو سننے کے لیے لوگ دُور دراز سے سفر کرکے لائل پور پہنچتے تھے۔ آپ کی تقریر دل پذیر سننے کا لوگوں کو اس قدر شوق تھا کہ آپ کے مسجد میں تشریف لے جانے سے قبل ہی ہزاروں کی تعداد میں لوگ مسجد میں موجود ہوتے۔ جمعہ کو کم و بیش ایک گھنٹہ تقریر فرماتے۔ جماعت کے وقت عظیم اجتماع ہوتا اور نمازیوں کی صفیں وسیع و عریض مسجد سے باہر دُور تک بازار میں بھی ہوتی تھیں۔ جمعہ کی نماز کے بعد دُرود و سلام ہوتا۔ بریلی شریف کی طرح یہاں لائل پور سنی رضوی جامع مسجد میں نماز جمعہ کے بعد آپ مسلمانوں کے ساتھ مل کر یہ بابرکت درود شریف سو مرتبہ پڑھتے،

صَلَّی اللّٰہُ عَلَی النَّبِیِّ الْاُمِّیِّ وَاٰلِہٖ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ
صَلٰوۃً وَّسَلَامًا عَلَیْکَ یَارَسُوْلَ اللّٰہِ ط

[1] قلمی یادداشت مولانا مفتی محمد عبدالقیوم ہزاروی، لاہور

وعظ وارشاد کا تیسرا موقعہ آپ کی وہ خصوصی مجالس ہوتیں جن کا اہتمام ملک کے مختلف علاقوں میں لوگ جلسوں کی صورت میں کرتے تھے۔ ان عوامی جلسوں میں معتقدات اور مختلف فیہ مسائل سے متعلق کثیر آیات واحادیث سے مسلکِ حقہ کا اثبات فرماتے۔ آپ ایسے اجلاسوں میں کوشش فرماتے کہ حاضرین کو مسلکِ اہلِ سنت اور اُس کے دلائل سے آگاہ کیا جائے چنانچہ عربی خطبہ کے بعد کثیر تعداد میں ان آیاتِ کریمہ کی تلاوت فرمادیتے جن سے اہلِ سنت کا مسلک ثابت وواضح ہوتا۔ پھر باری باری ہر آیۂ کریمہ پر تقریر فرماتے اور ساتھ ہی اس کی تائید میں احادیثِ شریفہ اور اسلاف کا عمل پیش کرتے ۔۔۔۔۔۔ بیان میں یُوں محسوس ہوتا تھا کہ دلائل کی آپ پر بارش ہورہی ہے۔ آیاتِ قرآنیہ، احادیثِ نبویہ، ائمہ دین اور اکابرِ علماء کے اقوال کے حوالہ جات اس قدر روانی، کثرت اور بے تکلفی سے پیش کرتے کہ گویا یہ تمام مضامین انہیں ازبر ہیں۔ اثناء تقریر میں شعر نہیں پڑھتے تھے۔ روانی اور تسلسل کا یہ عالم تھا کہ الفاظ کی صفیں کی صفیں گویا سامنے حاضر ہیں۔ زبان میں تیزی اور فصاحت و بلاغت، آواز میں گونج اور کڑک، مضامین کی آمد ہورہی ہے اور گویا آپ عالمِ وجد میں ہیں اور سامعین پر بھی وجد کی کیفیت طاری ہے۔ شانِ پاک حضور رسالت مآب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے بیان میں وہ سماں باندھ دیتے کہ سامعین اپنے ماحول و اطراف کو فراموش کر کے گویا خود کو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے دربار میں پاتے۔

مولانا قاری محبوب رضا خاں خطیب کراچی، آپ کے اندازِ بیان کو ان الفاظ میں بیان کرتے ہیں:

"مولانا کے یہاں رعد کی گونج، بادل کی گرج، بجلی کی تڑپ، شبنم کا رس، نسیم کی خنکی، کلی کا رنگ، نرگس کی نظر، شمع کا سوز، پروانہ کا جذبہ، صبح کا نور، آفتاب کی چمک، ماہتاب کی دمک، آبشار کا بہاؤ، سمندر کے مدوجزر کا نہایت حسین امتزاج نظر آئے گا جو سامعین کو اپنی طرف اس زور سے کھینچتا ہے

کہ وہ دوسری طرف اپنی توجہ منعطف و مبذول کر ہی نہیں کرسکتے۔ محاکمات کا عالم پیش کرکے سامعین کے اذہان کو مسخر کرلیتے ہیں، نکتہ سنجیاں فرماتے جاتے ہیں۔ بات میں بات پیدا کرکے رموز وحقائق کو نہایت آسانی اور روانی سے بیان فرماتے جاتے ہیں اور اپنے دعویٰ کو دلیل سے اس قدر تقویت پہنچاتے ہیں کہ مخالف بھی سپر انداز ہونے پر مجبور ہوجاتا ہے اور یہی معراجِ خطابت ہے۔[1]

"تقریر اردو زبان میں فرماتے۔ انداز ایسا سادہ اور عام فہم ہوتا کہ ہر پڑھا لکھا اور ان پڑھ دیہاتی بھی آپ کی بات سمجھ لیتا۔ اپنا علم جتانے اور حاضرین پر رعب جمانے کے لیے دقیق نکتے بیان کرنے کی کوشش نہ فرماتے۔ تقریر کی سادگی کا یہ عالم تھا کہ کلمہ طیبہ سے بھی حیات النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر استدلال قائم کرلیتے۔ فرمایا کرتے کہ کلمہ طیبہ کا ترجمہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی معبود نہیں۔ حضرت محمد مصطفےٰ (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) اللہ تعالیٰ کے رسول ہیں۔ اس سے معلوم ہوا کہ حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم زندہ بھی ہیں، اور منصبِ رسالت پر فائز بھی ہیں۔ اگر آپ زندہ نہ ہوں یا منصبِ رسالت پر فائز نہ ہوں تو یوں کہا جاتا کہ کَانَ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلَ اللہِ، یعنی حضور، اللہ کے رسول تھے۔ مثلاً کہا جاتا ہے کہ فلاں صاحب وزیر ہیں، کمشنر ہیں یا ایس پی ہیں تو اس کا مطلب یہی ہوگا کہ وہ زندہ ہیں اور اس منصب پر بھی فائز ہوں۔ اگر وہ صاحب فوت ہوچکے ہیں، یا ریٹائر ہوچکے ہوں تو یہ نہیں کہا جائے گا کہ فلاں صاحب وزیر ہیں، کمشنر ہیں یا ایس پی ہیں۔ جو شخص حیات النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے مسئلہ کا منکر ہے، اسے اپنا کلمہ بھی نیا بنانا پڑے گا۔"[2]

جہاں بھی آپ کی تقریر ہوتی، وہاں کے لوگوں کے عقائد پختہ ہوجاتے۔ عوام پر گہرا اثر پڑتا۔ لوگ آپ کے گرویدہ ہوجاتے۔ آپ لطیفہ بازی، عامیانہ باتیں، سوقیانہ انداز، ٹھٹھا اور

---

[1] ماہنامہ نوری کرن، بریلی۔ مارچ / اپریل ۱۹۶۳ء۔ ص ۲۶

[2] قلمی یادداشت، مولانا محمد عبدالحکیم شرف قادری، مخزونہ جامعہ نظامیہ رضویہ، لاہور

تمسخر سے قطعی اجتناب فرماتے۔ آپ کے انتہائی باعظمت، پُر وقار، مشفقانہ اور ناصحانہ اندازِ بیان سے لوگ خالی جھولیاں بھر کر جاتے۔ اصلاحِ اعمال کی تلقین بھی فرماتے اور فرائض و واجبات کی ادائیگی کی تاکید فرماتے۔

دورانِ وعظ دائیں ہاتھ کی شہادت کی انگلی سے کبھی کبھار اشارہ فرماتے۔ کبھی دونوں ہاتھوں کی مٹھیوں کو جنبش دیتے۔ مسئلہ کے اثبات پر زور دینے کے لیے دائیں ہاتھ کی انگلیوں کے اندرونی حصہ کو بائیں ہاتھ کی انگلیوں کے بیرونی حصہ پر مارتے، جس سے عجیب لطف پیدا ہو جاتا۔

حضرت شیخ الحدیث قدس سرہ کے دعوت و ارشاد سے کئی غیر مسلم مسلمان بنے۔ بے شمار متذبذب صحیح العقیدہ متصلب سُنّی بنے۔ بے عمل باعمل بلکہ دوسروں کے لیے نمونۂ عمل بنے۔ آپ نے متعلقین و متوسلین میں یہ جذبہ پیدا فرما دیا کہ شریعتِ مطہرہ کی خاطر ہر قسم کے مفادات کو قربان دیتے اور احکامِ شرعیہ پر سختی سے عمل کرتے۔ طوالت سے بچتے ہوئے چند واقعات کا ذکر کیا جاتا ہے، جن میں آپ کی دعوت و ارشاد کی تاثیر کی ادنیٰ سی جھلک دیکھی جا سکتی ہے۔

"قبولِ اسلام۔ لائل پور ۲۲ شعبان المعظم (۱۳۷۸ھ) دو عیسائی مرد و عورت (میاں بیوی) مع اپنے بچہ کے حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد سردار احمد صاحب (دامت برکاتہم) کی خدمت میں حاضر ہو کر مشرف باسلام ہوئے۔ مرد کا نام محمد دین اور عورت کا نام سعیدہ اور بچہ کا نام شاہ محمد رکھا گیا۔ مولا تعالیٰ نو مسلمین کو اسلام پر استقامت اور ایمان پر خاتمہ نصیب فرمائے۔ آمین" (نامہ نگار) [۱]

آپ کی دعوت پر بدعقیدگی سے توبہ کرنے والوں میں علماء حضرات بھی ہیں۔

---

[۱] ہفت روزہ رضائے مصطفےٰ، گوجرانوالہ، ۱۰ رمضان المبارک ۱۳۷۸ھ / ۲۰ مارچ ۱۹۵۹ء، ص ۶

ایک واقعہ ملاحظہ ہو:

" ازالۂ شبہ:۔ میں اپنے سابق غلط عقائد سے توبہ کر کے حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد سردار احمد صاحب دامت برکاتہم کے دستِ مبارک پر بیعت کر چکا ہوں، لہٰذا جن حضرات کو اب تک میری سُنیت کے متعلق کوئی شبہ ہو، اس کا ازالہ فرما لینا چاہیے۔"

(محمد الیاس قادری رضوی، جڑانوالہ)[1]

حضرت شیخ الحدیث قدس سرہ کے متوسلین کی احکامِ شریعت پر استقامت ملاحظہ کرنے کے لیے ایک خبر پڑھیے:

" ڈاڑھی اور شادی:۔ موضع ابدال چیمہ ضلع گوجرانوالہ میں ضلع لائل پور سے ایک برات آئی۔ دولہا میاں حضرت قبلہ شیخ الحدیث مدظلہ کے مرید باصفا اور متشرع صالح جوان تھے جنہوں نے شریعتِ مطہرہ کے مطابق ڈاڑھی رکھی ہوئی تھی۔ ان کی ڈاڑھی مبارک دیکھ کر لڑکی والوں نے چہ میگوئیاں شروع کر دیں اور آخر یہ طے پایا کہ لڑکے کی ڈاڑھی منڈوا دی جائے اور پھر نکاح کیا جائے (معاذ اللہ ثم معاذ اللہ) لیکن جب لڑکے کو ان کے ارادۂ بد اور عزمِ ناپاک کا علم ہوا تو اس مردِ مجاہد نے واشگاف الفاظ میں کہہ دیا کہ ایک کیا اگر چار لڑکیاں بھی ہوں تو میں اُن کو سُنتِ رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر قربان کر سکتا ہوں، مگر سنتِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم ڈاڑھی مبارک، ایک عورت پر قربان نہیں کی جا سکتی۔

رشتہ مرا خدا کی خدائی سے ٹوٹ جائے

چھوٹے نہ مگر ہاتھ سے دامانِ مصطفےٰ (صلی اللہ علیہ وسلم)

---

[1] ہفت روزہ رضائے مصطفےٰ گوجرانوالہ، ۱۷ رمضان المبارک ۱۳۷۸ھ / ۲۷ مارچ ۱۹۵۹ء ص ۶

یہ کہہ کر لڑکے نے بمع برات واپسی کا ارادہ کر لیا اور جب وہ جانے کے لیے تیار ہوتے تو لڑکی والوں کو ہوش آیا۔ ندامت ہوئی۔ ان کے ضمیر نے ملامت کی اور پھر جب انہوں نے معافی مانگی اور بہت منت سماجت کی، تب لڑکے والے راضی ہوئے اور نکاح کی تقریب منعقد ہوئی۔ مولا تعالیٰ سب مسلمان کہلانے والوں کو خلافِ شرع حرکات، بدعات و بُری رسموں سے بچنے اور سُنّت و شریعت کی اتباع کی توفیق بخشے۔ آمین (نامہ نگار) [1]

حضرت شیخ الحدیث قدس سرہ کے دعوت وارشاد کا حلقہ صرف مسجد و مدرسہ ہی نہ تھا، بلکہ کالج کے طلباء اور اساتذہ بھی اگر آپ کو اپنے ہاں دعوتِ تبلیغ دیتے، تو آپ ان کے ہاں بھی تشریف لے جاتے۔ ایسا ہی ایک مرتبہ ہوا آپ میونسپل کالج، لائل پور کے جلسہ میں تشریف لے گئے اور وہاں مدلل وعظ فرمایا۔ کالج کے اساتذہ اور طلباء بہت متاثر ہوئے۔ [2]

---

[1] ہفت روزہ رضائے مصطفےٰ، گوجرانوالہ، ۱۲ شوال المکرم ۱۳۷۷ھ / ۲ مئی ۱۹۵۸ء، ص ۳، ۴

[2] روایت پروفیسر محمد یوسف ایم اے، پروفیسر میونسپل کالج۔ فیصل آباد۔ ۱۴ نومبر ۱۹۷۸ء

پیکرِ حسن و جمال

صاحبِ جمال صوری و معنوی حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا ارشاد ہے:

نَضَّرَ اللّٰہُ اِمْرَأً سَمِعَ مِنَّا شَیْئًا فَبَلَّغَہٗ کَمَا سَمِعَہٗ [1]

"اللہ تعالیٰ اس آدمی کے چہرے کو رونق بخشے، جس نے ہم سے کچھ سنا، تو اُسے اسی طرح پہنچا دیا جیسا اُس نے سُنا۔"

دوسری روایت یوں ہے:

نَضَّرَ اللّٰہُ اِمْرَأً سَمِعَ مِنَّا حَدِیْثًا فَحَفِظَہٗ حَتّٰی یُبَلِّغَہٗ غَیْرَہٗ [2]

"اللہ تعالیٰ اس آدمی کو حُسن بخشے اور اس کے چہرے کو بارونق کرے جس نے ہم سے کوئی حدیث سنی، تو اسے یاد کیا، یہاں تک کہ دوسروں کو پہنچا دے۔"

ایک اور روایت کے کلمات یوں ہیں،

نَضَّرَ اللّٰہُ عَبْدًا سَمِعَ مَقَالَتِیْ فَحَفِظَہَا وَوَعَاہَا وَاَدَّاہَا [3]

"اللہ تعالیٰ اُس کے چہرے کو بہجت عطا کرے، جس نے میرا کلام سُنا، تو اسے یاد کیا، اسے محفوظ کر لیا اور اسے دوسروں تک پہنچایا۔"

ملّا علی قاری علیہ الرحمہ نے حدیث کی تشریح میں فرمایا،

---

[1] رواہ الترمذی وابن ماجہ واحمد وابن حبان فی صحیحہ عن ابن مسعود ورواہ الدارمی عن ابی الدرداء، جامع صغیر ج ۲، ص ۳۳۰

[2] رواہ الترمذی وایضًا عن زید بن ثابت، جامع صغیر ج ۲، ص ۳۳۰

[3] رواہ الشافعی والبیہقی فی المدخل ورواہ احمد والترمذی وابوداؤد وابن ماجہ والدارمی عن زید بن ثابت۔ مشکوٰۃ، ص ۳۵

والمعنی خصہ اللہ بالبھجۃ والسرور۔ ۱۲ مرقات

یعنی اللہ تعالیٰ ایسے چہرے کو بہجت اور سرور عطا کرتا ہے۔"

علامہ مصطفےٰ محمد عمارہ مصری نے علامہ مناوی علیہ الرحمہ کے حوالے سے اس کا معنی یوں بیان فرمایا۔ البسہ النضرۃ ای جملہ اللہ و زینہ اوصلہ اللہ الی نضرۃ الجنۃ وھی نعیمھا۔ [1]

" نضرت عطا کرنے کا معنی یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ اسے جمال و زینت عطا فرمائے، اسے جنت کی رونقوں تک پہنچائے، یعنی اس کی نعمتیں عطا فرمائے۔

حضرت شیخ الحدیث قدس سرہ کو جو حُسنِ صوری و معنوی فطری طور پر عطا فرمایا گیا تھا، وہ اپنے معاصرین سے بدرجہا اتم و اکمل تھا۔ مزید برآں احادیث محبوب رب العالمین صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت کے صلہ میں اللہ تعالیٰ نے جو کمال و جمال، بہجت و نضرت، رونق و زینت اور شرافت و وجاہت آپ کو عطا فرمائی، اس کا الفاظ میں بیان کرنا ممکن نہیں۔ یہ کیفیات اگرچہ ظاہری بشرہ سے متعلق تھیں، مگر درحقیقت ان کا تعلق حال سے تھا۔ حال کو صاحبِ حال ہی سمجھ سکتا ہے اور حال ہی زبان سے بیان کر سکتا ہے، تاہم تذکرہ نویسی میں شخصیت کا حلیہ بیان کیا جاتا ہے۔ اسی نہج کی اتباع میں، حضرت شیخ الحدیث قدس سرہ کا ظاہری حلیہ بیان کیا جاتا ہے۔ مجھے اپنی کم مائیگی اور بیان کی عدم صلاحیت کا اعتراف بہرحال ہے۔

حضرت شیخ الحدیث قدس سرہ علمی و رُوحانی حیثیت سے بُلند مرتبہ ہونے کے ساتھ ساتھ صوری اور جسمانی لحاظ سے بھی قد آور شخصیت تھے۔ آپ کا جسمِ مبارک لمبائی مائل اور بھاری تھا، مگر حدِ اعتدال سے متجاوز نہ تھا۔ لمبائی اور موٹائی میں خاص موزونیت تھی جس کی بنا پر آپ کو میانہ قد کہنا مناسب ہے۔ چہرہ گول، منوّر اور نور برساتا ہوا، غلبۂ

---

[1] الفضل الکبیر مختصر شرح الجامع الصغیر للمناوی مطبوعہ دار احیاء الکتب العربیہ مصر ج۲ ص۳۳

رُوحانیت کی بنا پر بھاری اور پُر رونق تھا۔ رنگ سرخی مائل سفید تھا، سر بڑا اور گول، اس پر عمامہ کی بہار۔ ہر سر اس پُر عظمت سر کے آگے خود بخود خم ہو جاتا۔ سر کے بال گھنگریلے اور پتلے۔ گردن فراز، تیرہ بختی کو روشن بختی میں بدل دینے والی بڑی بڑی لمبی سیاہی مائل اور چمکدار آنکھیں۔ آنکھوں میں سُرخ ڈورے، بھنویں گنجان، پلکیں گھنی۔ ناک متوسط، پتلی اور کچھ اُٹھی ہوئی۔ رخسار بھرے ہوئے گداز۔ سینہ کشادہ، پتلے پتلے سُرخ ہونٹ، پیشانی بلند اور کشادہ۔ لمبی لمبی انگلیوں والے خوبصورت ہاتھ، جُود و سخا اور دستگیری کی صفت سے موصوف۔ خط قدرتی۔ عمر کے آخری دو سالوں میں علالت کی وجہ سے عمومی صحت اگرچہ کمزور ہو گئی تھی، تاہم چہرے کی رونق، وجاہت اور جاذبیت بدستور باقی رہی۔ چہرے کا جلال دیکھ کر کوئی بھی آپ کو مریض متصور نہیں کر سکتا تھا، کیونکہ چہرے کی سُرخی و سفیدی کا حُسن آخر وقت تک نمایاں اور قائم رہا۔ جب کہ آپ کے ہاتھ اور پاؤں دیکھے جاتے تو معلوم ہوتا کہ نہایت کمزور ہو چکے ہیں۔

پُر جمال اور پُر جلال چہرے کو دیکھ کر یہ اندازہ کرنا مشکل ہوتا کہ جمال زیادہ ہے، یا جلال۔ چاند کی سی تابانی، غلبۂ رُوحانیت سے وجاہت کے غلبہ اور متبسم چہرے کی شگفتگی کے اجتماع نے کچھ ایسی صورت پیدا کر رکھی تھی کہ جیسے دیکھتے ہی بے ساختہ زبان پر سُبحان اللہ، سُبحان اللہ جاری ہوتا اور خدا یاد آجاتا۔ [1]

---

[1] اولیاء اللہ کی ایک پہچان یہ ہے کہ انہیں دیکھ کے خدا تعالیٰ یاد آجاتا ہے۔ حدیث پاک میں ہے،

انّ النبی صلی اللہ علیہ وسلم سئل من اولیاء اللہ قال الذین اذا رُؤوا ذکر اللہ۔ (نزھۃ الناظرین للشیخ تقی الدین عبدالملک بن ابی المنی مطبوعہ مصر ۱۳۷۳ھ/ ۱۹۵۴ء، ص ۴۳) ایک اور حدیث کے کلمات یوں ہیں: خیارکم الذین اذا رؤوا ذکر اللہ بھم (بیہقی، جامع صغیر، ج ۲، ص ۱۰) یعنی تم میں سے بہترین وہ ہیں جنہیں دیکھ کے خدا یاد آجائے۔ (فقیر قادری عفی عنہ)

جلال و جمال کے حسین امتزاج کو آپ کی مجلس میں حاضر ہونے والے ممتاز دانشور ڈاکٹر پروفیسر محمد اسحٰق قریشی، فیصل آباد نے ان الفاظ میں بیان کیا ہے:

"مولانا مرحوم کو اللہ تعالیٰ نے جہاں علم و فضل کی بے پایاں دولت سے نوازا تھا، وہاں ذاتی رُعب داب اور شکوہ و دبدبہ بھی عطا فرمایا تھا۔ انہیں دیکھتے ہی خوف و رجا کے ملے جلے جذبات اُبھرتے تھے ۔۔۔ ان کی محفلِ پاک میں بڑے بڑے فضلاء کو دو زانو دیکھا جا سکتا تھا۔ ان کے حضور زبان کھولتے خوف محسوس ہوا کرتا تھا کہ نہ جانے کون سی بات سوءِ ادب میں داخل ہو جائے، لیکن اس کے ساتھ ساتھ ان کے خیالات سے مُستفیض ہونے اور مجلسی نشست کو طول دینے کو جی چاہتا تھا۔ فرزدق کا یہ شعر ان کے بارے میں کتنا حقیقت پسندانہ معلوم ہوتا ہے:

یغض حیاء و یغض من مھابتہ
فلا یکلم الا حین یتبسم

ترجمہ: "آپ تو شرم و حیاء سے آنکھیں نیچے رکھتے ہیں اور دوسرے لوگ ان کے ہیبت و جلال کی وجہ سے مجبور ہیں کہ آنکھیں جھکا لیں۔ ان کے حضور گفتگو نہیں کی جا سکتی، مگر صرف اس وقت کہ آپ مسکرا رہے ہوں"

اللہ تعالیٰ نے آپ کو وہ مردانہ حُسن و جمال عطا فرمایا تھا کہ دیکھتے ہی صفتِ خداوندی پر قربان ہونے کو جی چاہتا تھا۔" [1]

آپ کی آواز صاف اور رعب دار تھی، لیکن شیریں اس قدر کہ کانوں میں رس گھولتی تھی۔ جب آپ بولتے تو محسوس ہوتا کہ گویا سُنتِ نبوی بول رہی ہے اور جب خاموش ہوتے تو فضاؤں پر سکوت طاری ہو جاتا ہے

---

[1] ماہنامہ نوری کرن، بریلی۔ مجریہ مارچ/اپریل ۱۹۶۳ء (حضرت محدثِ اعظم پاکستان نمبر)، ص ۵۱

جبینِ شوق جھکا دی فلک نشینوں نے
کبھی اہلِ جنوں اس دیار سے گزرے

۱۳۷۵ھ / ۱۹۵۶ء کے حج کے موقعہ پر حلق کرایا تھا۔ ۱۳۸۰ھ / ۱۹۶۱ء میں سر کے بال ترشوائے تھے۔ سر کے بال ہمیشہ کانوں کی لو تک رکھتے۔

جُمعہ کے روز حجامت بنواتے۔ عموماً لبوں کے بال کٹواتے اور ناخن ترشواتے۔

ــــــ خوشبو کا استعمال بہت کم فرماتے، لیکن اس کے باوجود آپ کے پسینہ اور کپڑوں سے خوشبو آتی ــــــ کمرے میں عموماً دری بچھی ہوتی، جس پر مصلیٰ ہوتا ــــــ گاؤ تکیہ سے ٹیک لگا کر نہ بیٹھتے۔

حضرت شیخ الحدیث قدس سرہ جہاں انتہائی خوبصورت اور حد درجہ خوش اخلاق تھے، وہاں لباس بھی بہت ہی دل کش زیبِ تن فرماتے تھے۔ تدریسِ حدیث، اوقاتِ نماز میں عموماً اور جمعہ کے دن بالالتزام پگڑی باندھتے جو بعض اوقات سفید، کبھی زرد، اور عموماً نسواری (ملاگری) ہوتی۔ عمامہ کی لمبائی بالعموم سات گز ہوتی۔ گھر پر اور مدرسہ و مسجد میں اور سردیوں میں عام طور پر یو۔ پی کی کشیدہ کاری والی ٹوپی ہوتی ــــــ خاص تقاریب، خطبہ جمعہ و عیدین کے لیے عمامہ پر سفید ململ کا لمبا چادر نما پٹکا بھی اوڑھا کرتے جو چہرہ مبارک کے ماسوا سر اور گردن پر لپیٹا ہوتا۔ [1]

[1] حاشیہ آئندہ صفحہ پر ملاحظہ فرمائیں،

کُرتا ہمیشہ کھُلا اور متوسط پہنتے۔ کُرتا عموماً سفید اور کبھی رنگ دار ہوتا۔ گرمیوں میں آرکنڈھی چکن کا کرتا بھی پہنتے۔ شلوار ہمیشہ سفید ہوتی۔ دورانِ علالت پاجامہ بھی استعمال فرمایا۔ صدری اور شیروانی بھی پہنتے۔ جُمعہ و عیدین میں جُبّہ بھی زیب تن فرماتے۔ پاؤں میں ہمیشہ اعلیٰ قسم کی مرادآبادی جُوتی پہنتے۔

آپ علماء اور جامعہ رضویہ کے فضلاء کو فرمایا کرتے تھے کہ علماء کرام کو خوش لباس ہونا چاہیئے اور اس کے ساتھ ساتھ لباس کی شرعی حیثیت کا خیال بھی ضروری ہے۔

ایک موقعہ پر فرمایا کہ عالم کا جوتا ایسا ہونا چاہیے کہ دُنیا دار کی نگاہ عالم کے جُوتوں پر رہے۔ علماء کرام کو شیروانی کے استعمال کی تاکید فرماتے کہ اس سے عالم کا وقار بُلند ہوتا ہے۔

لہ حاشیہ گزشتہ صفحہ:

مؤلف کتاب ہذا فقیر قادری عفی عنہ آج تک آپ کے اس چادر نما پٹکا کو سر اور گردن پر اوڑھنے کو آپ کی ایک خاص ادا سمجھتا رہا۔ ان دنوں حُسنِ اتفاق سے ایک حدیث پاک نظر نواز ہوئی:

اَلْاِرْتَدَاءُ لُبْسَۃُ الْعَرَبِ وَالْاِلْتِفَاعُ لُبْسَۃُ الْاِیْمَانِ۔

رواہ طبرانی فی الکبیر عن ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما، بحوالہ جامع صغیر للسیوطی، مطبوعہ جلد ا، ص ۲۱۰

ترجمہ و تفہیم: چادر اوڑھنا عربوں کا لباس ہے اور سر اور اکثر چہرے کو (چادر سے) ڈھانکنا ایمان والوں کا لباس ہے۔ حدیث پاک کے مطالعہ کے بعد یہ واضح ہوا کہ مذکورہ انداز میں آپ کا چادر نما پٹکا کا اوڑھنا نہ صرف آپ کی ادا تھی، بلکہ حدیث پاک پر عمل بھی تھا۔ سُبحان اللہ! کیسی پاکیزہ سیرت تھی جو پہناوے کے ادنیٰ حصہ میں بھی سنتِ مصطفےٰ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو ملحوظ رکھتے تھے۔ ۱۲ فقیر قادری عفی عنہ

یادداشت جمعیّتِ رضویہ اہل سُنّت وجماعت لائل پور

نام: اس انجمن کا نام جمعیتِ رضویہ اہل سُنّت وجماعت، لائل پور ہو گا۔
انجمن کا صدر دفتر جامعہ رضویہ، شاہی مسجد، جھنگ بازار، لائل پور میں ہو گا۔

اغراض ومقاصد:

جمعیت کے اغراض ومقاصد مندرجہ ذیل ہیں:

۱۔ اسلامی اصولوں کی اشاعت وحفاظت اور مذہبِ حقہ کے بنیادی اصولوں کی ترویج۔

۲۔ قرآن مجید، حدیث شریف، اجماع اور قیاس کی روشنی میں اہل سنّت حنفی مکتبِ فکر کی ترقی وخدمت کرنا۔ شیخ المحدثین علامہ شاہ عبدالحق محدث دہلوی اور اعلیٰ حضرت عظیم البرکت امام اہلِ سنّت مجدد دین وملت الحاج مولانا احمد رضا خاں بریلوی (قدس سرہما) کے معتقدات کے مطابق اشاعت کرنا۔

۳۔ دارالعلوم جامعہ رضویہ مظہرِ اسلام اہل سنّت وجماعت کا قیام عمل میں لانا قائم رکھنا اور اس کا انتظام کرنا، درسِ نظامی کے ذریعے مذہبی تعلیم دینا، مختلف شعبہ جات کا قیام اور ان کا انتظام وانصرام کرنا۔ مثلاً، دارالافتاء، دارالکتب، دارالتبلیغ، دارالاقامہ۔

۴۔ جامعہ میں پڑھنے والے طلباء کے لیے اساتذہ، کتب، رہائش اور خورد ونوش کا انتظام کرنا۔

۵۔ عیدِ میلاد النبی پورے طمطراق کے ساتھ منانا، اور اس کے متعلق مختلف مواقع پر مجالس کا انتظام کرنا، عوام الناس میں صحیح اسلامی رُوح پھونکنا اور اس طرح مسلمانوں کو صراطِ مستقیم پر چلنے کی ترغیب دینا۔

۶- ایسی سرگرمیوں سے باز رہنا اور اُن کی حوصلہ شکنی کرنا جو اسلام، ریاست اور قوم کے لیے نقصان دہ ہوں۔

۷- ایسے مبلغین تیار کرنا جو مذہبِ حقہ کی صحیح اور موزوں انداز میں تبلیغ کرنے کے قابل ہوں۔

۸- ہر قسم کی غیر اسلامی سرگرمیوں کے بارے میں ریاست یا حکومت کو آگاہ کرتے رہنا۔

۹- پاکستان کے مختلف مقامات اور شہروں میں جامعہ رضویہ کی شاخیں کھولنا اور قائم رکھنا

۱۰- مذہبی کتب اور رسائل کی اشاعت کے لیے پریس کا قیام عمل میں لانا تاکہ عقائدِ حقہ کی تبلیغ ہو سکے۔

۱۱- خلفاء اور دیگر بزرگانِ دین کے ایام مبارکہ منانا تاکہ ان کے کارنامے سن کر مسلمان ان کی پیروی کرنے کے قائل ہو سکیں۔

جمعیتِ رضویہ اہل سنت و جماعت لائل پور کے قوانین، اصول، ضوابط اور دفعات:

۱- تعریفات:

(ا) بانی اور سرپرست سے مراد وقتی طور پر جمعیت کا بانی اور سرپرست ہوگا۔

(ب) صدر اور مہتمم سے وقتی طور پر جمعیت کا صدر اور مہتمم مراد ہوگا۔

(ج) خازن سے مراد ہوگا، وقتی طور پر جمعیت کا خازن۔

(د) سیکرٹری سے جمعیت کا وقتی طور پر سیکرٹری مراد ہوگا۔

۲- رکنیت:

(ا) پاکستان کے وہ تمام شہری جن کی عمر ۱۸ سال سے کم نہ ہو اور وہ اہل سنت و جماعت ہوں، جمعیت کے ممبر بن سکتے ہیں۔

(ب) ممبران، ممبر بنتے وقت اتنی رقم بطورِ چندہ دیں جتنی رقم جمعیت کے اربابِ اختیار وقتاً فوقتاً مقرر کریں گے۔

(ج) ممبران اپنی مرضی سے جتنا چاہیں عطیہ دے سکتے ہیں تاکہ جمعیت کی ہنگامی ضروریات

پوری کی جا سکیں۔

۳۔ مجلس منتظمہ:

جمعیت کی مجلسِ منتظمہ مندرجہ ذیل ہوگی:

(i) صدر اور مہتمم

(ii) سیکرٹری

(iii) خازن

۴۔ ایگزیکٹو کمیٹی:

جمعیت کا انتظام ایگزیکٹو کمیٹی چلائے گی جو بشمول دفتری اہلکار نو ارکان پر مشتمل ہوگی۔ ایگزیکٹو کمیٹی کے اہل کاروں اور ممبران کا انتخاب سالانہ اجلاس عام میں ہوگا۔

۵۔ صدر (مہتمم) کے فرائض و اختیارات:

(ا) صدر (مہتمم) کسی بھی ملازم کی تقرری یا معزولی بغیر کوئی وجہ بتائے کر سکتا ہے۔

(ب) صدر کسی بھی دفتری اہل کار کی خالی اسامی پُر کرنے کا مجاز ہے۔ اس وقت تک کہ عام اجلاس میں اس جگہ کسی کی تقرری کی جائے۔

(ج) صدرِ جمعیت کی ہنگامی ضرورت پورا کرنے کے لیے مبلغ پچاس روپے ماہوار تک خرچ کرنے کا مجاز ہوگا۔

(د) صدر ہر اجلاس کی صدارت کرے گا یا اُس کی غیر حاضری میں ایگزیکٹو کمیٹی جسے چُن لے، صدارت کرے گا۔

(س) ہنگامی حالات میں صدر کو ضرورت کے مطابق فوری قدم اٹھانے کا اختیار ہوگا۔

(ش) صدر انتظامیہ میں کسی ممبر کو شامل کر کے اس کی کل تعداد میں اضافہ کر سکتا ہے اور ممبران میں سے ایک نائب صدر کی تقرری کر سکتا ہے۔

(ک) برابری (TIE) کی صورت میں صدر اپنا دُہرا ووٹ استعمال کرے گا۔

۶۔ نائب صدر

(ا) صدر کی غیر موجودگی میں نائب صدر کو وہ اختیارات حاصل ہوں گے جو صدر کو حاصل ہیں۔

(ب) صدر اور نائب صدر کی غیر موجودگی میں دفتری اہل کاروں میں سے متفقہ رائے سے کسی بھی ممبر کو صدارت کے لیے کہا جاسکے گا۔

۷۔ خازن

۸۔ سیکرٹری

سیکرٹری جمعیت کے دفتر کا انچارج ہوگا۔ اس کے فرائض و اختیارات مندرجہ ذیل ہوں گے:

(ا) تمام اجلاسوں کا انعقاد اور اُن کی کارروائی کا ریکارڈ رکھنا۔

(ب) ایگزیکٹو (انتظامیہ) اور اجلاس عام کے احکامات اور فیصلوں پر عملدرآمد کرانا۔

(ج) جمعیت کی ہنگامی ضرورت کے لیے سیکرٹری مبلغ پچیس روپے ماہوار تک خرچ کرنے کا مجاز ہوگا۔

(د) جمعیت کے ہر قسم کے کاغذات، خط و کتابت اور سامان کا ریکارڈ رکھنا۔

۹۔ عام قوانین:

(ا) کورم سات ممبران کا ہوگا۔

(ب) تمام معاملات کا فیصلہ کثرتِ رائے سے ہوگا۔

(ج) مندرجہ ذیل مسائل پر بحث کی خاطر ایگزیکٹو (انتظامیہ) کمیٹی کی مقرر کردہ تاریخ پر سالانہ عام اجلاس بُلایا جائے گا:

(i) ایگزیکٹو کمیٹی کی رپورٹ سننے اور غور و خوض کرنے کے لیے۔

(ii) مجلس انتظامیہ کے ممبر کا انتخاب کرنا۔

(iii) حسابات کی سالانہ رپورٹ کی پڑتال اور منظوری دینا۔

(iv) سالانہ بجٹ کی منظوری دینے کے لیے۔

(د) صدر ہنگامی حالات کی صورت میں جمعیت کا خاص اجلاس بُلا سکتا ہے یا اس قسم کا کوئی اجلاس بُلانے کے لیے کم از کم سات ممبران تحریری طور پر کہیں جس میں اجلاس بُلانے کے مقاصد کی وضاحت کی گئی ہو۔ ایسی درخواست کی وصولی پر صدر اس درخواست کی نقل ممبران میں مشتہر یا تقسیم کرے گا اور اجلاس کے لیے تاریخ مقرر کرے گا۔

(۱۰) متفرقات،

(ا) جمعیت کی آمدن اور جائداد جب بھی حاصل ہو جائے اسے جمعیت کے مقاصد کی ترویج کی خاطر حفاظت سے استعمال ہو گی۔

(ب) جمعیت کے حساب کتاب کی پڑتال ایگزیکٹو کمیٹی کے مقرر کردہ آڈیٹر سے سال میں ایک مرتبہ (یا ——————) کروائی جائے گی۔

(ج) قوانین اور ضوابط کے ذریعے کچھ بھی تبدیلی یا اضافہ نہیں کیا جا سکے گا۔ ایسا صرف اجلاس عام کے ذریعے کیا جا سکے گا جو کم از کم چودہ روز یا ہنگامی صورت میں اس سے بھی کم عرصہ کے نوٹس پر بُلایا جا سکے گا۔

دستخط ممبران

سرپرست و بانی: ابوالفضل محمد سردار احمد غفرلہ	جامعہ رضویہ جھنگ بازار لائل پور
صدر، مہتمم: محمد فضلِ رسول	ایضاً
خازن: ابوسعید محمد امین	جامع مسجد محمد پورہ، لائل پور
ناظم: محمد معین الدین	جامعہ رضویہ جھنگ بازار لائل پور
رکن: نواب الدین غفرلہ	ایضاً
سیکرٹری: محمد عبدالقادر غفرلہ	ایضاً
رکن: محمد یعقوب بقلم خود	انارکلی بازار۔ لائل پور
رکن: حافظ محمد شفیع بقلم خود	کمیشن ایجنٹ، ریل بازار، لائل پور
رکن: حاجی فیروزالدین بقلم خود	محمد پورہ۔ لائل پور

تاریخ: ۸ر مارچ ۱۹۶۰ء

تواضع

امام المرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا،

مَنْ تَوَاضَعَ لِلّٰہِ رَفَعَہُ اللّٰہُ[1]

"جس نے اللہ تعالیٰ کے لیے تواضع کو اختیار فرمایا، اللہ تعالیٰ اس کو رفعت و منزلت عطا فرماتے گا۔"

عظمت و جلالت ذاتِ باری کے مشاہدہ نے جس ذات میں یہ کیفیت پیدا کر دی کہ اس کی نگاہ میں خود اس کی ذات تمام جہان سے کم تر محسوس ہو۔ عبودیت اور عجز نے اس کو اوامرِ الٰہی کے امتثال اور تمام احکام کی تسلیم پر مائل کر دیا، وہ ہر حال میں بندہ بن کر رہے اور اللہ جل و علا کے بندوں سے اس کا پیار ایسا ہو کہ ہر بندہ محسوس کرے کہ وہ اس سے سب سے زیادہ پیار کرتا ہے، ایسے متواضع کو اللہ تعالیٰ ایسی رفعت و منزلت عطا کرتا ہے کہ تمام جہاں اسے اپنا مخدوم سمجھتا ہے۔

حضرت شیخ الحدیث قدس سرہٗ کی متواضع عادت اور بے نفسی کا یہ عالم تھا کہ کریما اور پند نامہ پڑھنے والے مبتدی کو بھی "مولانا" کہہ کر خطاب فرماتے۔ آپ کی مجلس میں اگر کسی ناخواندہ دیہاتی نے کوئی مسئلہ پوچھا، تو بڑی شفقت سے پوری وضاحت سے مسئلہ کا جواب عطا فرماتے مسائل کی وضاحت میں خواہ کتنا ہی وقت لگ جاتا، اکتاہٹ محسوس نہ فرماتے۔ ایک شخص کے بعد اگر دوسرا شخص وہی مسئلہ دریافت فرماتا، تو اسے محبت اور وضاحت سے مسئلہ بیان فرماتے مسئلہ کا بیان اس نوعیت کا ہوتا کہ وہ "مشاہدہ" بن جاتا۔

---

[1] رواہ ابونعیم فی الحلیہ عن ابی ہریرۃ، جامع صغیر، ج ۲، ص ۲۹۰

آپ کی مجلس میں جو بھی مسئلہ پوچھنے آیا، وہ مسئلہ کے جواب سے زیادہ آپ کے اخلاق سے متاثر ہوتا۔

قیامِ پاکستان سے قبل جب آپ منظرِ اسلام بریلی میں صدر مدرس اور شیخ الحدیث تھے جناب میاں غلام رسول درگاہی ناظم انجمن ارشاد الاسلام بیگہ مہروچوپر تحصیل کھاریاں ضلع گجرات کی دعوت پر بیگہ میں میلاد النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے سالانہ اجلاس میں تشریف لائے۔ علاقہ کے دو دیہاتی ایک مسئلہ پوچھنے کے لیے حاضر ہوئے۔ آپ اس وقت چارپائی پر جلوہ گر تھے۔ دیہاتیوں نے آپ کے علمی مقام کا پاس کرتے ہوئے زمین پر بیٹھنا چاہا، مگر آپ نے ان دیہاتیوں کو اصرار کر کے نہ صرف چارپائی پر بٹھایا، بلکہ اپنی چارپائی کے سرہانہ کی طرف بٹھایا۔ امتثالِ امر کے پیشِ نظر انہیں آپ کے برابر بیٹھنا پڑا اور ان کے مسئلہ کا جواب مرحمت فرمایا۔ یہ دیہاتی حیران تھے کہ مرکزِ علم و عرفان بریلی کا شیخ الحدیث عوام الناس سے اس بلندیٔ اخلاق سے پیش آتا ہے۔[1]

میاں غلام رسول موصوف نے بیان کیا قیامِ پاکستان سے قبل جب آپ ہمارے ہاں سالانہ جلسہ میں تشریف لائے۔ میں نے عرض کیا حضور! آپ کے کھانے کا انتظام کیسا کیا جاتے؟ اور آپ کونسی اشیاء کھانے میں پسند فرمائیں گے؟ آپ نے فرمایا:

"مولانا! خشک روٹی، پسی مرچیں اور نلکے کا سادہ پانی میرے لیے کافی ہے، کسی تکلف کی ضرورت نہیں۔"[2]

جناب میاں صاحب موصوف بڑی محبت و عقیدت سے آپ کی تواضع اور استغناء کا یہ واقعہ بیان کیا کرتے تھے:

حضرت شیخ الحدیث قدس سرہ جب بھی اپنا نام لکھتے تو لفظ "فقیر" اپنے نام سے پہلے

---

[1] روایت میاں غلام رسول درگاہی، مرحوم

[2] ایضاً،

ضرور لکھتے اور جب کسی تعارف کے موقعہ پر اپنا نام لکھتے، تو یوں رقم کرتے:

"فقیر محمد سردار احمد عفرلہ خادم اہلِ سنت"[1]

مولانا سید محمد جلال الدین بھکھی ضلع گجرات (م ۱۴ ربیع النور ۱۴۰۶ھ/۲۷ نومبر ۱۹۸۵ء) نے بیان فرمایا کہ ۱۳۶۶ھ/۱۹۴۷ء کو بریلی شریف میں دورہ حدیث کے دوران ایک صبح آپ نے فرمایا کہ آج رات مطالعہ کے دوران مسلم شریف میں کعبہ سے متعلق روایت میں ایک لفظ "کَلِیْل" کا مناسب معنی ذہن میں نہ آیا۔ سردیوں کا موسم تھا۔ استادِ محترم حضرت صدر الشریعہ بغرضِ ملاقات حضرت مفتی اعظم مدظلہ کے مکان پر تشریف لائے ہوئے تھے۔ رات کو ہی میں حضرت استاد محترم کی خدمت میں حاضر ہوا، اور کَلِیْلٌ کا مناسب معنی دریافت فرمایا۔ انہوں نے بتایا کہ اس مقام پر مَرْفُوْعٌ موزوں ہے۔ دورانِ تدریس آپ نے مطالعہ کی کیفیت اور رات کو استاد محترم کے حضور حاضری کا سارا ماجرا بیان فرمایا۔[2]

---

[1] نوٹ: آپ کی مُہر اسی طرح کی بنی ہوئی تھی۔ فقیر قادری عفی عنہ

[2] بروایت مولانا سید محمد جلال الدین بھکھی، ضلع گجرات، ۱۴ ربیع الاول ۱۴۰۶ھ

صلہ رحمی

غارِ حرا میں پہلی وحی کے بعد جب حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے مکہ کی طرف مراجعت فرمائی۔ آپ پر آثارِ خوف نمایاں تھے۔ ام المومنین حضرت سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا نے عرض کیا: آپ غم نہ کھائیے، خوش رہیے، کیونکہ اللہ تعالیٰ آپ کو کسی خطرہ میں نہ ڈالے گا، یقیناً وہ آپ کے ساتھ اچھائی ہی فرمائے گا، کیونکہ:

اِنَّكَ لَتَصِلُ الرَّحِمَ وَتَحْمِلُ الْكَلَّ وَتَكْسِبُ الْمَعْدُوْمَ وَتَقْرِي الضَّيْفَ وَتُعِيْنُ عَلٰى نَوَائِبِ الْحَقِّ [1]

"آپ صلہ رحمی فرماتے ہیں، عیال کا بوجھ اٹھاتے ہیں، بے کسوں اور مجبوروں کی دستگیری فرماتے ہیں، مہمان نوازی کرتے ہیں اور لوگوں کی سچائی میں ان کی مدد فرماتے ہیں۔"

سیدہ خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے جن صفاتِ حمیدہ اور کمالاتِ رفیعہ کا تذکرہ فرمایا ان سے موصوف اعلیٰ اخلاق کا مالک ہوتا ہے۔ یہ اوصاف ہر دین اور ہر معاشرے میں باعثِ عزت و کمال ہیں۔

حضرت شیخ الحدیث قدس سرہ کے عادات پر حضور معلمِ اخلاق صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے اخلاق کا ایسا گہرا پرتو تھا کہ آپ ان اخلاقِ نبوی سے بہ کمال بہرہ ور ہوتے تھے۔ آپ کی سیرت میں اس قسم کے بے شمار واقعات ملتے ہیں، جن سے آپ کی صلہ رحمی، بیکسوں اور ناداروں کی دستگیری اور حاجت روائی، مہمان نوازی اور راہِ حق پر چلنے والوں کی اعانت کی واضح جھلک ملتی ہے۔

---

[1] رواہ البخاری ومسلم عن عائشۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہا

آپ کا تعلق چونکہ زمیندار گھرانے سے تھا۔ آپ کے بھائی زمین کی کاشت کرتے تھے۔ آپ نے کبھی بھی زمین کی پیداوار سے حصہ نہ لیا۔ آپ کے بھائی ہی آپ کا حصہ لیتے۔[1]
آبائی گاؤں میں بھائیوں نے اس خواہش کا اظہار کیا کہ ہماری زمین میں ایک باغ ہونا چاہیے۔ آپ نے متحدہ ہندوستان کے مختلف شہروں سے عمدہ قسم کے آم اور کیلے کے پودے منگوائے۔ الٰہ آباد (بھارت) سے امرودوں کے پودے منگوائے اور دیال گڑھ میں باغ لگوایا۔ یہ تمام مصارف آپ نے خود برداشت کیے، اگرچہ اس باغ میں بھائیوں کا بھی برابر کا حصہ تھا۔[2]

جناب چوہدری محمد اسمٰعیل برادرِ خورد حضرت شیخ الحدیث بیان کرتے ہیں:

"آپ نے باغ کیا لگوایا، گویا خیر و برکت کی بنیاد رکھی گئی۔"

اپنے خاندان میں جب بھی شادی یا غمی کا موقعہ آتا، آپ رشتہ داروں کی مالی امداد فرماتے۔ رشتہ داروں کو دی ہوئی رقوم بطورِ امداد ہوتیں، قرض نہ ہوتا۔[3]

رشتہ داروں میں کوئی بھی اگر آپ کے ہاں آتا، تو ان کی خوب خاطر مدارات فرماتے۔ ان کی مہمان نوازی میں مقدور بھر کوشش فرماتے۔ رشتہ داروں کو تاکید فرماتے کہ جامعہ رضویہ کے لنگر سے کھانا نہ کھائیں۔

کسی شخص کی حقیقی ہمدردی کا پتہ مشکل وقت میں ہوتا ہے۔ مشکلات میں جو شخص ایثار سے کام لیتا ہے۔ درحقیقت اس کی ہمدردی شک و شبہ سے بالاتر ہوتی ہے۔ ۱۳۶۶ھ / ۱۹۴۷ء میں تقسیمِ ہند کے وقت ہندوستان سے مسلمانوں کو ہجرت کرنا پڑی۔ سکھوں اور ہندوؤں نے مسلمانوں کو نہ صرف خوف زدہ کیا، بلکہ مسلمانوں کے قتل و غارت کا وہ بازار گرم کیا کہ قیامتِ صغریٰ کا منظر قائم ہو گیا۔ مسلمانوں کو قیمتی سامان اور گھر بار چھوڑنا پڑا۔

---

[1] روایت چوہدری محمد اسمٰعیل برادرِ خورد حضرت شیخ الحدیث، مقیم چک نمبر ۲۰۸ ضلع فیصل آباد، ۱۰ ربیع الاول ۱۴۰۵ھ

[2] ایضاً، [3] ایضاً،

ہر ایک کو اپنی جان کی فکر تھی۔ کوئی کسی کا پُرسانِ حال نہ ہوتا تھا، مگر اس حال میں حضرت شیخ الحدیث قدس سرہ نے اپنے بھائیوں، ان کی اولاد اور دیگر رشتہ داروں کی دیکھ بھال اس محبت سے فرمائی، جس کی مثال مشکل سے ملتی ہے۔ سفرِ ہجرت میں ان کی نگہداشت فرمائی۔ پاکستان پہنچ کر ان کو بھکھی ضلع گجرات اور پھر سارو کی ضلع گوجرانوالہ میں اپنے پاس رکھا۔ جو قافلے ڈیرہ بابا نانک کے راستہ پاکستان میں سیالکوٹ کے علاقہ میں داخل ہوئے۔ آپ کے کچھ رشتہ داران قافلوں میں شامل تھے۔ آپ نے بھکھی پہنچ کر مولانا عبدالقادر احمد آبادی، جو ان دنوں طالب علم کی حیثیت سے آپ کے ہمراہ تھے، اور چوہدری بہادر کو سیالکوٹ کے علاقہ میں بھیجا کہ وہ آپ کے رشتہ داروں کو تلاش کر کے یہاں لے آئیں۔

جب آپ کے رشتہ دار بھکھی پہنچے، تو آپ آہلہ سٹیشن پر ان کو لینے کے لیے خود تشریف فرما ہوئے۔ یہاں انہیں رہائش کی سہولت مہیا کی، ان کے راشن کا معقول انتظام فرمایا۔ بعد ازاں جب آپ سارو کی تشریف لے گئے تو بھی بھائی اور دیگر اہلِ خاندان ہمراہ تھے۔ سارو کی، بھائیوں کے نام زمین کی عارضی الاٹمنٹ کروا دی اور معززینِ علاقہ کو تاکید کی کہ ان کو غلہ وغیرہ کی کمی نہ ہونے پائے۔ فیصل آباد کے قیام میں بھائیوں اور دیگر رشتہ داروں کو ساتھ رکھا۔ [1]

حضرت شیخ الحدیث کا لطف و کرم صرف اپنے بھائیوں تک ہی محدود نہ تھا، بلکہ ہر بیکس، مجبور، مسافر اور ضرورتمند کی ضرورتیں پوری فرماتے۔ مولوی نذیر احمد سراجی مقیم چک باہمنی والا، ضلع فیصل آباد اپنے ایک مکتوب میں اپنا واقعہ تحریر کرتے ہیں۔ ایک مرتبہ میں اپنے لڑکے کو ملنے لائل پور گیا۔ میرا لڑکا اس وقت لائل پور کالج میں زیرِ تعلیم تھا۔ میرے پاس اس وقت صرف ساٹھ روپے تھے۔ میرے لڑکے نے بتایا کہ اگر اسے ساٹھ روپے مل جائیں، تو اُس کا ایک ماہ کا خرچ آسانی سے پورا ہو سکتا ہے، میں نے وہ رقم، جو میرے پاس تھی، اُسے دے دی اور خود پروگرام کے مطابق خانیوال ملازمت کی تلاش کے لیے سٹیشن کی طرف روانہ

[1] روایت چوہدری محمد اسمٰعیل برادرِ خورد حضرت شیخ الحدیث علیہ الرحمہ، ۸ ربیع النور ۱۴۰۵ھ

ہوا۔ میرے معمول میں یہ بات شامل تھی کہ جب بھی لائل پور آتا تو حضرت محدث اعظم علیہ الرحمہ سے ضرور ملاقات کرتا۔ حسبِ معمول ملاقات کے بعد میں اسٹیشن کی طرف روانہ ہوا۔ اس وقت چونکہ میرے پاس زادِ راہ نہیں تھا، اس لیے دل میں پریشانی تھی۔ اسی عالم میں مَیں نے اپنے مرشدِ برحق سے استعانت کی اور یا شیخ سراج الحق کا وظیفہ شروع کر دیا۔ جامعہ رضویہ سے ابھی تھوڑی ہی دُور گیا تھا کہ کسی نے میرے کندھے پر ہاتھ رکھا اور کہا کہ آپ کو محدثِ اعظم بُلا رہے ہیں۔ میں واپس حضرت شیخ الحدیث علیہ الرحمہ کے پاس حاضر ہوا۔ آپ نے مجھ سے پختہ وعدہ لیا کہ جو میں کہوں اُسے آپ تسلیم کریں۔ پھر آپ نے مجھے ساٹھ روپے عطا فرمائے اور فرمایا یہ قرض نہیں۔ [۱]

حضرت شیخ الحدیث قدس سرہٗ نے شب قدر (نصف شعبان ۱۳۵۹ھ / ستمبر ۱۹۴۰ء) اور رمضان المبارک ۱۳۵۹ھ / اکتوبر ۱۹۴۰ء کو اپنے والدِ مرحوم کی طرف سے تین بار چھ، چھ سو روپے، والدہ مرحومہ کی طرف سے تین مرتبہ چھ چھ سو روپے اور ہر دو ہمشیرگان مرحومتان کی جانب سے تین مرتبہ دو، دو سو روپے صدقہ و کفارہ از نماز و روزہ ادا کیے۔ [۲]

آپ کا خاندان علاقہ بھر میں اپنی نیکی، تقوٰی اور احکامِ شرع پر پابندی کی وجہ سے مشہور تھا۔ آپ کے والدین آپ کے بچپن میں ہی وصال فرما چکے تھے۔ آپ نے ان کی طرف سے صدقہ و کفارہ ادا کر کے اظہارِ امتنان کیا۔ نیز ہر دو مرحوم ہمشیرگان کی طرف سے خطیر رقم صدقہ کر کے صلہ رحمی کا حق ادا کر دیا۔ ۱۳۶۴ھ / ۱۹۴۵ء میں آپ نے پہلا حج کیا۔ اسی سال آپ نے اپنے بھائی علی محمد، اپنی بہن فاطمہ بی بی اور سلطان بی بی کی طرف سے حج بدل اپنے اخراجات پر کرائے۔ [۳]

۱۳۶۴ھ / ۱۹۴۵ء میں جنگِ عظیم دوم کے باعث اہلِ ہند کی جو اقتصادی حالت تھی، وہ مؤرخین اور ماہرینِ اقتصادیات پر واضح ہے۔ اس ہوشربا گرانی کے ایام میں اپنے حقیقی رشتہ داروں کی طرف سے حج بدل کے اخراجات برداشت کرنا صلہ رحمی کا کمال ہے۔

---

[۱] مکتوب مولوی نذیر احمد سراجی مقیم چک باہمنی والا، بنام فقیر قادری عفی عنہ، موصولہ ۲۱ اپریل ۱۹۸۵ء
[۲] بیاض حضرت شیخ الحدیث علیہ الرحمہ، مخزونہ کتب خانہ شیخ الحدیث، فیصل آباد [۳] ایضاً،

باب ۸: سفرِ آخرت

۱۔ علالت

۲۔ وصال

۳۔ تابوت شریف کی کراچی سے روانگی

۴۔ لائل پور اسٹیشن تا جامعہ رضویہ جلوس کا منظر

۵۔ جنازہ تدفین

علالت

امام احمد رضا کے نشاں، سراپا برکت نشاں، محدثِ اعظم پاکستان علیہ الرحمۃ والرضوان نے تنِ تنہا اور کمال بے سروسامانی کے عالم میں سلف صالحین کی اتباع میں، اجنبی مقام پر مقیم ہو کر مختصر سی مدت میں دین متین کی اس طرح خدمت کی کہ مسلمانانِ برصغیر کے دل و دماغ اور قلب و نظر کو گرویدہ بنا کر مخدوم المخادیم بنے، وہ اپنی مثال آپ ہے۔

مقتدر علماء و مشائخ کا احترام و وقار ہمارے دلوں میں ہے اور ہم ان مقتدایانِ ملت کی خدماتِ جلیلہ پر بجا طور پر ناز کر سکتے ہیں ——— لیکن یہ حقیقت ہے کہ حضرت شیخ الحدیث قدس سرہ العزیز نے قلیل وقت میں دین کی جتنی گراں قدر خدمات انجام دیں اور جو کارہائے نمایاں سرانجام دیئے، ان کی مثال تاریخ میں کم ہی ملتی ہے۔ آپ نے قلیل مدت میں علماء، مدرسین، مبلغین خدامِ اہل سنت کا لشکرِ جرار تیار فرمایا۔ دور افتادہ علاقوں میں بھی حق و ہدایت کی آواز پہنچائی۔ مذہبِ حق و صداقت اہل سنت کو متعارف کرایا۔ گستاخانِ شانِ رسالت و ولایت کے مضبوط قلعوں کو توڑا۔ دعوت و ارشاد کا مقدس فریضہ اس شان سے ادا کیا کہ علم و فضل اور ہدایت و معرفت سے ایک جہان آباد ہو گیا۔ جامعہ رضویہ کی قلعہ نما اور سنی رضوی جامع مسجد کی فلک بوس عمارات آپ کی شبانہ روز مساعی کے نتیجہ میں تیار ہوئیں۔ اس بے مثال اور وسیع کام کی انجام دہی اور کمال و مسلسل جد و جہد سے آپ کی صحت پر اثر پڑنا فطری امر تھا۔ مسلسل محنت، دن رات کی متواتر تدریس و تبلیغ سے آپ کی طبیعت کمزور ہوتی چلی گئی۔ پہلے پہل تو آپ نے چنداں پروانہ کی اور اسی نقاہت کے عالم میں بھی حسبِ سابق پہلی طاقت و شوکت سے درس و تدریس، وعظ و تقریر اور دعوت و ارشاد کا سلسلہ جاری رکھا اور اپنے معمولات و مشاغل کو ادا فرماتے رہے۔ صبح سے ظہر اور ظہر سے عصر

تک کی معمول کی تدریس کے علاوہ بعد عشاء تدریس کا سلسلہ اکثر رات گئے تک جاری رہتا۔ بالآخر بلڈ پریشر اور ذیابیطس کی وجہ سے آپ کا ضعف بڑھ گیا۔

۲۵ صفر المظفر ۱۳۸۱ھ[1] / ۸ اگست ۱۹۶۱ء عرس امام احمد رضا قادری بریلوی قدس سرہ کے موقعہ پر آپ جلسہ گاہ تک بڑی مشکل سے تشریف لائے۔ اس وقت ملک کے طول و عرض سے آئے ہوئے ہزاروں تلامذہ و مریدین اور اکابر علماء و مشائخ آپ کی ناسازیٔ طبع سے بہت مغموم اور سخت متفکر ہوئے۔ آپ کو سہارا دے کر دولت کدہ تک لایا گیا مگر آپ نے سہارا لینا پسند نہ فرمایا اور خود آہستہ آہستہ تشریف لائے۔ معالجین اطباء اور ڈاکٹروں کے منع کرنے کے باوجود آپ احباب سے ملاقات فرما کر مسرت محسوس فرماتے رہے۔

اس قادری رضوی عرس کے مبارک موقعہ پر احباب و خدام نے حضرت شیخ الحدیث قدس سرہ کی علالت و نقاہت کے پیشِ نظر مشورہ کیا کہ آپ اپنے بڑے صاحبزادے جناب قاضی محمد فضل رسول کو اپنا خلیفہ و جانشین مقرر فرمائیں تاکہ آپ کے وصال کے بعد بھی آپ کا یہ فیضان جاری و ساری رہے، چنانچہ آپ نے احباب و مخلصین کے مشورہ اور پُرزور تقاضا پر جناب صاحبزادہ محمد فضلِ رسول مدظلہٗ کو ۲۵ صفر ۱۳۸۱ھ / ۸ اگست ۱۹۶۱ء، عرس امام احمد رضا بریلوی قدس سرہ کے حاضرین کی موجودگی میں سُنّی رضوی جامع مسجد میں اپنا خلیفہ اور جانشین مقرر فرمایا۔

مولانا حافظ مفتی نواب الدین علیہ الرحمہ مدرس جامعہ رضویہ بیان فرماتے ہیں کہ قبلہ شیخ الحدیث قدس سرہٗ کی بیماری کی حالت میں صفر المظفر کے مہینے میں اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی قدس سرہٗ کا سالانہ عرس مبارک قریب آ رہا تھا۔ صاحبزادہ محمد فضل رسول صاحب اس وقت

---

[1] محدثِ اعظم پاکستان، مرتبہ مولانا محمد حسن علی رضوی، میلسی کے ص ۲۴۹ پر ۱۳۸۱ھ کی بجائے ۱۳۸۰ھ درج ہے جو تسامح پر مبنی ہے یا سہوِ کتابت ہے۔ فقیر قادری عفی عنہ

جامعہ نظامیہ رضویہ، لاہور میں زیرِ تعلیم تھے۔ عرس کا مبارک وقت آیا۔ حضرت مولانا عنایت اللہ سانگلہ ہل نے حضرتِ عالیہ میں عرض کیا کہ صاحبزادہ محمد فضلِ رسول کو دستارِ سجادگی عطا فرمائیں اور انہیں اپنا خلیفہ و قائم مقام مقرر فرمائیں۔ میں نے اس تجویز کی تائید کی۔ فرمایا، اچھا پگڑی لاؤ، یہ کام بھی ہو جائے۔ اللہ تعالیٰ اُن کے درجات بلند کر دے گا جس طرح حضرت صدر الافاضل مولانا سید محمد نعیم الدین مرادآبادی کے صاحبزادے کی دستار بندی پہلے ہو گئی تھی، وہ بھی درجات حاصل کر گئے۔ چنانچہ بطور خلیفہ و سجادہ نشین حضرت صاحبزادہ محمد فضلِ رسول کی دستار بندی تمام احباب کی موجودگی میں سُنّی رضوی جامع مسجد میں کی گئی۔ اس وقت یہ عالم تھا کہ تمام احباب کی آنکھوں میں آنسو رواں تھے۔ [۱]

مولانا صاحبزادہ قاضی محمد فضلِ رسول مدظلہ نے بیان فرمایا:

"جس وقت دیگر فضلاء جامعہ رضویہ کے ہمراہ میری دستار بندی کا مشورہ ہوا تو میں نے آبا جی کے حضور عرض کیا: میں ابھی اپنی تعلیم جاری رکھنا چاہتا ہوں۔ فرمایا: مولا کریم آپ کے درجات بلند فرما دے گا، وہ سب کچھ دے گا اور آپ کو علم و فضل سے بھی سرفراز فرما دے گا۔" [۲]

---

[۱] قلمی یادداشت مولانا مفتی نواب الدین، محررہ ۲۲ جون ۱۹۷۸ء

نوٹ: یاد رہے کہ اہلِ سنّت کے مرکزی دار العلوم جامعہ رضویہ مظہرِ اسلام کے انتظامی امور کے لیے حضرت شیخ الحدیث قدس سرہ کے ارشاد کے مطابق ۱۳۷۹ھ / ۱۹۶۰ء میں جمعیتِ رضویہ کا قیام عمل میں لایا گیا جس کے صدر و مہتمم صاحبزادہ محمد فضلِ رسول منتخب ہوئے۔ اس طرح دار العلوم جامعہ رضویہ کے انتظامی امور کی ذمہ داری حضرت صاحبزادہ پر ڈال دی گئی، جس کو انہوں نے آپ کی حیاتِ ظاہری میں اور بعد وصال بڑی خوش اسلوبی سے سرانجام دیا۔ آپ کی نگرانی میں دار العلوم نے ترقی کی اعلیٰ منازل حاصل کر لیں۔ دار العلوم کے انتظامی امور کے علاوہ اب حضرت شیخ الحدیث قدس سرہ کی مسندِ دعوت و ارشاد کی نیابت ان کے سپرد کی گئی۔

[۲] روایت صاحبزادہ قاضی محمد فضلِ رسول، فیصل آباد، ۹ ربیع الاول ۱۴۰۵ھ

عرسِ قادری رضوی کے بعد احباب، خدام اور طلبار کا مشورہ ہوا کہ آب وہوا کی تبدیلی کی غرض سے آپ کو مری، ایبٹ آباد وغیرہ سرد علاقوں میں لے جایا جائے آپ سے عرض کیا گیا۔ تدریسِ حدیث کے ناغہ کے پیشِ نظر آپ بڑی مشکل سے رضامند ہوئے چنانچہ ربیع الاوّل اور ربیع الآخر ۱۳۸۱ھ / اگست، ستمبر ۱۹۶۱ء کو آپ مری، ایبٹ آباد اور ہری پور تشریف لے گئے۔ چند روز مری تشریف فرما رہے۔ انتیس روز ہری پور میں قیام رہا۔ [1]

مری میں آپ کا قیام جناب امان اللہ خاں، سنی بنک کے مکان[2] پر رہا۔ صوفی اللہ رکھا اور حافظ محمد ایوب بطورِ خادم اس سفر میں ساتھ تھے۔

لائل پور میں ہر سال عید میلاد النبی صلی اللہ علیہ وسلم کے جلوس کی قیادت آپ فرماتے تھے، مگر اس سال بوجہ علالت آپ چونکہ مری میں جلوہ فرما تھے، اس لیے اس سال جلوس کی قیادت صاحبزادہ محمد فضلِ رسول خلف اکبر حضرت شیخ الحدیث قدس سرہ نے کی۔ [3]

لائل پور میں عرصہ قیام کے دوران (وصال تک) خطبہ جمعہ، نماز عیدین کی امامت، میلاد النبی صلی اللہ علیہ وسلم کے جلوس کی قیادت اور خطاب اور گیارہویں شریف کی تقریب سعید میں حاضری کا التزام فرمایا۔ ۱۹۵۶ء میں حج کے موقعہ پر نماز عید الاضحیٰ کی امامت کے فرائض، آپ کے حکم کے مطابق مولانا حافظ مفتی نواب الدین، مدرس جامعہ رضویہ نے ادا فرمائے۔ [4]

چونکہ مولانا معین الدین شافعی اس سے قبل ہی اپنے رشتہ داروں سے ملنے بمبئی (بھارت) چلے گئے تھے۔ وہ لائل پور، ربیع الاوّل کے مہینے میں پہنچے، چنانچہ دیگر حضرات کے علاوہ مولانا

---

[1] روایت مولانا سید محمد زبیر شاہ، چکوال : ۲۹ رجب المرجب ۱۴۰۶ھ

[2] بیاض حضرت شیخ الحدیث قدس سرہ کے مطابق ۹ ربیع الاوّل ۱۳۸۱ھ بروز پیر آپ مری تھے۔ فقیر قادری عفی عنہ

[3] قلمی یادداشت مولانا معین الدین، فیصل آباد؛ مخزونہ جامعہ نظامیہ رضویہ، لاہور

[4] قلمی یادداشت مولانا مفتی نواب الدین ؛ محررہ ۲۲ رجون ۱۹۷۸ء

معین الدین اور مولانا عبدالقادر احمد آبادی، لائل پور میں جلوسِ میلاد میں شامل ہوئے جلوس کے دوسرے روز مولانا معین الدین آپ کی عیادت کے لیے ہری پور پہنچ گئے۔ [1]

۱۳۸۱ھ/۱۹۶۱ء میں مولانا عبدالقادر ناظم جامعہ رضویہ، سیلون میں ایک سال تک بغرض تبلیغ مقیم رہے [2]

ہری پور میں آپ کا قیام جامعہ رحمانیہ میں مولانا سید محمد زبیر شاہ صدر مدرس مدرسہ رحمانیہ کے ہاں رہا۔ مولانا محمد ریاض الدین مدرس مدرسہ مذکور (جو آپ کے تلمیذ بھی ہیں) نے اس عرصہ میں بھرپور خدمات انجام دیں۔ ہری پور کے قیام کے اخراجات آپ نے خود برداشت کیے، البتہ سید محمد زبیر شاہ (جو آپ کے تلمیذ بھی ہیں) بھی اپنی طرف سے کبھی کبھی حضرت شیخ الحدیث قدس سرہ کی اجازت سے کچھ خرچ کر لیتے [3]

۲۸، ۲۹ ربیع الاول ۱۳۸۱ھ/ ستمبر ۱۹۶۱ء اور ۱۱ ربیع الآخر ۱۳۸۱ھ/ ستمبر ۱۹۶۱ء کو جامعہ رحمانیہ ہری پور کے اجلاس اور حضرت پیر عبدالرحمٰن چھوہروی علیہ الرحمہ کے عرس میں آپ نے شمولیت فرمائی۔

ہری پور کے قیام کے دوران آپ کا معمول یہ تھا کہ ناشتہ کے بعد نعت خوان حضرات سے نعت شریف سنتے اور انہیں انعامات سے نوازتے۔ بقیہ وقت مطالعہ کتب میں صرف فرماتے تفاسیر اور احادیثِ طیبہ کی شروح اکثر زیرِ مطالعہ رہتیں۔ بعض مفید عبارات کی نشان دہی فرما دیتے۔ بعد نماز عصر مولانا سید محمد زبیر شاہ اور دیگر علماء، مدرسین، اسباق سے فارغ ہو کر جب حاضر ہوتے تو ان سے فرماتے مولانا! فقیر نے آج فلاں فلاں کتاب کی فلاں فلاں عبارات پر نشان لگا دیا ہے، وہ نوٹ فرما لیں، کبھی کام آئیں گی۔ [4]

---

[1] قلمی یادداشت مولانا معین الدین، فیصل آباد، مخزونہ جامعہ نظامیہ رضویہ، لاہور

[2] تذکرہ شہید اہل سنت، مرتبہ ابن اسحاق بی۔اے، ص ۸

[3] روایت مولانا سید محمد زبیر، چکوال، ۲۹ رجب المرجب ۱۴۰۶ھ

[4] ایضاً،

ہری پور قیام کے دوران آپ ایک دو روز کے لیے ایبٹ آباد میں خاندانِ رضویہ کے بعض افراد کی ملاقات کے لیے تشریف لے گئے۔ لہ

ہری پور میں قیام کے دوران آپ کی صحت اچھی رہی۔ آپ بالکل تندرست نظر آنے لگے۔ نقاہت کے آثار غائب ہو گئے۔ واپسی پر راولپنڈی کے ارادت مندوں کی درخواست پر آپ نے سیٹلائٹ ٹاؤن، راولپنڈی میں جناب حاجی محمد صالحین دہلوی کے مکان پر ہفتہ ڈیڑھ ہفتہ قیام فرمایا۔ ٢ه

راولپنڈی میں آپ نے پینے کے لیے چشمہ کا پانی پسند فرمایا۔ چشمہ آپ کی قیام گاہ سے چار پانچ میل کے فاصلہ پر فوجی فاؤنڈیشن کے ہسپتال کے قریب واقع تھا۔ جناب محمد سلیم اختر لال کڑتی راولپنڈی اور صوفی عبدالرحمٰن لال کڑتی، حال مقیم کراچی، روزانہ چشمے سے پانی لاتے اور خدمت میں پیش کر کے سعادت حاصل کرتے۔ ٣ه

راولپنڈی کے قیام کے دوران ایک مرتبہ منگل (گوشت کے ناغہ) کے روز کھانے میں گوشت دیکھ کر فرمایا،

"آپ کو آج گوشت نہیں لانا چاہیے تھا، اس میں ملکی قوانین کی خلاف ورزی پائی جاتی ہے۔ یہ مسئلہ یاد رہے کہ حکومت کے وہ احکام، جن میں شریعت مطہرہ کے احکام کی مخالفت نہ ہو، پر عمل کرنا ضروری ہوتا ہے۔" ٤ه

واپسی پر جناب محمد صالحین دہلوی نے از راہِ عقیدت ریلوے کا اعلیٰ درجہ کا ایک ڈبہ آپ کے لیے مخصوص کروا لیا تا کہ سفر میں آسانی رہے۔ راولپنڈی اسٹیشن پر آپ کو الوداع کرنے

لہ روایت مولانا سید محمد زبیر، چکوال : ۲۹ رجب المرجب سنہ ۱۴۰۶ھ

٢ه روایت حاجی منظور احمد، لال کڑتی، راولپنڈی، ۱۳ رجب المرجب سنہ ۱۴۰۵ھ

٣ه ایضاً،

٤ه ایضاً،

کے لیے احباب اہل سنّت کی کثیر تعداد حاضرِ خدمت ہوئی۔ [1]

لائل پور واپس پہنچ کر آپ نے حسبِ سابق دورۂ حدیث کے طلباء کو پڑھانا شروع کر دیا۔ اسی عرصہ میں غیر مقلدین نے دھوبی گھاٹ، لائل پور میں اہل حدیث کانفرنس منعقد کر کے انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام، اولیاء کرام علیہم الرضوان بالخصوص حضرت سیدنا امام الائمہ امامِ اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شانِ رفیع میں اپنے بغضِ باطنی کا اظہار کیا، چنانچہ آپ نے اس کے جواب میں عرس امامِ اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا عدیم المثال جلسہ اسی دھوبی گھاٹ میں ۹/۱۱ جمادی الاخریٰ ۱۳۸۱ھ / ۲۴/۲۶ نومبر ۱۹۶۱ء کو منعقد کروایا جس میں ملک کے طول و عرض سے ہزاروں مشائخ و علماء نے شرکت فرمائی۔ لائل پور کی تاریخ میں اس سے پیشتر ایسا عظیم اجتماع دیکھنے میں نہیں آیا۔

اس اجتماع کو امامِ اعظم کانفرنس کے بجائے عرس امامِ اعظم سے موسوم فرمایا۔ فرمایا کہ نام بھی ایسا ہونا چاہیے کہ مخالفین نام سے بھی جلیں اور کام سے بھی، چنانچہ "عرس" کا نام تجویز ہوا۔

چونکہ وہ دارالحدیث، جس میں آپ درسِ حدیث دے رہے تھے، باوجود فراخی کے طلباء کی کثرت کے باعث ناکافی تھا، اس لیے مرکزی سنّی رضوی جامع مسجد کے تالاب کے اوپر ایک وسیع خوبصورت دارالحدیث تیار کروایا گیا تھا۔ عرس امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے دوسرے روز اس نئے تعمیر شدہ دارالحدیث کا افتتاح ہوا، جس میں حضرت شیخ الحدیث قدس سرہ کے علاوہ:

حضرت علامہ ابوالبرکات سید احمد قادری شیخ الحدیث حزب الاحناف لاہور

حضرت مولانا مفتی محمد عمر نعیمی، کراچی

حضرت مولانا قاری مطیع الرضا، قادری راولپنڈی

---

[1] بروایت حاجی منظور احمد، لال کرتی، راولپنڈی: ۱۳ رجب ۱۴۰۵ھ

[2] روایت مولانا قاضی محمد فضلِ رسول، فیصل آباد ۹ ربیع الاوّل ۱۴۰۵ھ

حضرت مولانا عبدالسلام باندوی، کراچی

حضرت مولانا علامہ عبدالمصطفےٰ ازہری، کراچی

حضرت مولانا محمود احمد رضوی، مدیر رضوان، لاہور

حضرت مولانا علامہ عارف اللہ قادری میرٹھی، مدیر سالک، راولپنڈی

حضرت مولانا غلام علی اشرفی اوکاڑوی

اور دیگر کثیر علماء و مشائخ نے شرکت فرمائی۔ [1]

اس موقعہ پر آپ کی صحت و قوت کے لیے خصوصی طور پر دعائیں کی گئیں۔ اکابر علماء و مشائخ کرام نے آپ کو کچھ وقت آرام کرنے کے لیے عرض کیا اور التجا کی کہ آپ کی جان کے صرف آپ ہی مالک نہیں، بلکہ آپ کا وجود مسعود جمہور اہل سنت کی ملک ہے۔ آپ کے اس وقتی آرام میں ملتِ اسلامیہ کا عظیم فائدہ ہے۔ آپ کی صحت و قوت ہمارے لیے قوت و سعادت کا باعث ہے۔ چند ماہ مسلسل آرام فرمائیے۔ اس پر آپ نے تقریباً ڈیڑھ دو ماہ آرام کیا۔ اس آرام کے دوران بھی درجۂ حدیث کے طلباء کو وقتاً فوقتاً درس دیتے رہے۔ اس عرصہ میں لائل پور کے ممتاز اطباء اور ماہر ڈاکٹروں حکیم عمر دین، حکیم ملک محمد شریف، ڈاکٹر کرنل محمد یوسف شملہ پہاڑی، لاہور، ڈاکٹر محمد نواز ماڈل ٹاؤن لائل پوری وغیرہ کا علاج جاری رہا۔ معالجین سے واضح طور پر فرما دیتے کہ کوئی غیر مشروع یا مشکوک دوا میرے استعمال میں ہرگز نہ لائیں۔

مولانا مفتی نواب الدین مدرس و ناظمِ تعلیمات جامعہ رضویہ، لائل پور فرماتے ہیں کہ جن دنوں مولانا معین الدین شافعی اپنے عزیز و اقارب کو ملنے بمبئی تشریف لے گئے تھے اور مولانا عبدالقادر احمد آبادی، سیلون بغرض تبلیغ تشریف لے گئے تھے۔ مجھے حضرت قبلہ شیخ الحدیث قدس سرہ نے علاج کے لیے فرمایا اور ہدایت فرمائی کہ ڈاکٹروں سے تاکیداً کہہ دیں کہ ہرگز کوئی ایسی دوائی

---

[1] محدثِ اعظم پاکستان، مرتبہ مولانا محمد حسن علی رضوی، میلسی ؛ ص ۲۴

نوٹ: نئے دارالحدیث کے افتتاح کے بعد علالت کے باعث آپ اس میں درسِ حدیث کا کوئی سبق نہ پڑھا سکے۔

فقیر قادری عفی عنہ

استعمال نہ کرائیں جو شریعت کے خلاف ہو۔ ؎

شعبان ۱۳۸۱ھ / جنوری ۱۹۶۲ء کے سالانہ جلسہ دستارِ فضیلت کے موقعہ پر آپ کی صحت بہت کمزور تھی۔ سنی رضوی جامع مسجد میں فارغ التحصیل علماء کی دستار بندی اور جبہ پوشی ہو رہی تھی، باوجود نقاہت کے آپ کے چہرے پر بشاشت تھی۔ جامعہ رضویہ کے اس سال کے جلسہ میں جو مشائخ کرام اور علماءِ عظام تشریف لائے، ان میں بعض کے اسماء گرامی یہ ہیں:

شمس العلماء حضرت علامہ عبد المصطفیٰ ازہری کراچی

مفسرِ قرآن حضرت علامہ مفتی احمد یار خاں، بدایونی، گجرات

ممتاز الفقہاء حضرت علامہ مفتی اعجاز ولی خاں، بریلوی

زینت القراء حضرت مولانا قاری محبوب رضا، کراچی

اس موقعہ پر آپ کی کمزوری اور بیماری کے پیشِ نظر خدام، احباب اہل سنت اور کراچی کے ارادت مند حضرات نے اصرار کیا کہ آپ علاج کے لیے کراچی تشریف لے چلیں تاکہ ماہر اور تجربہ کار ڈاکٹروں سے علاج کروایا جا سکے، چنانچہ احباب و ارادت مندوں کے اصرار پر علاج کے لیے آپ پہلی مرتبہ کراچی تشریف لے گئے۔ کراچی میں آپ کا علاج نوید کلینک فریئر روڈ میں ہوا۔ ڈاکٹروں نے پوری توجہ سے علاج کیا۔ اللہ تعالیٰ نے جلد ہی آپ کو صحت عطا فرمائی ــــ مارچ اپریل ۱۹۶۲ء کے دوران تقریباً ڈیڑھ دو ماہ کے علاج کے بعد جب آپ صحت یاب ہو کر جلوہ آرائے لائل پور ہوئے، تو دنیائے سنیت میں بہار آگئی۔ ملک بھر میں ہر طرف مسرت محسوس ہونے لگی۔ ذی قعدہ ۱۳۸۱ھ / ۳ مئی ۱۹۶۲ء بروزِ جمعرات کو آپ بذریعہ شاہین ایکسپریس لائل پور جلوہ افروز ہوئے، تو آپ کی صحت یابی کی خوشی میں سنی رضوی جامع مسجد میں عظیم الشان محفلِ میلاد اور جلسۂ تہنیت منعقد کیا گیا، جس میں:

حضرت مولانا علامہ عبد المصطفیٰ ازہری، کراچی

؎ قلمی یادداشت مولانا مفتی نواب الدین، محررہ ۲۲ جون ۱۹۷۱ء

حضرت مولانا قاری محبوب رضا خاں ، کراچی

حضرت مولانا مفتی ظفر علی نعمانی ، کراچی

حضرت مولانا ابوداؤد محمد صادق ، گوجرانوالہ

حضرت مولانا سید عباس شاہ ، منڈی چوہڑکانہ ، ضلع شیخوپورہ

اور دیگر علماء نے آپ کی صحت یابی پر اظہار مسرت کرتے ہوئے مولا کریم جل وعلا کے فضل و کرم ، اس کے پیارے حبیب کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور محبوبانِ حق رضوان اللہ تعالیٰ علیہم کی عنایات و برکات کا ذکر فرمایا۔[1]

طالبانِ حدیث نے آپ کی صحت یابی کو خصوصی طور پر اللہ تعالیٰ کا احسانِ عظیم شمار کیا۔ ہر طرف سے درجہ حدیث کے طلباء جوق در جوق جامعہ رضویہ مظہر اسلام ، لائل پور میں داخل ہونے لگے تاکہ آپ کے فیوضات سے بہرہ ور ہو سکیں۔ تدریسِ حدیث چونکہ آپ کی روحانی غذا تھی ، اس لیے درسِ حدیث کے دوران آپ بالکل تندرست حالت میں معلوم ہوتے تھے۔ نقاہت اور ڈاکٹروں کے منع کرنے کے باوجود ، آپ نے پھر چند ماہ درسِ حدیث دیا۔

علالت و نقاہت کے باعث یہ سلسلۂ درس و تدریس زیادہ دیر تک جاری نہ رہ سکا۔ گرمی کے ایام میں طبیعت اور زیادہ کمزور ہو گئی۔ آپ سے عرض کیا گیا کہ موسمِ گرما میں ملک کے صحت افزا اور ٹھنڈے مقامات مری ، ایبٹ آباد اور ہری پور میں تشریف لے چلیں تاکہ وہاں علاج کے ساتھ ساتھ خوش گوار موسم بھی باعث فرحت و سکون ہوگا۔ اس پر ارشاد فرمایا :

”اللہ تعالیٰ نے گرمی کیا ایسے ہی پیدا کر دی ہے ؟ گرمی سردی حکمت سے خالی نہیں۔“

پھر فرمایا :

---

[1] اشتہار جلسۂ تہنیت منعقدہ ۳ مئی ۱۹۶۲ء

"وہاں چل کر جاؤں گا، واپس چل کر نہیں آؤں گا۔"[1]

لیکن خدّام و احباب اور اکابرِ علماء کے پُرزور اصرار پر آپ چند ہفتوں کے لیے مری، دارالعلوم رحمانیہ ہری پور اور ایبٹ آباد تشریف لے گئے۔

یہ ربیع الثانی ۱۳۸۲ھ / ستمبر ۱۹۶۲ء کے دن تھے۔[2]

لیکن صحت یابی کی صورت نظر نہ آئی۔ نقاہت بدستور باقی تھی۔ اوائل جمادی الاولیٰ ۱۳۸۲ھ / اکتوبر ۱۹۶۲ء میں آپ واپس لائل پور تشریف لائے۔ اس مرتبہ چند روز کے لیے راولپنڈی میں حاجی عبدالحق امرتسری (دال گراں بازار) کے مکان واقع محلہ موہن پورہ میں قیام فرمایا۔ چونکہ حاجی صاحب مذکور کا مکان کئی منزلہ تھا، اس لیے ملاقاتیوں کو ملاقات میں خاصی دقت ہوتی۔ احباب نے جناب عاشق حسین، وکیل انکم ٹیکس کی نئی تعمیر شدہ کوٹھی میں قیام کے لیے تحریک کی۔ آپ نے فرمایا کہ حاجی صاحب کی رضامندی اور وکیل صاحب کی اجازت ضروری ہے۔ جناب عاشق حسین نے کوٹھی کی جملہ ضروری اشیاء خدمت میں پیش کر دیں۔ حاجی صاحب نے بادلِ نخواستہ رضامندی ظاہر کی، لیکن رہائش گاہ پر بھی روزانہ گائے کی لسی اور مکھن پیش کرتے۔ دن بھر آپ کی قیام گاہ محفلِ نعت خوانی بنی رہتی۔ ایک روز جب محفل نعت خوانی کے بعد صلوٰۃ و سلام پڑھا جا رہا تھا، آپ نے بھی قیام فرمایا، حالانکہ اس وقت آپ کو ایک سو چار درجہ کا تیز بخار تھا۔ خدام نے کوشش کی کہ آپ کو سہارا دیں، مگر آپ نے ناپسند فرمایا اور بغیر سہارا کے سلام کے دوران قیام فرمایا۔[3]

راولپنڈی، ہری پور ہزارہ سے دوسری مرتبہ کی واپسی کے بعد لائل پور ہی میں چند روز علاج ہوتا رہا۔ ان ایام میں آپ کی آنکھ کا جلال اور بڑھ گیا۔ کسی میں تاب نہ تھی کہ آپ کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر گفتگو کر سکے۔

---

[1] روایت مولانا قاضی محمد فضلِ رسول، فیصل آباد ۹ ربیع الاول ۱۴۰۵ھ

[2] روایت مولانا سیّد محمد زبیر شاہ، چکوال ۲۹ رجب ۱۴۰۶ھ

[3] روایت حاجی منظور احمد، لال کڑتی، راولپنڈی ۱۳ رجب ۱۴۰۶ھ

انہی ایام میں آپ سے بعض عجیب واقعات کا ظہور ہوا۔ حضرت صاحبزادہ قاضی محمد فضل رسول خلف اکبر حضرت شیخ الحدیث قدس سرہ فرماتے ہیں کہ ایک روز میں گھر کے اندر موجود نہ تھا۔ آپ کو پیشاب کی حاجت محسوس ہوئی۔ علالت کے باعث بغیر سہارا کے آپ کا اُٹھ کر پیشاب کے لیے بیت الخلاء تک جانا مشکل تھا۔ رجال الغیب سے کوئی آیا، اُس نے آپ کو اٹھایا اور وہ آپ کو بیت الخلاء تک لے گیا۔ [1]

انہی ایام میں آپ نے دربار حضرت داتا گنج بخش رضی اللہ تعالیٰ عنہ حاضری دی۔ علالت و نقاہت کے باعث سال بھر تک آپ دربار شریف کے اندر نہ جاسکے۔ جب بھی حاضری دیتے، باہر سڑک پر ہی موٹر پر بیٹھے بیٹھے فاتحہ پڑھ لیتے۔ سیڑھیاں چڑھنا مشکل تھا۔ آخری مرتبہ جب حاضری دی تو اصرار فرمایا کہ اندر جاکر فاتحہ خوانی کروں گا۔ حضرت سید محمد معصوم شاہ نوری علیہ الرحمہ مالک نوری کتب خانہ لاہور کے عرض کرنے کے باوجود آپ سیڑھیاں چڑھ کر اندر مزار پر حاضر ہوئے۔ اس حاضری کے وقت ایک خاص کیف طاری تھا جسے الفاظ میں بیان کرنا مشکل ہے۔

لائل پور میں چند روز کے قیام اور علاج کے باوجود طبیعت بحال نہ ہوئی۔ کمزوری بڑھتی جارہی تھی۔ مولانا مفتی ظفر علی نعمانی، دیگر علماء کراچی اور احباب اہل سنت نے پُر زور التجا کی کہ علاج کے لیے دوبارہ کراچی چلنے کے لیے آپ رضامند ہوجائیں۔ آپ نے احباب کی دلجوئی کی خاطر فرمایا:

"اچھا دن مقرر کرلو۔"

چنانچہ ۱۹ جمادی الاخریٰ ۱۳۸۲ھ / ۱۹ اکتوبر ۱۹۶۲ء بعد جمعہ کراچی کے لیے بذریعہ شاہین ایکسپریس روانگی ہوئی۔ دوسرے روز کراچی میں پہنچ گئے۔ عالمگیر روڈ پر جناب ڈاکٹر

---

[1] روایت مولانا قاضی محمد فضل رسول، فیصل آباد۔ ۹ ربیع الاول ۱۴۰۵ھ

[2] ایضاً۔

کیپٹن عبدالغنی صدیقی کے عالمگیر کلینک میں قیام فرمایا اور انہی کی زیرِ نگرانی ڈاکٹر کرنل شاہ کا علاج شروع ہوا۔ ڈاکٹر صدیقی نے انتہائی حُسنِ اخلاق اور محبت سے علاج اور خدمت کی۔ ڈاکٹر کرنل شاہ کے علاج سے قدرے طبیعت بحال ہوئی۔ چند روز کے بعد طبیعت دوبارہ کمزور ہونے لگی۔ آپ نے مولانا معین الدین شافعی سے ارشاد فرمایا:

"مولوی معین! ہمیں لائل پور لے چلو۔ میں نہیں چاہتا کہ تمہیں بعد میں لے جانے میں دشواری ہو اور اس وقت لے جانے سے کیا فائدہ؛ جب احباب کہیں اب ان کو پہنچانا چاہیے۔"

اکابر علماء و مشائخ عظام، احباب اہلِ سنت اور عقیدت کیشوں نے آپ کی تیمارداری اور علاج میں جو مساعی فرمائیں، اس کی مثال بہت کم ملتی ہے۔ ان حضرات نے اپنے آرام کو آپ کے آرام و سکون کی خاطر ختم کر دیا۔ دن رات ہمہ وقت تیمارداروں کا تانتا بندھا رہتا جو حضرات کراچی میں آپ کی تیمارداری فرماتے اور علاج میں ہر ممکنہ کوشش فرماتے، ان میں سے بعض کا تذکرہ کیا جاتا ہے:

— پیرزادہ سید عبدالقادر گیلانی سفیر عراق متعینہ پاکستان (نبیرہ حضور غوث اعظم)

— علامہ عبدالمصطفیٰ ازہری، شیخ الحدیث دارالعلوم امجدیہ کراچی (خلف الرشید حضرت صدر الشریعہ مولانا محمد امجد علی اعظمی قدس سرہ)

— مولانا مفتی ظفر علی نعمانی، کراچی

— مولانا قاری محبوب رضا خاں، کراچی

— مولانا عبدالحامد بدایونی، سابق صدر جمعیت علماء پاکستان

— مولانا محمد عمر نعیمی، مراد آبادی، کراچی

— مولانا محمد یعقوب حسین ضیاء القادری، کراچی

— مولانا عبدالسلام باندوی، کراچی

— جناب سیٹھ حاجی عبدالعزیز، کراچی

— جناب محمد شفیع قادری، کراچی

— مولانا محمد محسن فقیہ شافعی، کراچی وغیرہ۔

مولانا مفتی ظفر علی نعمانی اور جناب سیٹھ حاجی عبدالعزیز علاج کے سلسلہ میں خصوصی ذکر کے مستحق ہیں۔ جناب سیٹھ حاجی عبدالعزیز نے کراچی میں آپ کے علاج کے جملہ مصارف خود برداشت کیے۔ مولا کریم جل وعلا نے انہیں اس محبت وعقیدت کی بدولت اس دنیا میں اپنے انعامات سے نوازا اور جب ۶۸-۱۹۶۷ء میں اُن کا وصال ہوا، تو اس وقت اُن کا سر سجدہ میں تھا۔ شاید شجرہ مبارکہ کے اس دعائیہ شعر نے اپنا اثر دکھایا ؎

یا الٰہی سر درِ احمد پہ ہو وقتِ اجل

مرشدی سردار احمد با رضا کے واسطے [1]

حضرات علماء کرام آپ پر نثار ہو ہو جاتے۔ آپ کی صحت وقوت کے لیے دعاؤں کا وسیع سلسلہ جاری تھا۔ اس کے ساتھ ساتھ عملی طور پر علاج معالجہ میں تگ ودو میں کوئی دقیقہ فروگزاشت نہ کر رہے تھے۔ حضرت شیخ الحدیث قدس سرہ بھی ان کی دل جوئی میں حتی المقدور کوشش فرماتے۔ علماء کرام جب بھی حاضر ہوتے، آپ انہیں فرماتے:

"مجھے اب لائل پور جانے کی اجازت دیجیے۔ میری طبیعت لائل پور جانے چاہتی ہے۔"

ایک روز مولانا معین الدین سے ارشاد فرمایا:

"مولوی معین! میری ظاہری حالت کو نہ دیکھو، دل کی حالت بیان نہیں کر سکتا۔ مجھے لائل پور لے چلو۔"

---

[1] روایت مولانا قاضی محمد فضل رسول، فیصل آباد، ۹ ربیع الاول ۱۴۰۵ھ

پھر فرمایا:

"علامہ ازہری صاحب کو بلاؤ۔"

علامہ ازہری صاحب تشریف لائے۔ ارشاد فرمایا:

"حضرت میں آپ سے ایک درخواست کرتا ہوں۔ میں آپ سے یہ کہنا چاہتا ہوں کہ میری طبیعت اچھی ہے یا نہیں، لیکن میری ظاہری حالت پر نہ جائیے، دلی کیفیت بیان سے باہر ہے۔ مجھے لائل پور جانے دیجیے۔"

علماء و محبتین سے ایسے کلمات کہنا دراصل ان کی عزت افزائی کے طور پر تھا۔ علاوہ ازیں ان کلمات کے پیشِ منظر میں جو واقعہ ہونے والا تھا، اس کا صاف صاف بیان تھا۔

اب حضرت شیخ الحدیث علیہ الرحمہ کے پیہم اصرار اور تقاضا پر احباب کا یہی مشورہ ہوا کہ آپ کو لائل پور واپس لے جایا جائے، چنانچہ ایک دو روز میں روانگی ہونے والی تھی کہ جناب ڈاکٹر مشتاق حسین تشریف لائے اور اچھی طرح معائنہ کے بعد کہنے لگے:

"چند روز مجھے بھی موقعہ ملنا چاہیئے۔"

چنانچہ انہوں نے علاج شروع کیا۔ چند روز میں ہی افاقہ معلوم ہوا۔ تازہ علاج سے آپ کی طبیعت بحال ہونے لگی۔ اب خود بخود اٹھنے بیٹھنے لگے، چلنا پھرنا شروع ہو گیا۔ احباب ملاقات کو آتے، تو فرماتے:

"اب میری طبیعت اچھی ہے، اب ہم اچھے ہو رہے ہیں۔"

ڈاکٹر مشتاق حسین کے علاج سے فوری صحت یابی دیکھ کر احباب بہت خوش ہوئے۔ دنیائے سُنّیت کی دُعائیں پوری ہونے لگیں، مُرادیں بر آئیں، ہر طرف مسرت کی لہر دوڑ گئی۔ اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کیا گیا۔

حضرت شیخ الحدیث قدس سرہ جب بھی کراچی تشریف لے جاتے۔ آپ حضرت

جیلانی میاں بریلوی قدس سرہ کے داماد جناب شوکت میاں کے گھر ضرور تشریف لے جاتے وصال سے چند روز قبل، انتہائی نقاہت کے دنوں جناب شوکت میاں آپ کے پاس حاضر ہوئے اور عرض کی، حضور! اس مرتبہ آپ میرے غریب خانہ پر تشریف نہیں لائے۔ فرمایا، ان شاء اللہ حاضر ہوں گا۔ نقاہت کے پیش نظر اس وعدہ کا پورا ہونا مشکل نظر آتا تھا، مگر جناب شوکت میاں دوسرے روز انتہائی حیران ہوئے کہ جب آپ ان کے ہاں تشریف فرما ہوئے درحقیقت خاندانِ رضویت سے آپ کا گہرا روحانی تعلق ہی اس کا باعث ہوا۔ [1]

---

[1] روایت مولانا مفتی محمد عبد القیوم ہزاروی، لاہور۔ ۱۵ رمضان المبارک ۱۴۰۶ھ

وصال شریف

۲۵ رجب المرجب ۱۳۸۲ھ / ۲۳ دسمبر ۱۹۶۲ء بروز اتوار تک طبیعت بہت اچھی رہی۔ نماز عصر کے لیے وضو فرمایا کہ طبیعت گرنے لگی۔ ۲۷ رجب کو جب کمزوری بڑھ گئی تو ۲۹ رجب کو استغراقی کیفیت طاری ہوگئی۔ دونوں ہاتھ بندھ گئے اور اللہ ہو، اللہ ہو سانس کے ساتھ جاری ہوگیا۔ بعد جمعہ احباب اس تشویشناک کیفیت کو سن کر جمع ہوگئے۔ پیر فاروقی صاحب، کراچی تشریف لائے۔ آپ نے آنکھیں کھول دیں اور پیر صاحب کو دیکھا۔ زبان پر اللہ ہو، اللہ ہو جاری تھا۔ پیرزادہ سید عبدالقادر گیلانی سفیر عراق تشریف لائے۔ جب تک جناب پیرزادہ صاحب موجود رہے، آپ انہی کی طرف دیکھتے رہے۔ گویا آنکھیں حضور غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی نسبت اور آپ کا جلوہ مشاہدہ کر رہی تھیں۔ احباب و خدام آپ کی استغراقی کیفیت سے پریشان تھے۔ مولانا علامہ ازہری صاحب نے فرمایا کہ یَاسَلَامُ کثرت سے پڑھو۔ ڈاکٹر صدیقی، ڈاکٹر مشتاق کو لے آئے۔ انہوں نے نارٹ کا انجکشن لگایا۔ قدرے تقویت ہوئی۔ آپ نے اپنا رخ قبلہ رو کر لیا۔ ڈاکٹر مشتاق کی تجویز ہوئی کہ اس حالت میں آپ کو آکسیجن لگائی جائے تاکہ سانس لینے کی دشواری نہ رہے۔ مولانا مفتی ظفر علی نعمانی رات بارہ بجے کے قریب آکسیجن لے آئے۔ آکسیجن لگانے سے آپ کی آواز صاف ہوگئی اور ہر سانس کے ساتھ اللہ ہو اللہ ہو کی آوازیں آرہی تھیں۔

رشد و ہدایت کا وہ مہر منیر جس کی نورانی کرنوں نے عالم اسلام کی فضاؤں کو منور کر دیا اور جس کی تنویر پُرضیا نے ضلالت و جہالت کی تاریکیوں اور دبیز پردوں کو چاک کر دیا جس کا ایک ایک سانس صراطِ مستقیم پر چلنے والوں کے لیے خضرِ راہ تھا۔ علم و فضل، عرفان و ایقان کا وہ بحرِ بے کراں جس کی فیاض موجوں نے برصغیر پر پھیل کر علم و عمل، رشد و ہدایت،

اخلاص وللٰہیت کے دریا بہائے۔ اس مقدس ہستی نے یکم شعبان ۱۳۸۲ھ / ۲۹ دسمبر ۱۹۶۲ء جمعہ ہفتہ کی درمیانی رات ایک بج کر چالیس منٹ پر اللہ ھُو کی آواز سے داعئ اجل کو لبیک کہا

اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ

انتقال سے قبل ہی ایک روز صاحبزادہ قاضی محمد فضل رسول، صوفی اللہ رکھا اور دیگر احباب کراچی پہنچے۔ صاحبزادہ صاحب سے جامعہ رضویہ، مسجد اور گھر کے بارے میں پوچھا

انتقال سے پیشتر ہی فرمادیا تھا کہ جُمعہ کے بعد سفر ہوگا۔ آپ کی زبان مبارک سے یہ الفاظ بھی سُنے گئے:

بعد جُمعہ جو کچھ ہو کام   اس کے ضامن شیخ نظام

ایک روز جناب محمد انور، توکلی ٹریڈ نگ والے حاضر ہوتے۔ مزاج پُرسی کے بعد حضرت نے فرمایا:

"محمد انور! میں ایک مہینہ کراچی میں مہمان ہوں، آپ بھی ہمارے ہمراہ لائل پور ضرور چلنا۔"

محمد انور نے وہ تاریخ نوٹ کر کے رکھی۔ ایک مہینہ پورا ہوا، لیکن حضرت شیخ الحدیث علیہ الرحمہ قبلہ رو بصحت ہو چکے تھے۔ محمد انور کو تعجب ہوا۔ جب حضرت کی خدمت میں حاضر ہوتے سلام عرض کر کے بیٹھے ہی تھے کہ ارشاد فرمایا:

"محمد انور! ہم نے آپ سے کہا تھا کہ ایک مہینہ میں، لیکن اب ہم نے علامہ ازہری قبلہ کے اصرار پر پندرہ روز اور بڑھا دیئے ہیں۔"

پورے پندرھویں روز آپ کا وصال ہوا

شدتِ تکلیف کے ایام میں جب بھی پانی پلایا جاتا اور بسم اللہ پڑھی جاتی تو فوراً منہ کھولتے اور پانی نوش فرمالیتے۔ بعض اوقات اگر بغیر بسم اللہ کے منہ میں پانی ڈالا جاتا، تو منہ بند رکھتے اور پانی باہر گر جاتا۔ سُبحان اللہ! اتباعِ سُنّت ہو تو ایسی ہو۔ آپ کی عادتِ مبارکہ یہ تھی کہ

ہر لقمہ پر بسم اللہ کہتے۔ اسی طرح اس حالت میں بھی اتباعِ سنّت کا پاس رہا۔

وقتِ وصال جب آپ کے تنفس سے اللہ ھو کی ضربیں لگ رہی تھیں۔ علماء کرام نے کئی بار سورۃ یٰسین پڑھی۔ آپ کے کان میں اذان دی گئی۔ قصیدہ غوثیہ، درودِ تاج، شجرۂ قادریہ رضویہ پڑھا گیا۔

وصال سے پہلے لائل پور میں حضرت سید محمد معصوم نوری (م ۲۹ شوال ۱۳۸۸ھ / ۱۸ جنوری ۱۹۶۹ء) سجادہ نشین ساداچک (ضلع گجرات) عیادت کے لیے حاضر ہوئے۔ ان دنوں بہت کمزوری تھی۔ حضرت شیخ الحدیث قدس سرہ کو اندر خبر ہوئی کہ شاہ صاحب تشریف لائے ہیں۔ آپ نے انہیں بلا لیا۔ خیر و عافیت کے بعد آپ نے فرمایا:

شاہ صاحب! دو باتوں کا گواہ رہیے۔ ایک یہ کہ فقیر، حضور غوثِ پاک شہنشاہ بغداد کا غلام ہے۔ دوسرے یہ کہ اس فقیر نے ساری عمر کسی بے دین و بدمذہب سے مصافحہ نہیں کیا۔" [1]

حضرت شیخ الحدیث قدس سرہ کے وصال پر حضرت مولانا مفتی احمد یار خاں نعیمی بدایونی (م ۳ رمضان المبارک ۱۳۹۱ھ / ۲۴ اکتوبر ۱۹۷۱ء) اور حضرت مولانا محمد عبد الغفور ہزاروی (م ۷ شعبان ۱۳۹۰ھ / ۹ اکتوبر ۱۹۷۰ء) اور دیگر علماء کرام بذریعہ ریل وزیر آباد سے عازم لائل پور ہوئے تاکہ جنازہ شرکت کر سکیں۔ یہ فقیر قادری عفی عنہ الہادی (راقم الحروف) بھی ان حضرات کے ہمراہ تھا۔ راستہ میں حضرت مولانا مفتی احمد یار خاں رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ ایامِ علالت میں آپ کی عیادت کے لیے حاضر ہوا تھا۔ دورانِ گفتگو آپ نے مجھے فرمایا:

"مفتی صاحب! گواہ رہنا۔ میں حضور غوث پاک رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا غلام ہوں۔"

حضرت صاحبزادہ قاضی محمد فضلِ رسول مدظلہ فرماتے ہیں کہ آخری ایامِ علالت میں

[1] بروایت حکیم اہلِ سنّت حکیم محمد موسیٰ امرتسری۔ لاہور ۲۲ صفر المظفر ۱۴۰۴ھ

احباب و خدام اور رشتہ دار جو بھی آپ کی عیادت کے لیے حاضر ہوتے، آپ انہیں فرماتے:

"مذہبِ حق، مذہبِ مہذب اہل سنت و جماعت ہی سچا مذہب ہے۔
اس کے علاوہ جتنے فرقے ہیں، وہ سب باطل ہیں۔ اہل سنت و جماعت ہی کے
عقائد پر ہمیشہ مستقیم رہنا۔" [1]

وصال سے قریباً چھ ماہ پہلے آپ نے ایک خواب دیکھا تھا جس میں آپ نے اکابرِ امت، مشائخِ عظام، حضور اعلیٰ حضرت امام احمد رضا، حجۃ الاسلام مولانا حامد رضا بریلوی، صدر الافاضل مولانا سید محمد نعیم الدین مراد آبادی، صدر الشریعہ مولانا محمد امجد علی اعظمی، مرشدِ برحق خواجہ شاہ سراج الحق گورداسپوری اور دیگر پاکانِ امت قدست اسرارہم کی زیارت فرمائی۔ انہی دنوں آپ نے یہ خواب احباب و خدام سے بیان فرما کر ارشاد فرمایا: ان مشائخ کرام کی زیارت و ملاقات سے یہی محسوس ہوتا ہے کہ وہ وقت قریب ہے کہ یہ فقیر خود اُن سے جا ملے۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا۔ آپ جلد ہی اپنے ان مشائخِ عظام سے ملاءِ اعلیٰ میں جا ملے۔

وصال سے قبل آپ نے متعدد حضرات سے، جو آپ کی عیادت کے لیے تشریف لائے۔ فرمایا: شاید فقیر اور آپ کی یہ آخری ملاقات ہو، چنانچہ آپ کے ارشاد کے مطابق ہوا۔ جن جن حضرات سے آپ نے فرمایا، ان سے دوبارہ وصال سے پہلے ملاقات نہ ہو سکی۔

حضرت مولانا صاحبزادہ سید فیض الحسن شاہ، آلو مہار نے جہلم کی تقریب پر اپنا واقعہ بیان فرمایا کہ میری آخری ملاقات پر آپ نے یہی فرمایا۔ میں نے عرض کیا، حضور! اللہ تعالیٰ آپ کی عمر دراز فرمائے، قوت و عافیت سے آپ دوبارہ خدمتِ دین بجا لائیں۔ ہم اہل سنت کو ابھی آپ کی اشد ضرورت ہے۔ فرمایا:

"شاہ صاحب! اللہ تعالیٰ کے وعدے پورے ہو کر رہتے ہیں۔" [2]

---

[1] قلمی یادداشت صاحبزادہ قاضی محمد فضل رسول، فیصل آباد، ۹ ربیع الاول ۱۴۰۵ھ

[2] قلمی یادداشت شیخ محمد امین، فیصل آباد، مخزونہ جامعہ نظامیہ رضویہ، لاہور

ایامِ علالت میں علماء کرام، مشائخ عظام اور احباب و خدام عیادت کے لیے کثیر تعداد میں تشریف لاتے۔ باوجود ڈاکٹروں کے منع کرنے کے آپ ان سے ملاقات فرماتے بعض اوقات خدام کے منع کرنے کے باوجود کسی طرح آپ کو معلوم ہو جاتا کہ باہر فلاں فلاں حضرات موجود ہیں اور وہ تیمارداری کے لیے حاضر ہیں، آپ خود انہیں اندر بلا لیتے، خدام سے فرماتے کہ یہ حضرات کتنی دُور سے کس محبت سے تشریف لاتے ہیں۔

تیمارداروں کا یہ سلسلہ روز بروز بڑھ رہا تھا۔ ملک بھر میں شاید ہی کوئی ایسا عالم یا صاحبِ سجادہ ہوگا جو آپ کی عیادت کے لیے تشریف نہ لایا ہو۔ یہ حضرات آپ کو علیل دیکھ کر غمزدہ ہو جاتے۔ آپ کی صحت و قوت کے لیے دعائیں فرماتے، کیوں نہ ہو عالم کی بقا عالم سے ہے۔ عالم کا ذرّہ ذرّہ عالم کے لیے دُعائے مغفرت اور دُعائے خیر و برکت کرتا ہے۔ حدیث پاک میں ہے:

وَاَنَّ الْعَالِمَ یَسْتَغْفِرُ لَهٗ مَنْ فِی السَّمٰوَاتِ وَمَنْ فِی الْاَرْضِ وَالْحِیْتَانُ فِیْ جَوْفِ السَّمَآءِ [1]

(ترجمہ) عالِم کے لیے آسمانی مخلوق اور زمینی مخلوق اور پانی کی مچھلیاں مغفرت طلب کرتی ہیں۔

ایک اور حدیث میں ہے:

اِنَّ اللّٰهَ وَمَلَآئِکَتَهٗ وَاَهْلَ السَّمٰوَاتِ وَالْاَرْضِ حَتّٰی النَّمْلَةَ فِیْ جُحْرِهَا وَحَتّٰی الْحُوْتِ لَیُصَلُّوْنَ عَلٰی مُعَلِّمِ النَّاسِ الْخَیْرَ۔ [2]

(ترجمہ) اللہ تعالیٰ (اپنی شان کے لائق) لوگوں کو نیکی سکھانے والے پر عالم پر رحمت

---

[1] رواہ احمد، ترمذی، ابوداؤد، ابن ماجہ، دارمی عن کثیر بن قیس

[2] رواہ ترمذی عن ابی امامۃ الباہلی و رواہ الدارمی عن مکحول

فرماتا ہے اور اس کے فرشتے، آسمان و زمین والی مخلوق، حتیٰ کہ چیونٹی جو اپنے بل میں ہے اور مچھلی (جو پانی میں ہے) عالم کی بھلائی کے لیے دُعائے خیر و برکت کرتی ہے۔

وصال سے قبل حضرت پیر فاروق صاحب، کراچی تشریف لائے۔ جب حضرت شیخ الحدیث قدس سرہ کی یہ کیفیت دیکھی تو بے قرار ہوگئے۔ پیر صاحب نے فرمایا کہ میں لائل پور حضرت سے ملنے گیا تھا، لیکن وہاں جاکر پتہ چلا کہ آپ دو ماہ سے بغرض علاج کراچی گئے ہوئے ہیں۔ پیر صاحب نے بیان فرمایا کہ میں نے شب معراج (۲۷ رجب المرجب ۱۳۸۲ھ / ۲۶ دسمبر ۱۹۶۲ء) میں خواب میں بزرگانِ دین اور اولیاء کاملین کی زیارت سے مشرف ہوا ہوں اور یہ دیکھا کہ یہ بزرگانِ دین حضرت محدثِ اعظم پاکستان کی طرف تشریف لے جا رہے ہیں۔ یہ خواب دیکھا تو بڑا پریشان ہوا۔ یہاں کا پتہ معلوم کر کے حاضر ہوا ہوں۔ جب پیر صاحب تشریف لائے، تو حضرت سے عرض کیا گیا کہ پیر فاروق صاحب تشریف لائے ہیں۔ آپ نے آنکھیں کھولیں اور پیر صاحب کی طرف دیکھا۔ زبان پر اللہ ہُو جاری تھا۔[۱]

حضرت شیخ الحدیث قدس سرہ کو اپنے اساتذہ کرام سے نہایت گہرا روحانی تعلق تھا۔ آپ کی زندگی اپنے اساتذہ کرام کے طریقہ مرضیہ کے مطابق گزری۔ یہاں تک کہ آپ نے طبعی امور میں بھی ان اولیاء کاملین کی اتباع کی۔ مولانا عبد المصطفیٰ ازہری (ایم۔ این اے) شیخ الحدیث دار العلوم امجدیہ کراچی فرماتے ہیں کہ قیامِ بریلی کے عرصہ میں پالی (بھارت) میں آپ اپنے استادِ مکرم حضرت صدر الشریعہ مولانا محمد امجد علی رضوی قدس سرہ کے ساتھ بغرضِ مناظرہ تشریف لے گئے۔ پالی میں جن حضرات نے علماء کو دعوت دی تھی۔ انہوں نے

---

[۱] (ا) روایت مولانا عبد المصطفیٰ الازہری۔ ختم قل شریف کے موقعہ پر

(ب) روایت مولانا محمد معین الدین شافعی، ماہنامہ نوری کرن، بریلی، مارچ، اپریل ۱۹۶۳ء، ص ۲۷

کھانے میں گوشت کے علاوہ مچھلی کا بھی اہتمام کیا تھا۔ پنجابی ہونے کے ناطے سے آپ کو مچھلی کی نسبت گوشت مرغوب تھا اور آپ کے اُستاذِ مکرم حضرت صدر الشریعہ قدس سرہ مچھلی سے رغبت رکھتے تھے۔ کھانے کے دوران آپ نے اپنی مرغوب غذا گوشت سے کھانا شروع فرمایا۔ حضرت صدر الشریعہ قدس سرہ قدس سرہٗ نے فرمایا: "مولانا! کیا آپ مچھلی پسند نہیں کرتے؟" اس کے بعد آپ اپنے استاذِ مکرم کی طبعی مرغوب شے (مچھلی) سے بھی رغبت فرمایا کرتے[1]

اساتذہ کرام کے طریقے پر چلنے سے آدمی ولی بن جاتا ہے۔ یہ ایک ایسی حقیقت ہے جس کے لیے دلائل کی ضرورت نہیں۔ حضرت شیخ الحدیث قدس سرہ نے اپنے استاذِ مکرم صدر الشریعہ مولانا محمد امجد علی قدس سرہٗ کے طریقوں پر زندگی بھر عمل کیا۔ آپ کے اتباعِ اساتذہ کرام کی کمالِ معراج ملاحظہ ہو کہ آپ نے وصال اور بعد وصال کی کیفیات میں بھی اپنے اساتذہ کرام جو اولیاء کاملین میں سے تھے، کی سنت پر عمل کر کے دکھایا ——— آپ کے استاذِ گرامی حضرت صدر الشریعہ قدس سرہٗ بغرضِ حج براستہ بریلی عازمِ بمبئی ہوئے۔ راستہ میں بعارضۂ بخار بیمار ہوگئے۔ ساحلِ سمندر بمبئی میں آپ کا وصال (۲ ذی قعدہ ۱۳۶۷ھ / ۷ ستمبر ۱۹۴۸ء) نصف رات کے بعد ہوا۔ اُن کا جنازہ بذریعہ ریل گھوسی (بھارت) لایا گیا، جہاں آپ کی تدفین عمل میں آئی۔[2]

● — اِدھر حضرت شیخ الحدیث قدس سرہٗ کا وصال ساحلِ سمندر کراچی میں ہوا۔

● — وطن سے دُور، ساحلِ سمندر بمبئی میں اپنے اُستاذِ گرامی کی سنّتِ وصال پر آپ نے عمل کر کے ان سے رُوحانی تعلق کو واضح فرما دیا۔

● — استاذِ گرامی کی اتباع میں آپ کا جنازہ بھی بذریعہ ریل اپنے وطن مالوف لایا گیا، جہاں تدفین عمل میں آئی۔

اولیاء کاملین، اساتذہ کرام سے ایسا گہرا تعلق کہ زندگی بھر اور وقتِ وصال بھی ان ہی کے طریقہ پر عمل، اتباعِ اسلاف کی ایسی مثالیں بہت کم ملتی ہیں۔

---

[1] بروایت حضرت مولانا عبد المصطفیٰ ازہری، ختم قل شریف کے موقعہ پر [2] ایضاً

نوٹ: حضرت شیخ الحدیث قدس سرہ کے ختم قل شریف پر علماء کی تقاریر کے ٹیپ حضرت صاحبزادہ قاضی محمد فضل رسول کے پاس محفوظ ہیں۔ یہ معلومات انہی تقاریر سے اخذ کی ہیں۔ فقیر قادری عفی عنہ

تابوت شریف کی کراچی سے روانگی

حضرت شیخ الحدیث قدس سرہ کے وصال پُر ملال کی قلب وجگر کو پاش پاش کر دینے والی خبر دحشت اثر تار، ٹیلی فون، ریڈیو اور اخبارات کے ذریعہ سارے ملک میں پھیل گئی۔ جہاں کسی نے سُنا دل گرفتہ ہو کر رہ گیا اور یقین نہ آتا تھا کہ یہ خبرِ مفارقت درست ہے۔ بہر حال وعدۂ الٰہیہ پورا ہو کر رہنا ہے۔ اس سے کسی کو مفر نہیں۔ سب سے پہلے مرکزِ اہلِ سُنّت لائل پور کو خبر دی گئی۔ رات کے اس آخری حصّہ میں ملنے والی المناک خبر نے ہر کسی کو دم بخود کر دیا لیکن تھوڑی دیر بعد یہاں کے متوسلین حضرات نے آنے والے وقت کے بارے میں سوچا۔ احباب، عقیدت مند، خدّام و متوسلین نے جوش اور ولولہ کے ساتھ آئندہ پروگرام کے لیے اپنے آپ کو تیار کیا۔ دوبارہ کراچی بذریعہ ٹیلی فون رابطہ قائم کر کے پروگرام دریافت کیا گیا۔ وہاں سے یہ بتایا گیا کہ میتِ مبارکہ اتوار کو بذریعہ ہوائی جہاز یا ریل لائل پور لے کر پہنچ جائیں گے۔ آپ اعلان کر دیں کہ جنازہ کی نماز بروز اتوار دو بجے ادا کی جائے گی۔

لائل پور کی طرح کراچی میں بھی عاشقِ مصطفےٰ کے وصال کی خبر نے کہرام مچا دیا۔ در و دیوار سوگوار تھے اور متوسلین غمناک۔ مخلص کارکنوں نے بڑی جلدی تمام انتظام مکمل کر لیے۔ اس مبارک انتظام و اہتمام کرنے والوں کا بیان ہے کہ ابتداءً ہمیں بڑی ذہنی الجھن تھی کہ اتنا وسیع انتظام کیسے ہو گا۔ اوّل تو صدمہ سے ہمارے حواس ہی بجا نہ تھے۔ پھر عالمِ اسلام کی مقتدر شخصیت کے وصال پر عظیم تیاریوں کے لیے ہم اپنے آپ کو اہل ہی نہ سمجھتے تھے۔ ہم بساط بھر کوشش تو کر رہے تھے، لیکن مطمئن نہ تھے۔ بہر حال ہم نے محسوس کیا کہ حضرت شیخ الحدیث قدس سرہ کی عظیم و جلیل قوت نے تمام بڑے بڑوں کو ہمارا ہمدرد بنا دیا۔ ہمارے تمام معاملات

بالکل آسان ہو گئے، چنانچہ ہمیں پتہ بھی نہ چلا کہ یہ سارے عظیم انتظامات کب مکمل ہو گئے ہیں۔ میتِ مبارکہ کو لائل پور پہنچانے کے لیے ہوائی سروس سے رابطہ قائم کیا گیا اور انہیں بتایا کہ اندازاً اتنے افراد جنازہ کے ساتھ لائل پور جانے کے لیے تیار ہیں۔ انہوں نے نہایت ہمدردی اور خلوص سے مشورہ دیا اور اتنی کثیر تعداد میں بیک وقت نشستیں مہیا کرنے سے معذوری ظاہر کی، اس لیے مناسب یہ ہے کہ آپ بذریعہ شاہین ایکسپریس میت کو لائل پور لے جائیں، اس میں سہولت رہے گی۔ ازاں بعد محکمۂ ریلوے سے رجوع کیا گیا۔ ریل کی ایک خصوصی بوگی کا انتظام اس خوبصورتی کے ساتھ ہو گیا کہ وہ بیان و گمان سے باہر تھا۔ اس پر لطف یہ کہ اس پر خرچ بھی بہت کم آیا۔

ہوائی جہاز کی بجائے ریل سے آخری سفر کا انتخاب بھی آپ کی طرف سے درحقیقت اتباعِ اساتذۂ کرام کی خاطر تھا۔ ورنہ محبوبانِ بارگاہِ الٰہی کے لیے مخلوقات مسخر کر دی جاتی ہیں۔ ان کی رضا کے مطابق کائنات میں تصرف ہوتا ہے۔ اِن کے روحانی مقامات اتنے بلند و بالا ہوتے ہیں کہ خود ان کا خالق، اپنے لطف و کرم سے ان کی منشاء کو پورا فرماتا ہے۔

کراچی میں آپ کے وصال کی صبح ہوتے ہی عشاق کی آمد شروع ہو گئی۔ ہر ایک غم میں ڈوبا ہوا تھا، آنکھوں میں آنسو جاری تھے۔ حضرت صاحبزادہ قاضی محمد فضلِ رسول بذریعہ ہوائی جہاز لائل پور روانہ ہو گئے تاکہ لائل پور میں آپ کی تجہیز و تکفین اور آخری سفر کے تمام مراحل کی خود نگرانی کر سکیں۔ ادھر کراچی میں آپ کو غسل دیا گیا۔ غسل دینے والوں میں جلیل القدر علمائے کرام و مشائخ عظام کے علاوہ خدام بھی شامل تھے۔

آپ کے غسل میں درج ذیل حضرات شریک تھے:

- زینت العلماء حضرت علامہ مولانا عبد المصطفٰے الازہری، شیخ الحدیث دار العلوم امجدیہ، کراچی
- تاج العلماء حضرت علامہ مولانا محمد عمر نعیمی، مہتمم دار العلوم مخزن علوم عربیہ، کراچی

- فخر العلماء حضرت علامہ مولانا مفتی محمد ظفر علی نعمانی، مہتمم دار العلوم امجدیہ کراچی
- فقیہ شوافع حضرت مولانا قاضی محمد محسن، فقیہ شافعی، کراچی
- حضرت مولانا محمد معین الدین شافعی، فیصل آباد
- حضرت مولانا عبد الحمید شاہ، کراچی
- جناب سیٹھ حاجی اسمٰعیل جمال، کراچی
- جناب حاجی صوفی اللہ رکھا، فیصل آباد

بعد غسل آپ کو کفن پہنایا گیا۔ کفن پر علامہ محمد ظفر علی نے کلمہ طیبہ لکھا۔ علامہ عبد المصطفےٰ ازہری نے یا شیخ عبد القادر جیلانی شیئاً للہ لکھا اور مولانا محمد معین الدین نے یا غوث اعظم دستگیر ما لکھا۔ حضرت شیخ الحدیث قدس سرہ کی وصیت تھی کہ میرے کفن پر حضور سرکار غوث پاک رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا نام مبارک لکھنا۔ ایک مرتبہ حضور پُر نور غوث پاک رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی منقبت ہو رہی تھی۔ صوفی جمیل الرحمٰن صاحب قادری رضوی کا یہ شعر پڑھا گیا ؎

عزیزو کر چکو تیار جب میرے جنازہ کو
تو لکھ دینا کفن پر نامِ والا غوث اعظم کا

ارشاد فرمایا: "مولوی معین! یاد رکھنا میرے کفن پر حضور آقائے اکرم سرکار غوثِ اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا اسمِ گرامی ضرور لکھنا۔"

جنازہ تیار کر کے آرام باغ لایا گیا۔ نمازِ جنازہ میں امامت کے فرائض جگر گوشۂ صدر الشریعہ حضرت علامہ عبد المصطفےٰ الازہری نے انجام دیئے۔ ہزاروں افراد جنازہ میں شریک تھے۔ مقامی طور پر جن علماء و احباب نے جنازہ میں شرکت فرمائی، ان میں سے بعض کے اسماء گرامی یہ ہیں:

حضرت پیرزادہ سید عبد القادر گیلانی، سفیرِ عراق متعینہ پاکستان

حضرت علامہ عبدالحامد بدایونی، سابق مرکزی صدر جمعیت علماء پاکستان

حضرت علامہ محمد عمر نعیمی، کراچی

حضرت مولانا مفتی ظفر علی، کراچی

حضرت مولانا شاہ ضیاء القادری، کراچی

حضرت مولانا قاری محبوب رضا خاں، کراچی

حضرت مولانا عبدالسلام باندوی، کراچی

نماز جنازہ کے بعد چہرۂ انور کی زیارت کرائی گئی، بعدہٗ تابوت میں رکھا گیا۔ اب "رضوی دولہا کو ہزاروں" براتی" بڑی شان و شوکت اور عظمت و محبت سے اپنے کندھوں پر اٹھائے کراچی سٹیشن تک لائے، جہاں ہزاروں اشکبار آنکھوں نے اپنے محبوب کو رخصت کیا۔ راستہ میں نعت خوانی ہوتی رہی۔ اسٹیشن پر صلوٰۃ و سلام ہوا۔ بغیر کسی تکلیف اور پریشانی کے گاڑی میں جگہ مل گئی۔ تابوت کے لیے ڈبہ تو مخصوص تھا۔ دیگر علماء کے لیے بھی ڈبہ مخصوص کروالیا گیا تھا۔ کراچی سے حضرت کے تابوت کے ہمراہ علماء اور خدام:

حضرت علامہ ازہری صاحب	حضرت مولانا مفتی ظفر علی
حضرت مولانا قاری محبوب رضا خاں	مولانا عبدالودود
مولانا ظہیر الحسن	مولانا اسرار المصطفےٰ
جناب محمد شفیع قادری	جناب محمد انور
جناب حاجی فقیر محمد	جناب صوفی بابا احمد بھائی
جناب عبدالغنی عثمان بھائی	جناب صوفی عبدالرحمٰن
جناب عبدالمجید	جناب صوفی اللہ رکھا

اور مولانا محمد معین الدین وغیرہ حضرات ہمراہ تھے۔ جب گاڑی کوٹری پہنچی، تو عشاق کا اجتماعِ عظیم زیارت کے لیے سٹیشن پر موجود تھا۔ اسی طرح حیدرآباد، شہداد پور، نواب شاہ، خیر پور سٹیشن پر بھی احباب موجود تھے۔ جب روہڑی پر پہنچے تو زیارت کرنے والوں نے گاڑی

کو گھیر لیا اور "مصطفیٰ جانِ رحمت پہ لاکھوں سلام" پڑھنا شروع کیا۔ جب تک گاڑی سٹیشن پر ٹھہری رہی، تابوت کے پاس یہی پڑھتے رہے۔ رحیم یار خاں، خانپور پر بھی احباب و خدام کا اجتماع تھا۔ ہر سٹیشن پر احباب حاضر ہوئے اور تابوت کی زیارت سے مشرف ہوئے۔ ہر سٹیشن پر احباب تابوت کے ہمراہ ہوتے۔ حیدر آباد سے مولانا صدیق احمد شاہ، مولانا پیر محمد شفیع اور دیگر احباب ہمراہ ہوئے۔ خیرپور سے مولانا غلام فرید، مولانا عبدالرشید اور دیگر احباب۔ روہڑی سے مولانا محمد حسین، مولانا منیر الزماں اور دیگر احباب ہمراہ ہوئے۔ نواب شاہ سے حاجی عبدالرحیم، مولانا حاجی علی احمد اور دیگر احباب ساتھ ہوئے۔ ملتان سے حضرت علامہ احمد سعید کاظمی کی معیت میں کافی احباب اور طلبا ہمراہ ہوئے۔ خانیوال پر احباب کا عظیم اجتماع تھا۔ اسی طرح عبدالحکیم، شورکوٹ، ٹوبہ، گوجرہ وغیرہ سٹیشنوں پر احباب و علماء کے عظیم اجتماع موجود تھے۔

تابوت شریف کے ہمراہ آنے والوں پروانوں کا بیان ہے کہ جن سٹیشنوں پر گاڑی کھڑی ہوتی ہے، وہاں تو مشتاقانِ دید بڑے احترام سے ہجوم کر آتے، لیکن ہم نے گاڑی کے اندر سے دیکھا کہ جن سٹیشنوں پر شاہین ایکسپریس نہیں رکتی۔ وہاں بھی ہمیں عاشقِ رسول، ولی کامل حضرت شیخ الحدیث قدس سرہ کے تابوت کو اپنے آغوش میں لے کر جانے والی بوگی کو ایک نظر دیکھنے والے عاشقوں کی جماعتیں، اپنے ہاتھوں میں پھولوں کے ہار لیے، پروانہ وار کھڑی نظر آتی تھیں یہ لوگ جونہی ہماری بوگی کو دیکھتے، پروانوں کی طرح لپکتے، پھولوں کے ہار بوگی کی طرف پھینکنا شروع کر دیتے اور پھر اُن کی آنکھیں آنسوؤں سے تر ہو جاتیں کہ ان کا محبوب اپنا آخری سفر اس بوگی میں کر رہا ہے۔ یہ عاشقانہ نظارہ ہم ہر سٹیشن پر کر کے محظوظ ہوتے اور حضرت قبلہ شیخ الحدیث قدس سرہ کے فراق میں آنسو بہانے والوں کے ساتھ ہم بھی آنسو بہاتے۔

جُوں جُوں لائل پور قریب آ رہا تھا، سٹیشنوں کے علاوہ دیہات سے آتے ہوئے بیشمار لوگ ریلوے لائن کے دونوں طرف صرف اس لیے کھڑے تھے کہ جس گاڑی میں ان کے محبوب قائد کا آخری سفر ہو رہا ہے۔ اس کی زیارت کی سعادت سے بہرہ اندوز ہوں۔

لائل پور اسٹیشن تا جامعہ رضویہ جلوس کا منظر

لائل پور میں شاہین ایکسپریس کے پہنچنے کا وقت تقریباً سوا نو بجے تھا، لیکن "عاشقانِ زار" صبح ہی سے ریلوے اسٹیشن پر پہنچنا شروع ہو گئے۔ دیوانگانِ عشق نے پلیٹ فارم کو بھر دیا لوہے کے جنگلے، دیواریں، قریبی درخت اور ریل کے خالی ڈبے عقیدت مندوں سے پُر ہو گئے۔ دُور دُور تک تل دھرنے کو جگہ نہ رہی۔

چونکہ ہر سٹیشن پر مشتاقانِ دید کا ہجوم گاڑی کو گھیر لیتا۔ اس لیے تیز رفتاری کے باوجود گاڑی بیس منٹ لیٹ ہو گئی۔ جُوں ہی گاڑی سٹیشن پر پہنچی، فضا نعرۂ تکبیر و نعرۂ رسالت، شیخ الحدیث زندہ باد اور محدثِ اعظم زندہ باد کے مقدس اور فلک شگاف نعروں سے گونج اٹھی۔ جوں ہی وہ ڈبہ نظر آیا جس میں حضرت کا تابوت مبارک تھا۔ بے اختیار ہزاروں کی چیخیں نکل گئیں۔ تابوت کو بڑی احتیاط سے اتارا گیا اور میت اٹھانے والی چارپائی پر رکھ دیا گیا۔ اس چارپائی کے ساتھ بڑے بڑے لمبے اور مضبوط بانس باندھ دیئے گئے۔ ہزاروں اشکبار آنکھوں کے ساتھ کندھا دینے کے لیے بانسوں پر ٹوٹ پڑے، کمزور جسم والے اس عظیم اجتماع کے باعث بانسوں کو ہاتھ بھی نہ لگا سکے تاہم وہ بھی ساتھ چل رہے تھے اور پھولوں کے ہار جنازہ مبارکہ پر نچھاور کر رہے تھے۔

عاشقِ رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو سچے اور مضبوط عشق کی بدولت جو لازوال اور بے مثال انعام ملا، عام نگاہیں اسے دیکھ کر حیرت زدہ ہو گئیں۔ اپنے اور بیگانے سبھی کہہ رہے ہیں کہ ماضی قریب کی تاریخ ایسی بلند شان مثال اور قبولیتِ عامہ پیش کرنے سے قاصر

ہے۔ اس نوعیت کے گزشتہ واقعات اس محبوب و مقبول، عاشق رسول کے جنازہ کے اجتماع کے سامنے کچھ حقیقت نہیں رکھتے۔ لائل پور اپنی تاریخ بنیاد سے اس وقت تک (قریباً ستر سالہ تاریخ) اس قسم کے عظیم اجتماع سے نا آشنا تھی۔ کوئی سیاسی، مذہبی، عوامی جلسہ یا کسی طبقہ کے قائد کے جنازہ کا اجتماع آج کے عظیم روحانی اجتماع کے مقابل پیش نہیں کیا جا سکتا۔

حضرت شیخ الحدیث قدس سرہ کے جنازہ کا جلوس مرکز اہل سنت جامعہ رضویہ کی طرف روانہ ہوا۔ پیچھے چلنے والوں میں علماء بھی تھے اور مشائخ بھی۔ مدرسین بھی تھے اور محققین بھی، متوسلین بھی تھے اور خدام بھی۔ ہم سبق رفیق بھی تھے اور شاگرد بھی۔ خواص بھی تھے اور عوام بھی۔ اپنے بھی اور کل تک آپ کو بے جا گالیاں دینے والے بیگانے بھی۔

غرض قائد اہل سنت، نائب اعلیٰ حضرت کا یہ جلوس عقیدت و محبت سے سرکلر روڈ سے ہوتا ہوا کچہری بازار کے اندر داخل ہو گیا۔ کچہری بازار کی اب یہ حالت تھی کہ گزرنا مشکل ہو گیا۔ عورتیں اور بچے مکانوں کی چھتوں پر اس نورانی جلوس کے قائد کا نظارہ کر رہے تھے۔ چشم ظاہر بیں بھی آپ کی مقبولیت کا اندازہ کر رہی تھی۔

عاشق رسول کا یہ مبارک جلوس پورے جاہ و جلال کے ساتھ خراماں گزر رہا تھا کہ عقیدت سے چلنے والوں کی نگاہیں اچانک بلند ہوئیں۔ سب نے تابوت کو دھیان سے دیکھنا شروع کیا۔ دن کے اجالے میں، سورج کی روشنی میں سب نے دیکھا کہ حضرت شیخ الحدیث قدس سرہ کے تابوتِ مبارک پر "محسوس نور" کی چھما چھم بارش ہو رہی ہے۔ سب اس نور کی پھوہار کو سر کی آنکھوں سے دیکھ رہے تھے اور سب ہی متاثر ہو رہے تھے۔ ایک دوسرے سے کہہ رہا تھا:

"سبحان اللہ! کیا نور برس رہا ہے۔"

جواب دینے والے نے حقیقت افروز جواب دیا:

"اوپر سے نور برس رہا ہے، تو اس میں حیرت کی کیا بات ہے؟

اندر بھی تو نور ہی نور ہے۔"

اس "محسوس نور" کی بارش دیکھنے والوں میں عقیدت مند بھی تھے اور آپ کے مسلک سے اختلاف رکھنے والے بھی۔ یہ ہزاروں مشاہدہ کرنے والے مسرور بھی تھے، شاد بھی اور محو حیرت بھی۔ مشہور شاعر عزیز حاصل پوری نے کیا خوب منظر کشی کی ہے ؎

جا رہا ہے سوئے جنت کون رخشندہ مقام

کر رہے ہیں آج کس کو آسماں والے سلام

عازمِ ایوانِ رحمت کون ہے مستِ ازل

کیوں لنڈھائے جا رہے ہیں خلد میں کوثر کے جام

محوِ آرائش ہیں قدسی کس کے استقبال کو

کس کی خاطر محفلِ فردوس میں ہے دھوم دھام

ایستادہ ہے فرشتوں کی جماعت کس لیے

کس خدا والے سے ہونا چاہتی ہے ہم کلام

مرکزِ انوارِ رحمت آج کس کی ذات ہے

پھول بخشش کے بچھائے جا رہے ہیں گام گام

ہے یقیناً یہ کوئی عالی نظر، بطلِ جلیل،

خیر مقدم کے لیے جس کے ہے اتنا اہتمام

قوم کے سردار، لائل پور کے ہیں شیخ الحدیث

تھی تری ذاتِ گرامی لائق صد احترام

حضرت شیخ الحدیث قدس سرہ کے جنازہ مبارکہ پر "محسوس نور کی بارش" کے حوالہ سے گفتگو کرتے ہوئے حضرت مولانا محمد عبد الرشید رضوی، خطیب سنی رضوی جامع مسجد فیصل آباد نے

بیان فرمایا کہ ہم دارالعلوم منظہرِ اسلام بریلی شریف میں آپ سے درسِ حدیث لیا کرتے تھے چونکہ منظہرِ اسلام بریلی شریف کی کوئی مستقل عمارت نہ تھی۔ مسجد بی بی جی مرحومہ کے صحن میں ٹین کا ایک چھپر تھا، جس کے سایہ میں آپ بیٹھ کر درسِ حدیث دیا کرتے تھے۔ تدریسِ حدیث کے دوران بارہا ایسا موقعہ آیا کہ دن کے اُجالے میں ایسا محسوس ہوتا تھا کہ بارش ہو رہی ہے جو درحقیقت احادیثِ طیّبہ کے انوار ہوتے اور حضرت شیخ الحدیث قدس سرہ کے حضور پُرنور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ساتھ انتہائی والہانہ محبت کے باعث اُترتے ہمیں بھی محسوس ہوتے تھے۔ ان انوار کی ضیاء میں سُورج کی روشنی ماند پڑ جاتی تھی۔ [1]

حضرت شیخ الحدیث علیہ الرحمہ کے جنازہ مبارکہ پر انوار و تجلّیات کی بارش کا واقعہ ایسا متواتر اور شہرت یافتہ ہے کہ اس سے انکار کی کوئی راہ نہیں۔ ہاں بعض افراد کے ذہنوں میں سوال پیدا ہوا کہ "جنازہ پر محسوس نور کی بارش" کا وقوع اس سے پہلے بھی کبھی ہوا ہے ؟ اسی نوعیت کا ایک سوال جامعہ رضویہ منظہرِ اسلام لائل پور کے مفتی حضرت مولانا ابوسعید محمد امین کی خدمت میں پیش ہوا۔ آپ نے نہایت تفصیلی دلائل سے ثابت کیا کہ اس قسم کے امورِ حسنہ کا وقوع حضور انور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے غلاموں سے ہوتا آیا ہے۔ جواب کا ایک اقتباس ملاحظہ ہو :

"الحاصل عشاقِ مصطفےٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ساتھ اس قسم کا معاملہ ہوتا رہتا ہے، چنانچہ حضرت امام یافعی رحمۃ اللہ علیہ نے روض الریاحین میں حضرت سیدنا سہل بن عبداللہ تستری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے متعلق تحریر فرمایا ہے کہ جب آپ کا جنازہ مبارکہ جا رہا تھا، تو ہجوم اُمنڈ کر آ گیا اور شہر میں ایک یہودی ستر سالہ اپنے گھر میں تھا کہ اس نے اچانک شور سنا تو وہ بھی نکلا تا کہ پتہ کرے کہ کیا ہے ؟ اور جب اس کی جنازہ پر نظر پڑی تو کہنے لگا

---

[1] روایت مولانا محمد عبدالرشید جھنگوی : ۱۴ ربیع الآخر ۱۴۰۶ھ

اے لوگو! اَتَرَوْنَ مَا اَرٰی یعنی جو کچھ میں دیکھ رہا ہوں، کیا تم بھی دیکھتے ہو؟ لوگوں نے پوچھا، تجھے کیا نظر آتا ہے؟ تو یہودی نے جواب دیا؛

اَرٰی اَقْوَامًا یَنْزِلُوْنَ مِنَ السَّمَآءِ یَتَبَرَّکُوْنَ بِالْجَنَازَۃِ۔

صفحہ ۲۱۲- یعنی میں دیکھ رہا ہوں کہ آسمان سے فوجیں اتر رہی ہیں اور وہ جنازہ سے برکت حاصل کر رہی ہیں۔

وہ یہودی مسلمان ہو گیا اور بڑا نیاز مند اور پرہیزگار مسلمان بن گیا۔

مشکوٰۃ شریف میں حضرت ام المومنین عائشہ صدّیقہ بنت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے۔

قَالَتْ لَمَّا مَاتَ النَّجَاشِیُّ کُنَّا نَتَحَدَّثُ اِنَّہٗ لَا یَزَالُ عَلٰی قَبْرِہٖ نُوْرٌ (رواہ ابوداؤد)

یعنی جب حضرت نجاشی کا انتقال ہوا تو صحابہ کرام میں اس بات کا چرچا ہوتا تھا کہ ہمیشہ حضرت نجاشی کی قبر پر نور دکھائی دیتا ہے۔" [1]

حضرت شیخ الحدیث قدس سرہٗ کا جنازہ شیخ الحدیث بازار (جھنگ بازار) میں داخل ہونے سے پہلے جب گھنٹہ گھر پہنچا، تو یکایک اسی نور نے دبیز چادر کی صورت اختیار کر لی اور سارا تابوت اسی میں چھپ گیا۔ چمکیلے تانبے کے باریک پتروں کی طرح نور کی سنہری کرنیں اس طرح تابوت پر گر رہی تھیں کہ ہزاروں نے تعجب سے اس آسمانی رحمت کو دیکھا، نور

---

[1] ہفت روزہ محبوبِ حق، لائل پور، ۳ رجنوری ۱۹۶۴ء، ص ۳

نوٹ: تفصیلی فتویٰ مذکورہ شمارہ میں ملاحظہ ہو۔ علاوہ ازیں اسی شمارہ میں حضرت شیخ الحدیث قدس سرہٗ کے جنازہ مبارکہ میں اولیاء کاملین مثل حضرت سیدنا داتا گنج بخش علی ہجویری قدس سرہ کی شمولیت کی خبر مسرت اثر کے بارے میں بھی فتویٰ موجود ہے جس میں حضرت مولانا مفتی محمد امین مدظلہٗ نے ثابت کیا ہے کہ اللہ کے نیک بندوں کے جنازہ میں اولیاء کاملین شمولیت فرماتے ہیں۔ فقیر قادری عفی عنہ

کی اس لطیف اور محسوس دھند میں جب جنازہ چھپ گیا، تو جنازہ اٹھانے والوں کو پکار کر ایک دوسرے سے پوچھنا پڑا کہ تابوت کہاں ہے؟ چند لمحات یہی کیفیت برقرار رہی۔ پھر تابوت کے پاؤں کی طرف سے کمان کی طرح نور بلند ہوا اور لوگوں کو دوبارہ سب کچھ نظر آیا۔ اس واقعہ کے عینی شاہد آج بھی ہزاروں کی تعداد میں موجود ہیں۔ یہ ایک حقیقت تھی نہ کہ اظہارِ عقیدت۔

حضرت شیخ الحدیث قدس سرہ کی تدفین کے اگلے روز مقامی اخبارات نے "نورِ محسوس کی بارش" کے واقعہ کو جلی کالموں میں لکھا۔ جناب خلیق قریشی مدیر مسئول روزنامہ "عوام" لائل پور لکھتے ہیں:

"یہ امر واقعہ ہے کہ ایک نوجوان نے بہت سے لوگوں کو توجہ دلائی، جن میں، میں خود شامل تھا۔ مولانا الحاج محمد سردار احمد مرحوم و مغفور کا تابوت کچہری بازار میں پہنچا، تو تابوت کے اوپر باقاعدہ نور کی چمک اور نورانی لہریں نظر آتی تھیں۔ یہ روشنی اور اس کا عکس پُر نور ایک خاص حیطہ کے اندر تمام راستہ موجود رہا ہے ؏

"خدا رحمت کند ایں عاشقانِ پاک طینت را" [1]

روزنامہ "سعادت" لائل پور کی خبر کا اقتباس ملاحظہ ہو:

"سرکلر روڈ اور کچہری بازار کی ابتدا میں چند عقیدت مندوں نے جنازہ کے اوپر انوار و تجلیات کا ظہور دیکھا اور اپنے قریب چلنے والوں کو مطلع کیا۔ دیکھنے والے متحیر بھی ہوئے اور مسرور بھی۔ اس واقعہ کا آپ کے عقیدتمندوں میں بہت چرچا ہے۔" [2]

---

[1] روزنامہ "عوام" لائل پور۔ ۳۱ دسمبر ۱۹۶۲ء

[2] روزنامہ "سعادت" لائل پور ۳۱ دسمبر ۱۹۶۲ء

نورانیتِ مصطفےٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا چرچا عام کرنے والے محدّثِ اعظم حضرت شیخ الحدیث قدس سرہ کی زندگی میں نور کو ایک خاص مناسبت رہی۔ آپ کے قلبِ صافی پر انوار الاحادیث کا مشاہدہ تو خاصانِ اُمّت کا حصّہ تھا، البتہ چہرہ مبارک کی نورانیت ہر دیکھنے والے کو متاثر کرتی رہی۔ ایک مرتبہ دیکھنے والا تمنّا کرتا کہ ہمیشہ آپ کے نورانی چہرہ کو دیکھتا رہوں۔ بریلی شریف میں تدریسِ حدیث کے دوران انوار و تجلّیات کے نزول کی کیفیت شریکِ درس حضرت مولانا محمد عبدالرشید رضوی جھنگوی کی زبانی آپ گزشتہ سطور میں پڑھ چکے ہیں، جنازہ مبارکہ پر انوار و تجلّیات کا ترشح آپ ملاحظہ فرما چکے ہیں۔ بعد وصال آپ کے مزارِ مقدس سے "بطور اظہارِ کرامت" انوار و تجلّیات کا ظہور ہوتا رہا ہے، چنانچہ آپ کے خلفِ اوسط حضرت مولانا غازی محمد فضل احمد، صدر جامعہ رضویہ، فیصل آباد، بیان فرماتے ہیں کہ حضور محدّثِ اعظم علیہ الرحمہ کے وصال سے ایک سال بعد کا واقعہ ہے سردیوں کا موسم تھا۔ ہمشیرہ صاحبہ (اہلیہ محترمہ حضرت مولانا مفتی نواب الدین علیہ الرحمہ) فرمانے لگیں کہ مجھے ابّا جان کے مزار پر حاضری دلوا لائیں۔ چونکہ مزار شریف پر لوگوں کی آمد و رفت کا سلسلہ جاری رہتا ہے، اس لیے ہمشیرہ صاحبہ کو ساتھ لے جانا مناسب نہ سمجھا اور اسی مصلحت کے تحت ہمشیرہ صاحبہ کو ساتھ لے جانے کی بجائے اکیلا ہی مزار شریف پر حاضری کے لیے پہنچا، تو کیا دیکھتا ہوں کہ روشنی کی ایک لکیر ہے جو لحد شریف کے اردگرد چکر لگا رہی ہے۔ میں حیران ہوا اور دوسروں کو دکھانے کے لیے مڑا تو دیکھا کہ ہمشیرہ صاحبہ بھی تشریف لا چکی تھیں۔ انہوں نے بھی روشنی دیکھی۔ علاوہ ازیں اور بھی کافی لوگ آ گئے سبھی نے نظارہ کیا۔ سوچا کہ مزار شریف کی چادر اٹھا کر کیوں نہ دیکھا جائے، لہٰذا مزارِ انور کی چادر اٹھائی تو روشنی غائب ہو گئی اور جب چادر کو چھوڑا، نور روشنی پھر گردش میں آ جاتی۔ یہ سلسلہ اس روز چھ سات گھنٹے تک جاری رہا اور اس کے بعد مزید دو دن تک جاری رہا۔[1]

---

[1] مکتوب حضرت غازی محمد فضل احمد بنام فقیر قادری عفی عنہ، محررہ ۱۷/اپریل ۱۹۸۶ء

قدوۃ الواصلین حضرت شیخ الحدیث قدس سرہ کا تابوت مبارک جھنگ بازار سے ہوتا ہوا اپنے مکان ملحقہ جامعہ رضویہ پر لایا گیا۔ زیارت کے لیے جب تابوت کھولا گیا تو کمرہ معطر ہو گیا۔ ایک بات عجیب دیکھنے میں یہ آئی کہ جس وقت کراچی میں جسدِ اقدس کو تابوت میں رکھا گیا تھا تو اُس وقت چشمانِ منور بند تھیں۔ جب یہاں تابوت کھولا گیا، آنکھیں بند تھیں، لیکن جس وقت جسدِ اطہر کو چارپائی پر رکھا گیا، تو آپ نے دائیں آنکھ کھولی اور تقریبًا پانچ منٹ تک کھُلی رہی۔ اس کے بعد آپ نے آنکھ بند کر لی۔ یہ منظر گھر میں موجود سب افراد نے دیکھا۔ گویا جس طرح یہ افراد آپ کا دیدار کر رہے تھے۔ آپ نے بھی بچشمِ سر ان کو ملاحظہ فرمایا۔[۱]

وقتِ وصال سے لے کر تدفین تک عینی شاہد کی حیثیت سے مولانا عبد المصطفٰے الازہری نے بتایا کہ حضرت شیخ الحدیث قدس سرہ کا چہرۂ پُر نور متواتر متبسم رہا۔ یہاں تک کہ ان تین دنوں میں ایک لمحہ کے لیے بھی جسدِ مبارک کے متعلق رسمی اور روایتی آرائش کی ضرورت محسوس نہ کی گئی[۲]

۱۹۵۶ء میں جب آپ دوبارہ زیارتِ مدینہ منورہ اور حاضری کعبہ معظمہ کے لیے حرمین شریفین حاضر ہوئے، تو آپ واپسی پر اپنے لیے کفن بھی لائے تھے، لیکن وصال کے وقت یہ کفن کراچی میں موجود نہ تھا، لائل پور میں اپنے مکان پر تھا۔ مولانا محمد محسن فقیہ نے مدینہ منورہ سے لایا ہوا کفن پیش کیا، لیکن اس وقت مولانا محمد معین الدین شافعی کے پاس بھی مدینہ منورہ سے لایا ہوا کفن موجود تھا، یہی کفن پہنایا گیا۔ لائل پور پہنچ کر صاحبزادہ قاضی محمد فضلِ رسول خلفِ اکبر حضرت شیخ الحدیث قدس سرہٗ کی خواہش تھی کہ وہی کفن پہنایا جائے جو حضرت خود اپنے ساتھ مدینہ طیبہ سے لائے تھے۔ مولانا محمد معین الدین کی تمنا تھی کہ میرا پیش کردہ کفن بھی رہے، چنانچہ اُن کی پیش کردہ کفنی رہنے دی گئی اور دوسرا کفن بھی پہنا دیا گیا۔

---

[۱] روایت حضرت صاحبزادہ قاضی محمد فضل رسول حیدر رضوی، ۹ ربیع الاول ۱۴۰۵ھ

[۲] روزنامہ غریب، لائل پور، ۳۱ دسمبر ۱۹۶۲ء

جنازہ و تدفین

مکان سے جنازہ مبارکہ دوبارہ اٹھایا گیا اور پروگرام کے مطابق دھوبی گھاٹ کے وسیع میدان میں لے جایا گیا۔ چونکہ کراچی میں آپ کی نمازِ جنازہ شرعی وارثِ حقیقی کی اجازت کے بغیر پڑھی گئی تھی۔ اب لائل پور میں آپ کی نمازِ جنازہ حضرت صاحبزادہ قاضی محمد فضلِ رسول خلفِ اکبر حضرت شیخ الحدیث قدس سرہ کی اجازت سے مولانا عبدالقادر احمد آبادی ناظمِ جامعہ رضویہ نے بعد ظہر اڑھائی بجے پڑھائی۔

آپ کے جنازہ میں ملک بھر کے علماء و مشائخ، تلامذہ و مریدین، متوسلین، اعزہ و اقارب اور ارادت مندوں کے علاوہ وہ بھی شامل تھے جو کل تک آپ کے مسلک سے اختلاف رکھتے تھے۔ نمازِ جنازہ میں ان کی شمولیت درحقیقت حضرت شیخ الحدیث قدس سرہ کے مسلک کی صداقت کا اظہار ہے۔ روزنامہ "غریب" لائل پور نے اخبارِ تعزیت اور نمازِ جنازہ کی کیفیت بیان کرتے ہوئے لکھا کہ لائل پور کے جن دیوبندی علماء نے آپ کے جنازہ میں شرکت فرمائی ان میں مولوی تاج محمود، مولوی محمد یعقوب اور دیوبندی مجلسِ تحفظِ ختمِ نبوت کے کارکنوں کا نام سرِ فہرست ہے۔[1]

مولانا محمد یعقوب (فاضل منظہر اسلام، بریلی) بٹالہ کالونی فیصل آباد اپنے بیان میں فرماتے ہیں کہ حاجی ابراہیم دیوبندی نے ایک مرتبہ حضرت شیخ الحدیث قدس سرہ کو گورنمنٹ کالج فیصل آباد کے قریب سیر کرتے ہوئے دیکھا۔ حضرت کی شخصیت سے اتنا متاثر ہوا کہ اُس نے اپنے لڑکوں کو وصیت کی کہ جب حضرت شیخ الحدیث قدس سرہ کا وصال ہو تو تم اُن کے جنازہ میں ضرور

[1] تفصیل کے لیے ملاحظہ ہو: روزنامہ غریب، لائل پور، ۳۱ر دسمبر ۱۹۶۲ء

شرکت کرنا۔ ؎۱

آپ کے وصال پُر ملال پر رائے پوری کے خلیفہ مولوی محمد (دیوبندی) نے اپنے تاثرات کا اظہار ان الفاظ میں کیا:

"قول و فعل میں یکتا، آج دنیا سے رخصت ہوا۔" ؎۲

حضرت شیخ الحدیث قدس سرہ کے نمازِ جنازہ میں کراچی سے لے کر پشاور تک علماء و مشائخ اور اہلِ سنّت نے شرکت فرمائی۔ جنازہ میں حاضرین کی تعداد کا اندازہ تین لاکھ کے قریب تھا۔ ؎۳

دُور دراز کے وہ احباب جو نمازِ جنازہ کی ادائیگی کے بعد لائل پور پہنچے اور انہوں نے آپ کے چہرہَ انور کی زیارت کا شرف حاصل کیا، وہ اس تعداد میں شامل نہیں۔ ان کی تعداد بھی ہزاروں سے متجاوز تھی۔

نمازِ جنازہ میں شرکت کرنے والوں کا بے پناہ ہجوم دیکھ کر ہر مکتبِ فکر کے لوگوں نے اعتراف کیا کہ لائل پور کی ستر سالہ تاریخ میں کبھی اس قدر زیادہ اجتماع نہیں ہوا۔ حاضرین محسوس کر رہے تھے اور اس کا اظہار بھی کر رہے تھے کہ آپ واقعی عاشقِ رسول تھے۔ اللہ کے ولی تھے اور ہم نے آپ کے جنازہ میں شرکت کر کے سعادت حاصل کی ہے۔

دھوبی گھاٹ میں نمازِ جنازہ ادا کرنے کے بعد آپ کے جسدِ مبارک کو سُنّی رضوی جامع مسجد سے ملحقہ انجمن فدایانِ رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم (رجسٹرڈ) کے دفتر میں رکھا گیا تاکہ زیارت کرنے والے آسانی سے زیارت کر سکیں۔ زیارت کرنے والے ایک دروازہ سے داخل ہوتے

؎۱ بروایت مولانا محمد یعقوب، فیصل آباد ۲۲ صفر ۱۴۰۲ھ ؎۲ ایضاً،

؎۳ تفصیل کے لیے ملاحظہ ہو: (ا) روزنامہ سعادت، لائل پور ۳۱ دسمبر ۱۹۶۲ء

(ب) روزنامہ سعادت، لائل پور، ۸ مارچ ۱۹۶۳ء (ج) روزنامہ عوام، لائل پور، ۸ مارچ ۱۹۶۳ء

اور دوسرے دروازہ سے نکل جاتے، لیکن زیارت کرنے والوں کا ہجوم اس قدر زیادہ تھا کہ پولیس اور رضا کار بھی ہجوم پر قابو نہ پا سکے۔

آپ کا مسکراتا ہوا مقدس چہرہ دیکھ کر محسوس ہوتا کہ ابھی آپ حسبِ عادت "طیّب طیّب" کے مبارک کلمات ارشاد فرمائیں گے۔ چہرہ اقدس کا رنگ گلابی تھا جو پھولوں میں گھرا ہوا تھا، بلکہ یوں معلوم ہوتا تھا کہ جیسے پھولوں کے گلدستہ میں گلاب کا ایک بڑا پھول رکھا ہوا ہے۔ اس حسین دل نواز اور ایمان افروز منظر کو جو ایک بار دیکھ لیتا۔ اسے دیکھتے ہی رہنے کی آرزو ہوتی، وہاں سے ہٹنے کا نام نہ لیتا، مجبوراً اسے ہٹا کر دوسروں کی زیارت کا موقعہ دیا جاتا، لیکن اس وسیع انتظام کے باوجود ہجوم کی وجہ سے ہزاروں عقیدت مند زیارت کا شرف حاصل نہ کر سکے۔

اس رُوحانی کیف آور منظر کو دیکھ کر امام احمد رضا قدس سرہ کا ارشاد بار بار یاد آتا ہے ؎

واسطہ پیارے کا ایسا ہو کہ جو سُنّی مرے
یُوں نہ فرمائیں تیرے شاہد کہ وہ فاجر گیا

عرش پر دھومیں مچیں، وہ مومنِ صالح مِلا
فرش سے ماتم اٹھا۔ وہ طیب و طاہر گیا

حضرت شیخ الحدیث قدس سرہ کے جنازہ پر لاکھوں کا اجتماع دیکھ کر بارگاہِ ذوالجلال میں آپ کی مقبولیتِ عامہ کا اظہار ہو رہا تھا اور ارشادِ ربانی سَیَجْعَلُ لَھُمُ الرَّحْمٰنُ وُدًّا کا کرشمہ دکھائی دے رہا تھا۔ ایسے ہی حضرات موت العالم موت العالَم کے مصداق ہوتے ہیں ؎

موتِ عالِم موتِ عالَم، ثلمۂ دینِ نبی
جان تو جانِ جہاں، جانِ جہاں بر تو نثار

جنازہ مبارکہ کی زیارت کرنے والے ہجوم کا یہ حال تھا کہ اگر یہ سلسلہ صبح تک جاری رکھا جاتا، تو بھی ختم نہ ہوتا۔ ناچار سوا سات بجے تک چہرۂ مبارکہ دکھایا گیا، اس کے بعد تدفین عمل میں آئی۔

کراچی سے جب آپ کے وصال کی خبر لائل پور پہنچی، تو آپ کی وصیت کے مطابق سنی رضوی جامع مسجد کے صحن اور اس کے تالاب کے درمیان عارضی کمرہ، جس سے درجۂ حفظ کے طلباء کی درس گاہ کا کام لیا جاتا تھا، آپ کی آخری آرام گاہ بنا — صاحبزادہ قاضی محمد فضل رسول کی ہدایت کے مطابق اس پروگرام کو چند مخلصین تک ہی محدود رکھا گیا۔ کمرہ کے اندر ہی آپ کی قبر تیار ہوئی۔ قبر کی تیاری مستری فیض احمد کی نگرانی میں ہوئی۔ مٹی کی بھربھراہٹ کے پیش نظر قبر معمول سے گہری کھودنا پڑی۔ [۱]

تدفین سے پہلے عام لوگوں کو یہ معلوم نہ ہوسکا کہ آپ کا مزار کہاں بنے گا۔ رات سوا سات بجے آپ کا جنازہ اٹھایا گیا۔ سنی رضوی جامع مسجد کی مغربی سمت سے گزر کر آپ کو تالاب کے قریب حفظ کے کمرہ میں لایا گیا، جہاں اندر آپ کی قبر تیار تھی۔ ہزاروں عقیدت مند اشک بار آنکھوں سے آخری زیارت کر رہے تھے۔ زبان پر ذکر اور درود و سلام کی صدائیں تھیں — مولانا عبدالقادر، مولانا محمد معین الدین اور صوفی اللہ رکھا قبر شریف کے اندر اترے۔ آپ کے جسدِ اطہر کو لحد شریف میں اتارا گیا۔ یہ منظر بڑا رقت انگیز تھا۔ [۱]

---

[۱] روایت صاحبزادہ محمد فضلِ رسول حیدر رضوی، فیصل آباد۔ ۹ ربیع الاول ۱۴۰۶ھ

نوٹ: حضرت صاحبزادہ صاحب نے فرمایا اکثر اولیائے کاملین کی قبریں قدِ آدم سے بھی گہری تیار ہوئیں، مثلاً حضور داتا گنج بخش ہجویری، حضور غوث پاک، حضور اعلیٰ حضرت قدس سرہم وغیرہ

[۱] نوٹ: کراچی میں آپ کے ایامِ علالت، وصال اور جنازہ مبارکہ کو لائل پور میں لانے کے واقعات کے ماخذ لکھ دیئے گئے ہیں، بقیہ معلومات کا ماخذ یہ ہیں: (ا) مولانا محمد معین الدین کا مضمون، کراچی میں حضرت شیخ الحدیث کے آخری ایام، مندرجہ روزنامہ سعادت، لائل پور، ۸ مارچ ۱۹۶۳ء (ب) عاشقِ رسول کا جنازہ از مولانا معراج الاسلام، روزنامہ سعادت، لائل پور، ۳ جنوری ۱۹۶۳ء

آپ کے مزارِ مبارک کے ایک طرف سُنّی رضوی جامع مسجد کی فلک بوس اور رُوح پرور عمارت ہے جس سے اذان، تکبیر، تلاوتِ قرآن مجید، نعت خوانی اور وعظ کی صدائیں آتی ہیں۔ دوسری طرف دارالحدیث ہے۔ جو حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے پاکیزہ اقوال و افعال و احوال کے تذکرہ کا مظہر ہے۔ درمیان میں آپ کا مزارِ اقدس ہے۔ اس منظر میں عارفِ جامی علیہ الرحمہ کا قول کتنا سچا معلوم ہوتا ہے ؎

خوشا مسجد و مدرسہ، خانقاہے

کہ در وے بود قیل وقالِ محمد (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم)

حضرت شیخ الحدیث قدس سرہ کے وصال پُرملال پر شہر کے اکثر تجارتی ادارے بند رہے قریبًا ہر مکتبِ فکر کی جماعت نے تعزیتی اجلاس منعقد کر کے آپ کی خدمات کو خراجِ تحسین پیش کیا۔ ریڈیو پاکستان نے متعدد مرتبہ آپ کی رحلت کی خبر کو نشر کیا۔ ملک بھر کے قومی اخبارات کے علاوہ مقامی اخبارات نے وصال کی خبر کو نمایاں طور پر شائع کیا۔ قل شریف اور عرس جہلم پر اخبارات نے خصوصی ایڈیشن شائع کیے اور آپ کی شان میں یادگار نمبر شائع کیے۔ آپ کا مزار پُرانوار مرجعِ خلائق بن چکا ہے۔ رات دن زائرین کا ہجوم ختم نہیں ہوتا۔

رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ واسعۃً کاملۃً فجزاہ اللہ عنا وعن المسلمین خیر الجزاء الیٰ یوم الجزاء

باب ۹ :

تاثرات و پیغامات

۱۔ اکابر علماء و مشائخ و معززین

۲۔ اخبارات و رسائل

۳۔ شعراء کرام

۴۔ قطعہ ہائے تاریخِ وصال

۵۔ تکمیلِ آرزو

وصالِ باکرامت پر اکابر کے تاثرات

حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

حَیَاتِیْ خَیْرٌ لَّکُمْ وَ مَمَاتِیْ خَیْرٌ لَّکُمْ [1]

"میری حیات ظاہری بھی تمہارے لیے بہتر ہے اور میرے وصال کے بعد حیاتِ ابدی بھی تمہارے لیے بہتر ہے۔"

اسی حدیث پاک کی وضاحت میں علماء و محدثین نے مختلف کلمات ارشاد فرمائے۔ یہ ان کی تفصیل کا موقعہ نہیں۔ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی کامل اتباع میں حضرت شیخ الحدیث قدس سرہٗ کو اسی منصب کا جمال عطا ہوا، آپ کی حیاتِ ظاہری حضور اکرم نورِ مجسم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے اقوال و افعال و احوال کی خدمت میں گزری، آپ کا وصال اگرچہ عالمِ اسلام میں ایک وہ خلا تھا، جس کا پورا ہونا قرنوں تک متصور نہیں۔ لاکھوں عقیدت مند آپ کے فراق میں ہچکیاں لیتے رہے، تاہم آپ کا وصال بھی دینِ اسلام کی حقانیت، اہل سنت وجماعت کے مسلک کی صداقت اور متعدد کرامات پر مبنی تھا۔

(ا) حکومتی اور پریس کی حمایت اور بے جا پراپیگنڈا کے بغیر لاکھوں مسلمانوں کا جنازہ میں اجتماع لائل پور کی تاریخ نے کبھی مشاہدہ نہ کیا، بلکہ ایسے عظیم اجتماع کی نظیر تاریخ عالم میں بہت کم ملتی ہے۔

(ب) کسی عالمِ شریعت یا رہبرِ طریقت کے جنازہ میں ہزاروں علماء و مشائخ کا اجتماع بھی آپ کی کرامت ہے۔

(ج) جنازہ مبارکہ کے جلوس پر انوارِ الٰہیہ کی محسوس بارش نے حضرت شیخ الحدیث قدس سرہٗ

---

[1] الحرث عن انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ، جامع صغیر ج ۱، ص ۵۶ ۲، میں ابن سعد کی روایت سے، اس حدیث کو ذرا تفصیل سے بیان کیا ہے۔ فقیر قادری عفی عنہ

کے مسلک کی صداقت اور عند اللہ و عند الرسول مقبول و محبوب ہونے پر مہر تصدیق ثبت کر دی ہے۔

(د) وصال کے تین روز بعد تک چہرۂ انور کی ہیبت اور نضرت نے واضح کر دیا کہ آپ جس نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی نورانیت کے مبلغ رہے ہے۔ یہ اسی کا فیض ہے اور بعد وصال بھی وہ نبی اپنے غلاموں کی نہ صرف خبر رکھتا ہے، بلکہ انہیں مخصوص امتیازی انعامات سے نوازتا ہے۔

(۷) جو لوگ زندگی بھر آپ کے مسلک کے مخالف رہے اور اس سلسلہ میں انہوں نے مخالفت کی تمام سرحدیں عبور کر لی تھیں۔ وصال کے بعد وہ آپ کے جنازہ میں نالاں و گریاں شریک ہوتے۔ گویا انہوں نے زبانِ قال کے علاوہ زبانِ حال سے آپ کی صداقت، عظمت اور کرامت کا اعتراف کیا۔

حضرت شیخ الحدیث قدس سرہٗ کے وصال پر پورا برِ صغیر غمگین ہوا۔ اکابر علماء و مقتدر مشائخ نے جنازہ میں حاضری دی۔ بعد ازاں ختم قل شریف اور عرس چہلم میں حاضر ہو کر آپ کی خدمات اور عظمت کا اعتراف کیا۔ تعزیت ناموں کے انبار لگ گئے۔ قومی اور علاقائی اخبارات اور رسائل و جرائد نے اخبارِ وصال کو نمایاں طور پر شائع کیا۔ اظہارِ تعزیت کے طور پر مضامین اور اداریئے شائع کیے۔ وسیع برِ صغیر کا شاید ہی کوئی ایسا اخبار یا رسالہ ہو جس نے اس موضوع پر اظہار خیال نہ کیا ہو۔ متعدد انجمنوں نے مجالسِ تعزیت منعقد کیں۔ اہل سنت کی کوئی ایسی مسجد نہ تھی جس میں خطباء نے آپ کی خدمات کو نہ سراہا۔

آج رُبع صدی گزر جانے کے باعث یہ ممکن نہیں رہا کہ مجالسِ تعزیت کا یہ تمام ریکارڈ یک جا محفوظ کر لیا جائے۔ بہر حال اکابر علماء و مشائخ کے تاثرات، اخبارات و رسائل کے بیانات انجمنوں و مدارس کے خصوصی و ہنگامی اجلاسِ تعزیت، تاریخ گو حضرات کے قطعاتِ تاریخ اور چند شعراء کا نذرانۂ عقیدت پیشِ خدمت ہے۔

منثور احساسات

بقیۃ السلف حجۃ الخلف مفتیٔ اعظم مولانا محمد مصطفےٰ رضا نوری علیہ الرحمہ

زیب آستانہ قادریہ رضویہ، بریلی شریف

امام احمد رضا بریلوی کے خلفِ اصغر و خلیفہ، حضرت شیخ الحدیث کے استاد و مرشد گرامی حضرت مفتی اعظم مولانا محمد مصطفےٰ رضا بریلوی قدس سرہم نے "میرا چاند" کے عنوان سے نثر کی صورت میں اپنے جن تاثرات کا اظہار فرمایا، اس سے حضرت شیخ الحدیث قدس سرہ کی زندگی اور وصال کا حال معلوم ہوتا ہے۔

"میرا چاند"

غروب مہِ صلحاء	آہ میرا روشن چاند جاتا رہا
۱۳۸۲ھ	۱۳۸۲ھ

وہ میرا چاند تھا جو بڑھتا ہی رہا، کبھی نہ گھٹا، جو اپنی گفتار، اپنی رفتار، اپنے کردار سے فتنوں، فسادوں، کفر و گمراہی کی سر گھٹا کو دفع کرتا ہی رہا، کبھی گھٹاؤں میں نہ چھپا، کتنی ہی دھولیں اڑیں، کتنا ہی گھٹا ٹوپ چھایا، وہ چمکتا جگمگاتا ہی رہا۔

وہ میرا چاند تھا جو اوج پر چڑھتا ہی گیا، کبھی نہ اترا، وہ اوج پر پہنچا، جہاں تک اس کے رب جل جلالہٗ و عم نوالہٗ نے اسے بلند فرمایا۔

وہ میرے دین کا چاند تھا، دین کا چاند بڑھتا ہی رہتا ہے، آسمانِ دنیا کے چاند کی طرح بار بار گھٹتا اور اترتا اور اتر کر غائب نہیں ہوتا۔

وہ میرا چاند تھا جو بہت قلیل عرصہ میں حیرت انگیز ترقی منازل کرتا کرتا منزلِ غفر کو پہنچا۔ غفر المولیٰ تعالیٰ لہٗ و لوالدیہ و لجمیع اساتذتہ آمین!

وہ میرا چاند، صدر الشریعہ کا چاند، اعلیٰ حضرت قدس سرہٗ کے مسلک کا چاند، علم قرآن و حدیث و فقہ وغیرہ کا چاند، اس محبوب سبحانی غوث صمدانی کا چاند تھا، جس نے فرمایا تھا آسمانِ دنیا کے چاند کے لیے

اب ایسے ہزار چاند آئیں   گم ہم میں ہوں اور پتہ نہ پائیں

وہ میرا چاند تھا، جس نے قلیل عرصہ میں ہندوستان و پاکستان کے گوشہ گوشہ میں اپنا نور پھیلایا۔

وہ میرا چاند تھا، جس کا چاند نا آسمانِ دنیا کے چاند کی چاندنی کی طرح محض سطحی نہ تھا، بلکہ دلوں کی گہرائیوں میں پہنچا۔

وہ میرا چاند تھا، جس نے ملک میں بہت سے چاند روشن کیے۔

وہ میرا چاند تھا، جس نے ہندوستان و پاکستان میں بنام مظہر اسلام دو مدرسے قائم کیے، جس سے دینی چاند تا قیامِ قیامت انشاء اللہ تعالیٰ پیدا ہوتے اور دنیا کو جگمگاتے رہیں گے۔

وہ میرا چاند تھا، جس کی چاندنی رہتی دنیا تک دنیا میں دائم قائم رہے گی، انشاء اللہ تبارک وتعالیٰ میری دُعا ہے کہ مولائے کریم جل جلالہ وعم نوالہٗ اس کی قبر کو اپنے چاند علیہ السلام کے نور سے معمور فرمائے، اس پر اپنی رحمت کے پھول برسائے، اسے ریاضِ جنت کی طرح کرے، اس کی اولاد کو دارین کی برکتوں سے نوازے، خصوصاً ولدِ عزیز مولوی فضل رسول سلمہٗ کو اس کا صحیح جانشین بنائے بفضل اللہ تعالیٰ ثم بفضلِ الرسول۔ اس کے چاند کو اس سے بھی زیادہ جگمگائے۔ اس سے زیادہ بافیض فرمائے، آمین!

این دُعا از من و از جملہ جہاں آمین باد!! [۱]

---

[۱] ماہنامہ نوری کرن، بریلی۔ مارچ و اپریل ۱۹۶۳ء ص ۵

نوٹ: حضرت صاحبزادہ قاضی محمد فضلِ رسول زیبِ سجادہ آستانہ حضرت شیخ الحدیث قدس سرہٗ نے ۲۹ رجب ۱۴۰۶ھ کو بتایا کہ گذشتہ برس میں بریلی شریف حاضر ہوا۔ حضرت مفتی اعظم علیہ الرحمہ کی اہلیہ محترمہ بی اماں نے بتایا کہ جس روز حضرت شیخ الحدیث قدس سرہٗ کی خبرِ وصال بریلی شریف پہنچی، حضرت مفتی اعظم علیہ الرحمہ غم کے مارے خمیدہ کمر ہو گئے۔ فرمایا، آج میری کمر ٹوٹ گئی ہے، چنانچہ اس روز سے لے کر تا وصال آپ کی کمر سیدھی نہ ہو سکی۔ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہم۔ فقیر قادری عفی عنہ

حضرت پیرِ طریقت نبیرۂ افخم سیّدنا غوث اعظم رضی اللہ عنہ

پیر سیّد طاہر علاؤ الدین گیلانی مدظلہ العالی (کوئٹہ)

ید اللہ علی الجماعۃ

کان المغفور لہ العلامہ قدوۃ اہل السنۃ والجماعۃ المولوی سردار احمد رحمہ اللہ تعالیٰ من خیرۃ علماء الباکستان ولہ ید طولیٰ فی نشر العلوم الاسلامیہ وکما انہ کان من عشاق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وکان من محبی ومریدی سیّدنا الغوث الصمدانی والھیکل النورانی سیدی عبد القادر محی السنۃ والدین الجیلانی قدس اللہ روحہ وکما انہ المغفور لہ قد قام لخدمۃ جلیلۃ لتعمیر بیوت اللہ و انشأ المدرسۃ الرضویہ فی لائل پور و تخرج منھا علماء افاضل واجتھد والتبلیغ فی الدیار الباکستانیۃ وکان عونا للفقراء والمعذورین ونرجوا اللہ عزوجل ان یجمع شمل الطلاب وذریتہ وان یتفقوا علیٰ خدمۃ المسلمین والسیر علی سیرۃ شیخھم الاستاذ العلامۃ المغفور مولانا سردار احمد القادری رحمہ اللہ تعالیٰ واللہ یعین اولادہ ومحبیہ علیٰ نھج الاسلام الدین القویم واتباع سنۃ سید المرسلین صلی اللہ علیہ وعلیٰ الہ واصحابہ اجمعین وفی الختام علیٰ سیّدنا محمد افضل الصلوۃ و ازکی السلام [1]

---

[1] ہفت روزہ محبوبِ حق، لائل پور ۱۳ دسمبر ۱۹۶۳ء ص ۳۵

ید اللہ علی الجماعۃ

"مولانا العلامہ مولوی سردار احمد رحمہ اللہ تعالیٰ علیہ اہل سنت و جماعت کے علماء پاکستان سے بہترین تھے اور حضرت موصوف علومِ اسلامیہ کی ترویج و اشاعت میں یدطولیٰ رکھتے تھے اور جیسے کہ علامہ موصوف رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے عاشق صادق تھے۔ اسی طرح وہ سیدنا غوث صمدانی، ہیکلِ نورانی سید عبدالقادر محی السنۃ والدین قدس اللہ روحہ کے محب و مرید تھے۔ علامہ مغفور نے مساجد اور مدارسِ دینیہ رضویہ کی تعمیر و ترویج میں بڑی خدمات انجام دی اور سعیٔ بلیغ فرمائی۔ طلباء ان مدارسِ دینیہ سے فاضل علماء بن کر نکلتے ہیں اور پاکستان کے شہروں میں تبلیغِ دین کے لیے خوب کوشش کرتے ہیں۔ نیز محدثِ اعظم پاکستان رحمۃ اللہ علیہ فقیروں اور معذوروں کے مددگار تھے۔ ہم اللہ تعالیٰ عزوجل سے اُمید کرتے ہیں کہ علامہ موصوف کی اولاد اور طالب علموں کو مسلمانوں کی خدمت کے لیے توفیق دے گا اور ان کو اپنے شیخ استاذ، علامہ مولانا سردار احمد قادری رحمۃ اللہ علیہ کی سیرت پر چلنے کی توفیق عنایت فرمائے گا۔ خداوند قدوس جل وعلا آپ کی اولاد اور محبت کرنے والوں کو اسلام اور دینِ متین کے طریقے پر چلنے میں مدد فرمائے اور سید المرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی سنتِ سنیہ کی اتباع نصیب فرمائے اور میں اس پر ختم کرتا ہوں کہ ہمارے سردار محمد مصطفےٰ پر افضل ترین درود اور پاکیزہ ترین سلام ہو۔"[1]

---

[1] ہفت روزہ محبوبِ حق، لائل پور، ۱۳ دسمبر ۱۹۶۳ء، ص ۳۵

نوٹ: نبیرۂ غوث الوریٰ سید طاہر علاء الدین گیلانی مدظلہ کے مکتوبِ گرامی کا اردو ترجمہ مولانا مفتی محمد امین سابق مدرس جامعہ رضویہ، لائل پور نے کیا ہے۔

مخدوم العلماء شیخ الاسلام خواجہ محمد قمر الدین سیالوی

(م ۱۷ رمضان ۱۴۰۱ھ / ۲۰ مئی ۱۹۸۱ء)

باسمہ سبحانہ عم احسانہ وامتنانہ

من سیال شریف

۲۲ جمادی الاخرٰی سنۃ ۱۳۸۳ھ

حضرۃ الفاضل العلامۃ مولانا محمد احسان الحق عمت میامنکم

وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ وبعد فقد وصل الیّ نمیقتکم الغالۃ وانکشف لی ما فیہا۔

سیدی ان ھذا الفقیر الی اللہ الغنی یعرف حضرۃ المحدث الاعظم منذ ثلاثین سنۃ وحضر فی نیف من مناظراتہ وخطباتہ وعثرت علی من سیاراتہ الفوائد الخطیرۃ العظیمۃ العلمیۃ وقد تشرفت من محفلہ مدارا۔ وما اظن ان ابالغ فی القول اذا قلت ان الشیخ المعظم رحمہ اللہ تعالیٰ کان وحیدا منفردا علی اقصی سطح الفضیلۃ فی زمانہ ووقف عمرہ الشریف لاعلاء کلمۃ الحق وحمایۃ الدین القویم واماتۃ البدعات السیئات و امحائہا مع عدم المساعدۃ لمایوجب الطمانئن وقد توکل علی اللہ سبحانہ وتعالیٰ فی تلک المجاھدات الیٰ ان اراہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ ثمرات اعمالہ الصالحات وبرد مضجعہ۔

خادمکم محمد قمر الدین السیالوی (خادم السجادۃ الچشتیۃ بسیال شریف)[1]

---

[1] ہفت روزہ محبوب حق، لائل پور، ۱۳ دسمبر ۱۹۶۲ء

از سیال شریف

۲۷ رجمادی الاخریٰ ۱۳۸۳ھ

حضرت فاضل علامہ مولانا محمد احسان الحق صاحب، اللہ تعالیٰ آپ کی برکتیں عام کرے ــــ وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ،۔ حمد وصلوٰۃ کے بعد۔ آپ کا نوازش نامہ موصول ہو کر کاشفِ احوال ہوا۔

محترما! حضرت محدثِ اعظم (رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ) کو فقیر تیس سال سے جانتا ہے۔ اور فقیر محدثِ اعظم پاکستان کے چند مناظروں اور تقریروں میں بھی حاضر ہوا اور آپ کی بزرگی سے مجھ پر بہت بڑے عالی شان فوائدِ علمیہ ظاہر ہوتے اور فقیر کو آپ کی مجلس میں شریک ہونے کا شرف کئی بار حاصل ہوا۔

میرے اس کہنے میں مبالغہ نہ ہوگا کہ شیخِ معظم (محدثِ اعظم پاکستان) رحمۃ اللہ علیہ اپنے زمانہ میں یکتا اور یگانہ تھے اور وہ فضیلت کے اونچے درجے پر فائز تھے ــــ آپ (محدثِ اعظم پاکستان) رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اعلاءِ کلمۃ الحق اور دینِ متین کی حمایت، اور بدرسموں، غلط مذہبوں کے مٹانے میں اپنی عمر شریف وقف کر دی۔ باوجود اس کے کہ فضا سازگار نہ تھی کہ جس سے اطمینان حاصل ہوتا، لیکن آپ نے ان مجاہدوں میں اللہ تعالیٰ وسبحانہ پر توکل کیا اور آپ نے ان مجاہدوں کو یہاں تک جاری رکھا کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کے اعمالِ حسنہ کا پھل آپ کو دکھایا۔ اللہ تعالیٰ آپ کی آرام گاہ کو ٹھنڈا کرے۔

خادم محمد قمر الدین سیالوی، خادم سجادہ چشتیہ، سیال شریف [1]

---

[1] ہفت روزہ محبوبِ حق، لائل پور: ۱۳ دسمبر ۱۹۶۳ء

نوٹ: حضرت شیخ الاسلام کے عربی مکتوب کا اردو ترجمہ مولانا مفتی محمد امین سابق مدرس جامعہ رضویہ، لائل پور نے کیا۔

مجاہدِ ملت حضرت علامہ مولانا شاہ حبیب الرحمٰن دھام نگری

سابق صدر المدرسین مدرسہ سبحانیہ الٰہ آباد (بھارت)

مجاہدِ ملت حضرت مولانا حبیب الرحمٰن، صدر الشریعہ مولانا امجد علی اور صدر الافاضل سید محمد نعیم الدین مراد آبادی کے اجلہ تلامذہ سے ہیں۔ حضرت سید شاہ علی حسین اشرفی سے بیعت و اجازت تھی۔ ان کے مجاہدہ اور فقر و عرفان کو دیکھ کر متقدمین اولیاء اللہ کی یاد تازہ ہو جاتی ہے۔ مناظرہ بریلی ۱۳۵۴ھ میں اہل سنت کی طرف سے صدر تھے۔ حضرت شیخ الحدیث قدس سرہٗ کے وصال پر اپنے تاثرات کا اظہار بہ عنوان "آفتابِ علم و معرفت" کیا۔ چند اقتباس ملاحظہ ہوں:

"......... ان کی سلامت روی، دینداری اور ذوق و شوق کا یہ عالم تھا کہ چند لمحات کے لیے بھی اپنا کوئی وقت بیکار جانے نہیں دینا چاہتے تھے۔ چند منٹ اگر کوئی کسی اور بات میں مشغول کر لیتا تو پریشان ہو جاتے۔ فرماتے بھئی! بہت وقت ضائع ہو گیا ہے۔ ایک دفعہ ایسے موقع پر کسی نے کہا تھا کہ آپ کے یہاں تھوڑی دیر جو بہت وقت قرار پاتا ہے، تو گھنٹہ کتنی دیر کا ہوتا ہے؟ تو آپ نے مسکرا کر فرمایا کہ ۵ منٹ کا گھنٹہ سمجھ لیجیے، یہ بہت ہے .... اعلیٰ حضرت عظیم البرکت رضی اللہ تعالیٰ عنہ و ارضی عنا کے دونوں صاحبزادگان کے حضرت محدثِ پاکستان علیہ الرحمۃ والرضوان سراپا برکت نشان تھے۔

ایک تنِ تنہا اور بے سروسامان کا سلف صالحین کے پیروی میں اجنبی جگہ جاکر مقیم ہوجانا اور مختصر عرصہ میں دین متین کو اس طرح عروج دینا کہ ایک زبردست دارالعلوم کا قیام ہوجائے اور ہزاروں ان سے مستفیض ہوں، ایک امر غریب ہے ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ آخر میں اظہارِ مقبولیت کا ایک زبردست کرشمہ دیکھئے کہ جنازہ میں لاکھوں کا اژدحام رہا۔ ایسے ہی لوگ موت العالم موت العالم کے مصداق ہوتے ہیں۔ جی چاہتا ہے کہ اپنے حضرت رضی اللہ عنہ کا یہ شعر آخیر میں درج کروں ؎

موتِ عالِم، موت عالَم ثلمۂ دینِ نبی
جانِ تو جانِ جہاں، جانِ جہاں بر تو نثار[1]

---

[1] ماہنامہ نوری کرن، بریلی، مارچ، اپریل ۱۹۶۳ء ص ۱۹، ۲۰

حافظ الحدیث حضرت مولانا عبد العزیز مبارک پوری

شیخ الحدیث جامعہ اشرفیہ مبارکپور (بھارت)

حضرت حافظ الحدیث مولانا عبد العزیز ہندوستان کے ان اعاظم علماء سے ہیں، جن کے دم قدم سے عظمت دین قائم ہے۔ آپ حضرت صدر الشریعہ مولانا محمد امجد علی کے تلمیذ رشید اور قطب المشائخ سید شاہ علی حسین اشرفی کے مرید و خلیفہ ہیں۔ حضرت شیخ الحدیث قدس سرہ کے وصال پر آپ نے "حادثہ جانکاہ" کے عنوان سے اپنے خیالات کا اظہار فرمایا۔ اسی مضمون کی چند سطور ملاحظہ ہوں:

"۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ابھی ہماری نظروں کے سامنے الحاج حضرت علامہ شاہ محمد سردار احمد صاحب قبلہ محدث اعظم پاکستان کے علم و فضل کا آفتاب اپنی پوری تابانی کے ساتھ روشن و درخشاں تھا، عالم کو منور کر رہا تھا، آپ کے فیوض و برکات سے عالم فیضیاب تھا، مگر دیکھتے ہی دیکھتے آن کی آن میں وہ ہم سے رخصت ہو گئے، داغِ مفارقت دے گئے۔ آپ کی رحلت وہ حادثہ جانکاہ ہے جس نے شہر سونے کر دیئے، جس نے بستیاں سنسان کر دیں، ہر جگہ سناٹا معلوم ہوتا ہے۔ علم و فضل کا یہ آفتاب کیا غروب ہوا، دنیائے اسلام میں صف ماتم بچھ گئی، کہرام مچ گیا، سکتہ کا عالم طاری ہو گیا اَلْعَیْنُ تَدْمَعُ وَالْقَلْبُ یَحْزُنُ وَمَا نَقُوْلُ اِلَّا مَا یَرْضٰی بِهٖ رَبُّنَا۔ آنکھیں اشکبار ہیں، دل غمگین ہیں، زبانوں پر انا للہ وانا الیہ راجعون جاری ہے۔

رحلت کی خبر سے دارالعلوم اشرفیہ میں تعطیل کر دی گئی، تعزیتی جلسہ منعقد ہوا۔ ہر شخص غم واندوہ کا مجسمہ نظر آتا تھا، آنکھیں اشکبار، چہرے اداس تھے، کیوں نہ ہو، حضرت موصوف علم وفضل کے آفتاب تھے، زہد وتقویٰ کے ماہتاب تھے، امانت ودیانت کے خورشید درخشاں تھے، ہر کمال کے جامع تھے، عالم دین تھے، علامۂ زماں تھے، استاذ محترم حضرت صدر الشریعہ قبلہ علیہ الرحمہ کے صحیح جانشین تھے، جامع معقول ومنقول تھے، ہر علم میں آپ کو کمال حاصل تھا، بالخصوص فن حدیث میں آپ کو ید طولیٰ حاصل تھا۔ بلا مبالغہ آپ بخاریٔ زماں تھے۔ آپ کے درس وسیع میں درس حدیث کو امتیاز خصوصی حاصل تھا۔ عالم حدیث تھے، اس کے ساتھ عامل حدیث تھے، جو حدیث پڑھی، اس پر پورا عمل کیا۔ . . . .
. . . . . خوف الٰہی وخشیت ربانی، زہد وتقویٰ، اتباع سنت، آپ کی طبیعت ثانیہ تھی، ہر قول وفعل، تمام حرکات وسکنات، نشست و برخاست میں اتباع سنت ملحوظ رکھتے تھے۔ زمانۂ طالب علمی میں آپ اس قدر پابند سنت اور متبع شریعت تھے کہ آپ کے لیل ونہار، خلوت وجلوت کے تمام حالات سنت کریمہ کے مطابق ہوتے۔

. . . . . . بلاشبہ حضرت موصوف مجمع البحرین تھے، جامع منقول ومعقول تھے، علم وعمل کے جامع تھے، کمالات ظاہری وباطنی سے آراستہ تھے۔ بزرگان دین سلف صالحین کے نمونہ تھے، باقیات الصالحات سے تھے۔ . . . .“ [1]

---

[1] ماہنامہ نوری کرن، بریلی۔ مارچ، اپریل ۱۹۶۳ء، ص ۲۷، ۲۸

مجاہدِ ملّت حضرت علامہ مولانا عبدالحامد بدایونی علیہ الرحمہ

صدر مرکزی جمعیت علماء پاکستان
و مشیر مشاورتی کونسل حکومتِ پاکستان

حضرت شیخ الحدیث قدس سرہٗ کے ایامِ علالت میں مجاہدِ ملّت علامہ عبدالحامد بدایونی، (م ۵ار جمادی الاولیٰ ۱۳۹۰ھ / ۲۰ر جولائی ۱۹۷۰ء) کراچی میں متعدد مرتبہ عیادت کو تشریف لائے۔ کراچی میں آپ کے جنازہ اور دیگر انتظامات میں شرکت فرمائی۔ بوجہ علالت و نقاہت لائل پور میں جنازہ میں شرکت نہ کر سکے، لیکن برقی پیغام کے ذریعے اپنے دلی جذبات کا اظہار فرما دیا۔ [1]

حضرت شیخ الحدیث قدس سرہٗ کے عرس چہلم منعقدہ ۸ر مارچ ۱۹۶۳ء کے موقعہ پر حضرت علامہ بدایونی تشریف لائے اور حضرت شیخ الحدیث قدس سرہٗ کی خدماتِ جلیلہ کو خراجِ تحسین پیش کیا۔ آپ کی تقریر کے چند اقتباس ملاحظہ فرمائیں :

"لائل پور پر مختلف ادوار گزرے ہیں۔ اس لائل پور کو دیکھ کر یہ سمجھتا ہوں کہ لائل پور، بریلی ہے۔ پھر خیال کرتا ہوں کہ یہ زمین بغداد کی سرزمین ہے۔ لائل پور کی اس زمین کو یہ رتبہ حضرت شیخ الحدیث (علیہ الرحمہ) کے وجود سے ملا۔ آپ کا وصال کراچی میں ہوا، مگر آپ کے جسم نے لائل پور والی زمین کو نوازا۔ اس کی قسمت جاگ اٹھی۔"

---

[1] روزنامہ سعادت، لائل پور، یکم جنوری ۱۹۶۳ء، ص ۶

آپ نے فرمایا:

"اولیاء اللہ مرتے نہیں، وہ ہمیشہ زندہ رہتے ہیں۔ حضرت شیخ الحدیث زندہ ہیں۔ وہ ہمارے اس مقدس جلسہ کو دیکھ رہے ہیں۔ آپ کیا میری تقریر کی داد دیں گے؟ داد تو وہ قبر والا اللہ کا مقبول بندہ دے گا، جو رتبہ بوریا نشین فقیروں کا ہوتا ہے، وہ شہنشاہوں کو حاصل نہیں ہوتا۔ ان اللہ والوں کی بڑی شان ہوتی ہے۔"

آپ نے حضرت شیخ الحدیث قدس سرہٗ کی تعریف کرتے ہوئے فرمایا:

"آپ سچے عاشقِ رسول تھے۔ آپ کی وفات کے بعد آپ کا چہرۂ مبارک دیکھ کر یقین ہوتا کہ آپ زندہ ہیں اور مسکرا رہے ہیں۔"

حاضرین سے مخاطب ہوتے ہوئے مجاہدِ ملت نے فرمایا:

"اگر تم حضرت شیخ الحدیث کو خوش کرنا چاہتے ہو، تو دامنِ مصطفےٰ کو مضبوطی سے تھام لو۔ اسی میں خوشنودیٔ خدا اور اسی سے خدا کا حبیب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم خوش ہوتا ہے۔" [1]

---

[1] ہفت روزہ سوادِ اعظم، لاہور۔ ۲۲ مارچ ۱۹۶۳ء، ص ۴

نوٹ: فقیر قادری عفی عنہ نے عرسِ جہلم پر مجاہدِ ملت علیہ الرحمہ کی یہ تقریر خود بھی سنی تھی۔

حکیم الاُمّت حضرت مولانا مفتی احمد یار خاں نعیمی علیہ الرحمہ

مفسر قرآن، حکیم الامت حضرت مولانا مفتی احمد یار خاں نعیمی بدایونی رحمۃ اللہ علیہ (م ۳ رمضان المبارک ۱۳۹۱ھ / ۲۴ اکتوبر ۱۹۷۱ء) حضرت شیخ الحدیث قدس سرہٗ کے جنازہ مبارکہ پر لائل پور میں حاضر ہوئے۔

بعد ازاں عرس چہلم حضرت شیخ الحدیث قدس سرہ (۱۰، ۱۱ شوال المکرم ۱۳۸۲ھ / ۷، ۸ مارچ ۱۹۶۳ء) پر شرکت فرمائی۔ مقامِ ولایت پر تقریر کرتے ہوئے آپ نے حضرت شیخ الحدیث قدس سرہ کے بارے میں اپنے جذبات کا اظہار فرمایا۔ چند اقتباس ملاحظہ ہوں:

"جس درخت کی جڑ زندہ ہو، اُس کی شاخیں سرسبز ہوتی ہیں اور پھل بھی لگتا ہے۔ اسی طرح اہل سنت و جماعت کی جڑ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم زندہ ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ اس فرقہ حقہ میں اولیاء اللہ موجود ہیں جو پھل کی صورت میں ہیں، جو فرقہ نبی کو زندہ نہیں مانتا۔ ان میں ولایت کا پھل نہیں لگتا۔"

آپ نے فرمایا:

"حقانیت دین کا علم اولیاء اللہ سے ہوتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ بنی اسرائیل میں بھی اولیاء اللہ پیدا ہوئے۔ اب بنی اسرائیل میں ولی پیدا نہیں ہوتے۔ اس لیے کہ حقانیت ختم ہو چکی ہے۔ اسلام میں آج بھی ولی موجود ہیں، اس لیے کہ اسلام کی حقانیت قائم ہے۔"

آپ نے فرمایا:

"اولیاء اللہ کے وسیلہ سے مرادیں مانگنے سے اللہ مراد دیتا ہے۔ اس کا ثبوت قرآن پاک نے دیا اور بتایا کہ حضرت مریم علیہا السلام کے پاس جب غیب سے کھانا آنے لگا، تو حضرت زکریا علیہ السلام نے ان کے محراب میں حضرت مریم کے وسیلہ سے بیٹے کے لیے دُعا فرمائی جو قبول ہوئی۔ اس واقعہ سے ثابت ہوتا ہے کہ وسیلہ سے دُعا کرنا سنّتِ انبیاء ہے۔"

نیز آپ نے فرمایا:

"حضرت مریم نے کھجور کے سُوکھے درخت کو ہاتھ لگایا، تو وہ ہرا بھی ہو گیا اور اس میں اسی وقت پھل بھی لگ گیا جس سے معلوم ہوتا ہے کہ ولی کا ہاتھ لگنے سے تقدیر بدل جاتی ہے۔

حضرت حکیم الامت علیہ الرحمہ نے فرمایا:

"اللہ کے مقبول بندوں کا ہاتھ وہاں پہنچ جاتا ہے، جہاں عام انسانوں کا ہاتھ نہیں پہنچ سکتا۔ ایک مرتبہ حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے نمازِ کسوف کے عالم میں اچانک ہاتھ بڑھایا، پھر کھینچ لیا۔ نماز کے بعد صحابہ کرام نے عرض کیا: یا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم! آپ نے ہاتھ بڑھا کر کیا پکڑا تھا۔ آپ نے فرمایا کہ جنت میرے سامنے تھی۔ میں نے انگور کا ایک خوشہ توڑنا چاہا، لیکن نہ توڑا۔" [1]

ہم میں سے وہ اٹھ گیا، جس کا بدل ہماری جماعت میں نہیں ہے۔ برأت کا دُولہا غائب ہو گیا ہے۔ مجمع ہے، مگر رونق نہیں ہے

چل دیئے باغ سے چمن پیرا　　گل و گلزار کا خدا حافظ [2]

---

[1] ہفت روزہ سوادِ اعظم، لاہور، ۲۲ر مارچ ۱۹۶۳ء، ص ۴

[2] ہفت روزہ رضائے مصطفیٰ، گوجرانوالہ، ۱۲ر شعبان ۱۳۸۲ھ، ص ۶

ابوالکلام صاحبزادہ سیّد فیض الحسن شاہ علیہ الرحمہ

سابق صدر جمعیت علماء مغربی پاکستان
زیب آستانہ عالیہ آلو مہار ضلع سیالکوٹ

حضرت مولانا صاحبزادہ سید فیض الحسن شاہ ر
نے حضرت شیخ الحدیث علیہ الرحمہ کے جنازہ مبارکہ میں شرکت فرمائی۔ اُن کی جنازہ میں حاضری کا واقعہ خاصا دلچسپ ہے جسے انہوں نے خود عرسِ چہلم پر بیان فرمایا۔ آپ نے حضرت شیخ الحدیث قدس سرہٗ کو خراجِ عقیدت پیش کرتے ہوئے فرمایا،

"جب میں جنازہ کے لیے لائل پور آیا، تو مجھے معلوم نہیں تھا کہ جنازہ کی نماز کہاں ادا کی جائے گی، لیکن جب میں لائل پور میں داخل ہوا تو ایک نور کی شعاع میری رہنمائی کر رہی تھی۔ میں اس شعاع کی طرف بڑھتا رہا، یہاں تک کہ دھوبی گھاٹ پہنچ گیا ؂

ابھی اس راہ سے کوئی گیا ہے
کہے دیتی ہے شوخیِ نقشِ پا، کی

یہ آپ کی کرامت ہے کہ آپ پر تجلیات کی بارش ہو رہی تھی۔"

نیز آپ نے بتایا،

"ایک بزرگ نے مجھے بتایا کہ انہوں نے حضرت داتا صاحب (علیہ الرحمہ) کو جنازہ میں شریک دیکھا۔"

آپ نے فرمایا" میں یقین رکھتا ہوں کہ داتا صاحب نے ضرور نماز جنازہ

میں شرکت فرمائی۔ ان کی شرکت صرف اہلِ نظر ہی اپنی آنکھوں سے دیکھ سکتے ہیں[1]۔

صاحبزادہ ابوالکلام سید فیض الحسن شاہ زیب آستانہ آلو مہار شریف ضلع سیالکوٹ نے اپنی تقریر کے دوران حضرت شیخ الحدیث قدس سرہٗ کی سیرت بیان کرتے ہوئے فرمایا:

"بعض لوگ ماہ و سال سے منسوب ہو کر معروف ہوتے ہیں اور بعض اشخاص وہ ہیں کہ ماہ و سال اُن سے منسوب ہو کر مشہور ہوتے ہیں۔ وہ حالات و واقعات کی پیداوار نہیں ہوتے، بلکہ حالات و واقعات کو پیدا کرتے ہیں۔ حضرت محدثِ اعظم پاکستان علامہ سردار احمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ ایسے ہی عہد آفرین بزرگ تھے وہ ایسے عالم تھے کہ ان پر علم نازاں تھا، وہ ایسے مدرس تھے کہ فنِ تدریس کو اُن پر فخر تھا۔ وہ شعلہ نوا خطیب اور نکتہ آفرین محقق تھے۔ جب عمومی اخلاق کے ظہور کا وقت ہوتا، تو وہ برگِ گُل سے بھی نرم تر تھے، لیکن جب عقائدِ حقہ کے تحفظ کا معاملہ آتا، تو کوہ وقار تھے، ان کے دل کا خلوص ان کے چہرے سے ظاہر، اور عشقِ رسولِ اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی لطافتیں اُن کے بشرہ سے واضح تھیں۔ ان کی زبان پر قالِ رسول اللہ اور دل میں حالِ رسول علیہ السلام تھا۔ غرضیکہ مرحوم ایک ایسی جامع شخصیت تھے جو بقولِ اقبال (علیہ الرحمہ) نرگسِ بے نور کے برسوں کے گریۂ طلب کے بعد نمودار ہوتی ہے اور بدعقیدگی کی ظلمت میں ان کا وجود حق و صداقت کی روشنی کا مینار تھا۔ وہ ایسے سُنّی تھے کہ جن کی سُنّیت اور شخصیت مترادف بن گئی تھیں۔ وہ صرف عالم نہ تھے، بلکہ عالم گر تھے۔ اُن کے حلقۂ درس سے ہزاروں تہی دامنوں نے علم و عرفان کے موتی سمیٹے اور اتنے سمیٹے کہ اُن کے خوشہ چین بھی علم و عرفان کے بادشاہ بن گئے۔ حضرت کی معنوی اولاد، ان کے شاگردانِ رشید ہزاروں کی تعداد میں

---

[1] ہفت روزہ سوادِ اعظم، لاہور: ۲۲ مارچ ۱۹۶۳ء، ص ۵

مسندِ درس وارشاد کی زینت ہیں، وہ اپنے ارادت مندوں کو اخلاص و استقلال کا ایسا خوگر بنا گئے ہیں کہ باطل کی بڑی سے بڑی یورش، ان پر انشاء اللہ اثر انداز نہیں ہوسکتی۔ وہ دل و دماغ کو عشق و علم کی نعمتوں سے یکساں طور پر فیض یاب کر گئے ہیں۔ اُن کا علم، ادب خوردۂ عشق تھا۔ علم و عشق کے اس حسین امتزاج سے حضرتِ مرحوم، سنیت کا معتدل مزاج تیار کرتے رہے اور الحمدللہ وہ اس میں بہمہ وجوہ کامیاب ہوئے۔ وہ ایک کامیاب زندگی گزار کر دارالبقاء کو سدھارے۔ ان کی فرقت سے ہماری آنکھیں اشکبار اور دل سوگوار ہیں، لیکن ان کے کردار کی عظمت پر ہمارے سر فخر سے بلند ہیں۔ ان کا جسم ہم سے اوجھل ہوگیا، لیکن ان کا اُسوہ ہمارے سامنے موجود ہے۔ جامعہ رضویہ لائل پور، حضرت کی زندہ اور پائندہ یادگار ہمارے پاس ہے۔ جامعہ رضویہ کی خدمت، مرحوم سے عقیدت کا بہترین ذریعہ ہے ـــ د۔ عمرِ عزیز کے آخری دور میں جامعہ کی تعمیر و تکمیل میں منہمک رہے۔ جامعہ کا فروغ و ارتقاء اُن کی روحانی مسرت کا باعث ہوگا۔

اللہ والے زندۂ جاوید ہوتے ہیں، اُن کی برکات ان کی وفات کے بعد اور بھی بڑھ جاتی ہیں۔ آیئے ہم عہد کریں کہ حضرتِ مرحوم کے پروگرام کو پہلے سے زیادہ مستعدی سے تکمیل پذیر کرکے ہم اُن سے دلی عقیدت کا عملی ثبوت دیں گے۔" [1]

---

[1] ہفت روزہ رضائے مصطفےٰ، گوجرانوالہ، ۲۱ شعبان المعظم ۱۳۸۲ھ، ص ۶

فاضلِ شہیر مولانا ابو النور محمد بشیر مدظلہ

مدیر ماہنامہ ماہِ طیبہ کوٹلی لوہاراں ضلع سیالکوٹ

حضرت مولانا ابو النور محمد بشیر، حضرت شیخ الحدیث قدس سرہ کے جنازہ مبارکہ میں شریک ہوئے عرس چہلم میں بھی آپ کے کمالات اور خدمات کا بیان فرمایا[1] بعد میں ایک طویل مضمون میں حضرت شیخ الحدیث قدس سرہ کی سیرت اور کردار پر روشنی ڈالی۔ اس مضمون کا ایک اقتباس ملاحظہ ہو:

"شیخ الحدیث محدثِ اعظم پاکستان حضرت مولانا ابو الفضل محمد سردار احمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ علم و فضل کے بادشاہ اور ورع و تقویٰ کے پیکر تھے۔ مسلکِ اہل سنت کے مبلغِ اعظم اور عقائد حقہ کے عظیم ناشر تھے، ایثار و خلوص کے جو مناظر میں نے حضرت موصوف کے ہاں دیکھے وہ دوسری جگہ کم ہی نظر آئے۔ علم و فضل کے تاجدار ہونے کے باوجود میرے جیسے نیاز مندوں کو بھی دیکھ کر اس قدر مسرت کا اظہار فرماتے کہ ان کے سامنے اپنی ادنیٰ حیثیت کے پیشِ نظر مجھے بے حد ندامت لاحق ہوتی۔ مجھے یہ فخر حاصل ہے کہ حضرت موصوف علیہ الرحمہ مجھ پر بہت ہی شفقت فرمایا کرتے تھے اور جب بھی کبھی مجھے حاضری کا شرف حاصل ہوتا، تو مجھے دیکھ کر بڑی مسرت کا اظہار فرمایا کرتے اور حاضرین مجلس سے بڑے بڑے تعریفی کلمات کے ساتھ میرا تعارف کراتے تھے۔

ایک بار مجھ سے فرمایا کہ مولانا! میں آپ سے اس قدر خوش ہوں کہ آپ اگر کبھی مجھ سے ناراض بھی ہو جائیں، تو میں آپ سے خوش ہی رہوں گا۔

سبحان اللہ! کیا تواضع، اور کیا ہی شفقت ہے۔"[2]

---

[1] (۱) ہفت روزہ سوادِ اعظم، لاہور، ۲۲ر مارچ ۱۹۶۳ء، ص ۵

(ب) ہفت روزہ رضائے مصطفےٰ گوجرانوالہ، ۲۵ر شوال المکرم ۱۳۸۲ھ، ص ۲

[2] ایضاً، ۱۳ر شعبان المعظم ۱۳۸۵ھ، ص ۳

نوٹ: علاوہ ازیں مولانا محمد بشیر کی تقریر کا ایک اقتباس ہفت روزہ رضائے مصطفےٰ ۲۱ر شعبان ۱۳۸۲ھ کی اشاعت میں شامل ہے

مجاہدِ ملت حضرت مولانا شاہ محمد عارف اللہ میرٹھی

سابق خطیب مرکزی جامع مسجد راولپنڈی

خلیفہ امام احمد رضا بریلوی، مولانا شاہ محمد حبیب اللہ قادری قدس سرہما کے خلفِ رشید مولانا شاہ محمد عارف اللہ قادری میرٹھی، حضرت شیخ الحدیث قدس سرہٗ سے گہرا تعلق رکھتے تھے۔ بارہا حضرت شیخ الحدیث قدس سرہٗ دہلی، بمبئی، مراد آباد، بمن پو۔ی، میرٹھ کے جلسوں میں ان کی درخواست پر شامل ہوتے۔ عرس قادری رضوی، بریلی اور دار العلوم مظہرِ اسلام مسجد بی بی جی مرحومہ بریلی کے جلسوں میں وہ آپ کی دعوت پر شرکت فرماتے تھے۔

حضرت شیخ الحدیث قدس سرہٗ کے جنازہ میں لائل پور حاضر ہوئے اور ختم قل اور چہلم شریف میں شریک ہوئے۔ وہاں اپنے تاثرات اور آپ کی خدمات کا بیان فرمایا۔ بعد میں مدیر ماہنامہ نوری کرن بریلی کے اصرار پر اپنے ایک مضمون میں حضرت شیخ الحدیث قدس سرہٗ کی سیرت اور سوانح کو بیان کیا۔ مضمون مذکور بنام "بارگاہِ رضویت کا مجاہد" کا ایک اقتباس ملاحظہ ہو:

"حضرت شیخ الحدیث نے پاکستان پہنچ کر مسلکِ اہل سنت کی تبلیغ اور اعلیٰ حضرت کے علمی و تجدیدی کارناموں کی نشر و اشاعت میں جو جد و جہد فرمائی اس کا نمایاں اثر پورے ملک کے گوشہ گوشہ میں نظر آرہا ہے۔

اس راہ میں انہوں نے اپنوں کی بے التفاتی بھی دیکھی اور بیگانوں کی سختیاں بھی سہیں۔ مخالفت کے تند و تیز طوفانوں میں اس پیکرِ علم و فضل کا روشن کیا ہوا چراغ کبھی اتنا دھیما نظر آیا کہ بجھنے کا خطرہ پیدا ہوگیا اور کبھی ایسا جگمگایا کہ آنکھیں خیرہ ہو کر رہ گئیں۔

حالات کے نشیب و فراز نے بارہا جھنجھوڑا، لیکن بارگاہِ رضویت کا تربیت یافتہ مجاہد اپنے موقف پر جما رہا۔ تقریباً ایک سال سے حضرت موصوف پر مختلف عوارض کے مسلسل حملے ہوتے رہے اور وجودِ گرامی علم وفضل کی دولت تقسیم کرنے میں پیش پیش تھا، وہ بسترِ علالت پر دراز ہو گیا اور بالآخر وہ وقتِ نامسعود آ پہنچا جس کے تصور سے دل لرز رہا تھا۔ کانوں نے وہ خبر سُنی جس کے سنتے ہی آنکھیں اشکبار ہو گئیں اور پورے ملک میں کہرام مچ گیا۔

میں نے پاکستان میں اتنا عظیم اجتماع نہ کسی پیرِ طریقت کے جنازہ میں دیکھا، اور نہ اتنی کثیر تعداد میں علماء کے کاندھوں پر کسی عالم کا تابوت نظر آیا۔

حضرت شیخ الحدیث کے موقف کی صداقت کا جیتا جاگتا ثبوت یہ دیکھا کہ جن لوگوں کی زبانیں حضرت مبرور کو مشرکِ اعظم کہتے نہ تھکتی تھیں، وہ جنازہ میں سَولوا نظر آرہے تھے اور جن کے قلم مسلکِ اہلِ سنّت کے خلاف زہر اگلا کرتے تھے، وہ نمازِ جنازہ میں دست بستہ کھڑے تھے۔

حضرت شیخ الحدیث بظاہر آنکھوں سے اوجھل ہو گئے، لیکن ان کی تعلیمی و تبلیغی خدمات رہتی دُنیا تک اُن کا نام روشن کرتی رہیں گی۔ میں تدفین کے دوسرے مجلسِ فاتحہ میں شرکت کر کے واپس آگیا ۔

اشکوں کا ایک سیل رواں لے گیا تھا میں
اشکوں کا ایک سیلِ رواں لے کے آگیا [1]

---

[1] ماہنامہ نوری کرن، بریلی مارچ، اپریل ۱۹۷۱ء، ص ۶۹، ۸۸

فاضلِ اجل حضرت مولانا عبد المصطفیٰ الازہری (ایم۔ این۔ اے)

شیخ الحدیث دارالعلوم امجدیہ کراچی

حضرت شیخ الحدیث علیہ الرحمہ کے استاذِ گرامی اور امام احمد رضا بریلوی کے خلیفہ صدر الشریعہ حضرت مولانا محمد امجد علی اعظمی قدس سرہم کے خلفِ رشید حضرت مولانا عبد المصطفیٰ ازہری سے آپ کے روحانی تعلقات ابتدا عمر سے ہی تھے۔ منظرِ اسلام بریلی کی تدریس میں دونوں حضرات شریک رہے۔ قیامِ پاکستان کے بعد دونوں بزرگوں کے روابط انتہائی گہرے رہے۔ اکثر ایک دوسرے کے ہاں جلوہ گری فرماتے۔ حضرت شیخ الحدیث قدس سرہٗ کے ایامِ علالت میں حضرت مولانا ازہری مدظلہ نے بڑی مستعدی اور لگن کے ساتھ علاج معالجہ میں سرگرمی دکھائی وصالِ مبارک پر کراچی میں انہوں نے نمازِ جنازہ پڑھائی۔ لائل پور میں بھی جنازہ میں انہوں نے شرکت فرمائی۔ فاتحہ، قل شریف میں قیامِ کراچی اور وصال کے حالات بیان فرمائے۔ عرسِ جہلم (۷، ۸ مارچ ۱۹۶۳ء) میں آپ نے جن خیالات کا اظہار فرمایا، اس کا ایک حصہ ملاحظہ ہو،

"اللہ تعالیٰ جسے عزت و عظمت عطا فرماتا ہے، اسے علم دیتا ہے .....

.... اللہ تعالیٰ نے حضرت شیخ الحدیث کو علم و فضل سے نوازا اور آپ کا رتبہ بڑھایا۔ حضرت محدثِ اعظم ولیٔ کامل تھے۔"

دورانِ تقریر آپ نے فرمایا،

"حضور کا ارشاد ہے جس نے میری حدیث پھیلائی، اللہ تعالیٰ اُس کے چہرے کو پُر نور اور جمال افروز بنا دیتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ شیخ الحدیث کے چہرۂ مبارکہ پر نور برستا ہے۔ جب آپ کا وصال ہوا تو اس وقت بھی چہرہ پر جمال

برس رہا تھا۔ حضرت کے وصال کے فوراً بعد آپ کی چشمانِ مبارک کو بند کر دیا گیا تھا۔ کوئی پندرہ منٹ کے بعد قاری محبوب رضا صاحب نے یہ دیکھنے کے لیے کہ کہیں آنکھ کھل نہ گئی ہو، رُخ سے چادر ہٹائی، تو قاری صاحب نے بے ساختہ حضرت صاحب کی پیشانی مبارک کو چوم لیا اور کہا کہ خدا کی قسم! میں نے ایسا خوبصورت اور حسین و جمیل چہرہ کبھی نہیں دیکھا۔"

حضرت مولانا ازہری مدظلہٗ نے فرمایا،

"وصال کے تیسرے دن لاکھوں افراد نے آپ کے چہرے کی زیارت کی اور گواہی دی کہ حضرت کا چہرہ پاک متبسم ہے اور یوں معلوم ہوتا ہے جیسے ابھی سو کر اٹھے ہیں اور تبسم فرما رہے ہیں۔"

آپ نے حضرت سے پیش آنے والا ایک واقعہ پیش کر کے آپ کی صداقت اور ولایت کا تذکرہ ان الفاظ میں کیا،

"ایک مرتبہ مخالفین نے آپ کو چائے میں زہر دے دیا، لیکن اللہ تعالیٰ نے آپ کو زندہ رہنے دیا۔ زہر کے اثرات باقی رہے اور آپ کی بیماری کا باعث شاید یہی زہر کے اثرات تھے۔ آپ کی دوسری نوعیت یہ بھی ہے کہ آپ نے علمِ دین اور مذہبِ حق کی تبلیغ کرتے ہوئے جان دی۔"[1]

---

[1] ہفت روزہ سوادِ اعظم، لاہور ؛ ۲۲ر مارچ ۱۹۶۳ء ص ۵

اشرف العلماء مولانا محمد شریف الحق امجدی

مفتی دار الافتاء بریلی شریف

مولانا محمد شریف الحق امجدی، صدر الشریعہ مولانا محمد امجد علی اعظمی اور حضرت شیخ الحدیث کے تلامذہ میں سے ہیں۔ اپنے علم وفضل اور مرکزِ علم وعرفان بریلی شریف کے دار الافتاء کے ممتاز مفتی ہیں۔ آپ نے نثر میں جن تاثرات کا اظہار فرمایا اور حضرت شیخ الحدیث کے وصال پر جو کیفیات بیان فرمائے، وہ قابلِ مطالعہ ہیں۔ مذکورہ مضمون سے چند سطور بطورِ اقتباس ملاحظہ ہوں:

"حبرِ امت، سردارِ دین وملت، عارف بر سول اللہ، فانی فی رسول اللہ، باقی برسول اللہ، استاذ العلماء الکاملین، شیخ الفقہاء والمحدثین سیدی وسندی استاذی مولانا شاہ سردار احمد قدس سرہ محدثِ اعظم پاکستان بانی منظرِ اسلام بریلی شریف ولائل پور کی علالت کی خبریں برابر یہاں آتی تھیں۔ جب کبھی زیادہ ناسازی کی خبر ملے تو دل دھڑکنے لگے اور جب رو بصحت ہونے کی اطلاع آئے تو دل مسرت سے لبریز ہو جاتے . . . . . . بہتیرے جرائد ورسائل کے ایڈیٹر صاحبان مجھ سے میرے تاثرات پوچھتے ہیں۔ یہ لوگ میرے احباب اور دیکھنے والوں سے پوچھتے تو وہ بتاتے کہ میرا اس وقت کیا حال تھا۔ آنسو بہے جا رہے تھے، مگر سوزش [illegible] کم نہیں ہوتی تھی ؎

لاکھ برس گئی گھٹا، سوزِ دروں نہ کم ہوا
آگ سی ہے لگی ہوئی دیدۂ اشکبار میں

. . . . . . ہچکیوں سے اس پر قادر نہ ہوا کہ کچھ کہہ سکوں۔ ایصالِ ثواب ہو جانے کے بعد قیام گاہ پر آیا، لیکن قرار نہ ملا، احباب آئے تسلی دی، مگر دل

بے قرار کو احباب کے تسلی دینے سے کب تسلی ہونے والی تھی، نہ ہونا تھا نہ ہوئی اور آج بھی یہ حال ہے کہ جب کہیں ذکر آیا، زخم ہرے ہو گئے، وہ کیا گئے، ہماری خوشی لے گئے . . . .

حضرت محدثِ اعظم پاکستان کی رحلت انجمنِ سیارگان کا ماند پڑنا نہیں مہِ کامل کا خسوف ہے، ذرّوں کا بے نور ہونا نہیں، آفتاب عالمتاب کا غروب ہے۔ صرف لائل پور بے نور نہیں، صرف پاکستان بے نور نہیں، سارا عالم دھندلا دھندلا نظر آ رہا ہے۔ آفتاب غروب ہوتا ہے، فنا نہیں ہوتا۔ آفتاب کے غروب ہونے پر زمین کی سطح، درختوں کی شاخیں، پہاڑوں کی چوٹیاں بے نور ہو جاتی ہیں، لیکن مہ و انجم آفتاب ہی سے اکتساب نور کر کے عالم کو روشنی و دلکشی بخشتے ہیں۔

حضرت محدثِ اعظم پاکستان آفتابِ علم و فضل تھے۔ اُفقِ دُنیا سے روپوش ہونے کے بعد فنا نہیں ہوئے، وہ زندہ ہیں، وہ زندہ ہیں، وہ زندہ ہیں۔ اعلیٰ یقین کی بلندیوں سے فیض بانٹ رہے ہیں، مگر حصّہ لینے کے لیے مہ و انجم کی سی بُلندی اور عالی ظرفی چاہیے۔ ہم سطح زمین پر رہنے والے اگر محروم ہیں تو یہ اپنی پستی و ظرف کی عدم صلاحیت ہے۔ جو لوگ مہ و انجم کی بُلندیاں رکھتے ہیں، وہ ان کی ضیار باریوں سے خود بھی چمک رہے ہیں اور دوسروں کو بھی چمکا رہے ہیں اور چمکتے چمکاتے رہیں گے۔

تو زندہ ہے واللہ، تو زندہ ہے واللہ
میرے چشمِ عالم سے چھپ جانے والے

وہ لائل پور میں رہتے تھے، ہزاروں میل کے فاصلے پر رہتے ہوئے بھی ایسا معلوم ہوتا تھا جیسے بریلی شریف میں ہیں، وہ وہاں سپرد خاک ہوئے تو ایسا

محسوس ہو رہا ہے کہ بریلی سُونی ہو گئی ؎

تم کیا گئے کہ سارا زمانہ چلا گیا!

آج صرف صاحبزادگان مولانا فضلِ رسول، فضل کریم، فضل رحیم، (فضل احمد) ہی نہیں یتیم ہوئے، بلکہ ساری دنیائے سنیت یتیم ہو گئی۔ صرف وہی غمزدہ و اشکبار نہیں۔ بلکہ عوام اہل سنت سے لے کر خواص تک، علماء سے لے کر مشائخ تک، حد یہ کہ حضرت مفتیٔ اعظم ہند مدظلہ العالی بھی اشکبار ہیں۔ جامعہ رضویہ مظہر اسلام کے در و دیوار، مسندِ تدریس، اس کی مسجد کے محراب و منبر مرثیہ خواں ہیں ؎

حَتَّی الْمَحَارِیبُ تَبْکِیْ وَهِیَ جَامِدَةٌ

حَتَّی الْمَنَابِرُ تَرْثِیْ وَهِیَ عِیْدَانٌ

محراب روتی ہے، حالانکہ وہ جمادات سے ہے

منبر مرثیہ خواں ہیں، حالانکہ وہ خشک لکڑی ہیں

مولیٰ عزوجل انہیں اسلام و مسلمین کی طرف سے بہترین جزا عطا فرمائے۔ جنت کا دولہا بنائے۔ ان کے پسماندگان کو اجرِ جزیل و صبرِ جمیل عطا فرمائے، ان کا صحیح جانشیں بنائے ؎

تیری نسلِ پاک سے پیدا کرے

کوئی ہم رتبہ ترا میرے شہا [1]

---

[1] ماہنامہ نوری کرن، بریلی، مارچ، اپریل ۱۹۶۳ء ص ۱۱، ۱۲، ۹۸

لسان الحسان حضرت مولانا شاہ محمد یعقوب حسین ضیا القادری بدایونی،

صدر جمعیت المشائخ کراچی و صدر مجلس شیدایان نبی، کراچی

شاہ ضیاء القادری بدایونی نے نظم اور نثر میں حضرت شیخ الحدیث قدس سرہ کے وصال پُر ملال پر اپنے "تاثرات کا اظہار فرمایا۔ نثری تاثرات" موت العالم موت العالم" سے چند سطور ملاحظہ ہوں:

"...... مولانا کے علم و فضل اور دینی معلومات کے متعلق کچھ عرض کرنا تحصیل حاصل ہے۔ آپ علمائے اہل سنت میں ایک عظیم المنزلت عالم اور پاکستان و ہندوستان کے بہترین مدرّس، مفسّر، محدث، فقیہ اور خطیب تھے .... آپ کا وعظ علمی معلومات کا بہترین ذخیرہ ہوتا تھا۔ متکلمانہ حیثیت سے مولانا کے وعظ میں فرقہ باطلہ کا نہایت مدلّل اور مستند رد ہوتا۔ دلائل میں مولانا قرآن عظیم اور احادیث شریفہ برجستہ ارشاد فرماتے تھے اور اقوالِ فریقین کو پیش کرتے ہوئے جو محاکمہ آپ کرتے، وہ ہر اہلِ فہم کے لیے درس معلومات ہوتا تھا ....
...... آپ کے دنیا سے تشریف لے جانے کے بعد جو خلا پیدا ہو گیا ہے، اس کا پُر ہونا امرِ دشوار معلوم ہوتا ہے۔"[1]

---

[1] ماہنامہ نوری کرن، بریلی، مارچ، اپریل ۱۹۶۳ء ص ۱۰

مناظرِ اسلام مولانا محمد عمر اچھروی، لاہور

"آپ کا وجود دین و دنیا کے لیے باعثِ برکت تھا۔ آپ محبوبِ خدا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے عاشق تھے۔ انہوں نے تھوڑے عرصے میں اتنا کام کیا ہے جو اوروں سے ایک مدت دراز میں ہونا ناممکن ہے۔ آپ کے داغِ مفارقت سے دُنیائے سُنیت میں جو خلا پیدا ہوا ہے، اس کے پُر ہونے کے لیے ایک زمانہ درکار ہے۔" [۱]

مولانا ساجد علی خاں، مہتمم دارالعلوم مظہرِ اسلام، بریلی شریف

"حضرت مولانا مولوی سردار احمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی ذاتِ گرامی اس دورِ قحط الرجال میں بہت غنیمت تھی۔ مولانا مرحوم کے انتقال پُرملال سے ایک ایسا خلا پیدا ہو گیا ہے جس کا پُر ہونا اس دور میں بہت دشوار ہے۔ مولا تعالیٰ پاکستان پر اپنا فضل فرمائے اور مولانا صاحب مرحوم کا نعم البدل عطا فرمائے۔ یہاں پر جملہ متعلقین کو، بالخصوص حضرت مفتیٔ اعظم مدظلہ العالی کو ان کی وفات کا عظیم صدمہ ہے۔ اکثر ان کا تذکرہ فرماتے رہتے ہیں۔" [۲]

---

[۱] ہفت روزہ رضائے مصطفیٰ، گوجرانوالہ، ۱۱ شوال المکرم ۱۳۸۲ھ، ص ۳

[۲] ایضاً، ص ۳

مولانا غلام رسول گوہر جماعتی

مدیر ماہنامہ انوار الصوفیہ، قصور

"گلشنِ علم و عرفان کا مہکتا ہوا پھول، آسمانِ سُنیت کا چمکتا ہوا کوکب، اُستاذ العلماء، فخرِ حنفیت شیخ الحدیث حضرت العلام مولانا محمد سردار احمد بانی دارالعلوم جامعہ رضویہ مظہرِ اسلام لائل پور کی وفات حسرت آیات پر ادارہ "انوار الصوفیہ" دلی قلق و اضطراب کا اظہار کرتا ہے۔ آپ کی وفات عالمِ سُنیت کے لیے ناقابلِ تلافی نقصان تصور ہوگا۔ ع

بڑی مشکل سے ہوتا ہے چمن میں دیدہ ور پیدا" [1]

ممتاز سیاسی رہنما چوہدری عزیز الدین

ممبر نیشنل اسمبلی کے تاثرات

"ضلع لائل پور کے عوامی رہنما چوہدری عزیز الدین ممبر نیشنل اسمبلی نے اپنے ایک بیان میں حضرت شیخ الحدیث کی وفات کو ملتِ اسلامیہ کے لیے ناقابلِ تلافی نقصان قرار دیا ہے۔ آپ نے دینِ اسلام کے لیے جو خدمات سرانجام دیں اور جن مقاصد کے لیے سرگرمِ عمل رہے، ان مقاصد کی تکمیل اور کامیابی کا مظہر آپ کے جلوس اور نمازِ جنازہ سے عیاں ہے۔ ایسا عظیم اور بابرکت اجتماع لائل پور کی تاریخ میں پہلے کبھی نہیں دیکھا گیا۔" [2]

---

[1] ہفت روزہ رضائے مصطفےٰ، گوجرانوالہ: ۱۱ر شوال المکرم ۱۳۸۲ھ، ص ۳

[2] روزنامہ سعادت، لائل پور: ۳۱ر دسمبر ۱۹۶۲ء، ص ۶

ڈاکٹر پروفیسر محمد اسحٰق قریشی (گولڈ میڈلسٹ)

صدر شعبۂ عربی، گورنمنٹ کالج، فیصل آباد

جناب ڈاکٹر پروفیسر محمد اسحٰق قریشی، حضرت مولانا بشیر الحق صدیقی خطیب جامع نقیبیہ مدن پورہ، فیصل آباد کے فرزند ارجمند ہیں۔ ملک بھر کے نامور اساتذہ میں شمار ہوتے ہیں۔ حضرت شیخ الحدیث قدس سرہٗ سے گہرا تعلق رہا۔ آپ کے وصال پر انہوں نے شیخ الحدیث قدس سرہٗ کی شخصیت کے چند پہلوؤں پر اظہارِ خیال کیا۔ ان کے طویل مضمون "حضرت شیخ الحدیث کی شخصیت کے چند پہلو" سے چند اقتباس حاضر ہیں،

"۔۔۔۔۔۔۔ حضرت مولانا مرحوم کا قلب و دماغ عشقِ نبوی سے اس قدر سرشار تھا کہ نعت حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام اوڑھنا بچھونا تھی اور یہی محبتِ کاملہ ان کے لیے شہرتِ عام اور بقائے دوام کی ضامن ہے ۔

ہرگز نہ میرد آنکہ دلش زندہ شد بعشق
ثبت است بر جریدۂ عالم دوامِ ما

حضرت مولانا مرحوم سے میری شناسائی اُس وقت ہوئی جبکہ میں ابھی ابتدائی جماعتوں کا طالب علم تھا۔۔۔۔۔ (آپ نے میرے لیے) بارگاہِ ایزدی میں ہاتھ اٹھائے اور ایسی رقت سے دعا مانگی کہ وہ نقشہ آج بھی میرے قلب پر مرتسم ہے۔ ان کے دعائیہ کلمات کبھی دنیاوی نقطۂ نظر کے حامل نہ ہوتے تھے۔ ہمیشہ عقیدہ کی پختگی، علم و عمل میں ترقی اور خدمتِ دین ہی دُعا کا موضوع تھے۔ میں نے دیکھا کہ اکثر لوگ جانبِ خدمت ہو کر دُعا کے خواہاں ہوتے ہیں، مگر دعا کے کلمات اکثر و بیشتر یہی ہیں کہ اے اللہ! انہیں سُنیوں کا شیر بنا دے کتنی سچی تڑپ اور کتنا خلوص تھا۔

. . . . مولانا مرحوم صرف ایک عالمِ دین ہی نہ تھے، بلکہ بہت بڑے صوفی بھی تھے۔ ان کے الفاظ تصوّف کی چاشنی سے مزیّن ہوتے تھے۔ موجودہ ماحول میں جبکہ اکثر صوفی شریعتِ مطہرہ کی لفظی پابندیوں کے قائل نہیں ہوتے۔ مولانا کی شخصیت علم وعمل اور قول وفعل میں ایک حسین امتزاج تھی . . . . مولانا مرحوم بیدار مغز، بیباک اور انتہائی مستقل مزاج انسان تھے۔ کسی دھمکی، کسی لالچ سے انہیں دبایا نہ جاسکتا تھا، وہ صبر وسکون کا پہاڑ اور عزم واستقلال کی چٹان تھے۔

. . . . آپ اخلاقِ حسنہ کا پیکرِ لاثانی تھے۔ گفتگو کیا تھی؟ تواضع وانکساری سے بھری ہوئی تھی اور شخصیت اس قدر بلند تھی کہ مخالفین بھی آپ پر کوئی اعتراض نہ کر پاتے تھے۔ دوست ودشمن سب شرافت وکرامت کے قائل تھے۔

. . . . . . مولانا مرحوم کی شخصیت ایک گہرِ نایاب تھی۔ قوم کو ان کی کتنی ضرورت تھی؟ اس کا اندازہ ان کی وفات کے وقت، لگایا جاسکتا تھا کہ تمام اہالیانِ برصغیر کس طرح گریہ کناں، آخری زیارت کے لیے تڑپ رہے تھے

. . . . . ان کی وفات اُمتِ مسلمہ کے لیے ایک صدمۂ جانکاہ ہے موت نے بیک وقت ایک عالمِ باعمل، باذوق صوفی، صاحبِ شریعت وطریقت، خاندانِ قادریہ کا گل سرسبز، معروف محدّث، شیخ الحدیث والتفسیر اور سب سے بڑھ کر یہ کہ قولِ نبوی کی صحیح تفسیر اور فعلِ نبوی کی کامل تصویر ہم سے چھین لی ہے۔ عشقِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا مجسمہ اور اطاعتِ دین کا ایک کامیاب پیکر ہماری نظروں سے اوجھل ہوگیا ہے ۔ اللہ تعالیٰ اپنے انوار وانعامات کی بے پناہ بارشیں ان کی قبرِ انور پر ہمیشہ ہمیشہ نازل فرماتا رہے اور آپ کو جنّت الفردوس میں بلند مقام عطا فرمائے۔ آمین!" [۱]

---

[۱] روزنامہ سعادت، لائل پور، لاہور (محدّثِ اعظم پاکستان نمبر) ۸ مارچ ۱۹۶۳ء

براس المحدثین حضرت شیخ الحدیث قدس سرہ کے ختم قل شریف
— مورخہ ۳ شعبان ۱۳۸۲ھ / ۳۱ دسمبر ۱۹۶۲ء کے موقعہ پر شیخ القرآن
مولانا ابوالحقائق محمد عبدالغفور ہزاروی کی تقریر کے چند اقتباسات۔

" اگر میں یہ کہوں کہ برصغیر میں اعلیٰ حضرت امام احمد رضا بریلوی قدس سرہٗ کے نائب اور صحیح جانشین حضرت محدثِ اعظم پاکستان مولانا سردار احمد رحمۃ اللہ علیہ تھے، تو بالکل بجا ہوگا۔ آپ نے اعلیٰ حضرت کے مسلک کے مطابق کام کیا اور کمال یہ ہے کہ قلیل مدت میں انقلاب برپا کر دیا۔ اگر دس برس کام کرنے کے لیے آپ کو اور مل جاتے، تو پاکستان کے چپے چپے پر سُنّی عالم ہوتے۔ اب بھی ہر خطے میں جامعہ رضویہ کے فضلاء موجود ہیں۔"

" حضرت محدثِ اعظم علیہ الرحمہ کی زندگی طہارت، علم، اپنوں سے رواداری، غیروں سے کُلی انقطاع سے عبارت تھی۔ آپ کا تقویٰ دیکھ کر تقویٰ کا مفہوم سمجھ میں آجاتا۔ رُحَمَآءُ بَیْنَھُمْ کی تصویر تھے۔ ایک مرتبہ منٹگمری (ساہیوال) میں مولانا خوشتر کے مکان پر ان سے ملاقات ہوئی۔ مجھ سے بغل گیر ہوئے اور گزشتہ زندگی کے واقعات بیان فرمانے لگے۔"

" میں حدیث پڑھنے کے لیے صدر مدرس مدرسہ فتح پوری، دہلی، مولوی سلطان محمود دیوبندی کے پاس پہنچا۔ چونکہ میں فطری اور پیدائشی طور پر سُنّی ہوں، اس لیے دیوبندیوں سے حدیث پڑھنے میں تامل محسوس کر رہا تھا۔ مولانا مفتی محمد مظہر اللہ دہلوی،

کے دو صاحبزادے مفتی مظفر احمد اور دوسرے صاحبزادے کافیہ اور شرح تہذیب کے میرے شاگرد تھے۔ ان دنوں حضرت شیخ الحدیث علیہ الرحمہ حدیث پڑھنے کے لیے دلی کے راستہ اجمیر شریف جارہے تھے۔ مفتی مظفر احمد اور دوسرے صاحبزادے نے حضرت شیخ الحدیث علیہ الرحمہ کو بتایا کہ ہمارا ایک اُستاد ہے (میری طرف اشارہ تھا) ہے پکا سُنی، حدیث پڑھنے کے لیے بیتاب ہے۔ حضرت شیخ الحدیث نے ان دونوں صاحبزادوں سے فرمایا کہ اسے مجھ سے ملاؤ۔ صاحبزادوں نے مجھ سے انہیں ملنے کو کہا۔ میں نے پوچھا وہ کہاں کا رہنے والا ہے۔ انہوں نے بتایا گورداسپور کا رہنے والا ہے۔ میں نے کہا کہ میں ہزارہ کا رہنے والا ہوں اور وہ گورداسپور کا، میرا اس سے کیا واسطہ؟ بہر حال صاحبزادوں کے اصرار پر میں مولانا سردار احمد سے ملا۔ علیک سلیک کے بعد آپ نے مجھ سے پوچھا کہ کیا آپ دیوبندیوں کی تعلیم سے مطمئن ہیں؟ میں نے حقیقت بیان کی۔ آپ نے فرمایا، میرے ساتھ اجمیر شریف چلو۔ میں نے پس و پیش کیا۔ پھر انہوں نے مجھے بریلی شریف میں پڑھنے پر آمادہ کرلیا اور ساتھ ہی مولانا تقدس علی خاں مدرس جامعہ منظر اسلام بریلی) کے نام ایک رقعہ دیا۔ بریلی شریف میں، میں نے دورۂ حدیث حضرت حجۃ الاسلام سے پڑھا۔ جب حضرت حجۃ الاسلام (مولانا حامد رضا بریلوی) امتحان لینے کے لیے اجمیر شریف تشریف لے گئے۔ واپس آکر اساتذہ کو جمع فرماکر مجھے بلایا اور فرمایا کہ اجمیر شریف کا سردار احمد اور یہاں کا ہزاروی ان شاء اللہ بڑے کام کے ہوں گے۔ میں بصیرت سے کہتا ہوں کہ ان سے مخلوقِ خدا کو عظیم فیض پہنچے گا۔"

میں زندگی بھر سوچتا رہا کہ حضرت حجۃ الاسلام کا ارشاد کہیں ثابت بھی ہوگا؟

حضرت شیخ الحدیث علیہ الرحمہ نے تو زندگی بھر حدیث پڑھائی۔ میں اپنے متعلق سوچا کرتا تھا تا آنکہ خدا نے میرے ذہن میں ڈالا کہ تو قرآن مجید کی تفسیر پڑھا۔ جب میں نے دورۂ تفسیر قرآن کا اعلان کیا تو اس کے بعد میری ملاقات آپ سے ڈنگہ ضلع گجرات کے مدرسہ ضیاء القرآن کے سالانہ جلسہ میں ہوئی۔ آپ نے مجھے سینے سے لگایا اور مسرت کا اظہار فرمایا: "میں آپ سے خوش ہوں۔ لائل پور سے طلباء دورۂ حدیث پڑھ کر آپ کے پاس وزیر آباد میں دورۂ قرآن پڑھیں گے اور آپ سے دورۂ قرآن پڑھ کر میرے پاس دورۂ حدیث پڑھیں گے۔ اب حضرت حجۃ الاسلام کا فرمان پورا ہوگا۔"

عالم کو محض واعظ ہونا کافی نہیں، بلکہ اسے تدریسی کام بھی کرنا چاہیے۔ حضرت شیخ الحدیث قدس سرہٗ نے حضور اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی قدس سرہٗ کے کام کی تکمیل کردی۔

ہماری جماعت میں بزرگ اور بھی ہیں ——— فاضل اور بھی ہیں ——— محدث اور بھی ہیں ——— مگر اس محدث کی شان ہی کچھ اور ہے ——— یہ ایسا مقناطیس ہیں کہ طالب علم کھچے چلے آتے ہیں۔ حدیث پڑھانے میں کمال یہ ہوا کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع میں تیسری شب کو دفن ہوتے۔

پرسوں سحری کو مفتی احمد یار خاں بدایونی، گجراتی میرے پاس وزیر آباد آئے۔ بے ساختہ ان کی چیخ نکل گئی اور فرمانے لگے: "ہم سے وہ اٹھ گیا، جس کا بدل سُنّی جماعت میں نہیں۔ اب دنیا تلاش کرے گی کہ ابوالفضل جیسا کوئی شخص آسکے۔"

حضرت شیخ الحدیث علیہ الرحمہ نبی اکرم (صلی اللہ علیہ وسلم) کے ایسے

غلام تھے کہ شاید صدیوں تک اُمّتِ محمدیہ اس کی مثل پیدا نہ کر سکے۔
میں نے اپنی زندگی میں کسی ایک جنازہ پر اتنے علماء و مشائخ جمع ہوتے نہیں دیکھے جتنے آپ کے جنازہ میں شریک ہوتے۔
کل جنازہ کے موقعہ پر نبی اکرم (صلی اللہ علیہ وسلم) کے سچے غلام کی شان دیکھی گئی۔ جنازہ آ رہا تھا اور انوار و تجلیات کی بارش ہو رہی تھی۔ لوگوں نے اس محسوس انوار کی بارش کو سر کی آنکھوں سے دیکھا، لیکن ہم نے اندر جا کر انوار والے کو دیکھا۔ چہرہ متبسم تھا۔ ایسا معلوم ہوتا تھا کہ ابھی بات کریں گے۔
میرا ایمان ہے کہ آپ یقیناً ایمان کا اعلیٰ درجہ لے کر گئے ہیں۔"
"لوگ تو کہتے ہیں کہ قبر میں لوگ زندہ نہیں ہوتے، مگر ہم نے تو قبر کے باہر بھی زندہ دیکھا جسے لوگ مُردہ کہتے ہیں۔"
(جنازہ پر انوار و تجلیات کے حوالہ سے شیخ القرآن مولانا عبد الغفور ہزاروی نے مثنوی معنوی سے حضور علیہ السلام کا مشہور واقعہ بیان کیا)
ایک مرتبہ حضور علیہ الصّلوٰۃ والسلام اپنے ایک صحابی کے جنازہ پر تشریف لے گئے۔ ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ردائے مبارک اوڑھ رکھی تھی۔ انہیں جنازہ پر بارش ہوتی محسوس ہوئی۔ واپسی پر انہوں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے کپڑوں کو چھوا کہ شاید بارش سے تر ہو گئے ہوں گے، مگر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "اے عائشہ! وہ آسمانی بارش نہ تھی ـــــ انوار کی بارش تھی ؎

مُصطفےٰ روزے بگورستاں برفت
با جنازہ یارے از یاراں برفت

خاک را در نورِ اُو آگندہ کرد
زیرِ خاک آں دانہ اش را زندہ کرد

چشمِ صدیقہ چو در روئش فتاد
پیش آمد دست بروے می نہاد

نیست ایں باراں ازیں اَبر و سما
ہست اَبرے دیگراں، دیگر سما

غیب را ابرے و آبے دیگر ست
آسماں و آفتابِ دیگر ست

حضرت محدثِ اعظم رحمۃ اللہ علیہ سنت کے خوشہ کا ایک دانہ ہیں۔ جس طرح دانہ مٹی میں جاکر زندہ ہوتا ہے، اسی طرح آپ بھی زیرِ زمین زندہ ہیں محدثِ اعظم جہاں جارہے تھے، ان کو لینے کے لیے ارواحِ اولیاء آئے تھے۔

اس طرح مصطفےٰ (علیہ الصلوٰۃ والسلام) کے غلام پر انوار کی بارش تھی۔

وہ امتحان میں پاس ہوگئے، ایسے پاس ہوئے کہ ہر طبقے اور ہر مکتبۂ فکر کے لوگوں نے ان کے جنازہ میں شرکت فرمائی۔ یہ اس امر کی دلیل ہے کہ اس کا مذہب سچا تھا۔

شب کو میرا جنازہ جائے گا جب نِکل کر
دشمن بھی ساتھ ہوں گے روئیں گے ہاتھ مل کر

مخالفین نے جنازہ میں شرکت کرکے آپ کی حقانیت پر مہرِ تصدیق لگادی ہے

ع مدعی لاکھ پہ بھاری ہے گواہی تیری

اللہ تعالیٰ کے انعامات غیر متناہی ہیں، اس نے اپنے انعامات میں سے ہر ایک کو کچھ نہ کچھ حصہ عطا فرمایا ہے، مگر ہم میں ایک وہ تھا جس

کو اللہ تعالیٰ نے بہت سی خوبیوں سے نوازا تھا ـــــــ وہ مجھے شیخ الحدیث ایک مرتبہ میں نے سُنّیوں کے کچھ فروعی اختلافات کا ذکر کیا۔ تو آپ نے فرمایا، مولانا! میں سُنّیوں سے اُلجھ کر وقت ضائع نہیں کرنا چاہتا۔ میں اتنا وقت مخالفین اور بد مذہبوں کی تردید میں صرف کروں گا۔

ایک مرتبہ جھال خانوآنہ (فیصل آباد) کے جلسہ میں، مَیں نے ایک سُنّی عَالِم پر اشارۃً تنقید کر دی۔ مجھے علیحدہ کر کے فرمایا، مولانا! ایسا مناسب نہیں۔ حضرت شیخ الحدیث قدس سرہٗ کا ایک وصف یہ تھا کہ وہ تمام سُنّیوں سے محبت کرتے تھے اور تمام سُنّی ان سے ایک دوسرے سے بڑھ کر محبت کرتے تھے۔ ہر ایک یہی سمجھتا تھا کہ جو تعلق آپ کو مجھ سے ہے کسی اور سے ایسا نہیں ہوگا۔ دراصل یہ ولی اللہ کی علامت ہوتی۔ اللہ تعالیٰ اولیاء کی محبت کو دلوں میں ڈال دیتا ہے۔ ارشادِ ربانی ہے:

سَيَجْعَلُ لَهُمُ الرَّحْمٰنُ وُدًّا ط

میں نے کل دیکھا کہ جنازہ میں دیوانے بھی تھے ـــــــ اور فرزانے بھی ـــــــ غم کے دریا میں ڈوبے ہوئے بھی دیکھے ـــــــ اور غم کے دریا میں تیرنے والے بھی ـــــــ یہ سارا بے نظیر اجتماع کسی پراپیگنڈے یا حکومت کی امداد کے بغیر تھا ـــــــ محبتِ مصطفےٰ سب کو کھینچ لائی ہے ـــــــ اس بے سرو سامانی کے عالم میں یہ عظیم اجتماع ـــــــ اللہ اللہ ہر آدمی شیخ الحدیث نہیں ـــــــ ہم میں سے اکثر اپنے مدارس کے لیے چندہ مانگتے ہیں۔ مجھ جیسا بھی چندہ مانگنے پر مجبور ہے، مگر شیخ الحدیث گھر بیٹھے رہے، لوگ خود آ کر مسجد و مدرسہ کی امداد کرتے۔

یاد رکھنا، جس مستی اور سُکر سے حضرت محدثِ اعظم نے تمہیں آشنا کیا ہے، وہ مستی سُستی میں نہ بدل دینا۔

اب چونکہ محدثِ اعظم کا وصال ہو چکا ہے، اس لیے ہمارا فرض ہے کہ ہم اس عظیم مرکز کو مضبوط رکھنے میں پوری کوشش کریں۔ مدارس کو ترقی دیں۔ ہم نے تہیہ کرنا ہے کہ ہم حضرت شیخ الحدیث کے نقشِ قدم پر چلیں اور پکے سُنّی بنیں۔ میری تقریر کا آخری جُملہ یہ ہے کہ حضرت محدثِ اعظم کے چلے جانے سے ہمارے اندر وہ خلا پیدا ہو گیا ہے جس کو پُر کرنے کے لیے صدیاں درکار ہیں۔"

فخر العلماء مولانا سید احمد سعید کاظمی مدرسہ انوار العلوم ملتان،
سابق ناظمِ اعلیٰ مرکزی جمعیت العلماء پاکستان

آفتابِ علم

"حضرت شیخ الحدیث کا نظروں سے اوجھل ہو جانا ایک آفتابِ علم وادب کا غروب ہو جانا ہے۔ آفتاب بھی ایسا ہے جس نے اپنی کرنوں سے بدعقیدوں کے ظلمت کدوں میں تنویرِ ایمانی پھیلائی اور مسلمانوں کو عقائدِ صحیحہ کی طرف راغب کر کے انہیں نجات کا راستہ دکھایا۔ حضرت ایسی شخصیت اب مدتوں پیدا نہیں ہو گی۔ علمِ قرآن اور فقہ اور حدیث اب ایسے مجتہد کے لیے ایک طویل عرصہ تک اپنی آغوش وا رکھے گا۔ بیشک آپ کی موت ایک پورے دور کی موت ہے۔" [1]

---

[1] عاشقِ رسول، مؤلفہ عتیق الرحمٰن سیفی، مطبوعہ سعادت پریس، فیصل آباد (فروری ۱۹۶۳ء) ص ۷۶ - ۷۵

فخر المشائخ پیر سید غلام محی الدین، زیب آستانہ چشتیہ
گولڑہ شریف ضلع راولپنڈی

یکتائے روزگار شخصیت

حضرت شیخ الحدیث کے وصال سے اہل اللہ اور محبانِ رسول کے دلوں پر بیشک ایک انمٹ داغِ جدائی ثبت ہو گیا۔ آپ کی اس جدائی کا غم ہمیشہ دل و دماغ میں قائم رہے گا، اس لیے کہ آپ ایسی یکتائے روزگار شخصیت شاید ہی میسر آئے گی جو دینِ محمدی کی پورے درد کے ساتھ خدمات سرانجام دے سکے اور سنتِ رسول کے احیاء کے لیے اپنی زندگی تک قربان کر دے۔ خدا آپ کو ہمیشہ بلند مقامات پر رکھے۔ آمین۔ [1]

حضرت پیر محمد خادم حسین، زیبِ آستانہ نوریہ
چورہ شریف ضلع کیمبل پور

دُنیائے اسلام کو ناقابلِ تلافی نقصان

"حضرت شیخ الحدیث کی وفات سے دُنیائے اسلام کو دینِ حقہ کی ترویج کے سلسلہ میں ناقابلِ تلافی نقصان پہنچا ہے۔ فقیر عمر بھر حضرت شیخ الحدیث کے درجات عالیہ کے لیے دُعا کرتا رہے گا۔" [2]

---

[1] عاشقِ رسول، مؤلفہ عتیق الرحمٰن سیفی (فروری ۱۹۶۳ء) ص ۷۹

[2] ایضاً، ص ۷۹-۷۸

حضرت مولانا محمد شریف الحق امجدی صاحب
مفتی دارالافتاء بریلی [1]

امام وقت

۳۱ دسمبر ۱۹۶۲ء کو رضوی دارالافتاء بریلی (بھارت) میں چاروں جانب وحشت طاری ہوگئی۔ اس لئے کہ آج سرزمین پاکستان میں اس مرکز کا آفتاب غروب ہوچکا تھا۔ کاش آپ کی موت سے ہمارے قلب و جگر پاش پاش ہوجاتے۔ آج سے ۱۹ سال پہلے کا وہ رُوح افزا منظر آنکھوں کے سامنے پھر گیا۔ جب حضرت الاستاذی سیدی، احرارِ ملت، سردار دین و ملت حضرت محدثِ اعظم پاکستان ہم جیسے حقیر ذرّوں کے ہالہ میں شب چہار دہم کے ماہ کامل کی طرح ضو پاشی فرماتے تھے۔ دل پر جو گزری، وہ خدا جانتا ہے۔
غمِ نہانی آنسو بن کر بہہ نکلے، لیکن ؎

لاکھ برس گئی گھٹا، سوزِ دُروں نہ کم ہوا
آگ سی ہے لگی ہوئی دیدۂ اشکبار میں

بے شک اس حادثہ جاں گسل سے پاک و ہند کے علماء اسلام اور اہل سنت و جماعت یتیم ہوگئے ہیں۔ خدا امامِ وقت اور شیخ طریقت کے مزار پُرانوار پر اپنی رحمتوں کی بارش مسلسل جاری رکھے۔ آمین! [2]

---

[2] عاشقِ رسول، مؤلفہ عتیق الرحمٰن سیفی، مطبوعہ لائل پور (۱۹۶۳ء) ص ۴۷
[1] اب مبارک پور ضلع اعظم گڑھ کے مدرسہ اشرفیہ میں ہیں۔

کشتیٔ سُنّیت کے ناخُدا

حضرتِ مولانا سردار احمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ شیخ الحدیث جامعہ رضویہ، لائل پور کی وفات حسرت آیات، اہل سنت کے لیے بہت بڑا قومی حادثہ اور مذہبی سانحہ ہے۔

آہ! کل تک ہم جنہیں "دامت برکاتہم العالیہ" لکھتے تھے۔ آج انہیں رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہوئے ہمارا قلم تھرا رہا ہے۔ ہمارا دل عقل کا ساتھ دیتے ہوئے لرز رہا ہے۔

مرحوم نے جس قدر مذہبِ اہلِ سُنّت کی خدمت کی ہے، وہ محتاج بیان نہیں۔ آپ نے لائل پور جیسی سنگلاخ زمین میں، جہاں کمالاتِ مصطفوی کا بیان کرنا صرف جُرم ہی نہیں بلکہ ناقابلِ معافی سمجھا جاتا تھا، وہاں کے درودیوار کو ذکرِ مصطفےٰ سے روشناس کرایا۔ لائل پور کے کوچے کوچے میں مذہب کی تبلیغ کی تکلیفیں اُٹھائیں مصیبتیں جھیلیں، لیکن اس مردِ آہنی کے پائے ثبات کو کوئی باطل قوت متزلزل نہ کر سکی۔

حضرتِ ممدوح گنتی کے ان اکابرین میں سے تھے، جن کا وجود کشتیٔ سُنّیت کے لیے ناخدا سمجھا جاتا ہے جن کے دم قدم سے گُلشنِ سنیت سرسبز و شاداب ہے۔

آپ نے نہایت دشوار گزار وادیوں سے گزر کر لائل پور میں جامعہ رضویہ کی بُنیاد رکھی۔ یہ دارالعلوم اہلِ سنّت کے مرکزی مدارس میں سے ایک ہے۔ جہاں سے تشنگانِ علم و معرفت نے اس سرچشمۂ فیوض و برکات سے استفادہ کیا اور آج ہزاروں کی تعداد میں آپ کے مُریدین اور تلامذہ ملک کے طول و عرض میں پھیلے ہوئے ہیں اور دینِ متین کی خدمات سرانجام دے رہے ہیں۔

حضرتِ ممدوح کا جنازہ جس شان و شوکت سے ہوا اور جس قدر مجمع کثیر تھا، شاید ہی تاریخ اس کی مثال پیش کر سکے۔ ایک محتاط اندازہ کے مطابق جنازہ میں شرکت کرنے والے

افراد اڑھائی تین لاکھ سے کم نہ ہوں گے۔ دُنیائے اسلام کی اس عظیم ترین محبوب شخصیت کو سُنّی رضوی جامع مسجد لائل پور کے ملحقہ حجرہ میں دفن کیا گیا ہے:

اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ

اللہ تعالیٰ اپنے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کا صدقہ حضرتِ ممدوح کو جنّت الفردوس میں بلند مقام عطا فرمائے۔ اراکین "مدرسہ انوار العلوم ملتان" اور ادارہ "السعید" کے کارکن پسماندگان کے غم میں برابر کے شریک ہیں۔"

ماہنامہ "السعید" ملتان - فروری ۱۹۶۳ء، ص ۳۵
زیرِ سرپرستی غزالیِ دوراں علامہ احمد سعید کاظمی،

مولانا محمد فضل احمد صاحب رضوی
ضلعی خطیب، محکمہ اوقاف - فیصل آباد

"حضور قبلہ عالم محدثِ اعظم پاکستان قدس سرہٗ کی پیاری پیاری باتیں اور ناصحانہ ارشادات کی افادیت احاطۂ تحریر سے بالاتر ہے ـــ آپ کا زُہد، تقویٰ اور اتباعِ سُنّتِ ختم المرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی مثال موجودہ دور میں مشکل ہے۔ بارگاہِ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم میں آپ کی حضوری اور مقبولیت کسی سے پوشیدہ نہیں۔"

مکتوب محررہ ۶ رجب المرجب ۱۴۰۵ھ
بنام فقیر قادری عفی عنہ

وکیلِ اہلِ سُنّت چوہدری مختار احمد انور، ایڈووکیٹ ہائی کورٹ فیصل آباد
حال مقیم ۲/۸ الف شالیمار ۲۵/۲۶ اسلام آباد

"مجھے اُن کی صحبت و مجلس مُسلسل پندرہ برس نصیب ہوئی۔ مجلسِ خاص و عام دونوں سے بہرہ ور ہوا۔

میں نے حضرت شیخ الحدیث رحمۃ اللہ علیہ کو ہر لحاظ سے یکتا پایا۔ یعنی موجودہ دَور کے اکثر علماء و مشائخ سے ملاقات کا موقع ملا اور زیادہ حضرت صاحب ہی کی وجہ سے۔ تو ان میں آپ کے پایہ کا بلحاظ تقویٰ، علم، حمیتِ دینی، محبتِ احباب، شدّتِ اصرار، معاملات کی صفائی، خلوص، طریقِ اصلاح، ملک و ملت سے وفا اور تحریکِ حُبِّ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے سلسلہ میں کسی کو نہ پایا۔ ہو سکتا ہے کوئی ہستی اور بھی ایسی یا اس سے آگے بھی ہو، مگر میں تو اپنے ذاتی علم اور تجربہ کی بناء پر عرض کر رہا ہوں۔ اصولاً مرید کے لیے اپنا پیر سب سے افضل ہوتا ہے، مگر میرے قبلہ پیر و مرشد مجھے ہمیشہ یہی فرمایا کرتے تھے کہ زیادہ سے زیادہ وقت حضرت صاحب کی صحبت میں گزارا کرو اور خود بھی جب لائل پور تشریف لاتے، تو زیادہ وقت حضرت صاحب کے پاس گزارتے۔ اللہ تعالیٰ کے فضل اور اُس کے حبیبِ پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے طفیل اور میرے قبلہ پیر و مرشد کے صدقے سے مجھ پر حضرت صاحب کی خاص نظرِ کرم تھی اور اب بھی ہے۔ میرے عقیدہ کی پختگی انہی کی نظرِ کرم اور صحبت کا نتیجہ ہے۔ اُن کی نظرِ کرم کی وجہ سے مَیں پانچ منٹ میں بڑے سے بڑے عالم و شیخ کے عقیدہ کو بھانپ

لیتا ہوں۔ آپ کی ملاقات سے قبل بھی صحیح العقیدہ اہلِ سنّت تھا، لیکن زیادہ باریکیوں سے واقفیت نہ تھی۔ آپ کی صحبت نے عقیدہ میں پختگی اور نکھار پیدا کر دیا، جس کا اثر میرے پیشۂ وکالت پر گہرا ہو گیا اور خدا کا شکر ہے کہ اسی پیشہ کی وجہ سے حضرت صاحب کی خاص نظرِ کرم مجھ پر رہی اور چند ایسے واقعات پیش آئے کہ آپ نے مجھے "وکیلِ اہلِ سُنّت" کا لقب دیا۔ ایک ولی اللہ کی طرف سے یہ لقب میرے لیے بیش بہا ہے ورنہ مجھ میں کون سی دینی قابلیت تھی کہ ایک ولیِ کامل کا منظورِ نظر بن سکتا۔ حد یہ ہے کہ بعد وصال بھی خواب میں ملاقاتیں ہوتی ہیں اور پُر نتیجہ ہوتی ہیں۔

معاف کیجئے، مَیں اپنی کہانی لے بیٹھا۔ اب اختصار کے ساتھ عرض کرتا ہوں۔ آپ کا تقویٰ قابلِ دید تھا۔ احکامِ خداوندی اور فرمانِ رسول کا آپ پر اتنا غلبہ اور خوف تھا کہ بیان سے باہر ہے۔ کسی حالت میں، اس میں ذرّہ برابر انحراف برداشت نہ تھا اور اُس کی ہیبت آپ پر طاری رہتی اور آپ کے چہرۂ انور سے ظاہر ہوتی تھی۔ علم کے آپ سمندر تھے۔ جب درسِ حدیث دیتے، تو عجیب کیفیت ہوتی تھی۔ عام طور پر دیکھا گیا ہے کہ بڑے بڑے علماء کے پاس جب کوئی افسر یا بڑا دنیا دار آجائے تو سب کچھ چھوڑ کر اُن کی طرف متوجہ ہو جاتے ہیں، مگر آپ کی کیفیت اس کے برعکس تھی۔ کئی دفعہ ہمارے ساتھ مجسٹریٹ اور دیگر زعماء ایسے اوقات میں تشریف لائے، جب آپ درسِ حدیث دے رہے ہوتے تو آپ نے ایک لمحہ کے لیے بھی توقف نہیں کیا، بلکہ کسی کی طرف توجہ ہی نہیں دی۔ گویا کہ ان کو پرواہ ہی نہیں کون آتا ہے، کون جاتا ہے۔ البتہ بعد فراغت نہایت اخلاق سے

ملاقات کرتے اور معذرت نہ کرتے، کیونکہ یہ بھی خلافِ آداب ہوتا۔ آپ سے کوئی دریافت کریں، تو فوراً مدلّل شرعی جواب دے کر مطمئن کر دیتے۔ بیشتر اوقات مطالعہ میں صرف کرتے۔ درس و عبادت ہی آپ کا کام تھا۔ دُنیاوی امور سے اکثر پہلوتہی فرماتے۔ حمیتِ دینی کا مخزن تھے۔ دین کے معاملہ میں شمشیرِ برہنہ تھے۔ کسی کا لحاظ اس معاملہ میں ان کو گوارا نہ تھا۔"

اقتباس از مکتوب چوہدری مختار احمد انور ایڈووکیٹ
(حال مقیم اسلام آباد)
محررہ ۱۲ مئی ۱۹۸۵ء / ۲۱ شعبان المعظم ۱۴۰۵ھ
بنام فقیر قادری عفی عنہ

حکیم ڈاکٹر حبیب الرحمٰن برق، فاضل دیوبند، فاضل فرنگی محل، فاضل جامعہ ازہر، ایم اے (عربی، اردو، فارسی، انگریزی) پی، ایچ، ڈی۔ ڈگری یافتہ رومن کیتھولک،
مُرید سُلطان الاولیا حضرت صوفی سید محمد حسین مراد آبادی علیہ الرحمہ کے تاثرات، حضرت شیخ الحدیث علیہ الرحمہ کے بارے میں

نوٹ: ڈاکٹر صاحب موصوف الذکر کے تاثرات، مولانا عبد الغفار ظفر صابری مقیم فیصل آباد نے ۱۴ ربیع الآخر ۱۴۰۶ھ / ۲۷ دسمبر ۱۹۸۵ء کو بیان کیے:

رانا حبیب خاں ٹھیکیدار سنت پورہ، فیصل آباد نے ایک موقعہ پر ڈاکٹر صاحب سے پوچھا کہ آپ کا حضرت شیخ الحدیث (علیہ الرحمہ) کے بارے میں کیا خیال ہے؟

جواب میں فرمایا: "سردار وہ کام کر گیا، جو ہم سے نہ ہو سکا۔"

اُس نے عرض کیا: "وہ کون سا کام ؟"

فرمایا: "سردار شریعت و طریقت دونوں کی بیک وقت خدمت کر گیا۔"

پھر فرمایا ؎ "بر کفے جامِ شریعت، بر کفے سندانِ عشق
ہر ہوسناکے نہ داند جام و سنداں باختن"

ایک موقعہ پر حضرت شیخ الحدیث علیہ الرحمہ اور دیگر علماء کا تذکرہ چھڑ گیا۔ ڈاکٹر صاحب نے فرمایا:

"سردار میں ہُو ہُو تھی۔ یہاں اَنا، اَنتَ پڑا ہوا ہے۔"

ایک دفعہ ڈاکٹر صاحب آپ کی ملاقات کے لیے تشریف لائے۔ دورانِ گفتگو آپ نے فرمایا:

"دیوبندی امکانِ کذب کے قائل ہیں۔"

ڈاکٹر صاحب نے جواب میں فرمایا:

"ان سے پوچھا جائے کہ ذاتِ باری واجب ہے یا ممکن ؟ تو جواب ہوگا 'واجب'۔"

پھر زوردار لہجے میں فرمایا:

"اُن سے کہنا چاہیے کہ ہوش سے بات کرو، واجب میں ممکن مانتے ہو۔"

اس پر دونوں حضرات محظوظ ہوتے تھے۔

ڈاکٹر صاحب نے فرمایا:

"حضرت محدثِ اعظم (علیہ الرحمہ) نے بے سروسامانی کے عالم میں حضرت خواجہ غریب نواز اجمیری قدس سرہٗ کی اتباع میں تبلیغ کا کام کیا اور باقی کام آپ کے جنازہ نے پورا کر دیا۔"

حضرت شیخ الحدیث قدس سرہٗ کے وصال پر مولانا عبدالغفار ظفر صابری نے ڈاکٹر صاحب کو بذریعہ خط اطلاع دی۔ اس کے جواب میں ڈاکٹر صاحب نے انہیں خط لکھا۔ وہ خط یہ ہے:

اللّٰہ

حق حق حق

برادرِ طریقت، سلمہٗ

سلام مسنون۔ دُعا ترقیٔ درجات موصول باد۔

محدث صاحب کی خبر پڑھ کر پریشانی سی ہوئی، مگر زندۂ جاوید کا ماتم کیسا۔ ہاں دُعا تے مدارج و مغفرت ضرور ہونا چاہیے، کیونکہ قبر شریف میں بھی ان حضرات کے مدارج بڑھتے رہتے ہیں۔ غفر اللہ لہٗ

غ	ا	ف	ر	ا	ل	ل	ہ	ل	ہ
۱۰۰۰	۱	۸۰	۲۰۰	۱	۳۰	۳۰	۵	۳۰	۵

یا آشامِ غم

یہ تاریخ کا مادہ اگر ہو تو بہت .... ۳۴۱ / ۱۰۴۰ = ۱۳۸۲

حاضرینِ جلسہ کی خدمت میں سلام دُعا۔

دُعا خواہ

ڈاکٹر حبیب الرحمٰن برق

(موصولہ ۲؍ جنوری ۱۹۶۳ء)

حکیم محمد شریف

سابق صدر مسلم لیگ ۔ لائل پور

و معالج خصوصی حضرت شیخ الحدیث علیہ الرحمہ کے تاثرات

۷، رجب المرجب ۱۴۰۵ھ / ۳۰، مارچ ۱۹۸۵ء کو حکیم موصوف کے مطب واقع کچہری بازار، فیصل آباد میں ایک ملاقات کے دوران حکیم موصوف نے حضرت شیخ الحدیث قدس سرہٗ کے بارے میں درج ذیل تاثرات کا اظہار فرمایا :

"میں بحیثیت طبیب اور سیاسی کارکن کے بہت سے علماء، مشائخ، سیاسی کارکنان و قائدین اور ہر طبقہ سے متعلق بے شمار حضرات سے ملا ہوں، مگر حضرت قبلہ شیخ الحدیث علیہ الرحمہ کو منفرد مقام کے حامل بزرگ، عالم باعمل، باہوش اور قوم و ملت کی فلاح و بہبود میں ہر وقت مستغرق اور سب سے زیادہ حساس پایا۔ تقویٰ و پرہیزگاری میں آپ کا ثانی نظر سے نہ گزرا۔

میں نے بہت سے علماء و مشائخ کا وقتاً فوقتاً علاج بھی کیا ہے، ان کی بیماریاں بھی مختلف نوعیت کی ہوتی تھیں، مگر حضرت شیخ الحدیث علیہ الرحمہ کی بیماری، ان کے دل کی حرکت کی شان کچھ نرالی ہی تھی ـــــ وہ ہر وقت ذکر و فکر میں منہمک رہتے تھے اور ان کے ذہن پر قوم و ملت کی فلاح و صلاح کی فکر غالب رہتی ـــــ میں بذریعہ آلات ان کے بلڈ پریشر (انتشار الدم) کو چیک کرتا، مگر ان کے قلب کی ہر حرکت ہی ایسی جدا ہوتی

کہ بیان کرنا مشکل ہے۔ میں محسوس کرتا ہوں کہ ان کی بیماری درحقیقت معاشرہ کی اعتقاداً و عملاً اصلاح کی فکر کی وجہ سے تھی۔

فنی اعتبار سے میرا اصول ہے کہ میں کسی مریض کو اُس کے گھر جا کر نہیں دیکھتا، مگر مجھے فخر ہے کہ میں حضرت شیخ الحدیث علیہ الرحمہ کو خود اُن کی قیام گاہ میں حاضر ہو کر دیکھتا۔ اس سے مجھے سکونِ قلب نصیب ہوتا۔ مجھے وہاں سے فیض بھی ملتا، اور خود میں شفا پاتا۔ اُن کی دُعاؤں پر مجھے فخر و ناز ہے۔ چونکہ مسلم لیگ کا نظام خانقاہی نظام سے تیز تر ہوا، اس حیثیت سے آپ کا رجحان قلبی مسلم لیگ کے پروگرام کے ساتھ ہوتا۔ سیاسی اعتبار سے آپ کے تلامذہ و مُریدین مسلم لیگ کے مؤید رہے۔

احتیاط فی الدین، تقویٰ و پرہیزگاری کا یہ عالم تھا کہ دوا کے استعمال سے پہلے اس کے اجزاء کا پوچھ لیتے۔ اگر اس میں کوئی جزو شرعاً مشکوک یا ناجائز ہوتا، تو اس دوا کو ہرگز استعمال نہ فرماتے۔

بہر حال آپ فنا فی اللہ اور فنا فی الرّسول کے احوال پر فائز تھے، اس لیے آپ کی ہر ادا نرالی تھی اور آپ کی وارداتِ قلب کا اندازہ کرنا ہمارے لیے مشکل ہوتا۔ عام لوگوں کو آپ کی رُوحانیت کی خبر نہ تھی، مجھ جیسے آپ کے سامنے آنے سے خوف محسوس کرتے۔"

شیخ الحدیث حضرت مولانا سردار احمد
رحمۃ اللہ علیہ

حضرت مولانا سردار احمد صاحب ایک صوفی باصفا، پیر طریقت عالم با شریعت اور مجاہدِ ملت تھے۔ آپ نے تھوڑی سی مدت میں ایسی حیرت انگیز اور قابلِ رشک خدمات انجام دیں کہ ہر شخص آپ کے اسلامی جوش و جذبہ کا قائل ہو گیا۔ آپ نے بریلی سے پاکستان ہجرت کی تو بالکل اکیلے تھے، لیکن اللہ کے فضل و کرم اور حضور کی نظرِ عنایت سے آپ نے بہت جلد لوگوں کے دلوں میں گھر کر لیا۔ تاریکی کے بادل چھٹتے چلے گئے۔ علم و معرفت کے پیاسے آپ کے گرد جمع ہونے لگے۔ چنانچہ آپ نے جلد ہی جامعہ رضویہ مظہرِ اسلام (لائل پور) کی عظیم الشان حسین و جمیل اور پچاس سے زائد کمروں پر مشتمل ایک پختہ عمارت تعمیر کر لی اور علومِ دینیہ کی تدریس و اشاعت کا کام شروع کر دیا۔ تیرہ سال کی مختصر سی مدت میں پانچ سو سے زائد علماء، مدرسین اور مقررین کو فارغ التحصیل کیا۔ یہ آپ کا عظیم کارنامہ تھا اور اتنی قلیل مدت میں اتنا بڑا کام پایۂ تکمیل تک پہنچا دینا تائیدِ ایزدی کے بغیر ناممکنات میں سے ہے۔ آپ کے دارالعلوم کے ماحول کو دیکھ کر سلف صالحین کی یاد تازہ ہو جاتی تھی۔

آپ نے دارالعلوم کے علاوہ ملک کے مختلف حصّوں میں مساجد تعمیر کرائیں، رسائل جاری کیے، اسلام کا پیغام گھر گھر پہنچایا اور اپنی علمی و مذہبی عظمت کا لوہا منوایا۔ اسی دارالعلوم کی برکت سے نوّے سے زائد مدارسِ دینی سرگرمِ عمل ہیں، جن میں سے ساٹھ سے زیادہ مدارس دارالعلوم جامعہ رضویہ مظہرِ اسلام کے دامن سے وابستہ ہیں۔

آپ کی عقیدت کا حلقہ کس قدر وسیع تھا، اس کا اندازہ اس امر سے لگایا جا سکتا ہے کہ آپ کے نمازِ جنازہ میں شرکت کرنے والوں میں اکابر علماء و مشائخ بھی تھے۔ لائل پور نے اس

سے پیشتر نمازِ جنازہ کا ایسا ایمان پرور منظر نہیں دیکھا تھا۔ کراچی سے لائل پور تک آپ کی میتِ مبارک کا جو فقید المثال استقبال ہوا، اس کی نظیر اردگرد کے علاقہ نے کبھی نہیں دیکھی تھی۔ عقیدتمند اور مرید دھاڑیں مار مار کر رو رہے تھے۔ ہر سٹیشن پر عوام کا ہجوم مضطرب آپ کے چہرۂ مبارک پر آخری نظر ڈالنے کے لیے منتظر ہوتا۔

حضرت شیخ الحدیث کی سب سے بڑی خصوصیت یہ تھی کہ ان کا ظاہر و باطن یکساں تھا۔ بے خوف و بے نیاز تھے۔ حق گوئی و بے باکی انہیں ورثہ میں ملی تھی۔ انہوں نے ذاتیات سے بالاتر ہو کر اسلام کی تبلیغ کی۔ تبلیغِ دین میں آپ نے دن کو دن اور رات کو رات نہ سمجھا۔ علالتِ طبع کے باوجود تعلیم دینے میں مصروف رہے۔ کثرتِ کار سے صحت خراب ہو گئی اور اس خدمتِ دین میں آپ غرّہ شعبان، جمعہ و ہفتہ کی درمیانی شب کو ڈیڑھ بجے اپنے خالقِ حقیقی سے جا ملے۔ دمِ آخر آپ کی زبان مبارک پر "اللہ ہو، اللہ ہو" کا ورد تھا۔ آپ کی وفات کی خبر نے لاکھوں دلوں کو غمزدہ کر دیا۔ اللہ کے برگزیدہ بندوں کی سب سے بڑی پہچان یہی ہے کہ ان کا فیض تا قیامت جاری رہتا ہے۔ جامعہ رضویہ جاری و ساری رہے گا اور ہر سال دینِ اسلام کے مبلغین مشرف بہ دین ہو کر، دوسروں کی رہبری اور ہدایت کا باعث بنتے رہیں گے۔

روزنامہ "نئی دنیا" دہلی ۱۲ مارچ ۱۹۶۳ء

بحوالہ ماہنامہ نوری کرن، بریلی، مئی ۱۹۶۳ء، ص ۱۵

روزنامہ امروز، لاہور ۳۰ دسمبر ۱۹۶۲ء

"معروف محدث، معتقد، دینی پیشوا مولانا سردار احمد کراچی میں انتقال فرما گئے مولانا صاحب جامعہ رضویہ مظہرِ اسلام کے بانی اور ممتاز عالمِ حدیث تھے۔ لائل پور میں ان کے ہزاروں شاگرد اور پیرو ہیں۔ جامعہ رضویہ سے ہر سال سَو طلبا علمِ دین کی تحصیل مکمل کرتے ہیں۔ مولانا موضع دیال گڑھ ضلع گورداسپور میں پیدا ہوئے۔ بریلی اور دوسری جگہوں پر علومِ دین کی تکمیل کی۔ وہ مولانا حامد رضا خاں کے مُرید تھے۔ انہیں کچھ عرصہ سے ذیابیطس اور بلڈ پریشر کا عارضہ ہوگیا تھا اور علاج کے لیے کراچی گئے تھے، جہاں جمعہ کی رات کو واصلِ بحق ہوگئے۔"

روزنامہ امروز لاہور، ۳۱ دسمبر ۱۹۶۲ء

"مشہور عالمِ دین مولانا سردار احمد کو جامعہ رضویہ میں، جس کے مرحوم بانی تھے، پورے احترام کے ساتھ سپردِ خاک کر دیا گیا۔ تقریباً دو لاکھ عقیدت مندوں نے مولانا مرحوم کی نمازِ جنازہ میں شرکت کی۔ مولانا کی میت جب شاہین ایکسپریس کے ذریعہ لائل پور پہنچی تو اُن کے تابوت کو پورے احترام کے ساتھ اتارا گیا۔ تابوت کے ساتھ لمبے لمبے بانس باندھ دیئے گئے اور جنازہ جلوس، جس میں لاکھوں افراد شریک تھے، ریلوے روڈ سے جامعہ رضویہ کی جانب روانہ ہوا۔ نمازِ جنازہ میں شرکت کے لیے دیگر اضلاع کے لوگ بھی آئے تھے۔ ایک اطلاع کے مطابق کراچی سے لائل پور تک تقریباً ہر اسٹیشن پر، جہاں گاڑی ٹھہرتی تھی، لوگ اُن کے آخری دیدار کے لیے بے چین دکھائی دیتے تھے۔"

روزنامہ جنگ، کراچی، یکم جنوری ۱۹۶۳ء

"پاکستان و ہند کے ممتاز دینی رہنما اور لائل پور کے دارالعلوم جامعہ رضویہ مظہرِ اسلام کے بانی مولانا محمد سردار احمد کا وصال ہو گیا ہے۔ مرحوم کے مُریدوں کی تعداد لاکھوں تک ہے۔ آپ دارالعلوم مظہرِ اسلام، بریلی میں دس سال شیخ الحدیث کے فرائض انجام دیتے رہے۔"

روزنامہ نوائے وقت، لاہور، ۳۰ دسمبر ۱۹۶۲ء

"برصغیر پاک و ہند کے ممتاز دینی رہنما اور دارالعلوم جامعہ رضویہ مظہرِ اسلام لائل پور کے بانی مولانا محمد سردار احمد گزشتہ شب ایک بجے کراچی میں انتقال کر گئے۔ آپ دس سال تک دارالعلوم مظہرِ اسلام بریلی میں شیخ الحدیث کے فرائض سر انجام دیتے رہے۔ برصغیر کی تقسیم کے بعد آپ پاکستان چلے آئے اور لائل پور میں ایک مرکزی دینی درس گاہ دارالعلوم جامعہ رضویہ مظہرِ اسلام کی بنیاد رکھی اور وہاں وسیع پیمانہ پر علوم وفنون دینیہ کی تعلیم کا سلسلہ جاری کیا۔ ملک کے گوشہ گوشہ سے طالبانِ علومِ دینیہ، آپ سے فیضان حاصل کرتے رہے۔ پاک و ہند میں آپ کے ہزاروں تلامذہ دینی خدمات سر انجام دے رہے ہیں، اس کے علاوہ لاکھوں کی تعداد میں آپ کے مریدین و معتقدین برصغیر پاک و ہند میں موجود ہیں۔"[1]

روزنامہ نوائے وقت، لاہور، ۳۱ دسمبر ۱۹۶۲ء

"جامعہ رضویہ مظہرِ اسلام کے بانی شیخ الحدیث حضرت مولانا سردار احمد مرحوم کی میت کو آج جامعہ رضویہ کے صحن میں سپردِ خاک کر دیا گیا۔ آج جب شاہین ایکسپریس سے مولانا مرحوم کی میت ریلوے اسٹیشن پر پہنچی، تو وہاں چالیس ہزار سے زیادہ عقیدت مند موجود

---

[1] بحوالہ ہفت روزہ رضائے مصطفےٰ، گوجرانوالہ۔ ۲۱ شعبان ۱۳۸۲ھ، ص ۸

تھے۔ مرحوم کی نمازِ جنازہ دھوبی گھاٹ کے وسیع میدان میں ناظم جامعہ رضویہ مولانا عبدالقادر نے پڑھائی۔ نمازِ جنازہ میں ڈیڑھ لاکھ سے زائد افراد نے شرکت کی۔ مرحوم کی نمازِ جنازہ میں شرکت کے لیے مغربی پاکستان کے دوسرے شہروں کے علماء کرام اور ہزاروں عقیدت مند یہاں پہنچے تھے۔" [1]

روزنامہ کوہستان، لاہور، ۳۰ دسمبر ۱۹۶۲ء، ۲ جنوری ۱۹۶۳ء

"حضرت مولانا سردار احمد صاحب برصغیر کے ان چند رہنماؤں میں سے ہیں جنہوں نے دین کی تعلیم و تدریس کے سلسلہ میں ناقابلِ فراموش خدمات انجام دی ہیں۔ لائل پور کا جامعہ رضویہ مظہرِ اسلام مرحوم کی ان خدمات کی یادگار ہے، جہاں سے اب تک ہزاروں کی تعداد میں طلباء علمِ دین سے فیض یاب ہو چکے ہیں۔ شیخ الحدیث نے رُوحانی علوم سے بھی طالبانِ طریقت کو مستفیض فرمایا۔ آپ کے مریدوں کی تعداد ہزاروں ہے۔

حضرت علامہ محمد سردار احمد زندگی بھر درس و تدریس کا کام کرتے رہے ہیں۔ علومِ دینیہ کی تعلیم مکمل کرنے کے بعد آپ دس سال تک دارالعلوم مظہرِ اسلام بریلی میں شیخ الحدیث کے فرائض انجام دیتے رہے۔ ۱۹۴۸ء میں پاکستان آئے اور لائل پور میں جامعہ رضویہ مظہرِ اسلام کی بنیاد رکھی اور خود شیخ الحدیث کی حیثیت سے چودہ سال تک کام کرتے رہے۔" [2]

(انگریزی) روزنامہ پاکستان ٹائمز، لاہور، ۳۱ دسمبر ۱۹۶۲ء

(ترجمہ) ایک مشہور عالمِ دین مولانا سردار احمد کل رات کراچی میں وفات پا گئے۔ اُن کی نعش اتوار کے روز شاہین ایکسپریس سے لائل پور لائی جائے گی۔ ان کی نمازِ جنازہ

---

[1] بحوالہ ہفت روزہ رضائے مصطفٰے گوجرانوالہ، ۲۱ شعبان المعظم ۱۳۸۲ھ، ص ۸

[2] ایضاً، ص ۷

تین بجے بعد دوپہر ہوگی۔ جمعیت علماء پاکستان کے بہت سے اراکین اور دیگر لوگ ایک عظیم تعداد میں ان کے جنازہ میں شرکت کے لیے لائل پور گئے ہیں۔ مولانا سردار احمد ایک مشہور محدث اور جامعہ رضویہ لائل پور کے بانی تھے۔ برصغیر ہند و پاک میں ان کا حلقۂ ارادت بہت وسیع ہے۔"

روزنامہ سعادت، لائل پور، ۳۱ر دسمبر ۱۹۶۲ء

روزنامہ سعادت لائل پور نے دیگر مقامی اخبارات کی طرح حضرت شیخ الحدیث قدس سرہٗ کے وصال اور بعد وصال حالات و واقعات کی بھرپور اشاعت کی۔ درج ذیل اقتباس ادارتی نوٹ کا ایک حصہ ہے :

"حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد سردار احمد رحمۃ اللہ علیہ نے دینِ اسلام کی اشاعت اور تبلیغ کے لیے جو جدوجہد کی، وہ اب محتاجِ بیان نہیں، بلکہ اسے مشعلِ راہ بنانے کی ضرورت ہے۔ فنا فی الرسول ہونے کا جو عملاً درس آپ نے دیا ہے، ضرورت اس امر کی ہے کہ علماء اہلِ سنت وجماعت حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے اسوۂ حسنہ کو منظم طریق پر عوام کے سامنے پیش کریں۔ اُسوۂ حسنہ پر عمل کیے بغیر اللہ تک رسائی ناممکن ہے —— نہ صرف دینی طور پر، بلکہ دُنیاوی ترقی اور بہبود کے لیے بھی حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی سنّت اور ارشاداتِ عالیہ کو مشعلِ راہ بنانا ضروری ہے۔ یہ امر کسی سے بھی مخفی نہیں کہ علمی موشگافیوں کے ذریعہ مسلمانوں کو حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت سے بیگانہ اور دُور کرنے کی کوششیں جاری ہیں۔ یہ کوششیں پس پردہ اور بظاہر دونوں طرح جاری ہیں۔ ان کا مقابلہ کرنے کے لیے حضرت شیخ الحدیث رحمۃ اللہ علیہ ایسا عزم اور استقلال مطلوب ہے۔ . . . ." [1]

---

[1] روزنامہ سعادت، لائل پور۔ ۳۱ر دسمبر ۱۹۶۲ء (اداریہ)

روزنامہ عوام، لائل پور، ۳۰، ۳۱ دسمبر ۱۹۶۲ء

"روزنامہ عوام" دلی اندوہ کے ساتھ اس الم ناک خبر کا اعلان کرتا ہے کہ حضرت شیخ الحدیث والتفسیر، عاشقِ رسولِ مقبول، حضرت مولانا محمد سردار احمد بریلوی کا وصال ہوگیا ہے۔ موت نے ایک جید عالم باعمل، ایک صحیح عاشقِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم، ایک زبردست مبلغِ اسلام اور ایک عظیم انسان کے فیوضِ ظاہری سے ہمیں محروم کر دیا ہے۔ مولانا مغفور، بریلوی مسلک کے بہت بڑے عالم اور فاضل بے بدل تھے۔ آپ نے علماء کی ایک معقول جماعت تیار کی جو آج پاکستان کے اطراف واکناف بلکہ افضائے عالم میں اسلام اور مسلک کی تبلیغ میں مصروف ہیں۔ مولانا مرحوم کو شدید ترین مشکلات کا سامنا کرنا پڑا، مگر انہوں نے جادۂ حق سے سرِ مُو انحراف نہ کیا۔ حضرت مولانا کا استقلال اور عزم وثبات مخالفین کے لیے چیلنج اور رجویانِ حق کے لیے مشعلِ راہ تھا۔

جس بے کراں عقیدت، بے پناہ محبت اور بے مثال حُزن و ملال کا مظاہرہ لاکھوں لوگوں نے علامہ الحاج محمد سردار احمد صاحب مرحوم ومغفور کے سفرِ آخرت کے موقع پر کیا ہے، شہرِ لائل پور کی گزشتہ ستر سالہ زندگی کی تاریخ اس کی نظیر پیش نہیں کرسکتی۔ لائل پور، نواحِ شہر، اطرافِ ملک سے ہجوم در ہجوم جمع ہوکر خواص وعوام، مقتدر علماء دین اور معززشہریوں نے جس طرح اسلام کے اس بطلِ جلیل اور رسولِ پاک کے اس عاشقِ صادق کو دربارِ خداوندی میں دُعاؤں کے ساتھ روانہ کیا، اس کی مثال اس شہر میں آج تک پیدا نہیں ہوئی۔

حضرت مولانا سردار احمد مغفور کی وفات کی خبر یہاں بجلی بن کر گری۔ آج متعدد تجارتی ادارے حضرت مولانا کے وصال پر احتراماً بند رہے۔ قومی اخبارات نے جن میں لاہور، لائل پور کے تمام مقتدر روزنامے شامل ہیں۔ حضرت مولانا کی وفات کی خبر،

نمایاں اہمیت کے ساتھ دی اور سوانح حیات بالتفصیل شائع کیے۔ ریڈیو پاکستان سے حضرت مولانا مرحوم کی وفات کی خبر کو متعدد بار نشر کیا گیا۔ شہر کی حفاظت (مساجد) میں مغفرت کے لیے دعائیں کی گئیں۔

کراچی سے لائل پور تک اور اقصائے ملک ہی نہیں، بلکہ بیرونِ ملک میں بھی حضرت مولانا کی ذات سے جس عقیدت کا اظہار کیا جا رہا ہے، وہ غیر متوقع نہیں۔ مولانا مغفور کی زندگی حبِ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے لیے وقف تھی۔ مولانا مرحوم تمام زندگی اپنی اس روش پر قائم رہے۔ وہ اپنے عقیدے پر سختی سے پابند تھے۔ ان کے فیضان سے آج ہزار ہا مساجد آباد ہیں اور محافلِ ذکرِ رسولِ مقبول سے پُرنور رہتی ہیں۔ پاکستان آج ایک ایسے فاضل اور عالم سے محروم ہو گیا ہے جو اس مادیت کے دور میں خیر و برکت کے پیامی تھے۔ اللہ تعالیٰ حضرت مولانا محمد سردار احمد کو جنت الفردوس میں بلند مقامات عطا فرمائے۔" [1]

روزنامہ غریب، لائل پور، ۳۰ر دسمبر ۱۹۶۲ء

شیخ الحدیث مولانا محمد سردار احمد بانی جامعہ رضویہ مظہر اسلام، لائل پور کی وفات ایک ایسا اندوہناک سانحہ ہے کہ جس کے گہرے اثرات عرصۂ دراز تک محبانِ رسول علیہ السلام کے دل و دماغ کو سرمایۂ صبر و سکون سے محروم کیے رکھیں گے۔ حضرت شیخ الحدیث مرحوم کی یگانۂ روزگار شخصیت اور دین و دانش سے ان کی والہانہ عقیدت کی زندۂ جاوید یادگار جامعہ رضویہ مظہرِ اسلام ہے، جہاں سے ہزاروں علماء اور طالبانِ راہِ طریقت نے فیض حاصل کیا اور اپنی زندگیاں، اسلام اور خلقِ خدا کی بے لوث خدمت کے لیے وقف کر دیں۔

---

[1] بحوالہ ہفت روزہ رضائے مصطفیٰ، گوجرانوالہ۔ ۲۱ر شعبان ۱۳۸۲ھ ص ۷

مولانا مرحوم کی ساری زندگی مسحور کن زہد و ریاضت کی قابلِ تقلید مثال ہے، جس کی نظیر لادینیت کے موجودہ زمانہ میں ڈھونڈے سے نہیں ملتی۔ اللہ تبارک و تعالیٰ مولانا مرحوم کو کروٹ کروٹ جنت نصیب کرے اور لواحقین کو صبرِ جمیل کی نعمت عطا کرنے کے ساتھ ساتھ ان کے شاگردوں اور نام لیواؤں کو اس امر کی توفیق بھی دے کہ حضرت شیخ الحدیث دین کی عظمت کے لیے جو چراغ روشن کر گئے ہیں، اس پر پروانہ وار نثار ہوتے رہیں۔ آمین!" [1]

روزنامہ ڈیلی بزنس، لائل پور، ۳۱ر دسمبر ۱۹۶۲ء

"شیخ الحدیث مولانا محمد سردار احمد بریلوی کی وفات کے باعث لائل پور کی دونوں غلہ منڈیاں اور کئی دوسرے ادارے بند رہے اور مقامی اخبارات نے سیاہ حاشیہ سے مرحوم کی موت کی خبریں شائع کیں۔ آزادی کے بعد آپ نے جامعہ رضویہ کی بنیاد ڈالی، چنانچہ آج لاکھوں روپے کے صرف سے ایک شاندار جامع مسجد اور درس گاہ لائل پور میں موجود ہے، جہاں سے ہر سال سینکڑوں طالب علم طلباء زیورِ تعلیم سے آراستہ ہوتے ہیں۔ لائل پور کی چوراسی مساجد کا انتظام اسی جامعہ رضویہ کے سپرد ہے اور یہاں اس خیال کے علماء کرام، جن کی اس شہر میں اکثریت ہے، جامعہ رضویہ کے فارغ التحصیل ہیں۔ ۱۹۲۲ء میں مولانا محمد نظام الدین چشتی صابری کی (مکہ میں حج کے موقعہ پر وفات کے بعد) یہاں صلوٰۃ و سلام قریب قریب ختم ہو چکا تھا کہ مولانا مرحوم نے اس کو جاری کر کے شہر کی مذہبی زندگی میں ایک نئی روح پھونک دی۔ مولانا کو بزرگانِ کرام سے بڑی عقیدت تھی۔ چنانچہ آپ ہر ہفتہ حضرت داتا گنج بخش رحمۃ اللہ علیہ کے مزار پر حاضری دیا کرتے اور گاہے گاہے پاک پتن شریف، شرقپور شریف، ملتان اور دوسرے شہروں میں مدفون بزرگانِ

---

[1] بحوالہ ہفت روزہ رضائے مصطفےٰ، گوجرانوالہ۔ ۱۷ر شعبان المعظم ۱۳۸۲ھ، ص ۸

رام کے مزاروں پر حاضری دیا کرتے تھے ع

خدا بخشے بہت سی خوبیاں تھیں مرنے والے میں" [1]

روزنامہ سعادت، لائل پور، ۳ر جنوری ۱۹۶۳ء

امامِ اہلِ سُنّت شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد سردار احمد کی موت سے دُنیائے اہلِ سنت کو انتہائی صدمہ پہنچا ہے جس کی تلافی طویل عرصے تک ناممکن ہے۔ دینِ اسلام کی تبلیغ و اشاعت کے لیے آپ نے جس قدر خدمات سرانجام دی ہیں، وہ محتاجِ بیان نہیں۔ درس و تدریس کے ذریعے سینکڑوں نہیں، بلکہ ہزاروں طالبانِ دینِ اسلام نے آپ سے فیض حاصل کیا اور اپنے اپنے علاقہ میں جا کر تبلیغ اور درس و تدریس کے فرائض سرانجام دے رہے ہیں اور اس طرح کروڑوں بندگانِ خدا آپ سے بالواسطہ اور بلاواسطہ مستفیض ہو رہے ہیں اور ہوتے رہیں گے۔

موجودہ الحاد اور بے دینی کے دور میں محبتِ رسول اللہ کا جذبہ عوام الناس میں پیدا کرنے کیلئے آپ کی جدوجہد خاص طور پر قابلِ ذکر ہیں۔ آپ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے سچے عاشق تھے اور آپ کی یہی منشا رہی کہ عوام الناس کے دلوں میں بھی محبت رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) کی شمع روشن ہو۔ . . . . "

روزنامہ غریب، لائل پور، ۳ر جنوری ۱۹۶۳ء

"حضرت شیخ الحدیث رحمۃ اللہ علیہ کی دینی خدمات" کے عنوان سے روزنامہ غریب لائل پور نے ۳ر جنوری ۱۹۶۳ء کی اشاعت میں جو مضمون شامل اشاعت کیا، اس کا اقتباس ملاحظہ ہو:

[1] بحوالہ ہفت روزہ رضائے مصطفےٰ، گوجرانوالہ۔ ۲۱ر شعبان المعظم ۱۳۸۲ھ، ص ۷، ۸

"حضرت شیخ الحدیث قدس سرہٗ کے خلوص، محنت، استقلال اور جد و جہد کی بدولت آج ملک کے گوشے گوشے میں آپ کے تلامذہ شمع ہائے علوم روشن کیے ہوتے ہیں۔

. . . . حضرت شیخ الحدیث قدس سرہٗ کی یہ یادگار (جامعہ رضویہ) ہمیشہ قائم رہے گی اور انشاء اللہ طالبانِ علمِ دین یہاں سے گوہرِ مقصد حاصل کرتے رہیں گے۔ حضرت شیخ الحدیث قدس سرہٗ زندہ ہیں۔ ان کا نام زندہ ہے۔ ان کے کارنامے تاریخ میں درخشاں رہیں گے۔ انشاء اللہ العزیز۔

ہرگز نمیرد آں کہ دلش زندہ شد بعشق
ثبت است بر جریدہ عالم دوام ما"

روزنامہ غریب، لائل پور، ۲ر جنوری ۱۹۶۳ء

"حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد سردار احمد صاحب قدس سرہٗ آج سے چودہ سال پیشتر لائل پور میں تشریف لائے۔ . . . . آپ کے خلوص و تقویٰ، علم و فضل، حقانیت و صداقت اور تواضع و مہمان نوازی کی بدولت لوگ پروانہ وار آپ کے گرد جمع ہونے لگے . . . . اس دوران میں آپ کی کامیابی و کامرانی دیکھتے ہوئے بعض لوگوں کے دلوں میں بغض و حسد کی آگ بھڑک اٹھی۔ آپ کے خلاف طرح طرح کی خوفناک سازشیں کی گئیں۔ آپ کے خلاف انتہائی گمراہ کن پروپیگنڈا کیا گیا۔ ظفر اللہ خان قادیانی سے آپ کی ملاقات کی گمراہ کن جھوٹی خبر اڑائی گئی، مگر آپ نے یہ سب کچھ صبر و تحمل کے ساتھ برداشت فرمایا اور آہستہ آہستہ آپ کی صداقت دنیا پر ظاہر ہوتی چلی گئی۔

. . . . حضرت شیخ الحدیث قدس سرہٗ کے خلوص، محنت، استقلال اور جد و جہد کی بدولت . . . . . . برِ صغیر کے گوشے گوشے میں آپ کے

تلامذہ شمع ہائے علوم روشن کیے ہوئے ہیں۔ آج تک ہزار ہا طلباء جامعہ رضویہ سے فارغ ہو کر خدمتِ دین و مذہب کے فرائض سرانجام دے رہے ہیں۔ اس وقت جامعہ رضویہ میں تقریباً دو سو طالب علم، تحصیل علم میں مصروف ہیں، جن کے قیام و طعام کا انتظام جامعہ کے ذمہ ہے۔ تشنگانِ علم بھارت، افریقہ، سیلون، مشرقی پاکستان اور مغربی پاکستان کے ہر ضلع و شہر سے تشنگیٔ علم بجھانے کے لیے آتے ہیں اور ہر سال سو کے قریب سند علم حاصل کر کے واپس جاتے ہیں . . . . "[1]

روزنامہ سعادت، لائل پور، لاہور، ۸ مارچ ۱۹۶۳ء

رسمِ چہلم حضرت محدث اعظم پاکستان علیہ الرحمہ پر روزنامہ سعادت لائل پور، لاہور نے ایک ضخیم نمبر نام "محدثِ اعظم پاکستان نمبر" شائع کیا۔ متعدد اہلِ قلم کی نگارشات اس میں شامل ہیں۔ خود مدیر جناب ناسخ سیفی نے محدثِ اعظم پاکستان کے عنوان سے ایک طویل اداریہ لکھا، جس میں محدث کی شان اور حضرت شیخ الحدیث قدس سرہٗ کی خدمات کا جائزہ لیا۔ ذیل کا اقتباس اس اداریہ سے ہے:

" . . . . حضور نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے نزدیک محدث کا بہت بلند مقام ہے اور جو محدث سنت اور حدیث بیان کرنے کے علاوہ اس پر عمل پیرا بھی ہو، تو اس کا مقام اور بھی بلند ہوتا ہے اور وہ فنا فی الرسول کے درجہ تک پہنچ جاتا ہے، اس کی زندہ مثال حضرت علامہ محمد سردار احمد رحمۃ اللہ علیہ محدثِ اعظم پاکستان کی شخصیت کو ہم اپنی آنکھوں سے دیکھ چکے ہیں۔ آپ کی ذات کے متعلق تفصیلی مضامین آج اشاعت میں آپ بالتفصیل مطالعہ کر سکتے ہیں جس سے آپ پر بخوبی واضح ہو جائے گا کہ حضرت شیخ الحدیث نے حدیث کی نشر و اشاعت میں کس قدر محنت، جدوجہد فرمائی اور یہی نہیں، بلکہ آپ نے

---

[1] بحوالہ ہفت روزہ محبوب حق، لائل پور۔ ۶ مارچ ۱۹۶۴ء ص ۴

سنتِ رسول اللہ پر عمل کر کے یہاں کے مسلمانوں کے سامنے خود مثالی حیثیت بھی اختیار کی۔ یہ جد وجہد، محنت اور خلوص آپ کو عشقِ رسول اللہ کے ایک ایسے مقام پر بھی لے گئے، جہاں آپ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی نعت سننے کے علاوہ آپ کا اور کوئی مقصد باقی نہیں رہا تھا۔ ہر وہ مسلمان جو حضور کی شان کو کم کرنے کی گستاخی کا مرتکب ہوتا، آپ کے نزدیک سخت مواخذہ کا اہل سمجھا جاتا اور آپ ایسے گستاخوں کے خلاف برسرِ پیکار ہو جاتے۔ یہی وجہ ہے کہ... لائل پور میں آپ کے خلاف مخالفین نے کیا کچھ نہیں کیا۔ آپ کی علالت کے آخری دو سال میں آپ کے خلاف مخالف پریس اور اخبارات نے آپ پر جس قدر حملے کئے اور آپ نے انہیں برداشت کیا، صبر و تحمل کا ثبوت دیا۔ جب کبھی آپ سے اس سلسلہ میں دریافت کیا گیا، تو آپ نے کہا کہ صبر کرنا بھی حضور کی ایک سنّت ہے، اس لیے صبر و تحمل سے کام لینا چاہیے۔ . . . . . پاکستان میں محدّث تو بے شمار ہیں، مگر علامہ محمد سردار احمد ایسے محدِّث کی شان نرالی تھی اور ہے، جس سے آپ کے مخالفین بھی انکار نہیں کر سکتے۔ . . . . .“

روزنامہ حالات لاہور، ۸ مارچ ۱۹۶۳ء/ ۱۱ شوال المکرم ۱۳۸۲ھ

”بانی جامعہ رضویہ، امامِ اہل سنّت، فدائے شانِ نبوت، محدّثِ پاکستان حضرت شیخ الحدیث مولانا ابوالفضل محمد سردار احمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی ذاتِ گرامی محتاجِ تعارف نہیں۔ آپ ضلع گورداسپور کے رہنے والے تھے اور اجمیر شریف جیسے روحانی مرکز میں تحصیلِ علم کے بعد بریلی شریف جیسے دُنیا ئے اسلام کے مایہ ناز مقام میں اہل سنّت وجماعت کی مرکزی درس گاہ میں ”صدر المدرسین و شیخ الحدیث“ کے بلند پایہ منصب پر فائز رہ چکے تھے۔ . . . .

. . . . کچھ وقت یُوں ہی گزر گیا، اور پھر آہستہ آہستہ خلوص و تقوٰی کی برکت اور حق کی آواز پھیلنے لگی، لوگوں کی آنکھیں کھلنے لگیں۔ عوام کے آنے جانے کا سلسلہ شروع ہوگیا۔ مجمع دن بدن بڑھنے لگا؛ لوگ جوق در جوق آپ کی مجلسِ وعظ میں آنے لگے . . . . دیکھتے ہی دیکھتے تھوڑے ہی عرصہ میں صرف لائل پور ہی کی کایا نہ پلٹی، بلکہ پورا پاکستان اس بے نظیر، پُرخلوص مجاہدانہ مسلسل تبلیغی جدوجہد سے متاثر ہوا . . . .“

روزنامہ جمہورستان، منٹگمری، ۱۵ مارچ ۱۹۶۳ء

”شیخ الحدیث مولانا سردار احمد رحمۃ اللہ علیہ کی ذات بابرکات اور خدماتِ دینِ اسلام سے ہر پڑھا لکھا پاکستانی واقف ہے۔ آپ کی وفات سے پاکستان، اسلام کے ایک عالم سے نہیں، ایک مجاہد سے بھی محروم ہوگیا ہے۔ شیخ الحدیث کی ساری زندگی شریعتِ حقہ پر عمل کرتے گزری ہے اور بھٹکے ہوئے مسلمانوں نے آپ کے چشمۂ فیض سے صرف علم کی پیاس ہی نہیں، بلکہ روحانیت کی تربیت بھی حاصل کی۔ آپ کے طالب علم اور عقیدت مند مُلک کے کونے کونے میں پھیلے ہوئے ہیں ؎

زمن بر آں گلِ عارض غزل سرائم و بس
کہ عندلیب تو از ہر طرف ہزار آنند

مولانا سردار احمد رحمۃ اللہ علیہ ایک صوفی باصفا، پیرِ طریقت، عالمِ باشریعت اور مجاہدِ ملت تھے۔ آپ نے تھوڑی سی مدت میں ایسی حیرت انگیز اور قابلِ رشک خدمات انجام دیں کہ ہر شخص آپ کے اسلامی جوش و جذبہ کا قائل ہوگیا . . . .

آپ کے دارالعلوم کے ماحول کو دیکھ کر سلف صالحین کی یاد تازہ ہوجاتی ہے۔ آپ نے دارالعلوم کے علاوہ ملک کے مختلف حصّوں میں مساجد تعمیر کرائیں، رسائل جاری کرائے،

اسلام کا پیغام گھر گھر پہنچایا اور اپنی علمی و مذہبی عظمت کا لوہا منوایا۔ اسی دارالعلوم کی برکت سے نوّے سے زائد مدارس، دارالعلوم جامعہ رضویہ مظہرِ اسلام کے دامن سے وابستہ ہیں آپ کی عقیدت کا حلقہ کس قدر وسیع تھا؟ اس کا اندازہ اس امر سے لگایا جا سکتا ہے آپ کی نمازِ جنازہ میں شرکت کرنے والوں میں اکابر علماء و مشائخ بھی تھے۔ لائل پور نے اس سے پیشتر نمازِ جنازہ کا ایسا ایمان افروز منظر نہیں دیکھا تھا۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ شیخ الحدیث کی سب سے بڑی خصوصیت یہ تھی کہ ان کا ظاہر و باطن یکساں تھا، بے خوف و بے نیاز تھے۔ حق گوئی اور بے باکی انہیں ورثہ میں ملی تھی۔ انہوں نے ذاتیات سے بالاتر ہو کر اسلام کی تبلیغ کی۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ پاکستان بھر میں آپ نے ایسے سچے اور پکے مسلمان پھیلا دیئے ہیں جو نسلوں تک گمراہی اور بے دینی کے راستے میں سنگِ گراں بن کر حائل رہیں گے۔ دارالعلوم رضویہ، علم کا وہ سرچشمہ ہے جس کے گرد حق کے پروانے ہمیشہ چکر لگاتے رہیں گے۔ حضرت محدثِ اعظم پاکستان ایک طرف تو عالم بے بدل اور فاضل اجل تھے، دوسری طرف وہ ولیٔ کامل اور صوفیٔ اکمل بھی تھے — وہ اگر شہسوارِ میدانِ شریعت تھے، تو خورشیدِ آسمانِ ولایت بھی تھے۔ آپ پر چونکہ شریعت ظاہری غالب تھی، اس لیے آپ کی ولایت کا اظہار عام نہ ہو سکا۔ وفات کے فوراً بعد دنیا پر یہ حقیقت واضح ہو گئی کہ لوگ جسے صرف مظہرِ شریعت سمجھتے تھے، وہ زمانہ کا بلند ولی بھی تھا۔ آپ کے جنازہ پر انوارِ الٰہی کی بارش نے آپ کی ولایت اور درگاہِ کبریا و محبوبِ کبریا صلی اللہ علیہ وسلم میں آپ کی مقبولیت عام انسانوں پر ظاہر کر دی۔ آپ کی کرامات، آپ کی حیاتِ مبارکہ میں بھی اکثر ظہور پذیر ہوئیں اور اربابِ نظر نے آپ کی بے شمار کرامات دیکھیں۔" [1]

---

[1] روزنامہ جمہورستان، منٹگمری، بحوالہ ہفت روزہ محبوبِ حق، لائل پور، ۲۱ فروری ۱۹۶۲ء، ص،

روزنامہ سعادت، لائل پور، یکم جنوری ۱۹۶۳ء

ختم قل شریف کے موقعہ پر روزنامہ سعادت، لائل پور

یکم جنوری ۱۹۶۳ء / ۴ شعبان ۱۳۸۳ھ کا ایک اقتباس

(روزنامہ سعادت، لائل پور نے یکم جنوری ۱۹۶۳ء کی اشاعت میں حضرت شیخ الحدیث قدس سرہٗ کے ختم سوم قل شریف کے موقعہ پر علماء کرام کے بیانات کو درج کیا ہے۔ تین کالم کی چار سطری جلی عنوان کی خبر سے ایک اقتباس ملاحظہ ہو:)

"حضرت شیخ رحمۃ اللہ علیہ نے دینی مدارس کے قیام کے لیے مثالی خدمات سرانجام دی ہیں۔ دینی مدارس کی سرپرستی اور اعانت کے لیے اہل سنت کو متوجہ ہونا چاہیے۔ ختم قل شریف میں حضرت شیخ الحدیث علیہ الرحمہ کی رُوح کو سینکڑوں ختم قرآن شریف کا ثواب بخشا گیا" [1]

مزار حضرت شیخ الحدیث علیہ الرحمہ پر آج پہلی چادر چڑھائی گئی۔

"لائل پور: ۳۱ دسمبر۔ آج صبح ۸ بجے شاہی مسجد جھنگ بازار میں حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد سردار احمد رحمۃ اللہ علیہ کی رُوح کے لیے سینکڑوں ختم قرآن مجید کا ثواب بخشا گیا۔ ختم قل شریف کی تقریب کے موقع پر حضرت مولانا علامہ ازہری صاحب بانی دارالعلوم امجدیہ کراچی اور علامہ مولانا عبدالغفور ہزاروی نے حضرت شیخ الحدیث کی خدمات کو خراج عقیدت پیش کیا . . . . ۔"

---

[1] معظم فی الدین شخصیت کو کوئی شے بخشی نہیں، بلکہ پیش کی جاتی ہے۔ بخشنا تو اپنے سے چھوٹوں کے حق میں متصور ہوتا ہے۔ ایسے موقعوں پر مناسب یہ ہے کہ یوں کہے کہ ایصالِ ثواب کیا گیا۔ فقیر قادری عفی عنہ

حضرت علامہ عبدالغفور ہزاروی کی تقریر کے حوالہ سے اخبار مذکور نے لکھا:

"اہلِ سنّت میں علماء، محدث، عالم، فاضل اور بھی ہیں، مگر حضرت شیخ الحدیث کی شان کچھ نرالی تھی اور یہ شان آپ نے جلوس اور نمازِ جنازہ میں اپنی آنکھوں سے دیکھی ـــــــــــــــــــــــــــــ اور اس اجتماع کے لیے پریس، گورنمنٹ اور وہ ذرائع حاصل نہیں تھے جو لاہور اور ملتان کے حالیہ اس نوعیت کے اجتماعات کو مہیا تھے، مگر اس بے سروسامانی کے باوجود اللہ تعالیٰ نے اپنے نیک بندوں کی شان کا جلوہ دکھایا۔

حضرت شیخ الحدیث، حضور نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے مخلص غلام تھے، اس لیے اللہ تعالیٰ نے اپنے پیارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے غلام کے جنازہ پر انوار و تجلیات کا جو نزول کیا، وہ ہزاروں لوگوں نے اپنی آنکھوں سے دیکھا۔ یہ اس امر کا ثبوت ہے کہ حضرت شیخ الحدیث کا جو مسلک تھا، وہ اس میں حق بجانب تھے۔ پابندیٔ شریعت، سنّتِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا آئینہ تھے۔" [1]

عُرس چہلم حضرت شیخ الحدیث قدس سرہ العزیز کی رُوداد

"لائل پور: ۱۰، ۱۱ شوال (۱۳۸۲ھ / ۷، ۸ مارچ ۱۹۶۳ء) بروز جمعرات، جمعہ مرکزی دارالعلوم اہلِ سنّت وجماعت جامعہ رضویہ مظہرِ اسلام کا چودھواں سالانہ جلسۂ دستارِ فضیلت و محدثِ اعظم پاکستان شیخ الحدیث مولانا محمد سردار احمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا عرس چہلم دھوبی گھاٹ لائل پور کے وسیع میدان میں نہایت تزک و احتشام اور شان و شوکت سے منعقد ہوا، جس میں پاکستان کے طول وعرض سے اکابر و مشاہیرِ علماء کے علاوہ حضرت محدثِ اعظم علیہ الرحمہ کے تلامذہ و مریدین و

---

[1] روزنامہ سعادت، لائل پور، یکم جنوری ۱۹۶۳ء ص ۱

اہلِ عقیدت احباب نے شرکت فرمائی۔ اس موقع پر حضرت محدثِ اعظم کی جلالتِ شان و علمی مقام اور عظمت و شخصیت سے متعلق روزنامہ "حالات" لاہور، روزنامہ "سعادت" لائل پور و لاہور نے شیخ الحدیث و محدثِ اعظم نمبر اور روزنامہ "عوام" لائل پور، روزنامہ "امروز" و "نوائے وقت" لاہور نے خصوصی مضامین شائع کر کے حضرت محدث اعظم پاکستان کو خراجِ تحسین پیش کیا۔

اس تقریب میں شرکت فرما بکثرت علماء میں سے چند حضرات کے اسماء گرامی حسبِ ذیل ہیں:

استاذ العلماء علامہ ابوالبرکات سید احمد صاحب، لاہور

مولانا الحاج مفتی احمد یار خاں صاحب، گجرات

مولانا ابوالکلام صاحبزادہ فیض الحسن صاحب، آلو مہار

صاحبزادہ میاں محمد جمیل احمد صاحب، شرقپور شریف

مولانا عبدالحامد صاحب بدایونی (صدر مرکزی جمعیت علماء پاکستان) کراچی

مولانا علامہ مفتی محمد عمر صاحب نعیمی، محدث کراچی

مولانا علامہ سید احمد سعید کاظمی، ناظم مرکزی جمعیت العلماء پاکستان، ملتان

مولانا غلام معین الدین نعیمی، نائب صدر مرکزی جمعیت العلماء پاکستان

مولانا ابوالنور محمد بشیر صاحب، مدیر "ماہِ طیبہ" کوٹلی لوہاراں، ضلع سیالکوٹ

مولانا عبدالمصطفےٰ صاحب ازہری، کراچی

مولانا مفتی ظفر علی صاحب، کراچی

مولانا قاری محبوب رضا صاحب، کراچی

مولانا سید محمود احمد صاحب، مدیر رضوان، لاہور

مولانا غلام محی الدین صاحب گیلانی، اوکاڑہ

مولانا صاحبزادہ سید محمود شاہ گجراتی

مولانا محمد عنایت اللہ صاحب سانگلہ ہل، وغیرہم کثرہم اللہ تعالیٰ

لائل پور میں اہل سنت وجماعت کا یہ عدیم النظیر جشنِ تبلیغ، علماء واحباب اہلِ سُنّت کی چہل پہل، جلسہ کا عظیم الشان پنڈال اور مزار شریف وجامعہ رضویہ کی رونق وبہار قابلِ دید تھی۔ علماء کرام وبیرونی احباب کے خوردونوش کا وسیع انتظام تھا۔ عوام وخواص میں سے ہر شخص لائل پور میں اہل سنت وجماعت کی تنظیم، وسیع تبلیغ ودینی کارنامے اور ایمان افروز مناظر دیکھ کر شاداں وفرحاں تھا اور تھوڑے سے عرصہ میں حضرت محدثِ اعظم پاکستان کی تبلیغی جدوجہد اور دینی خدمات کا یہ عظیم ثمرہ دیکھ کر، آپ کے خلوص وللّٰہیت اور عظمت وجلالت کا اعتراف اور آپ کو پُرخلوص خراجِ تحسین پیش کرتا ہوا نظر آرہا تھا اور آپ اپنے ان عظیم دینی کارناموں کی بناء پر زندۂ جاوید معلوم ہورہے تھے۔

نمازِ جمعہ سے قبل، تقاریر کے بعد حضرات علماء کرام نے اپنے مبارک ہاتھوں سے جگر گوشۂ شیخ الحدیث صاحبزادہ محمد فضلِ رسول صاحب کو دستارِ سجادگی اور بچاس فارغ التحصیل علماء وحفاظ وقراء کو دستارِ فضیلت سے مشرف فرمایا۔

رات کی آخری نشست میں تقاریر وصلوٰۃ وسلام اور دُعائے خیر کے بعد کثیر التعداد علماء واحباب نے نہایت محبت وعقیدت وخلوص کے ساتھ ڈیڑھ بجے رات حضرت محدثِ اعظم کے مزار شریف پر چادریں چڑھائیں اور ختم شریف وفاتحہ خوانی کے بعد اس نورانی تقریب کا بخیر وخوبی اختتام ہوا۔

جلسۂ دستارِ فضیلت وعرس چہلم کی آخری نشست میں حسبِ ذیل تین قراردادیں بالاتفاق پاس کی گئیں؛

۱۔ عائلی قوانین:

مسلمانانِ اہلِ سنّت وجماعت لائل پور کا یہ عظیم اجتماع حکومتِ پاکستان سے مطالبہ کرتا ہے کہ حضرات علماء کی نشان دہی کے مطابق کتاب وسنت اور ائمہ اُمت کی تصریحات کی روشنی میں عائلی قوانین کی خلافِ شرع دفعات میں ترمیم کی جائے کیونکہ عائلی قوانین، اپنی موجودہ شکل میں اسلامیانِ پاکستان کے لیے ہرگز قابلِ قبول نہیں۔

۲۔ ثقافت وکلچر:

مسلمانانِ اہلِ سنّت وجماعت لائل پور کا یہ عظیم اجتماع حکومتِ پاکستان سے مطالبہ کرتا ہے کہ ثقافت وکلچر کے نام پر ملک میں ناچ، گانے شراب نوشی اور بے حیائی کے فروغ کا جو سلسلہ شروع ہے، اس کو ممنوع و جُرم قرار دیا جائے ـــ بالخصوص سکولوں اور کالجوں میں اس کی کُھلی ممانعت کی جائے اور اس کی بجائے فوجی تربیت کو لازمی قرار دیا جائے۔

۳۔ مسئلہ کشمیر:

یہ اجتماع حکومت پر واشگاف الفاظ میں یہ واضح کر دینا چاہتا ہے کہ کشمیر کی تقسیم ہمیں کسی صورت میں قبول نہیں ہوگی۔ کشمیر کو بزورِ بازو حاصل کرنے کے لیے معاشرہ کو اسلامی ڈھانچے میں ڈھالا جائے اور اسلامیانِ پاکستان میں جذبۂ جہاد بیدار کیا جائے۔" [1]

---

[1] (ا) ہفت روزہ رضائے مصطفیٰ، گوجرانوالہ ـ ۲۵ رشوال المکرم ۱۳۸۲ھ، ص ۶

(ب) ہفت روزہ سوادِ اعظم، لاہور، ۲۲ر مارچ ۱۹۶۳ء، ص ۴، ۵، ۶

نوٹ: ہفت روزہ سوادِ اعظم، لاہور کے مذکورہ شمارہ میں عرسِ چہلم میں علماء کرام کی تقاریر کے اقتباسات بھی درج کیے ہیں ـ فقیر قادری عفی عنہ

ہفت روزہ رضائے مصطفےٰ گوجرانوالہ، شعبان ۱۳۸۲ھ

"۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ وصال سے دو تین روز قبل آپ نے زیادہ باتیں نہیں کیں اور زبان شریف زیادہ تر اللہ اللہ کے ذکر میں مشغول رہی۔ عالمِ نزع کے وقت کسی گھبراہٹ اور شدت و پریشانی کے آثار ظاہر نہیں ہوئے۔ ذکر کا سلسلہ ختم ہوتے پر اور اللہ اللہ کی آواز بند ہونے سے ہی حاضرین کو معلوم ہوا کہ آپ کی رُوح قفسِ عنصری سے پرواز کر گئی ہے۔ آپ کی رحلت کی خبر ریڈیو، اخبارات، تار، ٹیلی فون کے ذریعے آناً فاناً سارے ملک میں پھیل گئی۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ بکثرت لوگوں نے مشاہدہ کیا کہ جب آپ کا جنازہ جا رہا تھا، تو خاص آپ کی میت مُبارک پر مسلسل ایک چمک، نورانیت اور بارانِ رحمت کا ترشح ہوتا ہوا نظر آ رہا تھا۔ جنازہ مبارکہ کے جلوس میں کلمہ تشہد، ذکر پاک، نعرہ ہائے تکبیر و رسالت اور محدثِ پاکستان زندہ باد، قبلہ شیخ الحدیث زندہ باد، عاشقِ رسول زندہ باد کا سلسلہ شروع سے آخر تک جاری رہا اور نمازِ ظہر کے بعد اڑھائی بجے گول باغ لائل پور کے میدان میں لاکھوں افراد نے نمازِ جنازہ ادا کی۔ ہجوم کا یہ عالم تھا کہ گول باغ جیسے وسیع و طویل و عریض میدان کی وسعتیں تنگ ہو گئیں اور مجمع کناروں سے چھلک پڑا۔ جنازہ میں شرکت فرمانے والے حضرات میں کراچی سے لے کر پشاور تک کے احباب تھے، جن میں پاکستان کے مشاہیر، چوٹی کے عُلماء و سجادہ نشین حضرات شامل تھے۔" [1]

---

[1] ہفت روزہ رضائے مصطفےٰ، گوجرانوالہ۔ شعبان ۱۳۸۲ھ
بحوالہ ماہنامہ نوری کرن، بریلی، مارچ، اپریل ۱۹۶۳ء

ہفت روزہ سوادِ اعظم لاہور

۷ر شعبان المعظم ۱۳۸۲ھ / ۴ر جنوری ۱۹۶۳ء

"موت العالِم موت العالَم"

یہ خبر انتہائی رنج و اندوہ سے سُنی جائے گی کہ دنیائے سُنیّت کا ماہتاب شیخ الحدیث حضرت علامہ مولانا سردار احمد صاحب رضوی محدّثِ پاکستان رحمۃ اللہ علیہ طویل علالت کے بعد مؤرخہ یکم شعبان شب جمعہ ایک بج کر بیس منٹ (صحیح چالیس منٹ ہے) پر کراچی میں واصلِ بحق ہو گئے۔ انّا للہ وانّا الیہ راجعون۔

آپ کا جنازہ کراچی سے لائل پور، جامعہ رضویہ مظہرِ اسلام تین شعبان بروز یکشنبہ لایا گیا اور دھوبی تلہ کے وسیع و عریض میدان میں چار لاکھ کے قریب عقیدتمندوں نے نمازِ جنازہ ادا کی۔ نمازِ جنازہ میں اس خادم نے بھی شرکت کی۔ اسی شام کو جامع مسجد اہل سنّت میں مدفون کیے گئے۔ وحدتِ مغربی پاکستان کے ہزارہا جیّد و اکابر علماء کرام نے شرکت فرمائی۔ تفصیلی حالات آئندہ ملاحظہ فرمائیں۔

ادارہ اس سانحۂ عظیمہ کو ملّتِ حنیف کے لیے ناقابلِ تلافی نقصانِ عظیم سے تعبیر کرتا ہے۔ افسوس کہ اس قحط الرجال کے زمانہ میں چُن چُن کر ہمارے اکابر اُٹھتے جا رہے ہیں اور میدانِ عمل سُونا ہوتا جا رہا ہے۔ بجز صبر و رضا کے مشیّتِ الٰہی پر کوئی چارہ کار نہیں۔ مولا تعالیٰ حضرت شیخ الحدیث مرحوم کو اعلیٰ درجات پر فائز کرے اور تمام سنیّوں کو صبر و تحمّل کی قوت عطا فرمائے اور آپ کی جسمانی یادگار فرزند و عیال اور رُوحانی و علمی یادگار جامعہ رضویہ مظہرِ اسلام کو اس نقصانِ عظیم کے برداشت کرنے کی صلاحیت بخشے اور تا ابد دائم و برقرار رکھے۔ آمین!

غمزدہ سُنّی، غلام معین الدین نعیمی عفرلہٗ

ہفت روزہ سوادِ اعظم، لاہور

۱۴ر شعبان المعظم ۱۳۸۲ھ / ۱۱ر جنوری ۱۹۶۳ء

قبلۂ دارین ابوالفضل محمد سردار احمد (رحمہ اللہ)

۱۹۶۲ء

"اس خدمتِ دین و تعمیر ملک و ملت کے دوران محض اعلاء کلمۃ الحق کے جرم میں مخالفین و دشمنانِ دین کی طرف سے آپ کے خلاف جو خطرناک سازشیں ہوئیں، حملے اور طوفان برپا ہوئے اور بدتمیزی، بے حیائی، حواس باختگی و ڈھٹائی کا جو مظاہرہ کیا گیا، وہ ایک الگ داستان ہے۔ کہنا صرف یہ ہے کہ یہ سارے حوصلہ شکن و ہوش رُبا منظم ہنگامے اس مردِ مجاہد، امامِ اہل سنت کی خداداد ہمت و استقامت کے سامنے ہیچ ثابت ہوئے۔ اتنے زبردست و ہولناک طوفان دیکھ کر نہ اُس کی آواز میں نرمی آئی نہ چال میں کمزوری۔ نہ پیشانی پر شکن پڑی اور نہ پاؤں میں لغزش واقع ہوئی۔ وہ اسی طرح گرجتا اور برستا رہا۔ اپنے کردار کی مضبوطی اور گفتار کی صداقت کا مظاہرہ اور اپنے عقیدہ و مذہب کی حقانیت کا ڈنکا بجاتا رہا۔

ہوا تھی گو تند و تیز، لیکن چراغ اپنا جل رہا تھا
وہ مردِ درویش، جس کو حق نے دیئے انداز خسروانہ"

ہفت روزہ سوادِ اعظم، لاہور، ۱۴ شعبان المعظم ۱۳۸۲ھ / ۱۱ جنوری ۱۹۶۳ء

"۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ آپ کے فیوض و برکات سے مست فیض اور علم و فضل، حقانیت و صداقت، تحمّل و بُردباری، اخلاق و انکساری (سے جس) شہر میں ایک محفلِ میلاد بھی منعقد نہیں ہو سکتی تھی، اس شہر میں محلوں، گلی کوچوں اور کوچوں میں محافلِ میلاد و مجالسِ وعظ کا اہتمام ہونے لگا اور بلا مبالغہ سارا شہر اللہ کے پیارے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کے ذکرِ پاک و نعرہ ہائے رسالت اور اہلِ سنت کی حقانیت کے نغمات سے گونجنے لگا۔ دن درس و تدریس اور راتیں وعظ و تقریر میں بسر ہونے لگیں۔ آپ نے نہایت ہمت و جرأت سے علی الاعلان حق کا اظہار فرمایا۔ بھٹکے ہوئے عوام کو مذہبِ حق اہلِ سنت سے روشناس کرایا اور اہلِ سنت و جماعت کے خلاف پھیلائے (ہوئے) اعتراضات و شبہات کا ازالہ فرمایا اور لوگوں کے دیکھتے دیکھتے تھوڑے ہی عرصہ میں صرف لائل پور ہی کی کایا نہ پلٹی، بلکہ پورا پاکستان اس بے نظیر، پُر خلوص، مجاہدانہ مسلسل تبلیغی جدوجہد سے متاثر ہوا۔ جامعہ رضویہ مظہرِ اسلام بھی برابر ترقی کے مراحل طے کرتا رہا اور اپنی جامعیت، حیرت انگیز و سنہری کارناموں کی بدولت بہت جلد مرکزی حیثیت و بلند پایہ مقام حاصل کر لیا۔ دیندار طبقہ کی توجہات جامعہ رضویہ کی طرف مرکوز ہو گئیں اور پورا ملک اس سے مستفیض ہونے لگا۔ حضرت شیخ الحدیث کے اس بے مثال تاریخی کارنامہ سے بزرگانِ اسلاف و ائمۂ اکابر کی یاد تازہ ہو گئی۔ تبلیغ و خدمتِ دین کا یہ وسیع ترین سلسلہ بلا شبہ آپ کی زندہ کرامت ہے اور تن تنہا اتنی انتھک جدوجہد اور تنہا انجام دیا آپ کا لائقِ تقلید ناقابلِ فراموش کارنامہ ہے اور اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ ماشاء اللہ آپ پر رب تعالیٰ کا خاص فضل و کرم ہے۔ پیارے محبوب مصطفیٰ (علیہ التحیۃ والثناء) کی نظرِ رحمت ہے اور شاہِ بغداد و گنج بخش و اعلیٰ حضرت (رضی اللہ عنہم) کا خصوصی فیض و برکت ہے۔"

ماہنامہ نوری کرن، بریلی

رمضان المبارک ۱۳۸۲ھ / فروری ۱۹۶۳ء

"حادثۂ عظمیٰ"

آسماں را حق بود، گر خوں ببارد، برزمیں

کارساز مدبر السمٰوات والارض جب قوم و ملت کو اپنی رحمتِ کاملہ سے نوازنا چاہتا ہے، تو قوم میں علمائے اُمت اور حق پسند علماء ملت کی تخلیق ہوتی ہے اور یہی وہ نفوسِ قدسیہ ہوتے ہیں کہ جن کی برکات سے قوم و ملت نہ صرف صراطِ مستقیم پر چلتے ہیں، بلکہ انہیں کے فیوض کی بدولت قوم و ملت کو دینی و دنیوی کامرانیوں اور کامیابیوں، دنیوی و اُخروی فوز و فلاح کی برکتیں بھی حاصل ہوتی ہیں ——— اور جب یہ نفوسِ قدسیہ ملت کی صفوں میں سے اپنی جگہ خالی کر جاتے ہیں، تو صرف قوم و ملت ہی نہیں، زمین و آسمان بھی ان کی حیاتِ ظاہری کا سلسلہ ختم ہونے پر خون کے آنسو بہاتے ہیں۔ قدرت ان مقدس ہستیوں کو قوم و ملت میں اس وقت تک باقی رکھتی ہے، جب تک ان کا فرضِ منصبی اختتام تک نہ پہنچ جائے اور جب تک یہ قدسی صفت انسان اپنے فرض کو مکمل کر لیتے ہیں، تو پھر قدرت اُن کو اپنے جوارِ رحمت میں طلب فرما لیتی ہے ——— جس طرح کوئی مجازی افسر اپنے صوبے یا علاقے میں اُس وقت تک باقی رہتا ہے، جب تک وہ اپنے فرائض کی تکمیل نہ کر لے۔ اس افسر کا کام یا فرض پورا ہونے پر اس کا بالادست حاکم اس کو اس علاقے سے تبدیل کر کے کسی دوسرے بہتر علاقے میں اس کو بھیج دیتا ہے۔

ـــــــــ بلاتشبیہ یہی کیفیت ان صُلحائے اُمّت و علمائے ملّت کی ہوتی ہے کہ ان کا وجود مقدّس قوم میں اس وقت تک باقی رہتا ہے، جب تک وہ قوم کو منشاء قدرت کے تحت زندگی بسر کرتا ہوا نہ دیکھ لیں اور جب وہ یہ فرض خوشگوار انجام تک پہنچا دیتے ہیں، تو پھر دستِ قدرت ان کو اپنی رحمتوں اور نعمتوں سے نوازنے کے لیے اپنے حضور میں طلب کر لیتا ہے ـــــــــ یہ دوسری بات ہے کہ قوم و ملّت اس کو اپنا ایسا ناقابلِ تلافی حادثہ تصوّر کرتے ہیں کہ صدیوں تک جس کی تلافی نہیں ہو سکتی اور حقیقۃً ہے بھی ایسا ہی ـــــــــ ان نفوسِ قدسیہ کی رحلت سے اس خیر و برکت کا بظاہر انقطاع ہو جاتا ہے جس سے پوری قوم کی قوم اور قوم کا ایک ایک فرد فیض یاب ہوتا ہے ـــــــــ یہ کِسے علم تھا اور یہ کس کو معلوم تھا کہ ہند و پاک کے تمام سُنّیوں کو پے در پے حادثات کا شکار ہونا ہے اور ـــــــــ محدّثِ اعظم، ابوالحسنات اور ملک العلماء کی سوگواری اور محفلِ ماتم سے فرصت بھی نہ ملے گی کہ محدّثِ پاکستان حضرت مولانا سردار احمد صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے لیے بھی خون کے آنسو رونا پڑیں گے ـــــــــ صفِ ماتم اُٹھنے بھی نہ پائے گی کہ پھر نوحہ و شیون اور نالہ و ماتم کی فریادوں سے فضائے آسمانی تک گونج اُٹھے گی ـــــــــ آہ! کس کو یقین تھا کہ محدّثِ اعظم پاکستان اتنی جلد اور اس قدر عجلت کے ساتھ ہماری صفوں میں اپنی جگہ خالی چھوڑ جائیں گے ـــــــــ نگاہیں بے اختیار ان کو تلاش کریں گی، لیکن ان کا جسدِ ظاہری آنکھوں سے اوجھل ہی رہے گا ـــــــــ کس قدر منحوس تھی وہ رات، کہ جس رات میں علم و فضل کا یہ آفتابِ درخشندہ غروب ہو گیا ـــــــــ اور کتنی نحس تھیں، وہ ساعتیں، کہ وہ سردار احمد، جو آسمانِ اہلِ سنّت کا بدرِ کامل تھا، گہن میں آ گیا۔

——— ہاں! وہ سردارِ احمد، جس کی زندگی کی ایک ایک ساعت،
عظمتِ مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کا نشان بُلند کرنے میں صرف ہوئی ———
ہاں وہی سردار احمد، جس نے لائل پور کی وہابیت خیز سرزمین پر عَلمِ عظمتِ رسالت
بُلند کیا، جس نے بے سرو سامانی کے عالم میں خدا اور رسول (جل وعلا وصلی اللہ تعالیٰ
علیہ وسلم) کے بھروسہ پر تبلیغِ سُنّیت کا آغاز کیا ——— اور
دیکھنے والی آنکھوں نے دیکھ لیا کہ پندرہ سال (صحیح تیرہ برس ہے، فقیر قادری عفی عنہ)
کے قلیل عرصہ میں لائل پور پاکستان کا مرکزِ سُنّیت بن گیا ———
مظہرِ اسلام، اس وقت کا ایک معمولی مدرسہ، جامعہ اہل سُنّت میں تبدیل
ہوگیا ——— ہاں وہی سردار احمد، جس کی خدمات واشاعتِ دین
تاقیامِ قیامت زمانے کے لَوح پر ثبت رہیں گی ——— ہاں وہی
سردار احمد، جو سُنّیوں کا محبوب رہنما تھا ——— ہاں وہی سردار احمد،
جو دوستوں کی نگاہوں میں پھُول اور دشمنانِ رسالت کی نگاہوں میں کانٹے کی طرح
کھٹکتا تھا ——— اور جس کی ذات سے فضائے اسلام سرسبز و
شاداب تھی ——— وہ نوجوان اور قوی دل، مگر بدنی لحاظ سے کمزور وضعیف سردار احمد،
سُنّیوں کا محبوب رہنما، ناموسِ رسالت کا محافظ، دشمنوں کی کفری وطاغوتی شورشوں کو
حرفِ باطل کی طرح مٹا دینے والا ——— اپنی حیاتِ ظاہری کی آخری
سانسوں تک محافظ ناموسِ رسالت و ملت بنا رہا ——— ہاں وہی سردار احمد،
جس کا نام سُن کر ہی وہابیہ دیابنہ کی جماعتوں میں زلزلہ آجاتا تھا ———
اور جس کے شیرانہ حملوں نے وہابیہ کے مایہ ناز مناظر منظور کو ایسا پردہ نشین بنا دیا
کہ مناظرہ کے نام ہی سے توبہ کرلی ——— ہاں وہی مطلوبِ قدرت و
محبوبِ رسالت سردار احمد ——— جس کی خبرِ وفات نے

دُنیائے سُنیت میں تہلکہ مچا دیا۔ ہزاروں، ہزاروں نہیں لاکھوں، لاکھوں نہیں، بلکہ کروڑوں آنکھیں جس کی خبرِ وفات سُن کر اشک بہانے لگیں ——— اور جس کے آخری دیدار اور جنازہ میں شرکت کے لیے پورا مغربی پاکستان، کراچی سے پشاور تک لائل پور پہنچ گیا ——— یہ حادثہ ایسا معمولی حادثہ نہیں کہ جس کے زخم کو زمانے کا بے درد ہاتھ مندمل کر دے ——— یہ تو وہ ناسور ہے جس کی تکلیف قوم و ملت دنوں تک محسوس کرتے رہیں گے ——— جذبات کا تقاضا ہے کاش اس مردِ مجاہد سے ابھی ہماری صفیں خالی نہ ہوتیں ——— لیکن جذبات اس پر قادر نہیں کہ وہ قضا و قدر کے احکام اور مشیّت کی مرضی پر حاوی ہو سکیں ——— بہر حال قدرت کی مرضی پوری ہو کر ہی رہتی ہے۔ ہم اپنی نم آلود آنکھوں اور غم رسیدہ قلب کے ساتھ یہ سطور تحریر کر رہے ہیں ——— جذباتِ قلب سیلاب کی طرح اُمڈے چلے آ رہے ہیں، لیکن پھر بھی ہمیں اپنے جذبات پر کنٹرول کرنا ہے ——— صبر و ضبط کو اُن کی حدوں تک محدود رکھنا ہے۔ فریاد و فغاں وہیں تک مستحسن ہے کہ اس کا تصادم مشیّتِ الٰہی سے نہ ہونے پائے ———

ہمارے پاس محدثِ پاکستان کو خراجِ عقیدت پیش کرنے کے لیے الفاظ کے سوا اور کچھ نہیں ——— اور الفاظ کی تنگ دامانی کا بھی ہمیں احساس ہے ——— اس لیے اس غم انگیز حادثے پر ہم صرف اتنا ہی کہہ کر صبر کر سکتے ہیں کہ ———

آسماں را حق بود گر خوں ببارد بر زمیں“ [۱]

---

[۱] ماہنامہ نوری کرن، بریلی - فروری ۱۹۶۳ء (اداریہ) ص ۳، ۴

ماہنامہ نوری کرن، بریلی، فروری ۱۹۶۳ء

حضرت شیخ الحدیث قدس سرہٗ کے وصال پر دیگر اخبارات ورسائل کی طرح ماہنامہ نوری کرن، بریلی نے آپ کی تعزیت میں ماہِ فروری ۱۹۶۳ء میں اداریہ لکھا، جو آپ نے گزشتہ صفحات میں ملاحظہ فرمایا۔ اسی شمارہ میں مدیر نوری کرن نے دو مقامات پر جلی طور پر اعلان فرمایا کہ آئندہ شمارہ محدثِ اعظم پاکستان نمبر ہوگا، چنانچہ مارچ اور اپریل ۱۹۶۳ء کی اشاعت کو یکجا کرکے ماہنامہ مذکور نے ایک ضخیم وعظیم نمبر شائع کرکے حضرت محدث اعظم پاکستان علیہ الرحمہ کے حضور خراجِ عقیدت پیش کیا۔ یہ نمبر آج بھی یادگار ہے اور حضرت شیخ الحدیث قدس سرہٗ کی سوانح وسیرت میں بنیادی ماٰخذ ہے۔

ذیل میں نوری کرن، بریلی کے خصوصی شمارہ کے اداریے کا ایک اقتباس ملاحظہ ہو:

"محدثِ اعظم پاکستان کی وفات تنہا ایک ذات کی وفات نہیں، پوری ملتِ اسلامیہ کی وفات اور کُل عالمِ اسلام کا نقصانِ عظیم ہے ـــــــ اور ایسا نقصانِ عظیم کہ بظاہر جس کی تلافی محال نظر آتی ہے ـــــــ صبح وشام کی گردشیں، خورشید وقمر کا طلوع وغروب، انقلاباتِ عالم کروٹیں بدلتے رہیں گے ـــــــ باغ ولالہ زار پر بہاریں بھی آتی رہیں گی، ہزاروں نرگس بھی اپنی بے نوری کا ماتم کرتی رہے گی، لیکن اب ایسا "دیدہ ور، صاحبِ نظر" آنکھیں مشکل ہی سے دیکھ سکیں گی ـــــــ ایسا "رازدان ورازدارِ فطرت" ـــــــ "جو اپنی ذات میں اک انجمن تھا" ـــــــ اور ـــــــ بہت لگتا تھا جی محفل میں جس کی" ـــــــ صدیوں کیا، قرنوں نظر نہ آئے گا ـــــــ محفل خالی رہے گی اور صدر نشین محفل کی مسند بھی خالی رہے گی ـــــــ انجمنیں آباد بھی ہوں گی اور ویران بھی، لیکن ایسا زینتِ انجمن جو جانِ انجمن تھا، اب رونق افزائے انجمن نہ ہوگا۔ اقبال نے مردِ مومن کا نشان

بتاتے ہوئے کہا تھا کہ ؏

"چوں مرگ آید تبسم بر لبِ اوست"

اور سینکڑوں، ہزاروں نے نہیں، لاکھوں آنکھوں نے حواس و ہوش اور بیداری کے عالم میں دیکھا کہ یہ وہی مردِ مومن تھا جس نے مسکرا کر موت کا استقبال کیا اور حیاتِ ظاہری کے آخری انفاس تک اور بظاہر جسم و جان کا رابطہ منقطع ہونے پر بھی، جس کے لبوں پر خوش گوار تبسم کی موجیں تھیں ———

محدثِ اعظم پاکستان رخصت ہو گئے، لیکن وہ موت سے ہمکنار ہونے کے بعد بھی قدم قدم پر نشانِ منزل کا پتہ دے رہے ہیں ——— اور یہ منزل ہے عظمتِ مصطفیٰ کی منزل ——— جانے والے تجھ پر خدا کی رحمتیں ہوں ——— دربارِ رسالت میں دائمی شرفِ باریابی پانے والے! صبح و شام تجھ پر انوارِ الٰہی کی بارش ہو ——— تیری زندگی بھی برکت و نعمت تھی اور تیری موت بھی نعمت و برکت ہے ——— ایسی موت پر ہزار زندگیاں قربان ——— تیرا نقشِ قدم آج بھی، اور آج ہی نہیں تا قیامِ قیامت آنے والی نسلوں کے لیے خضرِ راہ بن کر رہنمائی کرتا رہے گا اور تیری تعلیمات کی روشنی میں رہزنانِ دین و ایمان سے بچ کر قافلے عظمتِ مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی بلند و بالا منزل تک پہنچتے رہیں ——— اس دنیائے فانی سے رخصت ہو جانے والے ہم تیری روحِ پاک کو شاہد بنا کر عہد کرتے ہیں کہ زندگی کی راہوں میں راہِ حیات کے ہر مشکل پیچ و خم اور سنگلاخ راستوں میں تیرے درسِ عمل کو نہ صرف یاد رکھیں گے، بلکہ اُسے اپنی زندگی کا دستور العمل، بلکہ نصب العین بنا کر اپنی منزل تک ہی بڑھتے ہی چلے جائیں گے۔ یہاں تک کہ ناشناسانِ حقیقت کو عظمتِ رسالت کی حقیقت سے آشنا کر دیں ؎

ہزاروں رحمتیں ہوں اے امیرِ کارواں تجھ پر
کہ گمراہوں کو منزل کا بتایا ہے نشاں تو نے" [1]

---

[1] ماہنامہ نوری کرن، بریلی، (محدثِ اعظم پاکستان نمبر) مارچ، اپریل ۱۹۶۳ء (اداریہ) ص ۶۳

ماہنامہ السعید، ملتان، فروری ۱۹۶۳ء

"آسمانِ قادریت کے آفتاب و ماہتاب

اور

شمعِ شبستانِ رضویت کے چراغ

دُنیائے نسبت کی نگاہوں سے رُوپوش ہوگئے۔

ملک العلماء حضرت مولانا ظفرالدین صاحب بہاری اور محدثِ اعظم پاکستان

حضرت مولانا سردار احمد صاحب لائل پوری کا سانحۂ ارتحال۔

رجب المرجب میں حضرت ملک العلماء مولانا ظفرالدین بہاری قادری رضوی قدس العزیز اور شعبان المعظم میں محدثِ اعظم پاکستان حضرت مولانا سردار احمد صاحب لائل پوری قادری رضوی رحمۃ اللہ علیہ کا وصال عالمِ اسلام کے لیے ایک عظیم المیہ ہے حضرت ملک العلماء علیہ الرحمہ کی جُدائی کے تازہ زخم پر حضرت محدثِ پاکستان علیہ الرحمۃ والرضوان کے وصال کا جو شدید زخم اہلِ سنت کے قلب و جگر پر لگا ہے، اس کا اندمال ممکن نہیں۔

۲۹ دسمبر تقریباً صبح چار بجے لائل پور سے شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد سردار احمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے وصال کی رُوح فرسا اور جانکاہ خبر بذریعہ فون مدرسہ انوار العلوم میں پہنچی۔ یہ دل اندوہ خبر بجلی کی طرح سارے شہر میں پھیل گئی۔ ہر شخص غم کی تصویر نظر آتا تھا۔ ہر آنکھ اشکبار تھی، کاروبار بند کر دیئے گئے۔ مدرسہ میں تعطیل کا اعلان کر کے قرآن خوانی کا انتظام کیا گیا اور پھر لائل پور بذریعہ فون تصدیق کی گئی۔ کراچی سے بھی حضرت مولانا عبدالحامد صاحب نے مدرسہ انوار العلوم (ملتان) میں فون کر کے غزالی وقت علامہ احمد سعید صاحب کاظمی دامت برکاتہم کو بتایا کہ حضرت کا تابوتِ مبارک بذریعہ

شاہین ایکسپریس لائل پور روانہ کیا جا چکا ہے۔ یہ دن اہلِ سنت کے لیے قیامتِ صغریٰ سے کم نہ تھا۔ ساری رات بے قراری کے عالم میں گزری۔ ملتان کے مضافات شہروں اور قصبات سے لوگ حضرت غزالیٔ وقت کی خدمت میں اس خبر کی تصدیق کے لیے آتے رہے

۳۰ دسمبر کی صبح کو ملتان چھاؤنی اسٹیشن پر حضرت غزالیٔ وقت اپنے خدام کے ہمراہ اسی شاہین ایکسپریس میں سوار ہوئے جس میں حضرت محدثِ پاکستان رحمۃ اللہ علیہ کا تابوت مبارک آرہا تھا۔ اس خاص ڈبہ میں جاکر فاتحہ پڑھی اور ان کے ہمراہیوں سے حضرت کے وصال کی کیفیات دریافت فرمائیں۔ ہر اسٹیشن پر کافی تعداد میں لوگ گاڑی میں سوار ہوتے چلے گئے۔ شاہین ابھی لائل پور اسٹیشن سے کئی میل دور تھی کہ ریلوے لائن کے دورویہ مردوں، عورتوں اور بچوں کا ہجوم صرف اس گاڑی کو دیکھنے کے لیے جمع تھا جس میں حضرت شیخ الحدیث رحمۃ اللہ علیہ وصال کے بعد آخری سفر فرما رہے تھے۔ جب گاڑی اسٹیشن لائل پور پر پہنچی، تو پلیٹ فارم، اسٹیشن کی عمارات اور درختوں پر اس قدر ہجوم تھا کہ کہیں تل دھرنے کو جگہ نہ تھی۔ جب حضرت کا تابوت شریف اٹھایا گیا، تو عجیب منظر تھا۔ لائل پور کے تمام ایریا میں انسانوں کا ایک سمندر ٹھاٹھیں مارتا ہوا نظر آرہا تھا۔

حضرت مولانا سردار احمد رحمۃ اللہ علیہ شیخ الحدیث جامعہ رضویہ لائل پور کی وفات حسرت آیات، اہلِ سنت کے لیے بہت بڑا قومی حادثہ اور مذہبی سانحہ ہے۔ آہ! کل تک ہم جنہیں دامت برکاتہم العالیہ لکھتے تھے، آج انہیں رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہوئے ہمارا قلم تھرا رہا ہے۔ ہمارا دل عقل کا ساتھ دیتے ہوئے لرز رہا ہے۔

مرحوم نے جس قدر مذہبِ اہلِ سنت کی خدمت کی ہے، وہ محتاجِ بیان نہیں۔ آپ نے لائل پور جیسی سنگلاخ زمین میں، جہاں کمالاتِ مصطفوی کا بیان کرنا صرف جرم ہی نہیں، بلکہ ناقابلِ معافی جرم سمجھا جاتا تھا، وہاں کے در و دیوار کو ذکرِ مصطفےٰ سے شناسا کرایا۔

لائل پور کے کوچے کوچے میں مذہب کی تبلیغ کی تکلیفیں اٹھائیں، مصیبتیں جھیلیں لیکن اس مردِ آہنی کے پائے ثبات کو کوئی باطل قوت متزلزل نہ کر سکی۔

حضرت ممدوح گنتی کے ان اکابرین میں سے تھے جن کا وجود کشتیٔ سنیت کے لیے ناخدا سمجھا جاتا ہے، جن کے دم قدم سے گلشنِ سُنیت سرسبز و شاداب ہے۔

آپ نے نہایت دشوار گزار وادیوں سے گزر کر لائل پور میں جامعہ رضویہ کی بنیاد رکھی۔ یہ دارالعلوم اہل سنت کے مرکزی مدارس میں سے ایک ہے جہاں تشنگان علم و معرفت نے اس سرچشمۂ فیوض و برکات سے استفادہ کیا اور آج ہزاروں کی تعداد میں آپ کے مریدین اور تلامذہ ملک کے طول و عرض میں پھیلے ہوئے ہیں اور دینِ متین کی خدمات انجام دے رہے ہیں۔

حضرت ممدوح کا جنازہ جس شان و شوکت سے ہوا اور جس قدر مجمع کثیر تھا، شاید ہی تاریخ اس کی مثال پیش کر سکے۔ ایک محتاط اندازہ کے مطابق جنازہ میں شرکت کرنے والے افراد اڑھائی تین لاکھ سے کم نہیں ہوں گے۔ دنیائے اسلام کی اس عظیم ترین محبوب شخصیت کو سُنی (رضوی) جامع مسجد لائل پور کے ملحقہ حجرہ میں مدفون کیا گیا۔

اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ

اللہ تعالیٰ اپنے حبیب مکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا صدقہ حضرت ممدوح کو جنّت الفردوس میں بلند مقام عطا فرمائے۔ اراکین مدرسہ انوار العلوم ملتان اور ادارہ "السعید" کے کارکن پس ماندگان کے غم میں برابر کے شریک ہیں۔" [1]

---

[1] ماہنامہ "السعید" ملتان، فروری ۱۹۶۳ء ص ۳۴، ۳۵

نوٹ: ماہنامہ السعید، ملتان کا مذکورہ شمارہ جناب خلیل احمد، منڈی جہانیاں کی وساطت سے دستیاب ہوا، جس کے لیے ہم اُن کے شکر گزار ہیں۔ فقیر قادری عفی عنہ

ماہنامہ ماہِ طیبہ، کوٹلی لوہاراں ضلع سیالکوٹ

رمضان المبارک ۱۳۸۲ھ / فروری ۱۹۶۳ء

محدثِ پاکستان شیخ الحدیث حضرت مولانا ابوالفضل محمد سردار احمد صاحب لائل پوری انتقال فرما گئے

إِنَّا لِلّٰهِ وَإِنَّا إِلَيْهِ رَاجِعُوْنَ

"ہم یہ خبر انتہائی رنج وغم کے ساتھ شائع کر رہے ہیں کہ سرتاجِ اہلِ سُنّت شیخ الحدیث حضرت مولانا ابوالفضل محمد سردار احمد صاحب ۲۸-۲۹ ر دسمبر ۱۹۶۲ء جمعہ وہفتہ کی درمیانی شب کو اس عالمِ فانی سے انتقال فرما کر عالمِ جاودانی کو تشریف لے گئے۔ انا للّٰہ وانا الیہ راجعون۔ اس خبرِ وحشت اثر سے ہر سُنّی مسلمان دم بخود ہو کر رہ گیا اور سب کی آنکھیں پُرنم ہو گئیں۔ حضرت موصوف علیہ الرحمہ اقلیمِ اہلِ سُنّت کے تاجدار تھے۔ آپ کے تشریف لے جانے سے ایک ایسا خلا پیدا ہو گیا ہے جس کا پُر ہونا بہت ہی مشکل ہے۔

حضرت شیخ الحدیث علیہ الرحمہ کئی دنوں سے صاحبِ فراش تھے اور آپ بغرضِ علاج کراچی تشریف فرما تھے۔ آپ کا وصال کراچی ہی میں ہوا اور آپ کو کراچی سے بذریعہ شاہین ایکسپریس لائل پور لایا گیا۔ آپ کی رحلت کی خبر ریڈیو، اخبارات، تار اور ٹیلی فون کے ذریعے آناً فاناً سارے ملک میں پھیل گئی اور اہلِ محبت وعقیدت تلامذہ اور مریدین کے قافلے سرزمین لائل پور کی طرف بڑھنے لگے۔ حضرت کی میت مبارک کے استقبال کے لیے اسٹیشن پر ہزاروں کی تعداد میں عقیدت مندوں کا ہجوم تھا، پھر جس وقت ریلوے اسٹیشن سے آپ کے جنازہ کا جلوس شہر کی طرف روانہ ہوا، تو جس طرف نگاہ اٹھتی تھی، بازاروں،

سڑکوں، دکانوں اور چھتوں پر انسانوں کے لشکر اور آدمیوں کا سیلاب نظر آتا تھا اور یہ حقیقت ہے جس کے شاہد اس جنازہ میں شرکت کرنے والے اکثر ثقہ مسلمان ہیں کہ آپ کی میت مبارک پر آسمان سے کئی بار نورانی بارش ہوتی نظر آئی اور یوں معلوم ہوتا تھا جیسے کوئی نورانی شعلہ بار بار چمک رہا ہے۔ اتوار کے روز بعد از نماز ظہر عید باغ کے وسیع عریض میدان میں لاکھوں افراد نے حضرت کی نمازِ جنازہ پڑھی اور یہ واقعہ ہے کہ آپ کے جنازہ میں اس قدر ہجوم تھا کہ عید باغ کے وسیع و عریض میدان کی وسعتیں تنگ ہو گئیں اور مجمع کناروں سے چھلک پڑا۔ جنازہ میں شرکت والے حضرات کراچی سے لے کر پشاور تک کے احباب تھے جن میں پاکستان کے چوٹی کے علماء، سجادہ نشین حضرات اور دیگر مشاہیر تھے۔ سوادِ اعظم اہلِ سنت کے محبوب رہنما کی یہ پُر شکوہ نماز جنازہ حضرت موصوف علیہ الرحمہ کے اس محبتِ رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی رہینِ محبت تھی جس کا مظاہرہ وہ عمر بھر فرماتے رہے اور جس کے صدقہ میں ہر دل میں ان کا احترام و پیار تھا۔ آہ! اتنی بڑی جلیل القدر ہستی ہم سے جُدا ہو گئی۔

ناظرینِ ماہِ طیبہ اپنے اپنے مقامات پر قرآن خوانی کا انتظام کر کے موصوف علیہ الرحمہ کو ایصالِ ثواب کریں۔ کوٹلی لوہاراں میں ۴ جنوری ۱۹۶۳ء کو جمعہ کے روز قرآن خوانی کی گئی اور حضرت موصوف علیہ الرحمہ کے مختصر حالاتِ زندگی بیان کیے گئے اور آپ کے علم و فضل کا بیان کرنے کے بعد قرآن پاک کا ایصال ثواب کیا گیا۔" ؎

؎ ماہنامہ ماہِ طیبہ، کوٹلی لوہاراں، فروری ۱۹۶۳ء، ص ۷ (اداریہ)

ماہنامہ رضوان، لاہور، جنوری ۱۹۶۳ء

"آفتاب علم وفضل غروب ہوگیا

شیخ الحدیث علامہ محمد سردار احمد صاحب بانی جامعہ رضویہ لائل پور وفات پاگئے۔

دنیائے اہل سنت میں یہ خبر نہایت ہی غم واندوہ کے ساتھ سنی جائے گی کہ حضرت شیخ الحدیث مولانا الحاج علامہ سردار احمد صاحب بانی جامعہ رضویہ مظہرِ اسلام لائل پور مورخہ ۲۸ر دسمبر بروز جمعہ رات دو بجے کراچی میں انتقال فرما گئے۔ حضرت موصوف کا انتقال دنیائے اہل سنت کے لیے ایک عظیم حادثہ اور ناقابلِ تلافی نقصان ہے ۔۔۔ حضرت محدثِ پاکستان اہل سنت کے اکابر علماء میں شمار ہوتے تھے۔ ان کی دینی وعلمی خدمات بے حد وغایات ہیں۔ مورخہ ۳۰ر دسمبر ۱۹۶۲ء بروز اتوار لائل پور میں نمازِ جنازہ ادا کی گئی جس میں بلا مبالغہ اڑھائی لاکھ افراد نے شرکت کی۔ لائل پور کی تاریخ میں کسی جنازہ پر اس قدر ہجوم دیکھنے میں نہیں آیا۔ ملک کے تقریباً تمام علماء کرام نے جنازہ میں شرکت کی اور آپ کو آپ کی تعمیر کردہ عظیم وجلیل مسجد کے قریب سپردِ خاک کیا گیا۔

اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّا اِلَيْهِ رَاجِعُوْنَ

ادارۂ رضوان دعا کرتا ہے کہ اللہ تعالیٰ انہیں جنت الفردوس عطا فرمائے اور پسماندگان کے غم میں پورا پورا شریک ہے۔

اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّا اِلَيْهِ رَاجِعُوْنَ" [۱]

---

[۱] ماہنامہ رضوان لاہور، جنوری ۱۹۶۳ء / رجب المرجب ۱۳۸۲ھ، ص ۱، ج ۱۵، ش ۱

ماہنامہ عارف، لاہور، فروری ۱۹۶۳ء

لاہور کے ماہنامہ عارف کے شمارہ مجریہ فروری ۱۹۶۳ء میں جناب رانا محمد اکرم چشتی کا ایک طویل مضمون بنام "ایک عالم ایک عارف" شائع ہوا۔ مضمون نگار نے مختلف حوالوں سے حضرت شیخ الحدیث قدس سرہٗ کی زندگی اور سیرت پر روشنی ڈالی۔ مضمون کا ذیلی عنوان تاریخِ وصال کا شعر ہے۔ مضمون نگار نے آخر میں متعدد تاریخ وصال کے قطعات درج کیے ہیں۔ اس مضمون کے چند اقتباسات ملاحظہ ہوں:

"بٹالہ اسلامیہ ہائی سکول کے اوّل مدرّس جناب حاجی پیر محمد صاحب، جو مولانا علیہ الرحمہ کے اُستاد ہیں، نے بتایا کہ مولانا مرحوم کو بچپن ہی سے بزرگانِ کرام رحمہم اللہ اور حضرت رسولِ کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے بے حد محبت تھی، جس کا ثبوت یہ ہے کہ آپ اکثر فرمایا کرتے:

"ماسٹر جی! ہمیں بزرگوں کی باتیں سُنایئے اور حضور سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کی حیاتِ طیبہ پر تو ضرور روشنی ڈالا کیجیے۔"

حاجی پیر محمد صاحب کا بیان ہے کہ ہمارے سکول کے طلبہ میں سے صرف آپ ہی ایک ایسے طالب علم تھے، جن کی طرف سے اس قسم کی خواہش کا اظہار ہوا کرتا تھا اور میں اس خدمت کو سرانجام دیا کرتا، مگر میں اس کے ساتھ یہ بھی سوچا کرتا کہ اس لڑکے کے سوا کوئی دوسرا اس قسم کے خیالات کا حامل کیوں نہیں اور سردار احمد کا یہ جذبہ کتنا قابلِ قدر اور لائقِ صد تحسین و آفرین ہے۔

آخر یہی جذبہ یعنی عشقِ مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم آپ کو کشاں کشاں وقت کے فضلاء اور اصفیاء کے حضور میں پہنچاتا رہا اور آپ ان کاملین سے مستفید و مستفیض ہو کر ایک باکمال عالمِ دین اور باصفا ولی اللہ بن کر مسندِ رُشد و ہدایت پر متمکن ہوئے، چنانچہ ایک عالمِ

ایک عالم آپ کے فیوض و برکات سے بہرہ ور ہوا۔ ۔ ۔ ۔ آپ چونکہ بے حد ذہین و طباع واقع ہوئے تھے اور اس کے ساتھ آپ میں بے پناہ اخلاص و للٰہیت پائی جاتی تھی اور وعظ، تقریر، فتویٰ نویسی اور درس و تدریس میں صاحبِ کمال تھے، اس لیے آپ طلبہ میں بڑے مقبول تھے۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔

حضرت مولانا علیہ الرحمۃ والرضوان فی الحقیقت عالم ربانی و عارف حقانی تھے۔ قال اللہ وقال الرسول صرف ان کی زبان پر ہی نہ تھا، بلکہ اُن کے قلب کی گہرائیوں سے نکلتا تھا۔ وہ جن باتوں پر خود عمل کرتے، وہی لوگوں کو بتاتے۔ حق بات کہنے سے کبھی گریز نہیں کرتے۔ مداہنت، ریا اور سُمعہ وغیرہ سے آپ بالکل ناآشنا تھے۔ نہایت خلوص اور دیانتداری کے ساتھ دینِ اسلام کی خدمت کرتے رہے۔

آقائے نامدار، حبیبِ کردگار صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا آپ جس درجہ احترام و اکرام کرتے تھے اور اُن سے جس درجہ کا عشق آپ کے سینۂ بے کینہ میں موجود تھا، اُس کے بیان سے ہر ایک کی زبان اور قلم یکسر قاصر ہیں۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔

بعد وصال کراچی سے میت ریل کے ذریعے لائل پور پہنچائی گئی۔ معتبر و ثقہ لوگوں کی روایت ہے کہ قریباً تین لاکھ افراد نے باچشمِ تر جنازے میں شمولیت کی۔ لائل پور کے علاوہ ملک کے اطراف و اکناف سے قریباً ایک لاکھ، آپ کے مریدین و معتقدین لائل پور پہنچے تاکہ اپنے محبوب روحانی پیشوا، فاضلِ اجل عالم اور محدثِ وقت کا آخری دیدار کر سکیں۔ عوام کے علاوہ کئی ہزار علمائے کرام اور مشائخ عظام بیرون جات سے آکر جنازے میں شامل ہوئے۔ سرزمین لائل پور نے اس سے قبل کبھی اتنا بڑا اجتماع دیکھا تھا اور نہ آئندہ دیکھے گی۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔" [1]

---

[1] بحوالہ ہفت روزہ محبوب حق، لائل پور۔ ۳۱ر جنوری ۱۹۶۴ء ص ۶، ۷

ماہنامہ ہومیوپیتھک لائٹ، لائل پور، جنوری ۱۹۶۳ء

". . . . . محدثِ پاکستان الحاج حضرت مولانا سردار احمد صاحب بانی جامعہ رضویہ کا ۲۸ دسمبر (۱۹۶۲ء) کو کراچی میں انتقال ہوگیا۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ o

. . . . گزشتہ شب آپ کی طبیعت زیادہ خراب ہوگئی اور بالآخر دو بجے رات سرورِ دوعالم (صلی اللہ علیہ وسلم) کا یہ عاشق راہیِ ملکِ عدم ہوگیا۔

کراچی سے جونہی لائل پور یہ اطلاع پہنچی، سارے شہر میں صفِ ماتم بچھ گئی . . . . مرحوم نے لائل پور میں جامعہ رضویہ کی بنیاد رکھی اور اس کو کامیابی کی منزل تک لے گئے۔ اس وقت جامعہ رضویہ کے ساتھ ایک بڑی جامع مسجد، جہاں ہزاروں افراد بیک وقت نماز ادا کرسکتے ہیں۔

. . . . مولانا سردار احمد مرحوم کی وفات پر متعدد تعزیتی اجتماعات ہوئے، جن میں مولانا کی وفات پر گہری تعزیت کا اظہار کیا گیا۔"[1]

---

[1] بحوالہ ہفت روزہ محبوبِ حق، لائل پور ۱۲/جنوری ۱۹۶۳ء، ص ۷

دیارِ محبوب میں قبولیت

"مدینہ منورہ ۔ یہاں پر محدثِ اعظم پاکستان، شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد سردار احمد صاحب قادری رضوی، بانی جامعہ رضویہ، لائل پور کی تعزیت کے سلسلہ میں گلِ گلزارِ شریعت، شمعِ شبستانِ طریقت حضرت مولانا ضیاء الدین صاحب قادری مدنی دامت برکاتہم کی زیرِ صدارت ایک جلسہ منعقد ہوا، جس میں اکابر و معززین مدینہ منورہ نے شرکت فرمائی، جن میں سے حضرت شیخ محمد حسین رمزد، حضرت مولانا علاؤ الدین صاحب مدنی، حضرت مولانا محمد ابراہیم صاحب ختنی بخاری، حضرت الحاج مولوی ابوبکر صاحب کے اسماء گرامی خاص طور پر قابلِ ذکر ہیں۔

جلسہ میں قرآن خوانی کے بعد ختم شریف پڑھا گیا اور صدر موصوف نے حضرت محدثِ اعظم (پاکستان) کے حالاتِ مبارکہ پر روشنی ڈالی اور آپ کے صاحبزادگان و پسماندگان کے لیے دُعا فرمائی اور جملہ حاضرین کو کھانا کھلایا۔ آہ!

پا گئے جنّت مقام

قادری رضوی مدام

(مولانا) محمد فضل الرحمٰن (صاحب) مدنی

مہتمم جلسہ ہذا از مدینہ منورہ" [1]

---

[1] پندرہ روزہ رضائے مصطفیٰ، گوجرانوالہ، ۱۲ ذی الحجہ ۱۳۸۲ھ / ۷ مئی ۱۹۶۳ء، ص ۸

مرکزِ علم و عرفان، بریلی (بھارت) سے

ایک مکتوب

"حضرت محدثِ اعظم پاکستان کے سانحۂ ارتحال پر جلسۂ تعزیت و ایصالِ ثواب"

پہلے حضرت علامہ عبدالمصطفےٰ ازہری مدظلہ العالی، پھر صاحبزادہ مولانا فضلِ رسول صاحب دام فضلہٗ کے تار سے اس حادثہ فاجعہ کی اطلاع پہنچی کہ امام المتکلمین رئیس المحدثین، حبرِ امت، سردار دین و ملت، بحرِ علومِ شریعت و طریقت مولانا الحاج شاہ ابوالمنظور محمد سردار احمد صاحب محدثِ اعظم پاکستان و بانی دارالعلوم مظہرِ اسلام بریلیؒ لائل پور یکم شعبان شب شنبہ ۱۳۸۲ھ، مطابق ۲۹ دسمبر ۱۹۶۲ء میں ایک بج کر چالیس منٹ پر طویل علالت کے بعد جوارِ رحمت میں جا بسے۔ رحمۃ اللہ علیہ رحمۃ واسعۃ۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ اللّٰھم اجرنی فی مصیبتی ھٰذا واخلف لی خیرا منہ۔

حضرت محدثِ اعظم پاکستان کا عموماً شہر بریلی شریف خصوصاً آستانہ عالیہ رضویہ کے ساتھ جو خصوصی تعلق تھا، اس کی بناء پر اس المیہ سے سارے شہر میں غم و اندوہ کی لہر پھیل گئی جو سنتا، حیرت زدہ ہوتا، افسوس کرتا۔ حضرت موصوف کی اُن خدماتِ جلیلہ کو، جو انہوں نے شہر بریلی شریف میں برسہا برس تک انجام دیں، یاد کرتا۔ اس کا اثر یہ ہوا کہ دارالعلوم مظہرِ اسلام کی عمارت کے سلسلے میں ایک نہایت ہی اہم کمیٹی، رلیف کمیٹی مرکزی جماعت رضائے مصطفےٰ، بریلی شریف، ۳۰ دسمبر کو ہونے والی بھی ملتوی کر دی گئی۔ دارالعلوم و دارالافتاء و دفتر میں تعطیل کر دی گئی اور مہتمم دارالعلوم ہٰذا مولوی ساجد علی خاں صاحب مدظلہٗ کے زیرِ اہتمام جلسۂ تعزیت و ایصالِ ثواب کیا گیا جس میں دارالعلوم کے طلباء، مدرس و مفتی صاحبان نے شرکت کی۔

حضرت مفتیٔ اعظم ہند متع اللہ المسلمین بطول بقائہ شاہجہان پور تشریف لے گئے تھے۔ ساڑھے دس بجے واپس ہوئے اور یہ المناک خبر سنتے ہی اس مجلس میں شرکت کے لیے مسجد بی بی صاحبہ میں تشریف لے گئے۔ قل شریف کے بعد مہتمم صاحب نے حضرت موصوف کے فضائل و کمالات پر مختصر سی تقریر فرمائی۔ خود حضرت مفتیٔ اعظم ہند دامت برکاتہم العالیہ بہت دیر تک اُن کے تبحر علمی، صلاح و تقوٰی، خلوص، للّٰہیت، آستانہ عالیہ کے ساتھ گہری وابستگی بڑے دردناک انداز میں بیان فرماتے رہے تقسیم شیرینی پر یہ جلسہ ختم ہوا۔

ریلیف کمیٹی جماعت رضائے مصطفٰے نے ۱۳؍دسمبر کی صبح مسجدِ رضویہ محلہ سوداگران میں جلسۂ تعزیت و ایصالِ ثواب کا پروگرام بنایا۔ پورے شہر میں اعلان کرایا۔ ۱۳؍دسمبر کو بڑی شان و شوکت کے ساتھ یہ جلسہ ہوا، جس میں اہالیان شہر کے علاوہ دارالعلوم مظہرِ اسلام بی بی جی کے تمام طلبہ، مدرسین، مہتمم و مفتی صاحبان و مدرسہ منظرِ اسلام کے طلبہ نے شرکت کی۔ گیارہ بجے تک قرآنِ کریم پڑھا گیا۔ پھر حضرت مولانا مفتی محمد شریف الحق صاحب دامت فیوضہم تلمیذ حضرت مخدوم نے باوجود علالت طبع کے حضرت موصوف کی جلالتِ شان میں بڑی جامع تقریر کی۔ مفتی صاحب نے فرمایا کہ موت و زیست کوئی غیر معمولی بات نہیں۔ دنیا میں روز لوگ پیدا ہوتے ہیں اور مرتے ہیں، مگر بعض مرنے والے دُنیا سے جاتے ہیں، تو دنیا کی مسرتوں کو اپنے ساتھ لے جاتے ہیں۔ حضرت محدثِ اعظم پاکستان، وہ جامع و کامل و فضائل کے مرقعِ تام تھے، جن پر بلا مبالغہ یہ شعر صادق آتا ہے ؎

زِ فرق تا بقدم ہر کجا کہ می نگرم!
کرشمہ دامن دل می کشد کہ جا این جا است

دارالعلوم مظہر اسلام مسجد بی بی جی بریلی شریف جو آج بریلی شریف میں سنیت کا اعلیٰ

مرکز ہے، انہیں کی یادگار ہے۔ اس کی طرف طالبانِ علم و فضل کا غیر معمولی کھچاؤ حضرت مخدوم کی روحانیت وللٰہیت و تدریسی کمال کا رہینِ منت ہے۔ دورہ حدیث کی کتابیں غیر حنفی محدثین کی ہیں، لیکن حضرت محدثِ پاکستان کی یہ خصوصیت تھی کہ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ ان کتب میں مذہبِ احناف کی بنیادی احادیث درج ہیں۔ درسِ حدیث کا ادب و وقار، خطابت کی خوبی، مناظرانہ اعلیٰ قابلیت، سب پر روشنی ڈالی خصوصیت کے ساتھ مبارک پور کی پہلی تشریف آوری پر جو وہاں تقریر فرمائی تھی، اس کے اقتباس کا ذکر کرکے مجمع کو محوِ حیرت بنا دیا۔ مناظرانہ صلاحیت میں بیان کیا کہ منظور نعمانی دیوبندیوں کا وہ مایہ ناز مناظر تھا جسے اساطینِ وہابیہ نے بڑی مشق سے تیار کیا تھا ــــــــــــــــــ اس نے اطرافِ ہند میں کتنے مناظرے کیے۔ ہر جگہ ہارا اور دیوبندیت کو نقصان پہنچایا جس پر تھانوی نے اسے منع بھی کیا، مگر وہ باز نہ آیا لیکن جب بریلی شریف میں "حفظ الایمان" کی عبارت پر حضرت محدثِ اعظم پاکستان سے مناظرہ ہوا ــــــــــــــــــ اور حضرت محدثِ اعظم پاکستان نے اس عبارت کی دیوبندی تاویلوں کے تعارض در تعارض، تناقض در تناقض کو پیش کیا جس کے جواب سے یہ مناظر تو مناظر سارے دیابنہ آج تک عاجز ہیں، تو دیوبندیوں کے اس منظورِ نظر مناظر کو وہ شکستِ فاش ہوئی کہ آئندہ کے لیے ہمیشہ ہمیشہ کے واسطے مناظرے سے توبہ کر لی۔ اس کے بعد سے آج تک میدانِ مناظرہ میں آنے کی اسے جرأت نہ ہو سکی۔ دیوبندیوں کے ناک کے بال مناظر کے مقابلہ میں اتنی زبردست کامیابی حضرت موصوف کے مناظرانہ کمال کے ساتھ ساتھ روحانیت، علمی جلالت کی بُرہانِ قاطع ہے۔ مفتی صاحب نے مختصر سے وقت میں حضرت محدثِ اعظم پاکستان کی وسعتِ معلومات، ذوقِ مطالعہ، خدا ترسی، خلوص، للٰہیت، اکابرِ ملت کی تعظیم و تکریم، اساتذہ و مشائخ کا احترام، ذہانت و خطابت، حُسنِ کردار، حُسنِ صورت، حُسنِ سیرت، رُوحانی ارتقا ــــــــــــــــــ سب پر روشنی ڈالی۔ تقریر کے بعد قُل ہو کر ایصالِ ثواب کیا گیا۔ رفعتِ درجات و پسماندگان

کے لیے صبرِ جمیل کی دُعا پر جلسہ ختم ہوا۔ شیرینی تقسیم کی گئی۔ ہم تمام ارکان ریلیف کمیٹی مرکزی جماعت رضائے مصطفٰے و تمام باشندگان بریلی شریف، تمام شہزادگان واخلاف وپسماندگان کے ساتھ غم میں شریک ہیں اور دُعا کرتے ہیں کہ مولا عزوجل حضرت موصوف کی قبر انوار سے معمور فرمائے، پھولوں سے پُر کرے، جنّت کے ابواب کھول دے، انہیں دُولہا بنا کر سلائے اور تمام پسماندگان کو صبرِ جمیل واجرِ جزیل عطا فرمائے۔

سیّد حمایتِ رسول قادری رضوی حامدی

صدر ریلیف کمیٹی مرکزی جماعتِ رضائے مصطفٰے بریلی۔" [۱]

اہلِ سنّت وجماعت کی مذہبی وسیاسی تنظیم جمعیت علماء پاکستان کے تاثرات

"لاہور: ۳۰ر دسمبر (۱۹۶۲ء) گزشتہ روز یہاں جمعیت العلماء پاکستان کا ایک ہنگامی اجلاس منعقد ہوا جس میں شیخ الحدیث مولانا محمد سردار احمد لائل پوری کے انتقال پر گہرے رنج وغم کا اظہار کیا گیا۔ اجلاس میں ایک تعزیتی قرارداد منظور کی گئی جس میں قیامِ پاکستان اور تبلیغِ اسلام کے سلسلے میں مولانا کی خدمات کو سراہا گیا اور کہا گیا کہ ان کے انتقال سے جو خلا پیدا ہو گیا ہے، وہ ایک صدی تک بھی پُر نہیں ہو سکے گا۔" [۲]

---

[۱] (ا) ماہنامہ نوری کرن، بریلی۔ مارچ، اپریل ۱۹۶۳ء، ص ۸۹، ۹۰
(ب) ماہنامہ ماہِ طیبہ، کوٹلی لوہاراں، ضلع سیالکوٹ، فروری ۱۹۶۳ء، ص ۴۰
نوٹ: ماہنامہ ماہِ طیبہ میں مذکورہ خط کا ابتدائی حصہ درج ہے۔ حضرت مولانا مفتی محمد شریف الحق امجدی کی تقریر کی تفاصیل درج نہیں۔ فقیر قادری عفی عنہ

[۲] روزنامہ سعادت، لائل پور۔ ۳۱ر دسمبر ۱۹۶۲ء، ص ۶

اہل حدیث عقائد کی نمائندہ تنظیم، پاک اہل حدیث تنظیم لاہور

کا خراجِ عقیدت

"حضرت شیخ الحدیث موجودہ دَور کے مفکرِ اعظم تھے۔"

لاہور: ۱۸ر جنوری (ڈاک سے) اہل حدیث تنظیم لاہور کا ایک تعزیتی اجلاس حضرت علامہ شیخ الحدیث مولانا محمد سردار احمد صاحب لائل پوری کے اچانک رحلت کر جانے پر آج یہاں زیرِ صدارت مولانا ثناء اللہ صاحب منعقد ہوا۔ اجلاس میں مولانا سردار احمد صاحب کو عصرِ حاضر کا مفکرِ اعظم اور محدثِ پاکستان قرار دیا۔ اجلاس میں تنظیم کے جنرل سیکرٹری جناب احمد علی صاحب نے کہا کہ مولانا صاحب ایک نڈر، بیباک سپاہی تھے، جنہوں نے کبھی باطل کے سامنے سر نہیں جھکایا۔ انہوں نے مزید کہا کہ حضرت علامہ مولانا سردار احمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی ملی و دینی خدمات کو کبھی فراموش نہیں کیا جاسکتا۔ بیشک وہ اہل سنت کے ایک عظیم عالم تھے۔ اعجاز محمود صاحب صدر تنظیم نے کہا کہ حضرت علامہ شیخ الحدیث مولانا محمد سردار احمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ علم فقہ و حدیث کے بہتے ہوئے سمندر تھے۔

اجلاس میں ایک قرارداد کے ذریعے حکومتِ پاکستان سے مطالبہ کیا گیا کہ حضرت علامہ شیخ الحدیث کی ملی و دینی خدمات کے صلے میں جھنگ بازار کا نام بدل کر شیخ الحدیث روڈ رکھ دیا جائے۔

قاری قدرت اللہ سیکرٹری نشر و اشاعت پاک اہل حدیث تنظیم لاہور،
شاہ عالم مارکیٹ ۔ لاہور" [1]

---

[1] روزنامہ سعادت، لاہور، ۱۹ر جنوری ۱۹۶۳ء ص ۱

انجمنوں، مدارس اور مساجد کے خصوصی و ہنگامی اجلاس،

حضرت شیخ الحدیث قدس سرہٗ کی وفات حسرت آیات سے بزمِ علم و عرفان افسردہ ہوگئی۔ اہل سنت میں ہر طرف اُداسی چھاگئی۔ برِ صغیر پاک و ہند کا شاید ہی کوئی قصبہ، دیہات ہو، جہاں خصوصی اجتماعات میں آپ کے لیے ایصالِ ثواب نہ کیا گیا ہو۔ ہنگامی اور خصوصی اجتماعات میں، خطبہ ہائے جمعہ میں اجلاس ہائے تعزیت منعقد ہوئے۔ ان ایصالِ ثواب کی محافل میں آپ سے عقیدت و محبت کا مظاہرہ ہوا۔ آپ کی عظیم، بے مثال دینی و ملّی خدمات کو خراجِ تحسین پیش کیا گیا۔ آپ اپنی ظاہری زندگی میں جس بلند مقام پر فائز نظر آتے تھے۔ بعد وصال، ابدی زندگی میں اس سے کہیں زیادہ بلندی پر جلوہ گر دکھائی دے رہے ہیں۔

ظاہر ہے کہ ان تمام مجالسِ ایصالِ ثواب اور محافل خراجِ عقیدت کی کارروائی اخبارات و رسائل میں شائع نہ ہوسکی۔ بہرحال جن انجمنوں اور مدارس کے زیرِ اہتمام حضرت شیخ الحدیث، قدس سرہ کو خراجِ عقیدت پیش کیا گیا۔ اختصار کے پیشِ نظر، صرف ان کے ناموں کا تذکرہ کیا جاتا ہے:

- مدرسہ عربیہ اسلامیہ انوار العلوم، ملتان
  زیرِ صدارت حضرت علامہ سید احمد سعید کاظمی، شیخ الحدیث انوار العلوم، ملتان [1]
- مدرسہ اسرار العلوم، راولپنڈی
  زیرِ صدارت مولانا مطیع الرضا قادری، خطیب جامع مسجد لال کڑتی، راولپنڈی [2]
- حلقۂ ادب اسلامی، لائل پور۔ زیرِ صدارت محمد حسین احسن نائب صدر [3]

---

[1] روزنامہ سعادت، لائل پور۔ یکم جنوری ۱۹۶۳ء ص ۶

[2] ایضاً

[3] ایضاً

- دارالعلوم مظہرِ اسلام مسجد بی بی جی مرحومہ، بریلی (بھارت)

زیرِ صدارت مفتیٔ اعظم حضرت مولانا محمد مصطفےٰ رضا قادری علیہ الرحمہ [1]

- ریلیف کمیٹی مرکزی جماعت رضائے مصطفےٰ، بریلی

زیرِ صدارت حضرت مولانا مفتی محمد شریف الحق امجدی، مفتی دارالافتا رضویہ، بریلی [2]

- جامعہ اسلامیہ عربیہ، ناگ پور (بھارت)

زیرِ صدارت مولانا شاہ مفتی عبدالرشید، بانی جامعہ عربیہ اسلامیہ، ناگ پور [3]

- جامع مسجد زندہ شاہ، مدرسہ الحقنیہ، جودھ پور (بھارت)

۲۲ ختم قرآن مجید اور ۱۱ ہزار سے زیادہ کلمہ شریف کا ایصالِ ثواب ہوا۔ [4]

- مدرسہ غوثیہ اسلامیہ اریانواں، رائے بریلی (بھارت)

زیرِ اہتمام مولانا عبدالمصطفےٰ محمد اسحٰق خاں قادری وارثی [5]

- جامعہ مظفریہ قصبہ داتا گنج بخش، ضلع بدایوں (بھارت)

زیرِ اہتمام مولانا محمد مظفر احمد صدیقی قادری، سرپرست جامعہ مظفریہ [6]

- انجمن غلامانِ مصطفےٰ ڈجکوٹ، لائل پور

زیرِ اہتمام مولانا سید دلبر حسین شاہ خطیب جامع مسجد، ڈجکوٹ [7]

---

[1] ماہنامہ نوری کرن، بریلی، مارچ، اپریل ۱۹۶۳ء، روزنامہ سعادت، لائل پور، یکم جنوری ۱۹۶۳ء

[2] ایضاً : ص ۸۹

[3] ایضاً : ص ۹۱

[4] ایضاً ، ص ۹۱

[5] ایضاً ، ص ۹۲

[6] ایضاً ، ص ۱۵، ۹۱

[7] روزنامہ سعادت لائل پور ۳۱ دسمبر ۱۹۶۲ء

- جمعیت علماء پاکستان، لاہور [۱]
- جامع مسجد حضرت موج دریا بخاری، لاہور

زیرِ اہتمام مولانا قاری ابوغفران محمد عظمت اللہ خطیب جامع مسجد مذکور [۲]

- پاک اہل حدیث تنظیم، لاہور

زیرِ صدارت مولانا ثناء اللہ [۳]

- جامع مسجد زینت المساجد، گوجرانوالہ

زیرِ اہتمام مولانا ابوداؤد محمد صادق، خطیب جامع مسجد مذکور [۴]

- مدرسہ انوارِ غوثیہ رضویہ، اوکاڑہ

زیرِ اہتمام مولانا غلام محی الدین گیلانی، خطیب اوکاڑہ [۵]

- بزمِ غلامانِ مصطفےٰ، اوکاڑہ

زیرِ اہتمام مولانا علم الدین اوکاڑہ [۶]

- فیض آباد کالونی، اوکاڑہ

زیرِ مولانا ابوالمصباح ضیاء الحق شاہ، اوکاڑہ [۷]

- تنظیم العلماء اہل سنت کی تحریک پر راولپنڈی کی متعدد مساجد، مسجد صرافہ بازار، مسجد فتح خاں ڈھوک رتہ، مسجد سیداں مری روڈ وغیرہ میں تعزیتی اجلاس منعقد ہوئے۔[۸]

---

[۱] روزنامہ سعادت، لائل پور۔ ۲۱ر دسمبر ۱۹۶۲ء ص ۶

[۲] ایضاً، ص ۶ [۳] ایضاً، ۱۹ر جنوری ۱۹۶۳ء ص ۱

[۴] ہفت روزہ رضائے مصطفےٰ گوجرانوالہ، ۲۱ر شعبان المعظم ۱۳۸۲ھ ص ۱۲

[۵] ایضاً، [۶] ایضاً،

[۷] ایضاً،

[۸] ایضاً،

- وائرلیس کالونی پہاڑتلی چاٹگام (مشرقی پاکستان)

زیرِ اہتمام مولانا محمد ایوب رضوی [۱]

- خانیوال میں احبابِ خانیوال کے زیرِ اہتمام [۲]
- ادارہ تعمیرِ اہلِ سنت، ڈرگ کالونی، کراچی

زیرِ اہتمام شیخ عیسیٰ نائب صدر اور مولانا صابر براری ناظمِ اعلیٰ ادارہ مذکور [۳]

- مدرسہ جامعہ سعیدیہ فیض القرآن، ملتان

زیرِ اہتمام علامہ قاری محمد اسمٰعیل سعیدی صدر مدرس مدرسہ ہذا [۴]

- مسجد گامو موچی مقابل ریلوے اسٹیشن مظفر آباد، اسمٰعیل آباد، ملتان

زیرِ صدارت صاحبزادہ محمد فضلِ رسول، لائل پور [۵]

- جامع مسجد اٹک آئل کمپنی راولپنڈی

زیرِ اہتمام مولانا مفتی محمد صادق خطیب جامع مسجد مذکور [۶]

- جامعہ مظفریہ رضویہ، واں بھچراں، ضلع میانوالی

زیرِ اہتمام مولانا ابوالفتح اللہ بخش مہتمم و مدرس مدرسہ مذکور [۷]

- جامع مسجد غوثیہ، چوک پاکستان، گجرات

زیرِ اہتمام مولانا مفتی احمد یار خاں بدایونی گجراتی [۸]

- انجمن اخبار فروشاں، لائل پور۔ زیرِ اہتمام جناب محمد شریف آزاد [۹]

---

[۱] ہفت روزہ رضائے مصطفےٰ، گوجرانوالہ، ۱۲ر شعبان المعظم ۱۳۸۲ھ ص ۱۲

[۲] ماہنامہ نوری کرن، بریلی، مارچ، اپریل ۱۹۶۳ء ص ۹۰

[۳] ایضاً، ص ۹۲ [۴] ایضاً، ص ۹۲ [۵] ایضاً، ص ۹۲

[۶] روزنامہ سعادت لائل پور، ۲۶ر جنوری ۱۹۶۳ء، ص ۴ [۷] ایضاً، ۳ر جنوری ۱۹۶۳ء

[۸] ایضاً، ص ۱ [۹] ایضاً، ص ۱

- خانقاہ ڈوگراں ، ضلع شیخوپورہ

زیرِ اہتمام مولانا عبدالکریم چشتی رضوی ، خطیب خانقاہ ڈوگراں [1]

- جامع مسجد اکبری ، ٹوبہ ٹیک سنگھ۔

زیرِ اہتمام مولانا مختار الحق صدیقی خطیب مسجد مذکور [2]

- چک ۳۰۱ مضافات ، لائل پور [3]

درجِ ذیل محافل تعزیت رضائے مصطفےٰ گوجرانوالہ ۲۱ شعبان المعظم ۱۳۸۲ھ کے شمارے سے منقول ہیں :

- مدرسہ برکات العلوم ، مغل پورہ ، لاہور
- ادارہ جمہور اہل سنّت ، لاہور
- جامعہ غوثیہ رضویہ ، لدھے والا ، ضلع گوجرانوالہ
- بزمِ غوثیہ کلاس والا ، ضلع سیالکوٹ
- مدرسہ نقشبندیہ رضویہ ، سانگلہ ہل
- انجمن فدایانِ رسول ، نواب شاہ
- جامعہ غوثیہ رضویہ ، کوٹلی بہرام ، سیالکوٹ
- جمعیت تبلیغ اہل سنّت ، لاہور
- جامعہ حنفیہ ، چوہا سیدن شاہ ، ضلع جہلم
- مدرسہ حنفیہ رضویہ مصباح العلوم ، میلسی
- جامع مسجد غوثیہ ، نوری محلہ ، ملتان
- جامع مسجد غلہ منڈی ، کامونکی ، ضلع گوجرانوالہ

---

[1] روزنامہ سعادت ، لائل پور ، ۳ جنوری ۱۹۶۳ء ص ۱

[2] ایضاً ، ص ۴ [3] ایضاً ، ص ۳

جمعیت شباب اہل سنت، لاہور

مدرسہ چشتیہ رضویہ، قلعہ دیدار سنگھ

مدرسہ اسلامیہ رحمانیہ، ہری پور ہزارہ

انجمن رضائے مصطفےٰ چنیوٹ، ضلع جھنگ

ادارہ تعمیر اہل سنت، منٹگمری (ساہیوال)

مجلس تحفظ ناموسِ اسلام، سیالکوٹ

جامع مسجد الفاروق، حافظ آباد

مدرسہ توکلیہ رضویہ، خوشاب

مدرسہ عربیہ غوثیہ، لالہ موسیٰ، ضلع گجرات

بزمِ اہلِ سنت کھوڑ، ضلع اٹک

مدرسہ منبع الفیوض، حامد آباد

جامع مسجد سیٹلائٹ ٹاؤن، راولپنڈی

بزم رضا، حیدر آباد

جامعہ مجددیہ رُکن الاسلام، حیدر آباد

مدرسہ احسن البرکات، حیدر آباد

سلطانی مسجد، حیدر آباد

غوثیہ مسلم مجلس کمیٹی، حیدر آباد

امریکن کوارٹرز، حیدر آباد

جامع مسجد، بکرا منڈی، حیدر آباد

مجلسِ یادگار رضا راولپنڈی

جامع مسجد حنفیہ، شورکوٹ روڈ ضلع جھنگ

منظوم احساسات بر وصال حضرت شیخ الحدیث قدس سرہ

قدوۃ العلماء العارفین حضرت مولانا محمد مصطفےٰ رضا
مفتیٔ اعظم ہند قدس سرہٗ (م ۱۴۰۲ھ / ۱۹۸۱ء)

کیا کہوں مَیں ہائے کیا جاتا رہا — آہ دل کا حوصلہ، جاتا رہا

سُنّیوں کا دل نہ بیٹھے کس طرح — زور اُن کے قلب کا، جاتا رہا

موت عالِم کی، جہاں کی موت ہے — زندگانی کا مزا، جاتا رہا

فیض سے معمور جس نے کر دیا — چپہ چپہ ملک کا، جاتا رہا

ماحیٔ شر و فسادِ اہلِ زیغ — حامیٔ دینِ خُدا، جاتا رہا

اُٹھتے اٹھتے چوطرف وہ چھا گیا — خوب برسا، ابر سا، جاتا رہا

دس برس کی تھوڑی سی مدت میں وہ — علم کا دریا بنا، جاتا رہا

قوتِ دل، طاقتِ دل، زورِ دل — اس کے جانے سے مرا، جاتا رہا

وہ محدّث، وہ محقق، وہ فقیہہ — عالمِ علمِ ہدیٰ، جاتا رہا

اس زمانہ کا محدّث بے مثال — جس کا ثانی ہی نہ تھا، جاتا رہا

چل بسا دنیا سے اُستادِ شفیق — مایۂ لطف و عطا، جاتا رہا

رہبرِ راہِ ہدیٰ تھا لاکلام — سُنّیوں کا مقتدا، جاتا رہا

پاک باطن، پاک طینت، پاکباز — وہ جمالِ اصفیاء، جاتا رہا

جو مرقع تھا جمال و حُسن کا — وہ نگارِ اولیاء، جاتا رہا

تھا خشیت میں خدائے پاک کی — وہ مثالِ اتقیاء، جاتا رہا

خوش خصال و خوش فعال و خوش ادا
خوش نما و خوش لقا، جاتا رہا

مولوی سردار احمد اٹھ گئے
لطف سارا درس کا جاتا رہا

مسند آرائے سریر علم تھا
صدرِ دینِ مصطفےٰ جاتا رہا

غوثِ اعظم، قطب عالم کا غلام
نائبِ شاہِ رضا، جاتا رہا

فیض سے داتا کے مالا مال تھا
گنجِ بخششِ علم تھا، جاتا رہا

غوثِ اعظم، خواجۂ اجمیر کا
وہ مجسم فیض تھا، جاتا رہا

پیکرِ رُشد و ہدی تھا بالیقیں
مظہرِ احمد رضا، جاتا رہا

تھا بہر حالت رضائے حق سے کام
آہ فانی فی الرضا، جاتا رہا

اعظم خلفاء تھا پاکستان میں
جانشینِ مصطفےٰ، جاتا رہا

حضرتِ صدر الشریعہ کا وہ چاند
میرا مہرِ پُرضیا، جاتا رہا

عبد قادر اور معین الدین کا
دل نواز و دل رُبا، جاتا رہا

پوچھو خوشتر سے تھا کیسا خوش ادا
کتنا تھا۔ وہ خوش لقا۔ جاتا رہا

خیر اُس کی پوچھیے بوالخیر سے
جس سے تھا سب کا بھلا، جاتا رہا

سیدزاہد ہیں شاہد زُہد کے
مُعرض از دنیا، ہوا۔ جاتا رہا

پیارے تحسین الرضا سے پوچھیے
شغلِ تحسین رضا، جاتا رہا

مرگیا فیضان جس کی موت سے
ہائے وہ فیض انتما، جاتا رہا

یا مجیب اغفر لہٗ تاریخ ہے (۱۳۸۲ھ)
کس برس وہ رہنما، جاتا رہا (۱۳۸۲ھ)

دیو کا سر کاٹ کر نوری کہو!
چاند روشن علم کا جاتا رہا
۱۳۸۲ھ

محمد سردار احمد باصفا شیخ الحدیث

از مولانا عبد الرؤف، فاضل جامعہ رضویہ، لائل پور

ہست دُر یکدانہ از بہر رضا شیخ الحدیث
آں امامِ عاشقانِ مصطفےٰ شیخ الحدیث

ظلمتِ جہل و ضلالت دور کردہ از جلوہ
کاشفِ اسرارِ حق شمسِ ہدیٰ شیخ الحدیث

فیضِ ذاتش تشنگانِ علم و عرفاں را غُسَل
عالمے سیراب از جُود و عطا شیخ الحدیث

نورِ پاکش از شرق تا غرب ہم تا قاف قاف
تا بکابل افریقہ رفتہ ضیا شیخ الحدیث

دشمنان و حاسداں گشتند صیدِ خُلقِ اُو
مظہرِ حُسنِ ہدیٰ شیخ الوریٰ شیخ الحدیث

سیلعش ہر دم برضوانِ الٰہ العالمین
قبلۂ اربابِ تسلیم و رضا شیخ الحدیث

عالمے گشتم ولیکن ہیچ از علماتے دیں
در نظر نامد مثیل و ہم نوا شیخ الحدیث

مرکزِ علمِ شریعت، معدنِ عرفانِ حق
قدوۂ اہلِ رضا و اہتدیٰ شیخ الحدیث

اسمِ پاکش با مسمّٰی خویش اُو فوق آمدہ
محمد سردار احمد باصفا شیخ الحدیث

استاذ العلماء مولانا فیض احمد فیض چشتی

صدر المدرسین جامعہ غوثیہ گولڑا

حضرتِ شیخ الحدیث قدس سرہٗ کے وصال پر استاذ العلماء مولانا فیض احمد فیض چشتی گولڑوی نے عربی میں ایک قصیدہ لکھا جس میں قطعۂ تاریخ بھی ہے۔ قصیدہ کا ترجمہ ادارہ ہفت روزہ محبوبِ حق، لائل پور نے کیا:

اَلْاَرْضُ بَکَتْ وَالْفَلَکُ بَکیٰ ۔۔۔ مِنْ حَادِثَۃٍ اٰھا اٰھا

قَدْ وَدَّ عَنَّا شَمْسُ الْعُلَمَاء ۔۔۔ بَدْرُ الْفُضَلَا زَیْنُ الْخُطَبَا

اَلْجَامِعُ بَیْنَ شَرِیْعَتِنَا ۔۔۔ وَطَرِیْقَتِنَا وَحَقِیْقَتِنَا

اَلدَّافِعُ عَنْ شَانِ الصُّلَحَا ۔۔۔ سَفَہَ السُّفَہَا جَہْلَ الْجُہَلَا

سَرْدَارٌ اَحْمَدُ رَأْسُ الْکُرَمَا ۔۔۔ مَاوَی الْغُرَبَا کَنْزُ الْفُقَرَا

قَدْ کَانَ بِمَشْرَبِہٖ بَحْرًا ۔۔۔ فِیْ مَسْلَکِہٖ جَبَلًا صَلَبَا

فِیْ مَعْقُوْلٍ شَیْخًا فَخْمًا ۔۔۔ فِیْ مَنْقُوْلٍ مَطَرًا ہَطِلًا

عَنْ شِدَّتِہٖ فِیْ مَذْہَبِہٖ ۔۔۔ سَلْ اَہْلَ النَّجْدِ وَمَنْ وَالیٰ

تَارِیْخُ وِصَالٍ یَا فَیْضُ

قُلْ اِنَّ رَضَا مِنَّا رَحَلَا [1]

۱۳۸۲ھ

---

[1] ہفت روزہ محبوبِ حق، لائل پور، ۲۷ مارچ ۱۳۶۴ھ ص ۳

ترجمہ قصیدۂ عربیہ مشتمل بر تاریخ وصال

۱- ایک حادثۂ عظیمہ کے سبب زمین بھی روئی اور آسمان بھی، افسوس! افسوس!

۲- وہ حادثہ یہ ہے کہ اہلِ علم کے آفتاب اور اہلِ فضل کے ماہتاب جو کہ خطباءِ دہر کے لیے زیب و زینت تھے۔ ہمیں دنیائے عالم میں چھوڑ کر دارِ بقا کو تشریف لے گئے ۔۔۔ ۳- وہ ہماری شریعت، طریقت اور حقیقت کے جامع تھے۔

۴- جاہل لوگ اپنی جہالت اور بیوقوف انسان اپنی سفاہت کے سبب، جو آئے دن اولیاء اللہ پر اعتراضات کرتے رہتے ہیں۔ ہمارے ممدوح ان تمام اعتراضات کی مدافعت فرماتے تھے۔

۵- ان کا نام مبارک سردار احمد ہے۔ وہ اہلِ کرم کے سردار تھے، غریبوں کے ماویٰ اور فقیروں کے لیے خیر و صلاح کا خزانہ۔

۶- وہ اپنے پاک مشرب میں معلومات کے لحاظ سے دریا تھے اور اپنے مذہب مہذب میں پہاڑ کی طرح مضبوط۔

۷- علومِ عقلیہ میں عظیم المرتبت استاذ تھے اور علومِ نقلیہ میں موسلا دھار بارش۔

۸- اے مخاطب! اگر تو یہ معلوم کرنا چاہے کہ وہ اپنے مذہب (مذہبِ اہلِ سنت) میں کس قدر مضبوط تھے، تو نجدیوں سے اور اُن سے ملنے والے دیگر فرقِ وہابیہ سے دریافت کر۔

۹- اے فیض احمد! ان کی تاریخِ وصال میں یہ کہہ دے کہ اِنَّ رَضَامِنَّا رَحَلَا (بیشک حضرتِ احمد رضا رحمۃ اللہ علیہ ہم سے کوچ فرما گئے) [1]

---

[1] ہفت روزہ محبوبِ حق، لائل پور۔ ۲۷ مارچ ۱۹۶۴ء، ص ۳

اُٹھ گیا پیرِ طریقت، اہلِ سنّت کا امام

—— ۱۳۸۲ھ ——

از جناب عزیز حاصل پوری، ملتان

جا رہا ہے سوئے جنّت کون رخشندہ مقام
کر رہے ہیں آج کس کو آسماں والے سلام

عازمِ ایوانِ رحمت، کون ہے مستِ ازل
کیوں لنڈھائے جا رہے ہیں خلد میں کوثر کے جام

محوِ آرائش ہیں قدسی، کس کے استقبال کو
کس کی خاطر محفلِ فردوس میں ہے دھوم دھام

ایستادہ ہے فرشتوں کی جماعت کس لیے
کس خدا والے سے ہونا چاہتی ہے ہمکلام

مرکزِ انوارِ رحمت، آج کس کی ذات ہے
پھول بخشش کے بچھائے جا رہے ہیں گام گام

ہے یقیناً یہ کوئی عالی نظر، بطلِ جلیل
خیر مقدم کے لیے جس کے ہے اتنا اہتمام

قوم کے سردار، لائل پور کے شیخ الحدیث
ہے تری ذاتِ گرامی لائقِ صد احترام

تھا ترا ذہن رسا ایوانِ انوار العلوم
اور اس کے بام و در تابندۂ علمِ کلام

اے امامِ اہلِ سنّت، فخرِ ملّت، فخرِ قوم
کون تیرے بعد اب ہوگا ترا قائم مقام

غیرتِ صبحِ درخشاں ہے تری یہ شام بھی
روزِ روشن کی طرح روشن رہے گا تیرا نام

منقطع ہوتے نہ دیکھا، گفتگو کا سلسلہ
تھا منظم تیری تقریرِ مسلسل کا نظام

موت کی دستک پہ تو لبیک کہہ کر چل پڑا
موت تھی گویا حیاتِ جاودانی کا پیام

ہو گیا رخصت رضائے حق پہ راضی ہو کے تو
جامعہ رضویہ لائل پور کے بانی کو سلام

موتِ عالِم کی یقیناً موت اک عالَم کی ہے
یہ مقولہ اہلِ دانش کا اٹل ہے لاکلام

مصرعِ تاریخِ رحلت کہہ دو منقوط عزیز
"اُٹھ گیا پیرِ طریقت، اہلِ سنّت کا امام"

—— ۱۳۸۲ھ ——

توجہ وصال

لسان الحسان مولانا ضیاء القادری بدایونی، کراچی

محوِ عشقِ ایزدِ غفار تھے شیخ الحدیث
عالمِ دینِ شہِ ابرار تھے شیخ الحدیث

جاں نثارِ احمدِ مختار تھے شیخ الحدیث
دینِ حق کے سرور و سردار تھے شیخ الحدیث

تھے ابوبکر و عمر، عثمان کے مدحت طراز
مدح خوانِ حیدرِ کرار تھے شیخ الحدیث

آپ کے سردار، احمدِ مجتبےٰ تھے ہر نفس
آپ اہلِ علم کے سردار تھے شیخ الحدیث

آپ کے اخلاق تھے، خلقِ عظیم مصطفےٰ
کیا مبارک آپ کے کردار تھے شیخ الحدیث

تھے مبلغ، آپ تکریمِ شہِ لولاک کے
واصفِ اصحاب و انصار تھے شیخ الحدیث

تھے فدائی عالموں، ولیوں کے، اہل بیت کے
خاک بوسِ عترتِ اطہار تھے شیخ الحدیث

غوثِ اعظم کی محبت آپ کے سینہ میں تھی
اولیاء اللہ کے دلدار تھے شیخ الحدیث

تھے امامِ اعظمِ ذیشان پہ سو جاں سے نثار
آفتابِ مطلعِ انوار تھے شیخ الحدیث

خواجگانِ چشت سے تھی خاص نسبت آپ کو
خواجۂ سنجر کے شکر خوار تھے شیخ الحدیث

سہروردی، نقشبندی، قادری، چشتی، غرض
سب سلاسل کے علمبردار تھے شیخ الحدیث

صدرِ بزمِ علم و عرفاں، دورِ حاضر کے تھے آپ
حاصلِ ہر علم و فن سرکار تھے شیخ الحدیث

تم امیرِ کاروانِ اہلِ سنت تھے حضور!
تم ہمارے قافلہ سالار تھے شیخ الحدیث

دینِ حق کا بول بالا جا بجا تم نے کیا
اہلِ سنت کے سپہ سالار تھے شیخ الحدیث

منظرِ اسلام کا گلشن شگفتہ تم سے تھا
تم بریلی کے گل و گلزار تھے شیخ الحدیث

اعلیٰ حضرت کی نیابت تم نے پاکستان میں کی
ہند میں منجملۂ اخیار تھے شیخ الحدیث

علم تفسیر و حدیث و فقہ کے ماہر تھے آپ
علم کا ایک قلزم ذخار تھے شیخ الحدیث

آپ لائل پور کے تھے مقتدائے باوقار
یعنی پاکستان کے شہکار تھے شیخ الحدیث

تھے مناظر اہلِ حق کے، حق کے منظور نظر
گردنِ منظور پر تلوار تھے شیخ الحدیث

بالیقیں آغازِ پاکستان سے تا روزِ وصال
مستقل اک علم کا دربار تھے شیخ الحدیث

مسجدِ ذیشاں بنائی خوب لائل پور میں
مدرسہ کے بانی و معمار تھے شیخ الحدیث

قادری، رضوی و نوری اور برکاتی تھے آپ
بادۂ بغداد سے سرشار تھے شیخ الحدیث

میری دعوت پر بدایوں آپ آئے چند بار
میرے محسن تھے، مرے غمخوار تھے شیخ الحدیث

دل پکڑ کر رہ گیا میں ناتواں زار و ضعیف
جب کراچی میں سُنا بیمار تھے شیخ الحدیث

حیف دنیا سے سدھارے جنت الفردوس کو
مصطفیٰ کے شائقِ دیدار تھے شیخ الحدیث

آپ دُنیا سے گئے دنیا میں ظلمت چھا گئی
آفتابِ مشرقِ انوار تھے شیخ الحدیث

مچ گیا کہرام ہر جا عالمِ اسلام میں
کتنے عالی مرتبت سرکار تھے شیخ الحدیث

نظم لکھتے لکھتے دل میں فکرِ تاریخ آ گئی
بولا ہاتف عالمِ مختار تھے شیخ الحدیث
۱۳۸۲ھ

عیسوی سن کا تصور آتے ہی بے ساختہ
سیّدی کہہ کر کہا یکبار تھے شیخ الحدیث
۸۴ + ۱۸۷۸ = ۱۹۶۲ء

اے ضیاء ان پر ہزاروں نعمتوں کا ہو نزول
مستحقِ رحمتِ ستّار تھے شیخ الحدیث

شیخ الحدیث علیہ الرحمہ کی یاد میں

از علامہ قاری محبوب رضا خاں، خطیب مسجد کھوڑی گارڈن، کراچی

چل دیا ساقیٔ محفل سوئے گلزار جناں
کون دے گا اب ہمیں جامِ شرابِ ارغواں؟

تشنہ کامی پر ہماری اب ترس کھائے گا کون؟
اور سنے گا کون مے خواروں کی فریاد و فغاں؟

کون دے گا اب اچھوتے جام بھر بھر کر ہمیں؟
میکدے میں کون کھولے گا خُمِ مے کا دہاں؟

اب صدائے قلقل و مینا نہیں ہوتی بلند!
خشک شاید ہو گئی ہے شیشہ مے کی زباں

لگ گئی لب پر سبو کے خامشی کی مہر کیوں؟
چھا رہا ہے میکدے میں کیوں اداسی کا سماں

نغمہ سنجِ فصلِ گُل خاموش ہے کس واسطے؟
شاخِ گُل پر سر جھکائے بیٹھی ہیں کیوں قمریاں؟

چشمِ نرگس ٹکٹکی باندھے ہوئے ہے باغ میں
موسمِ گل میں ہے کیوں خاموش سوسن کی زباں

آرزوئیں گد گداتی ہیں دلِ میخوار کو!
پھر ہوائے میکشی کرنے لگی اٹھکیلیاں

ساقیا! آجا خدا کے واسطے پھر بزم میں
جسم ٹوٹا جا رہا ہے آتی ہیں انگڑائیاں

اک چھلکتا ساغرِ صہبائے تند و تیز دے
تیرے میخانہ کی خیر اے ساقی! حاتم نشاں

تو نظر آئے تو گلشن میں ابھی آئے بہار
چل پڑے بادِ بہاری مسکرائے گلستاں

ابر برسے، گل کھلیں، سبزہ اگے، مہکے چمن
نونہالانِ چمن کرنے لگیں قوالیاں

نظمِ قدسی گائی جائے گی تیری شانِ پاک میں
وجد میں آجائے جس کو سُن کے ہر پیر و جواں

حضرت سردار احمد رہنمائے سالکاں!
عالماں را ناوک اندازِ ادب شد بے گماں

مہر اوجِ چرخِ علم و ماہِ بُرجِ عقل و حلم!
شاہِ اقلیمِ فنون و واعظ شیوا بیاں

اے کہ تجھ پر آشکارا ہے حقیقت اور مجاز،
اے کہ راہِ زندگی میں تو ہے خضرِ سالکاں

اے سریر آرائے دانش، خسروِ تختِ کمال
شاہِ اقلیمِ سخن، اے ذاکر شعلہ بیاں

اے امامِ اہلِ سنت، شمعِ بزمِ معرفت
گوہرِ درجِ شرافت، لعلِ کانِ عزّ و شاں

بلبلِ باغِ مدینہ، آفریں صد آفریں
یاد آئیں گی ہمیشہ تیری نغمہ سنجیاں

نور کے پھولوں کی بارش حشر ہو تیری قبر پر
اور کرے نیسانِ خود ابر گہر افشانیاں

اے مجسم اتباعِ سنتِ خیر الانام

از سید محمد مرغوب صاحب اختر الحامدی، حیدرآباد

اک بزرگِ پاک کی ہے منقبت کا اہتمام — بکھرا الجھا سا ہے اختر اور بھی حسنِ کلام

جھک گیا اوجِ تخیل با ادب با احترام — عاشقِ نامِ نبی کا آگیا ہونٹوں پہ نام

اے امیرِ اہلِ سنت! اے شریعت کے امام! — السلام، اے سیدی سردار احمد السلام

اے فقیہِ اعظم و شیخ الحدیثِ بے مثال — واعظِ شیریں مقال و مفتیٔ عالی مقام

اے مکمل معنیٔ نورانیٔ اُمّ الکتاب — اے مجسم اتباعِ سنتِ خیر الانام

مرتبہ تیرا بھلا تحریر میں کیا آسکے — عجز سے ہے سر بسجدہ اسپِ عقلِ تیز گام

سرحدِ تخیل سے ہے اس طرف منزل تری — ہر حدِ ادراکِ شاعر سے ترا اونچا مقام

ہے تری اک اک ادا، آئینۂ حبِ رسول — ہے ترا ہر ہر نفس دیوانۂ شاہِ انام

سر سے پا تک مظہرِ شانِ شہِ احمد رضا — مرشدی حامد رضا کا یعنی آئینہ تمام

آفتابِ نورِ فیضِ مفتیٔ اعظم ہے تو! — کیسے پاک و ہند میں روشن نہ ہوتا تیرا نام

آج پھیلی ہیں تری کرنیں زمینِ ہند تک — ہے بظاہر سرزمینِ پاک پر تیرا قیام

سومناتِ نجد توڑا تو نے لائل پور میں — اللہ اللہ! تیری ضربِ الصلوٰۃ والسلام

پنجۂ باطل مروڑا تو نے ہر شیطان کا — بدزباں، بے باک گستاخوں کے منہ میں دی لگام

تو ہے سنی کے لیے پیمانۂ آبِ حیات — اور نجدی کے لیے سرتاپا تیغِ بے نیام

آج لائل پور گویا مظہرِ اسلام ہے — یا بالفاظِ دگر ہے مرکزِ ہر خاص و عام

خاص عشقِ مصطفےٰ کی بھیک ملتی ہے یہاں — فیض جاری ہے شہِ احمد رضا کا صبح و شام

اے شہیدِ عشق! اے جاں دادۂ نامِ حبیب — تو نے راہِ حق میں مٹ کر حق کو دی عمرِ دوام

زندہ باد اے سیدی سردار احمد زندہ باد — اے مجسم حق! مجسم سنیت پائندہ باد

اہلِ حق کے سید و سردار تھے شیخ الحدیث

جناب صابر براری رضوی ضیائی

جاں نثارِ احمدِ مختار تھے شیخ الحدیث / اُمتِ محبوب کے غمخوار تھے شیخ الحدیث

ساقیٔ تسنیم کے میخوار تھے شیخ الحدیث / بادۂ توحید سے سرشار تھے شیخ الحدیث

اہلِ حق کی تیغ جوہر دار تھے شیخ الحدیث / اور اشدّاء علی الکفّار تھے شیخ الحدیث

مظہرِ صدر شریعت، نائبِ شاہِ رضا / حجۃ الاسلام کے دلدار تھے شیخ الحدیث

تاجدارِ اہلِ سنت، نازشِ اہلِ شرف / پیشوائے مجلسِ ابرار تھے شیخ الحدیث

شانِ اصحابِ شہِ کون و مکاں کا آئینہ / آپ کے اطوار اور کردار تھے شیخ الحدیث

اہلِ باطل ہو گئے ٹکرا کے جس میں پاش پاش / مرحبا وہ آہنی دیوار تھے شیخ الحدیث

مولوی سردار احمد بانیٔ دارالعلوم / مظہرِ اسلام کے معمار تھے شیخ الحدیث

شہر لائل پور اُن کے نور سے روشن ہوا / ظلِّ اصحابِ شہِ ابرار تھے شیخ الحدیث

آسماں سے نور افشانی ہوئی تابوت پر / کیا مقدس بندۂ غفار تھے شیخ الحدیث

دیکھ کر منظر جنازہ کا یہ ظاہر ہو گیا / اہلِ حق کے سید و سردار تھے شیخ الحدیث

منقبت صابر براری کیوں نہ لکھے آپ کی
ملتِ حق کے علمبردار تھے شیخ الحدیث

محمد سردار احمد سالکِ دارالسّلام

۱۳۸۲ھ

درسالِ وصال و مدح مردِ کمال، علامۂ دہر، کاملِ عصر، سالکِ راہِ صمد، محمد سردار احمد رحمہ اللہ الاحد (نظم بے نقط)

(از حافظ صاحب چشتی تونسوی، ملتان)

آہ وہ سردار احمد سرورِ ملکِ کلام ۔۔۔ اہلِ دردِ اہلِ دل اور اہلِ مسلک کا امام

عالمِ عامل رہا اور صالح کامل رہا ۔۔۔ گوہرِ سلکِ سلاسل، لمعۂ علم اس کا عام

وہ رسول اللہ کا دلدادہ و والہ رہا ۔۔۔ گام گام اس کا رہا صالح عمل حمد و سلام

اک مصمم دل کا مالک، کاملِ راہِ ورع ۔۔۔ سالکِ مسلک رہا، اسلام کا مائل دوام

مصدرِ علم و عمل اور دہر کا مردِ کمال ۔۔۔ ماہرِ راہِ ہدیٰ اور حاملِ سرِّ ہمام

اک معلم، اک مدرس، حال کا مہرِ سما ۔۔۔ عصر کا اک گوہرِ لامع، مسلّم، لاکلام

حِلم کا اک کوہِ محکم، عِلم کا ماہِ کرم ۔۔۔ اور سر اہلِ ہوا کا وہ رہا صارم حسام

رحم کر مولا کرم کر، ہو عطا اس کو مراد ۔۔۔ ہو محل معمور اس کا، گور ہو لامع کلام

لوحِ دل کا ہو سوال، اس طرح حل مولا مرا ۔۔۔ اس کا ہر اک کام محکم، اس کا اکمل سر مرام

ہو علا اس کا حلم اور علم اس کا عام ہو ۔۔۔ اس کا ہر سُو ہو کرم لامع، ہر دم، گام گام

سالِ حافظ کو ملا ہمراہِ "عودِ دردِ دل"

ہو سدا سردار احمد کا محل دارالسلام"

۱۳۸۲ھ

اسمِ اُو سردارا احمد آمدہ صدرِ ملا

در مکارمِ صدرِ گروہِ علماء، سالارِ عساکرِ علماء، عمادِ طارمِ اسلام، حصارِ اوہام

علامۂ عصر محمد سردار احمد سلّمہ اللہ و رحمہ اللہ

(از قلم حکیم صمصام مرحوم) (غیر منقوط)

مالکِ مُلکِ کمالِ علم و اعمالِ ہُدا — اسمِ اُو سردارا احمد آمدہ صدرِ ملا

اسمِ اُو مدحِ رسول اللہ را حاملِ ہمہ — آمرِ امرِ صمد، دلدادۂ اہلِ حرا

حامل آمد ہر کلام اُو کلام اللہ را — والۂ امرِ رسول اللہ در سحر در ہر مسا

صارمِ ادراکِ اُو حسّاد را درّد گلو — سرگروہِ اہلِ علم و حِلم در راہِ ہُدا

در رہِ اہلِ سلوک او آمدہ ہر گام گام — کارِ اسلام آمدہ مر اصل او را مدّعا

گامِ محکم در رہِ اسلام محکم دارد اُو — مصلحِ اطوارِ ہر مکروہ کار آمد ملا

اُو امام کامل آمد در ہمہ ملکِ علوم — مُہر کردہ، مہرِ اہل اللہ مر در دل ورا

واحد آمد درسِ علم اُو ہمہ در ملکِ ما — حارسِ حالِ دلِ اُو مالکِ ملکِ عُلا

عِلمِ اُو دارد عَلَم در عرصۂ علم و عمل — گمرہِ راہِ ہدا را در دہد دم دم صلا

طارمِ اسلام را امرِ مُسلّم آمد درسِ اُو — گرد آلودِ حسد کم دارد او اطہرِ ردا

کارِ او اصلاحِ ہر حال و مآلِ کلمہ گو — داورِ اُو را کرد مردِ راد و ہم اہلِ عطا

راجِ علم او دہد ہر عام کس را راج راج — گرد اہلِ حکم گر گردد کسے او را در گرا

کلکِ اُو دارد دو دم صمصام اسد اللہ ہم
کو دردِ سرہائے ہر اعدائے مسلو ہوا

نائبِ احمد رضا

عاشقِ شمس الضحیٰ تھے، حضرتِ شیخ الحدیث
واصفِ بدر الدجیٰ تھے، حضرتِ شیخ الحدیث

صدقۂ صدیقِ اکبر کے مبارک نام کا
پیکرِ صدق و صفا تھے حضرتِ شیخ الحدیث

رنگ لائی حضرتِ فاروقِ اعظم کی نگاہ
قاطعِ اہلِ ہوا تھے حضرتِ شیخ الحدیث

حضرتِ عثمان ذوالنورین کا یہ فیض ہے
زینتِ جود و سخا تھے حضرتِ شیخ الحدیث

حیدرِ کرار کی شانِ کرامت دیکھیے
ناشرِ علم و حیا تھے حضرتِ شیخ الحدیث

اسوۂ حسنین پر تھے گامزن شام و سحر
حق شناس و پارسا تھے حضرتِ شیخ الحدیث

مظہرِ امامِ اعظم آپ کی تھی ذاتِ پاک
اہلِ حق کے پیشوا تھے حضرتِ شیخ الحدیث

تھے علومِ معرفت کے اس لیے دریا رواں
غوثِ اعظم کے گدا تھے حضرتِ شیخ الحدیث

سیرتِ صدر الشریعہ، صورتِ حامد رضا
صدرِ بزمِ اصفیاء تھے حضرتِ شیخ الحدیث

ناز سے خطۂ بریلی کہہ رہا ہے آج بھی
ناظمِ حزب الرضا تھے حضرتِ شیخ الحدیث

دشمنانِ اہلِ سنت اور باطل کے لیے
بالیقیں تیغِ قضا تھے حضرتِ شیخ الحدیث

درسِ قرآن و حدیث و فقہ و تفسیر پر
عاملِ صبح و مسا تھے حضرتِ شیخ الحدیث

شورشِ باطل کی سب باطل چٹانیں پھٹ گئیں
واہ کیا تیغِ وغا تھے حضرتِ شیخ الحدیث

تھا نزولِ نور کا تابوت پر تانتا بندھا
جب رواں سوئے بقا تھے حضرتِ شیخ الحدیث

آخری دیدار تھا غیروں نے بھی ایسے کہا
ناصرِ خلقِ خدا تھے حضرتِ شیخ الحدیث

اس طرح تابش زمانہ، اب بھی ہے رطب اللساں
نائبِ احمد رضا تھے حضرتِ شیخ الحدیث [1]

تابش قصوری

[1] ہفت روزہ محبوبِ حق (شیخ الحدیث نمبر) لائل پور، ۱۹۶۳ء

نذرِ محبت

بخدمت گرامی حضرت شیخ الحدیث محدثِ پاکستان علامہ مولانا
ابو الفضل محمد سردار احمد نور اللہ مرقدہ

یادگارِ اعلیحضرت حضرت شیخ الحدیث
شمعِ بزمِ قادریت حضرت شیخ الحدیث

طلعتِ مہرِ نبوت حضرت شیخ الحدیث
جلوۂ انوارِ وحدت حضرت شیخ الحدیث

نازشِ اہلِ بصیرت حضرت شیخ الحدیث
افتخارِ دین و ملت حضرت شیخ الحدیث

آفتابِ علم و حکمت حضرت شیخ الحدیث
ہیں مفیضِ نور و ظلمت حضرت شیخ الحدیث

داعیِ حق و صداقت حضرت شیخ الحدیث
ساعیِ تنظیمِ ملت حضرت شیخ الحدیث

رہ نوردِ منزلِ عرفان تھے وہ بالیقیں
سالکِ راہِ طریقت حضرت شیخ الحدیث

واعظِ اخلاقِ مصطفوی خطیبِ بے مثال
مفتیِ احکامِ قدرت حضرت شیخ الحدیث

فقر پر جس کے شہنشاہی کو فخر و ناز تھا
رونقِ بزمِ ولایت حضرت شیخ الحدیث

بادۂ عشقِ محمد سے تھا سرشار اُن کا دل
مستِ صہبائے محبت حضرت شیخ الحدیث

آپ کی سیرت امینِ اسوۂ خیر البشر
پیکرِ خلق و مروت حضرت شیخ الحدیث

مظہرِ حسنِ تکلم گفتگوئے دلنشیں
خوگرِ اخلاص و اُلفت حضرت شیخ الحدیث

حسنِ صورت حسنِ سیرت میں نہ رکھتے تھے جواب
صنعتِ صناعِ فطرت حضرت شیخ الحدیث

ملتِ اسلامیہ کے محسنِ عالی مقام
قوم کے ناموسِ عظمت حضرت شیخ الحدیث

بانیِ "دار العلوم مظہرِ اسلام" تھے
قلزمِ علمِ شریعت حضرت شیخ الحدیث

گمرہانِ دینِ فطرت کے لئے تھے بالیقیں
مشعلِ راہِ ہدایت حضرت شیخ الحدیث

"فیصل آباد" اب نظر آتا ہے بے رونق قمر!
ہو گئے ہیں جب سے رخصت حضرت شیخ الحدیث

(۲۱ صفر المظفر ۱۴۰۹ھ) (رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ)

حضرتِ سردار احمد قادری

سید محمد امین علی شاہ نقوی فیصل آباد

حضرتِ سردار احمد قادری — حامدی رضوی ہیں چشتی صابری
سُرمگیں آنکھیں، زباں گوہر فشاں — خوبرو، خندہ جبیں، زندہ ولی
حق شناس و حق پرست و حق پسند — حق نگر، حق گو، حقیقت کی لڑی
مخزنِ عشقِ رسولِ کبریا — گوہرِ دریائے فقرِ حیدری
پیر و مرشد آپ کے عالی جناب — شہ سراج الحق چشتی قادری
جانشینِ حضرتِ احمد رضا — جُود کے سُلطاں، سخاوت کے دھنی
فاضلِ درسِ بریلی اور پھر — کاشفِ اسرارِ رمزِ بے خودی
عاشقِ غوث الورٰی، محبوبِ حق — طالبِ خواجہ معین الدیں سخی
حضرتِ داتا پیا کے فیض سے — بحرِ علمِ ظاہری و باطنی
خدمتِ اسلام کے روشن چراغ — دعوت و تبلیغ و دیں میں منتہی
ہیں محدث پورے پاکستان کے — عالمِ اسلام میں ہیں منجلی
یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ اُنْظُرْ حَالَنَا — تھا وظیفہ آپ کا یہ ہر گھڑی

زُہد و تقوٰی کے جہاں میں آپ سا
چشمِ نقوی نے نہیں دیکھا کبھی

لوحِ تاریخِ وصال

ہرگز نمیرد آنکہ دلش زندہ شد بعشق،
ثبت است بر جریدۂ عالم دوامِ ما

قدوۃ العلماء العارفین، زبدۃ الاصفیاء الکاملین، شیخ العلماء والمحدثین حضرت شیخ الحدیث قدس اللہ سرہ العزیز کے وصال پُرملال (۱۳۸۲ھ/۱۹۶۲ء) پر جلیل القدر علماء و مشائخ اور نامور شعراء نے قطعاتِ وصال نثر و نظم میں اس کثرت سے لکھے کہ آپ کے معاصرین مرحوم علماء و مشائخ میں اس کی مثال مشکل سے ملے گی۔ قطعاتِ تاریخِ وصال کی کثرت یہ ظاہر کرتی ہے کہ ملتِ اسلامیہ کے اکابر کی نظر میں آپ کی بے حد قدر و منزلت اور مقبولیت تھی۔

اس موقعہ پر چند قطعات کا تذکرہ کیا جاتا ہے۔ آپ کے وصال پُرملال پر نظم و نثر کی صورت میں مقتدایانِ ملت کے تاثرات کہیں اور ذکر ہوں گے۔ ان شاء اللہ!

مفتیٔ اعظم حضرت مولانا محمد مصطفےٰ رضا نوری خلف اصغر و خلیفہ امام احمد رضا فاضل بریلوی، قدس سرہما نے "میرا چاند" کے عنوان سے نثر کی صورت میں اپنے تاثرات کا اظہار فرمایا۔ ابتدائے مضمون میں دو قطعات کو زینتِ عنوان بنایا

آہ میرا روشن چاند جاتا رہا = ۱۳۸۲ھ

غروبِ مہ صلحاء = ۱۳۸۲ھ

علاوہ ازیں حضرت شیخ الحدیث قدس سرہٗ کے اوصافِ جمیلہ اور مقاماتِ رفیعہ سے جو قطعاتِ وصال تخریج کیے، وہ حسبِ ذیل ہیں،

لوحِ تاریخِ وصال
۱۳۸۲ھ

فیضانِ تام

۱۳۸۲ھ

فیضانِ اتم

۱۳۸۲ھ

منبعِ کرم، مقبولِ عصر، امیر العلماء،

۱۳۸۲ھ

آئینۂ اسرار، مقصودِ آفاق، زینِ دانش

۱۳۸۲ھ

مشہورِ انام، پیشوا چارہ سازِ بے کساں،

۱۳۸۲ھ

ہادیٔ بُستان، رہبرِ اسلام، نور الہدیٰ

۱۳۸۲ھ

مَولٰنَا الْاَوْحَدُ، اَلْاَسَدُ الْاَسَدُ الْاَسْعَدُ الْاَرْشَدُ بحرِ علم

۱۳۸۲ھ

نکتہ سنج، حق گو، نام آور، سراجِ زمان،

۱۳۸۲ھ

دقیقہ فہم

۱۳۸۲ھ

رفیع المرتبت

۱۳۸۲ھ

ناصر السنہ کاسر البدعۃ عالی مقام

۱۳۸۲ھ

زبدۂ عالم، عالم نبیل و فاضل جلیل

۱۳۸۲ھ

متوکل سراپا برکت

۱۳۸۲ھ

فہیمِ عصر مدرس بے مثال

۱۳۸۲ھ

حادی فروع واصول، محقق معقول ومنقول، عزیزِ اولیاء

۱۳۸۲ھ

حقائق آگاہ ومعارف دستگاہ، علامۂ زمانہ

۱۳۸۲ھ

سعادت مآب مولوی محمد سردار احمد صاحب

۱۳۸۲ھ

ذکی ومحدثِ باکمال

۱۳۸۲ھ

رضی اللہ مولاہ الصمد [1]

۱۳۸۲ھ

مفتی اعظم علیہ الرحمہ نے اپنے تلمیذِ رشید وخلیفۂ سعید کے وصال کے موقعہ پر نظم کی صورت میں جن احساسات کا ذکر فرمایا، اس سے چند اشعار آپ بھی پڑھیں:

وہ محدث، وہ محقق، وہ فقیہہ
عالمِ علمِ ہُدیٰ جاتا رہا
رہبرِ راہِ ہدیٰ تھا لاکلام
سُنّیوں کا مقتدیٰ جاتا رہا
غوثِ اعظم، قطبِ عالم کا غلام
نائبِ شاہِ رضا جاتا رہا
فیض سے داتا کے مالا مال تھا
گنج بخشِ علم تھا، جاتا رہا

---

[1] ماہنامہ نوری کرن، بریلی، شمارہ مارچ، اپریل ۱۹۶۳ء ص ۵ تا ۷

پیکرِ رُشد و ہدیٰ تھا بالیقیں
مظہرِ احمد رضا جاتا رہا
مرگیا فیضان جس کی موت سے
ہائے وہ فیضِ اَتم جاتا رہا

۱۳۸۲ھ

یا مجیب اغفر لہٗ تاریخ ہے
۱۳۸۲ھ
کس برس وہ راہنما جاتا رہا
دیو کا سر کاٹ کر نوری کہو،
چاند روشن علم کا جاتا رہا ؎۱

۱۳۸۲ھ

مولانا مفتی ابوالخیر محمد مظفر احمد صدیقی بدایونی سرپرست جامعہ مظفریہ قصبہ داتا گنج بخش ضلع بدایوں کے نثری مضمون کا عنوان :

"علامہ وقت سیّدی مولانا سردار احمد"

۱۳۸۲ھ

سے تاریخِ وصال کا پتہ چلتا ہے۔ مضمون میں چند اور تاریخیں تخریج کی ہیں،

رضی اللہ جلا وعلا عنہم

۱۳۸۲ھ

رحمتِ حق تعالیٰ علیہ،

۱۳۸۲ھ

آہ آہ یا دمِ ضلالت جہاں، ؎۲

۱۳۰۹ھ

؎۱ ماہنامہ نوری کرن بریلی، شمارہ مارچ، اپریل ۱۹۶۳ء ص ۸
؎۲ ایضاً، ص ۱۵، ۱۶

لسان الحسان مولانا یعقوب حسین ضیاء القادری بدایونی صدر جمعیت المشائخ وصدر مجلس شیدایانِ نبی، کراچی نے نظم ونثر میں آپ کے وصال پر اپنے احساسات کا اظہار فرمایا ہے۔ نظم کی صورت میں قطعہ وصال ملاحظہ ہو ؎

محوِ عشقِ ایزدِ غفار تھے شیخ الحدیث
عالمِ دینِ شہِ ابرار تھے، شیخ الحدیث

آپ کے سردار احمد مجتبیٰ تھے ہر نفس
آپ اہلِ علم کے سردار تھے شیخ الحدیث

تھے مبلغ آپ تکریمِ شہِ لولاک کے
واصفِ اصحاب اور انصار تھے شیخ الحدیث

صدرِ بزمِ علم وعرفانِ درِ حاضر کے تھے آپ
حاصلِ بزمِ علم وفن سرکار تھے شیخ الحدیث

نظم لکھتے لکھتے دل میں فکرِ تاریخ آگئی
ہاتف بولا عالمِ مختار تھے شیخ الحدیث

۱۳۸۲ھ

عیسوی سن کا تصور آتے ہی بے ساختہ
سیدی کہہ کر کہا یکبار تھے شیخ الحدیث

۸۴ + ۱۸۷۸ = ۱۹۶۲ء [1]

استاذ الشعراء ضیاء القادری نے چند اور بھی قطعات تاریخِ وصال کہے ہیں ؎

دادریغا جنابِ شیخ الحدیث | از جہاں رُخ نمود سوئے ارم
اے ضیا گفت سالِ رحلتِ اُو | حامیِ دین محققِ اعظم [2]

۱۹۶۲ء

---

[1] ماہنامہ نوری کرن، بریلی، شمارہ مارچ [illegible] ۱۹۶۳ء ص ۲۳، ۲۴

[2] محدثِ اعظم پاکستان، مرتبہ مولانا حسن علی بلیسی، ص ۲۹

سردار دینِ احمدِ مرسل ہزار حیف — رفت از جہاں بخدا بفرمانِ ذوالجلال
از بہر انتقال شہِ باصفا ضیاءؔ — شیخ الحدیث نازش عالم بگفت سال [1]
۱۹۶۲ء

دیگر

دریغا ز آفاق سردار احمد — نامِ خدا سُوئے فردوس رفتہ
ضیاءؔ ہاتف از سالِ آں معظم — حیاتِ ابد یافت سردار گفتہ [2]
۱۳۸۲ھ

دیگر

لکھ لے ضیاءؔ مخزون سالِ وصال، اُن کا
سردارِ دینِ احمد مہرِ مبین جنت [3]
۱۳۸۲ھ

مولانا صابر براری ضیائی کراچی نے "شاہِ رضا کے فیض سے وہ ذی وقار تھے" کے عنوان سے جو نظم لکھی، اس کا مقطع قطعہ تاریخ ہے ؎

صابرؔ سنِ وصال ابوالفضل لکھ یہی
مغفور تو تھے رحمتِ پروردگار تھے [4]
۱۳۸۲ھ

---

[1] محدثِ اعظم پاکستان - مرتبہ مولانا حسن علی رضوی، میلسی ص ۳۹

نوٹ : مذکورہ رسالہ میں اسی قطعہ تاریخ کا عدد ۱۳۸۲ھ لکھا گیا ہے جو سہوِ کتابت ہے۔

[2] ایضاً، ص ۳۹ ، ماہنامہ سوادِ اعظم، لاہور۔ ۱۴ر شعبان ۱۳۸۲ھ ، ص ۴

[3] (ا) ایضاً، ص ۳۹ ، ب) محدثِ اعظم پاکستان، ص ۵

[4] (ا) ماہنامہ نوری کرن بریلی ، مارچ ، اپریل ۱۹۶۳ء ، ص ۷۷

(ب) سوادِ اعظم لاہور - ۱۱ر جنوری ۱۹۶۳ء ص ۱

(ج) محدثِ اعظم پاکستان، مرتبہ مولانا حسن علی رضوی، میلسی ص ۳۸

نوٹ : رسالہ محدثِ اعظم پاکستان میں کتابت کی غلطی سے رحمتِ پرور کو تاریخ لکھا گیا ہے۔

دیگر

عازمِ خلد ہو گئے ہیں آج   حق کے مقبول یعنی اعلیٰ شیخ

سنِ رحلت جنابِ اقدس کا   کہیے صابرؔ حضور والا شیخ

۱۳۸۲ھ

دیگر

فخرِ سوادِ اعظم = ۱۹۶۲ء [1]

دیگر

آہ حامیٔ دین، محدثِ پاکستان، مولانا سردار احمد صاحب [2]

۱۹۶۲ء

دیگر

صابرؔ سن وصال ابوالفضل لکھ یہی،

سردارِ احمد قادری عالی تبار تھے [3]

۱۹۶۲ء

جنابِ عزیز حاصل پوری نے آپ کے وصال پر جن خیالات کا اظہار کیا، اس کا ایک حصہ ملاحظہ ہو۔

جا رہا ہے سوئے جنت کون رخشندہ مقام

کر رہے ہیں آج کس کو آسماں والے سلام

محوِ آرائش ہیں قدسی کس کے استقبال کو

کس کی خاطر محفلِ فردوس میں ہے دھوم دھام

مرکزِ انوارِ رحمت آج کس کی ذات ہے

پھول بخشش کے بچھائے جا رہے ہیں گام گام

---

[1] ہفت روزہ سوادِ اعظم لاہور، ۱۱ر جنوری ۱۹۶۳ء، ص ۱

[2] تاریخ رفتگان، مصنفہ صابر براری، باہتمام ادارہ فکرِ نو کراچی (۱۹۸۶ء) ص ۲۷

[3] (ا) ایضاً، (ب) رضائے مصطفےٰ، گوجرانوالہ، جنوری ۱۹۶۳ء

مصرعِ تاریخِ رحلت کہہ دو منقوطہ عزیز

اُٹھ گیا پیرِ طریقت اہلِ سُنت کا امام [1]

۱۳۸۲ھ

جناب عزیز حاصل پوری نے دوسری منقبت میں قطعۂ تاریخ یوں کہا ؎

آہ گزشت از عالمِ امکاں، مولانا سردار احمد

ماحئ کفر و محئ ایماں، مولانا سردار احمد

کشورِ علم و حلم کے سُلطاں، مولانا سردار احمد

عارفِ کامل صاحبِ عرفاں، مولانا سردار احمد

شیخ و فقیہ محدثِ اعظم، مجتہد ذی فکر منظم

پیرِ مغاں بادۂ عرفاں، مولانا سردار احمد

ہائے کے ساتھ عزیز کہو، تم مصرعِ تاریخِ رحلت

مولانا سردار احمد ہاں، مولانا سردار احمد [2]

۱۳۸۲ھ

مولانا غلام قطب الدین احمد نعیمی اشرفی نائب مدیر ہفت روزہ سوادِ اعظم لاہور نے آپ کی رحلت پر جو قصیدہ لکھا۔ اس کا عنوان قطعۂ تاریخ ہے۔

تاریخِ رحلت اعلم العلماء

۱۳۸۲ھ

قصیدہ کے چند اشعار ملاحظہ ہوں ؎

---

[1] (۱) ہفت روزہ طوفان، ملتان۔ جنوری ۱۹۶۳ء

(ب) محدثِ اعظم پاکستان، مطبوعہ ہمدرد پرنٹنگ پریس ملتان (۱۹۶۳ء) ص ۱۰

[2] محدثِ اعظم پاکستان، مرتبہ مولانا محمد حسن علی رضوی میلسی

آفتابِ علم و حکمت الوداع والسلام — تابشِ انوارِ رحمت الوداع والسلام
سالکِ راہ طریقت الوداع والسلام — واقفِ سرِ حقیقت الوداع والسلام
بیہقیِ وقت آپ تھے اور تھے غزالئِ زماں — شمعِ بزمِ قادریت الوداع والسلام
مصرعہ تاریخ رحلت احمد مغموم لکھ — قدوۂ بستانِ ملت الوداع والسلام [1]

۱۳۸۲ھ

مولانا غلام قطب الدّین احمد نعیمی نے ایک دوسرے قطعہ میں صوری و معنوی تاریخ لکھی۔ صوری اعتبار سے سن ہجری (۱۳۸۲ھ) کی طرف اشارہ ہے اور معنوی طور پر سن عیسوی (۱۹۶۲ء) کا استخراج ہوتا ہے ؎

صوری و معنوی یہ تاریخ لکھ دے احمد
آہ چاند رات شعبان سن تیرہ سو بیاسی [2]

۱۹۶۲ء

خطیبِ پاکستان مولانا حافظ محمد شفیع اوکاڑوی، کراچی نے قطعۂ تاریخ یوں کہا ؎

سیّد و سردارِ ما — وارثِ علومِ مصطفٰے
نائبِ احمد رضا — اللہ سے واصل ہوا [3]

۱۳۸۲ھ

جناب فدا حسین فدا، مدیر ماہنامہ "مہر و ماہ" لاہور نے قطعۂ تاریخ وصال یوں کہا:

صدمۂ مرگِ محدثِ اعظم

۱۹۶۲ء

[1] محدثِ اعظم پاکستان، مرتبہ مولانا حسن علی رضوی، میلسی ص ۴۰
[2] ایضاً، ص ۴۰
[3] ایضاً، ص ۳۸

دیگر

آہ فاضل سردار

۱۳۸۲ھ

دیگر

چل دیئے دنیائے دُوں سے آج وہ — حضرتِ سردار احمد ذی حشم
آپ تھے علامۂ دیں بے گماں — تھا غنیمت آپ کا بس دم قدم
عشقِ محبوبِ خدا میں آپ نے — دینِ قیّم کا کیا اونچا عَلَم
یُوں کہی تاریخ ہاتف نے فدا — انتقالِ عالی فطرت کر رقم [1]

۱۳۸۲

جنابِ حافظ تونسوی چشتی صاحب، ملتان نے بے نقط نظم میں حضرت شیخ الحدیث علیہ الرحمہ کے وصال پر اپنے تاثرات کا اظہارِ خیال ہے اور قطعۂ تاریخ کہا ہے۔ نظم کا عنوان بھی قطعہ تاریخ ہے

محمد سردارِ احمد سالکِ صدرِ دار السلام

۱۳۸۲ھ

آہ! وہ سردارِ احمد سرورِ ملکِ کلام — اہلِ دَرد واہلِ دل اور اہلِ مسلک کا امام
مصدرِ علم و عمل اور دہر کا مردِ کمال — ماہرِ راہِ ہُدیٰ اور حاملِ سرِّ ہمام
اک معلّم، اک مدرس، حال کا مہرِ سما — عصر کا اک گوہرِ لامع، مسلّم، لا کلام
حِلم کا اک کوہِ محکم، عِلم کا ماہِ کرم — اور سر اہلِ ہوا کا وہ رہا صارم حسام

سالِ حافظ کو ملا ہمراہ عودِ دردِ دل
ہو سدا سردار احمد کا محل دار السلام [2]

۱۳۸۲ھ

---

[1] محدثِ اعظم پاکستان، مرتبہ مولانا محمد حسن علی رضوی، میلسی — ص ۳۶

[2] ماہنامہ نوری کرن، بریلی۔ مارچ، اپریل ۱۹۶۳ء — ص ۹۳

جناب حفیظ اللہ خاں حافظ نجیب آبادی، لاہور نے یوں تاریخ کہی ؎

سالِ رحلت کے لیے تاریخ کی تھی جستجو
ہاتفِ غیبی پکارا لکھ، عَلَمِ عالی گہر [1]

۱۳۸۲ھ

مولانا سجاد میاں چشتی مراد آبادی، لاہور نے یوں تاریخ کہی ؎

ہاتفِ غیبی پکارا، بہرِ تاریخِ وفات
زاہدِ پاکیزہ پیکر داخلِ جنت لکھو [2]

۱۳۸۲ھ

مولانا حافظ پیر بخش چشتی بلوچ نے قطعہ تاریخ صنعتِ معجمہ میں یوں کہی۔ قطعہ تاریخ کا عنوان بھی تاریخ ہے:

"محدث نامدارِ پاکستان"

۱۳۸۲ھ

کس قدر اللہ نے رتبہ بڑھایا آپ کا — آج ساری قوم کے دل میں ہے صدمہ آپ کا
حضرتِ سردار احمد عاشقِ رُخِ رسول — خُلد میں گل کی طرح ہنستا ہے چہرہ آپ کا
بالیقیں تھے آپ ارضِ پاک کے یکتا فقیہ — اور سونے پر سہاگہ تھا وہ تقویٰ آپ کا
کوئی مانے یا نہ مانے، میری آنکھیں ہیں گواہ — نور کی بارش میں دیکھا ہے جنازہ آپ کا
اے محدث، اے مفسر، اے مناظر، اے فقیہ — نور کے دربار سے ہے نور سہرا آپ کا
شغلِ حبِ مصطفٰے، سردار احمد کا رہا — معجمہ میں سال حافظ نے یہ لکھا آپ کا [3]

۱۳۸۲ھ

---

[1] (ا) محدثِ اعظم پاکستان، ص ۱۸ (ب) ہفت روزہ محبوبِ حق، لائل پور، ۳۱ جنوری ۱۹۶۴ء، ص
[2] (ا) ایضاً: ص ۱۸ (ب) ایضاً، ص ۷
[3] ایضاً، ص ۳۷

مولانا قاری محبوب رضا خاں قدسی، کراچی نے قطعۂ تاریخ کہا ؎

قدسی سنِ وفات ز شیخ الحدیث گفت
سردار احمد است بفردوس ہم بجا ۱۹۶۲ء [۱]

۱۳۶۲ھ

مولانا محمد ابراہیم خوشتر نے یہ تاریخ کہی؛

رحمتِ حق تعالیٰ علیہ

۱۳۸۲ھ

آنکھ میں اُن کا جلوہ ہے — یاد سے ان کی دل معمور
کل تھی جن کی بخششِ عام — آج وہ ہو گئے مغفور [۲]

۱۳۸۲ھ

صوفی صابر اللہ شاہ نعیمی نے فارسی میں قطعۂ تاریخ کہا ؎

غلبۂ عشقِ نبی بر قلب چوں گشتہ فزوں
کرد دُنیا ترک یک دم نیز فرزندانِ خُود
برزباں صابر آمد از رخ ایں بے ساختہ
مولوی سردار احمد عازمِ فردوس شُد [۳]

۱۳۸۲ھ

ہفت روزہ سوادِ اعظم لاہور کے مدیر جناب غلام معین الدین نعیمی نے آپ کے سوانح حیات

---

[۱] محدثِ اعظم پاکستان، ص ۳۷

[۲] (ا) ہفت روزہ رضائے مصطفےٰ، گوجرانوالہ، ۷ رمضان المبارک ۱۳۸۲ھ ص ۴
(ب) ماہنامہ نوری کرن بریلی، مئی ۱۹۶۳ء ص ۸

[۳] (ا) ہفت روزہ سوادِ اعظم لاہور، ۲۱ شعبان ۱۳۸۲ھ ص ۱ (ب) محدثِ اعظم پاکستان، ص ۳۶

کا عنوان بنایا:

قبلۂ دارین ابوالفضل محمد سردار احمد [۱]

۱۳۶۲ھ

یہی آپ کا سنِ وصال ہے۔

حکیم اہلِ سنت الحاج حکیم محمد موسیٰ امرتسری، بانی مرکزی مجلسِ رضا لاہور نے یہ قطعات تاریخِ وصال کہے:

بحضور محمد سعید

۱۳۸۲ھ

دیگر

مات الشیخ [۲]

۱۳۸۲ھ

جناب رانا محمد اکرم چشتی نے ماہنامہ عارف لاہور، فروری ۱۹۶۳ء میں "ایک عالم ایک عارف" کے عنوان سے حضرت شیخ الحدیث قدس سرہٗ کی سوانح حیات لکھی۔ عنوان تاریخ ہے:

مولانا مولوی محمد سردار احمد محدث

۱۳۸۲ھ

نیز یہ قطعہ تاریخ نکالا:

جلیل المراتب مرشدِ کامل [۳]

۱۳۸۲ھ

جناب سید خورشید علی مہر نقوی جے پوری نے یہ قطعہ تاریخ موزوں کیا ؎

---

[۱] ہفت روزہ سوادِ اعظم، لاہور۔ ۲۱ر شعبان ۱۳۸۲ھ، ص ۳

[۲] ہفت روزہ محبوبِ حق، لائل پور، ۳۱ر جنوری ۱۹۶۴ء، ص ۷
بحوالہ ماہنامہ عارف لاہور، فروری ۱۹۶۳ء

[۳] ایضاً: ص ۳

اس جہانِ رنگ و بُو سے مثلِ بُو نے گل گئے
حضرتِ سردار احمد مامنِ فردوس میں
مہر کیا اچھی کہی رضوان نے تاریخِ وصال
آئے اب سردار احمد گلشنِ فردوس میں [1]

۱۳۸۲ھ

جناب خلیق قریشی مدیر روزنامہ عوام لائل پور نے تاریخِ وصال یوں کہی :

اے بُلبلِ ریاضِ رسول [2]

۱۳۸۲ھ

ہفت روزہ سوادِ اعظم لاہور نے چند قطعات کی نسبت مولانا فضل الرحمٰن مدنی خلف ضیاء الملت حضرت مولانا ضیاء الدین مدنی علیہ الرحمہ کی طرف سے، جو یہ ہیں :

سردار بزم فردوس سردار احمد

۱۳۸۲ھ

ہوا از فضل رحمٰن سن ہجری کیسا جید
شہِ فردوس سُلطانِ جہاں سردار احمد

۱۳۸۲ھ

دیگر

پا گئے جنت مقام قادری رضوی مدام [3]

۱۳۸۲ھ

---

[1] ہفت روزہ محبوب حق، لائل پور، ۳ر جنوری ۱۹۶۴ء ص ۳

[2] روزنامہ عوام، لائل پور، ۸ر مارچ ۱۹۶۳ء

[3] ہفت روزہ سوادِ اعظم لاہور ۱۰ر مئی ۱۹۶۳ء ص ۸

مشہور محقق و مورخ جناب شریف احمد شرافت نوشاہی نے قطعہ تاریخ یوں موزوں کیا:

جنابِ حضرتِ سردار احمد — بہ گلزارِ شریعت غنچہ بہ شگفت
زہے شیخ الحدیث آں مردِ کامل — کہ درِ اسرارِ دیں دُرہائے می سُفت
محدث ہم مفسر، ہم فقیہے — کہ در تدریس کردہ سعی ہا مفت
ز دنیا رخت بستہ سوئے فردوس — بہ بزمِ عاشقانِ ذاتِ حق خفت
شرافت جست تاریخش ز ہاتف — بہ جنت رفت سلطانِ زمن گفت [1]

۱۳۸۲ھ

مشہور نعت خواں شاعر جناب محمد ابراہیم صائم چشتی نے قطعۂ تاریخ یوں موزوں کیا:

رفت سوئے دارِ جنت، مفتیٔ شیریں بیاں — آں امامِ اہلِ سنت، ارفع شاں، عالی نشاں
گفت تاریخِ وصالش صائمِ اندوہگیں — اُو محدثِ اعظم آں لجانِ زمن قطبِ زماں [2]

۱۹۶۲ء

علاوہ ازیں جناب صائم چشتی نے درج ذیل تاریخیں بھی استخراج کیں:

نائب الاعلیٰ اعلیٰ حضرت بریلوی

۱۹۶۲ء

امام اصفیاء، نائبِ احمد رضا

۱۳۸۲ھ

آہ یاد، محمد سردار احمد قادری رضوی

۱۹۶۲ء

---

[1] ماہنامہ نوری کرن، بریلی۔ جون ۱۹۶۳ء ص ۲۹

[2] روزنامہ سعادت، فیصل آباد، لاہور۔ ۸ / مارچ ۱۹۶۳ء ص ۹

حضرت محدثِ اعظم پاکستان مولانا علامہ الحاج محمد سردار احمد چشتی قادری رضوی علیہ الرحمہ، ملتِ اسلامیہ کی وہ بلند شخصیت ہیں، جن کے اوصافِ حمیدہ اور خصائصِ جمیلہ کا بیان، ملی و علمی خدمات کا تعارف، سیرت و سوانح کی تدوین، ان کی زندگی میں ہی ہوجانی چاہیے تھی۔ انہیں وصال فرمائے ربع صدی گزر رہی ہے، مگر ہمارے پاس ان کے احوال و آثار پر کوئی قابلِ ذکر کتاب نہیں۔

حضرت محدثِ اعظم علیہ الرحمہ نے قوم و ملت، علماءِ کرام، تلامذہ و متوسلین و معتقدین اور تمام اہلِ سنت پر جو احسانات فرمائے، ان کا تقاضا بھی یہی تھا کہ آپ کی ذاتِ ستودہ صفات کے مقدس شب و روز کتابی صورت میں دکھائی دیتے۔

آپ کی تشریف آوری سے قبل لائل پور مسلکاً غیر آباد تھا۔ عقیدۃً اس کی زمین بنجر اور شور زدہ تھی۔ یہ شہر گویا کہ ایسا صحرا تھا، جہاں دُور دُور تک عقیدت و محبتِ رسولِ اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم دکھائی نہیں دیتی تھی، لیکن آپ کے قدوم میمنت لزوم نے لائل پور ہی نہیں، اکناف و اطراف کی بھی تقدیر بدل دی۔ عشقِ رسولِ اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی ایسی شمع روشن کی جس سے پاکستان جگمگا اُٹھا۔ چراغ سے چراغ جلتا چلا گیا اور آج یہ عالم ہے کہ بین الاقوامی سطح پر آپ کے تلامذہ، متوسلین، معتقدین عشقِ رسولِ کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے سرشار، تبلیغِ اسلام و سنیت میں پیہم مصروف ہیں۔

جیسے جیسے آپ کے وصال سے ماہ و سال کا عرصہ لمبا ہوتا جا رہا ہے، ویسے ویسے آپ کے مقدس حالات کو کتابی صورت میں منظرِ عام پر لانے کی ضرورت بڑھتی جا رہی ہے اور

عقیدت مندانِ محدثِ اعظم آپ کے حالات کے متلاشی ہیں، مگر ان کی پیاس بجھانے کے لیے کسی بھی مستند کتاب کی نشاندہی نہیں کی جا سکتی۔

چنانچہ ان حالات کی پیشِ نظر حضرت مولانا مفتی محمد عبد القیوم ہزاروی مدظلہ ناظم اعلیٰ جامعہ نظامیہ رضویہ، لاہور، و ناظمِ اعلیٰ تنظیم المدارس اہل سنت پاکستان نے حضرت محدث اعظم پاکستان علیہ الرحمہ کے مبسوط تذکرہ کی جمع و تدوین کا بیڑا اٹھایا۔ بارہ سال قبل جامعہ نظامیہ رضویہ، لاہور میں آپ نے شعبۂ تصنیف و تالیف قائم فرمایا اور اس کے اغراض و مقاصد میں ایک اہم شق یہ بھی تھی کہ تذکرہ محدثِ اعظم پاکستان مرتب کیا جائے۔

لہٰذا عملاً اس کام کو شروع کر دیا گیا اور حضرتِ محدثِ اعظم علیہ الرحمہ سے متعلق مضامین کے حصول کے لیے تگ و دو کی جانے لگی۔ حضرت شیخ الحدیث علیہ الرحمہ سے جس طرح بھی کسی سے کسی کی نسبت دیکھی، سنی، مفتی صاحب اس سے بڑی دلچسپی لیتے۔ انتہائی محبت سے حالات و واقعات معلوم کرتے، ان کے خاندانی افراد و شخصیات سے احوال دریافت کرتے۔ قدیم تلامذہ سے گفتگو کا محور یہی موضوع ہوتا۔ علماء و باشندگانِ بریلی شریف سے جہاں تک ممکن ہوتا، حضرت شیخ الحدیث علیہ الرحمہ کی زندگی سے متعلق باتیں پوچھتے، نیز حضرت کے قدیم خدام و رفقاء سے جو کچھ بن آتا، حاصل کرتے، انہیں اس عظیم شخصیت کے سوانح قلمبند کرنے کی طرف توجہ دلاتے اور حاصل شدہ مواد کو محفوظ کرتے چلے جاتے۔

اراکین شعبۂ تصنیف و تالیف نے اس سلسلہ میں مفتی صاحب سے تعرض جاری رکھا خصوصاً حضرت مولانا محمد عبد الحکیم شرف قادری مدظلہ و راقم السطور محمد منشا تابش قصوری نے ایسے جرائد و رسائل اور کتب جن میں حضرت محدثِ اعظم علیہ الرحمہ سے متعلق کوئی بھی مضمون دیکھا، مفتی صاحب کی خدمت میں پیش کر دیتے۔ جامعہ نظامیہ رضویہ، لاہور میں علماء کرام، مشائخِ عظام، اہل سنت و جماعت کے افراد کی آمد و رفت کا سلسلہ جاری رہتا ہے، لہٰذا مفتی صاحب نے اُن سے بھی پورا پورا استفادہ فرمایا اور اتنا مواد جمع فرما لیا، جس سے ضخیم تذکرہ تیار کیا جا سکتا تھا۔ اسی

اثنا میں مؤرخ لاہور جناب محمد دین صاحب کلیم سے رابطہ قائم کیا، جنہوں نے فیصل آباد پہنچ کر حضرت شیخ الحدیث قدس سرہ کے متعلقین سے انٹرویوز کیے تھے اور نہایت مفید معلومات حاصل کی تھیں، انہوں نے جملہ مسودات مفتی صاحب کی خدمت میں پیش کر دیئے۔

اب ایک ایسے صاحب قلم عالم کی ضرورت تھی، جس نے اپنی زندگی کا ایک حصہ حضرت محدثِ اعظم پاکستان کی خدمت میں گزارا ہو، جس نے بڑے قریب سے حضرت شیخ الحدیث قدس سرہٗ کے شب و روز کا مطالعہ کیا ہو، جو عقیدت سے ہٹ کر زندگی کے مختلف پہلوؤں پر گہری نظر رکھتا ہو، جو روایت و درایت کے معیار پر تذکرہ مرتب کرنے کی صلاحیت سے بہرہ ور ہونے کے ساتھ ساتھ اس کام کے لیے وقت بھی نکال سکے۔

چنانچہ مفتی صاحب کی سالہا سال کی محنتِ شاقہ رنگ لائی۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کی دیرینہ آرزو کو پذیرائی بخشی، تکمیل کا وقت قریب آیا۔ حضرت مولانا محمد جلال الدین قادری گجراتی مدظلہ جو اکثر جامعہ نظامیہ رضویہ تشریف لایا کرتے تھے، مفتی صاحب نے ان کی تاریخی تصنیف خطبات آل انڈیا سُنّی کانفرنس پر مبارک باد دیتے ہوئے انہیں تذکرہ محدثِ اعظم کو مرتب کرنے پر آمادہ کر لیا۔ مولانا موصوف نے حامی بھر لی۔ حضرت مفتی صاحب مدظلہ نے کئی سالوں میں جمع کردہ مواد اُن کے سپرد کر دیا۔

مولانا محمد جلال الدین قادری نے تذکرہ محدثِ اعظم مرتب کرنا شروع کیا۔ مفتی صاحب سے مسلسل رابطہ رکھا جو تازہ مواد حاصل ہوتا، ان کی خدمت میں پہنچایا جاتا۔ ابتداء سے انتہا تک ہر مرحلہ پر رابطہ کا تسلسل قائم رہا۔

الحمد للہ تعالیٰ علیٰ منّہٖ وکرمہٖ۔ آج یہ عظیم و ضخیم تذکرہ، قارئین کرام کے ہاتھ میں ہے۔ اس پر مرتب، محرک، معاونین، اور ہر وہ فرد جو کسی بھی طرح اس سے متعلق رہا، ان کی خدمت میں ہدیہ تبریک پیش کیا جاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ بجاہ حبیبہ الاعلیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم جملہ رفقاء کی خدمات کو شرفِ قبولیت سے نوازے اور اس تذکرہ کو سندِ مقبولیت عطا فرمائے۔ آمین!

محمد منشا تابش قصوری
شعبہ تصنیف و تالیف جامعہ نظامیہ رضویہ لاہور

عکسِ نوادرات

فہرست

آل انڈیا سنی کانفرنس کے مشاہیر علماء و مشائخین کا متفقہ فیصلہ

مسلم لیگ کو ووٹ دے کر
کانگریس کو شکست دی جائے

آل انڈیا سنی کانفرنس مسلم لیگ کے ہر اس طریقۂ عمل کی تائید کر سکتی ہے جو شریعت مطہرہ کے خلاف نہ ہو جیسے کہ الیکشن کے معاملہ میں کانگریس کو ناکام کرنے کی کوشش۔ اس میں مسلم لیگ جس مسلمان کو بھی اٹھائے سنی کانفرنس کے اراکین و ممبران اس کی تائید کر سکتے ہیں۔ ووٹ دے سکتے ہیں۔ دوسروں کو اس کے ووٹ دینے کی ترغیب دے سکتے ہیں مسئلہ پاکستان یعنی ہندوستان کے کسی حصہ میں آئین شریعت کے مطابق فقہی اصول پر حکومت قائم کرنا سنی کانفرنس کے نزدیک محمود و مستحسن ہے۔

(حضرت مفتی اعظم ہند مولانا شاہ الحاج) مصطفےٰ رضا قادری (جانشین اعلیٰحضرت مولانا احمد رضا خاں بریلوی رحمۃ اللہ علیہ) ؛ (حضرت صدر الافاضل استاذ العلما مولانا) نعیم الدین مراد آبادی ناظم اعلیٰ آل انڈیا سنی کانفرنس ؛ (حضرت صدر الشریعت مولانا مفتی) امجد علی ؛ (حضرت مولانا شاہ) عبد الحامد قادری بدایونی ناظم نشر و اشاعت آل انڈیا سنی کانفرنس ؛ (مفتی اعظم حضرت مولانا) محمد ابراہیم القادری (بدایونی بمبئی) ؛ (حضرت مولانا شاہ) سید مصباح الحسن سجادہ نشین پھپھوند ؛ (حضرت مولانا شاہ) عارف اللہ قادری خطیب خیر المساجد میرٹھ ؛ (حضرت مولانا شاہ) محمد ابراہیم رضا جانشین حضرت مولانا حامد رضا خاں بریلوی ؛ (حضرت مولانا مفتی) محمد ابراہیم سمستی پوری صدر دار العلوم شمس العلوم و ناظم ڈسٹرکٹ سنی کانفرنس بدایوں ؛ (مولانا) سردار علی خاں رضوی مہتمم دار العلوم منظر اسلام بریلی ؛ (مولانا) عبد المصطفےٰ ازہری مبارکپوری ؛ (مولانا) محمد اسمٰعیل محمود آبادی ؛ (مولانا) غلام جیلانی ؛ (مولانا) محمد ایوب قادری ٹانڈوی ؛ (مولانا) ابو المعالی شمس الدین احمد جونپوری صدر المدرسین مدرسہ مشارق الانوار ؛ (مولانا) محمد نذیر الاکرم مراد آبادی ؛ (مولانا) غلام معین الدین نعیمی مہتمم آل انڈیا سنی کانفرنس ؛ (مولانا) ظہیر احمد مدرس عربیہ گجرات ؛ (مولانا) غلام جیلانی صدر المدرسین مدرسہ اسلامیہ میرٹھ ؛ (مولانا) احسان الحق نعیمی ناظم تبلیغ جامعہ نعیمیہ مراد آباد ؛ (مولانا) سید عبد الحق قادری اعظمی ؛ (مولانا) محمد مختار اشرفی جموں کشمیر ؛ (مولانا) عبد المصطفےٰ مدرس دار العلوم اشرفیہ ؛ (مولانا) محمد شاہ ... مدرس مدرسہ فاروقیہ بنارس ؛ (مولانا) اختصاص الدین نعیمی ؛ (مولانا) محمد مصطفےٰ علی مدرس مدرسہ اسلامیہ میرٹھ ؛ (مولانا) رفیق الدین ؛ (مولانا) غلام محی الدین مراد آبادی ؛ (مولانا) عبد الرحیم احمد آباد ؛ (مولانا ابو الفتح) محمد علی آنوی ؛ (مولانا) سردار علی منظر اسلام بریلی ؛ (حضرت مولانا) محمد اجمل سنبھلی ناظم اجمل العلوم سنبھل ؛ (مولانا) محمد طفیل احمد مدرس مدرسہ فیروز پور ؛ (مولانا الحاج) سردار احمد صدر المدرسین منظر اسلام بریلی ؛ (مولانا) وقار الدین پیلی بھیتی مدرس مدرسہ قیصر الاسلام بریلی ؛ (مولانا) محبوب حسین اشرفی سنبھل ؛ (مولانا) محمد سالم اعظمی ؛ (مولانا) عبد الغفور مجھ جھوڑ ؛ (مولانا) محمد شہاب الدین ؛ (مولانا) عبد الرشید مدرس علی پور سیدان سیالکوٹ ؛ (مولانا) محمد ابراہیم اعظمی ؛ (مولانا) عبد الغفور مدرس مدرسہ منظر اسلام بریلی ؛ (مولانا) محمد یٰسین مظفر پوری ؛ (مولانا) فضل غنی مدرس منظر اسلام بریلی ؛ (مولانا) فضل الصمد سجادہ نشین پیلی بھیت ؛ (مولانا) محمد سلیمان صدر المدرسین مدرسہ احسن المدارس کانپور ؛ (مولانا) محمد محبوب صدر المدرسین کانپور ؛ (مولانا مفتی) عبد الرؤف صدر المدرسین مدرسہ قومیہ ... ؛ (مولانا) مختار احمد مدرس مدرسہ اہلسنت امرتسر ؛ (مولانا) احسان علی مظفر پوری مدرسہ منظر اسلام بریلی ؛ (مولانا) انوار احمد مدرسہ منظر اسلام بریلی ؛ (مولانا) محمد الہدیٰ رضوی مظفر پوری ؛ (مولانا) محمد ذکی نعیمی کرنپوری ؛ (مولانا قاضی) فضل غنی مدرس مدرسہ منظر اسلام بریلی ؛

ناشر

محمد یعقوب حسین ضیاء القادری پروپیگنڈہ سکریٹری ڈسٹرکٹ سنی کانفرنس بدایوں یوپی

(مطبوعہ ۔ عادل الیکٹرک پریس، دہلی)

علماء اہل سنت کا متفقہ فیصلہ کہ مسلم لیگ کو ووٹ دیا جائے ۔ عکس اشتہار

حضرت صدر الافاضل کا سُنّی کانفرنس بنارس میں شرکت کا دعوت نامہ

سے بہت پریشان ہوتا ہوں مگر طاہرا دعا کے سوا اس وقت کچھ اپنا اختیار سمجھ میں نہیں آتا مولی تعالی ہم سب کو آپ کے ایسے حامیان دین وملت پیشوایان دین کی خدمت کی توفیق دے آمین سوداگری محلہ والوں کا افتراق مولی تعالی فوراً دور فرمائے اور وہ آگہی واقعی دینی قدرجانیں آمین آمین محمد میاں قادری از مارہرہ ۲۷ شعبان ۱۳۵۶ھ
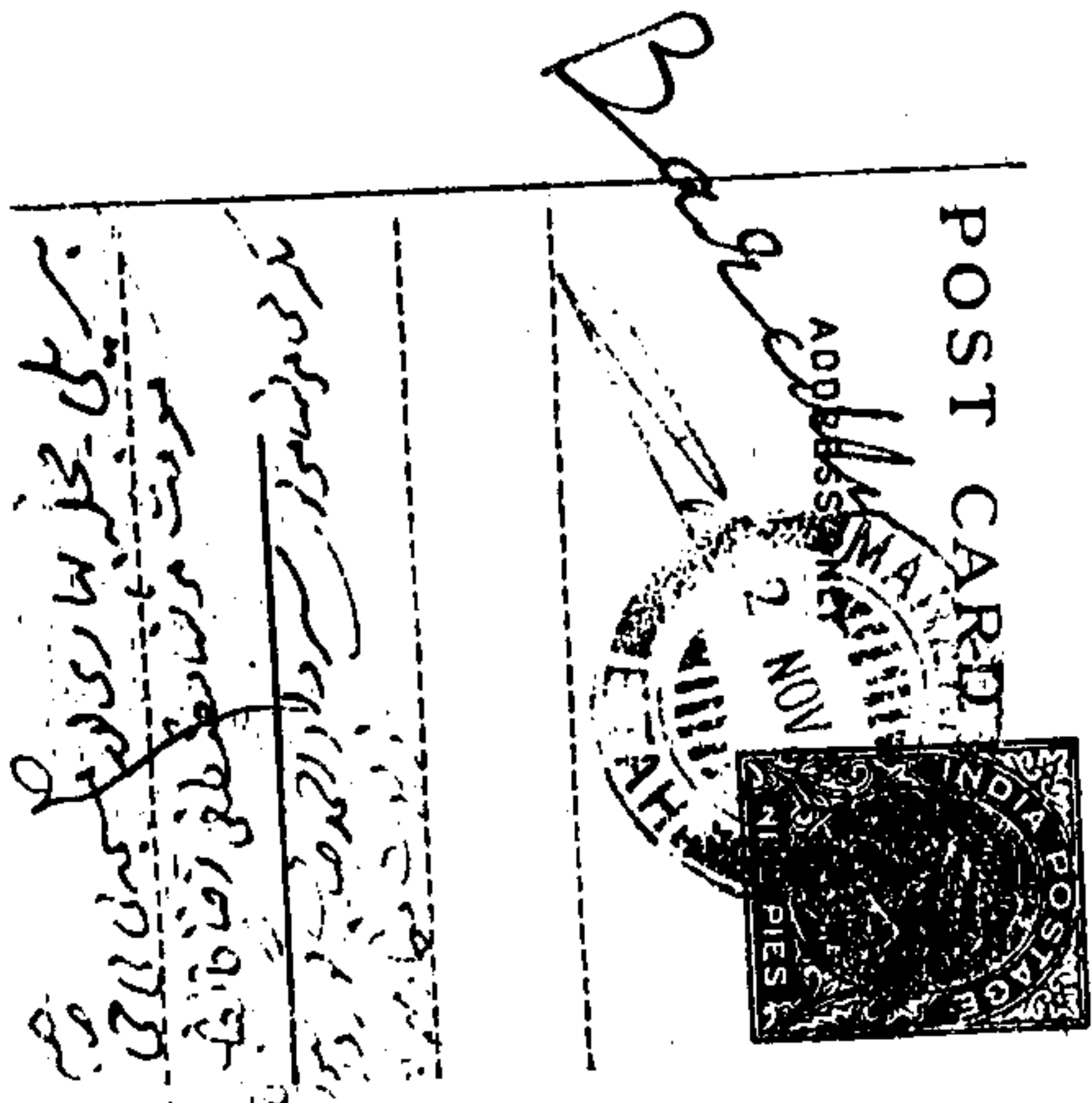
مولانا محمد میاں قادری مارہروی کا مکتوب بنام حضرت شیخ الحدیث

۹۲ مولانا المکرم دام بالکرم لیس از تسلیم مع التکریم معروض کہ خط موصول ہوا
میری نسبت جس حسن ظن کا آپ اب اور پہلے بھی اظہار فرما رہے ہیں وہ سب
آپکی خوبی نیت اور حسن نظر ہے ورنہ من آنم کہ من دانم۔ مولانا ضیاء الدین صاحب
کو میں خود آپکے اور ان کے بیان کے متعلق مطلع کرچکا ہوں اور مولانا حشمت علی صاحب کو بھی
واقعیت بتا دی ہے لہذا اب آپکو تکلیف فرمانے کی کچھ ایسی ضرورت نہیں البتہ آپکے
اس تازہ کرم نامہ میں تقسیم فلسطین کی اظہار ناراضگی کے جلسہ کے متعلق جو آپنے اپنا یہ
بیان کرنا تحریر کیا کہ مسلم لیگ یا کسی اور جمعیت نے تحریک کی (تا) مسلم لیگ کی آ
واز اظہار ناراضگی تقسیم مذکور کے ساتھ اتفاق کیا)) اسکے بارے میں یہ عرض ہے
کہ اوس جلسہ کی تحریک یہاں مسلم لیگ یا اور ایسی ہی کسی جمعیت وغیرہ کی نہیں کی تھی
اور جہاں تک میرا علم ہے یہاں ابتک بھی مسلم لیگ کی کوئی شاخ وغیرہ باقاعدہ
موجود نہیں ہے اور مجھے جو لوگ محرک ہوئے تھے اونھوں نے مجھے اپنا لیگ
وغیرہ کے رکن کی حیثیت سے محرک ہونا نہیں بیان کیا تھا بلکہ اپنی انفرادی حیثیت
سے بہ نظر ہمدردی اسلامی تحریک کرنا ظاہر کیا اور اسی کی تحریر دی تھی اور جب مسلم
لیگ کا کوئی درمیان ہی نہیں تھا تو ظاہر ہے کہ اوسکی آواز اظہار ناراضگی تقسیم
مذکور کے ساتھ میرے اتفاق کا کیا موقع رہا نہ میں نے اپنی تقریر میں مسلم لیگ
اور اوسکی اس آواز سے اتفاق [illegible] کا قطعاً کوئی ذکر کیا۔ مجھے دار العلوم
منظر اسلام کے معاملات کے سلسلہ میں بریلی ۱۲ شعبان تک پہونچنے کیلئے
اول مولانا حامد رضا خاں صاحب اور اوسکے بعد مولوی تقدس علی خاں کے خط بھیجے
تھے ان دونوں کے بعد مولانا مصطفیٰ رضا خاں صاحب کا خط ملا تھا اور میں
نے اپنی معذوری جو چھوٹے مولانا کو لکھی وہ وہاں بھی تحریر کردی تھی تو آپنے یہ
کیسے تحریر فرمایا کہ تقدس میاں نے مجھے اطلاع تک نہیں کی میں آپکی پریشانی

امام احمد رضا بریلوی قدس سرّہٗ کی تحقیقات کو تخریج و ترجمہ
اور جدید انداز پر ایڈٹ کر کے شائع کرنے کا عظیم منصوبہ

رضا فاؤنڈیشن

اس عظیم منصوبے کیلئے
عوام اور علماء و مشائخ سے عطیات، چندہ اور قرضِ حسنہ
کی

اپیل

زیرِ نگرانی
جامعہ نظامیہ رضویہ، لاہور (۸) پاکستان (۱۲۳۵۰)